قصص الانبیاء

اللہ اکبر

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ الرُّسُلِ

ممتاز اکیڈمی
اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان
7230718

نام کتاب: قصص الانبیاء
بتصحیح و جدید موضوع بندی حامد سلطان قادری
ناشر: شکیل ممتاز
پرنٹر: پرنٹرز لاہور
کتابت: بشیر احمد
قیمت: روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	بیان پیدائش کائنات و نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔	۸
۲	بیان پیدائش حضرت آدمؑ	۱۷
۳	بیان قبول توبہ حضرت آدمؑ	۲۱
۴	بیان عزازیل علیہ اللعنۃ کا	۳۰
۵	بیان حضرت شیث علیہ السلام کا۔	۴۹
۶	بیان حضرت ادریسؑ کا	۵۰
۷	بیان حضرت نوحؑ کا	۵۴
۸	بیان حضرت ہودؑ کا	۶۶
۹	بیان شداد لعین کا	۷۲
۱۰	بیان حضرت صالحؑ کا	۷۶
۱۱	بیان حضرت ابراہیمؑ کا	۸۱
۱۲	بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آتشکدے سے نکلنے کا۔	۹۶
۱۳	بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر فلسطین میں سکونت اختیار کرنے کا۔	۱۰۱
۱۴	بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراجعت کا۔	۱۰۸
۱۵	بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا	۱۱۲
۱۶	بیان تعمیر کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔	۱۱۷
۱۷	بیان حضرت لوط علیہ السلام کا	۱۲۶
۱۸	بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا	۱۳۴
۱۹	بیان حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہما السلام۔	۱۳۵
۲۰	بیان حضرت یوسفؑ کا	۱۴۰
۲۱	بیان حضرت اصحاب کہف	۲۱۴
۲۲	بیان حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام۔	۲۲۱
۲۳	بیان حضرت یونسؑ کا۔	۲۲۵
۲۴	بیان حضرت ایوبؑ کا۔	۲۳۵
۲۵	بیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا احوال سکندر ذوالقرنین کا۔	۲۴۵
۲۶	بیان فرعون علیہ اللعنۃ	۲۵۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۷	بیان عوج بن عنق کا	۲۶۳
۲۸	بیان پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام۔	۲۶۷
۲۹	بیان ہجرت مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملاقات حضرت شعیب علیہ السلام۔	۲۷۴
۳۰	بیان مراجعت مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام	۲۸۱
۳۱	بیان غرق ہونا دریا میں فرعون اور اس کی قوم کا۔	۳۰۳
۳۲	بیان حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کا اور ان کی قوم کے گئوشالہ پوجنے کا	۳۰۷
۳۳	بیان گئوشالہ پرستی قوم بنی اسرائیل اور سامری۔	۳۱۲
۳۴	بیان قارون کے ہلاک ہونے کا۔	۳۱۸
۳۵	بیان عامیل مقتول بن سلیمان کا۔	۳۲۴
۳۶	بیان ملاقات حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔	۳۲۸
۳۷	بیان وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام۔	۳۳۳
۳۸	بیان عابد بلعم ابن باعور اور حضرت یوشع بن نون اور بنی اسرائیل کا۔	۳۳۷
۳۹	بیان نبوت کالوت علیہ السلام۔	۳۴۳
۴۰	بیان حزقیل ابن ثوری ؑ	۳۴۴
۴۱	بیان الیاس ابن یاسین بن محاص ابن امام عزار ابن ہارون	۳۴۶
۴۲	بیان حضرت حنظلہ علیہ السلام کا۔	۳۴۸
۴۳	بیان حضرت شموئیل علیہ السلام کا۔	۳۵۴
۴۴	بیان عداوت طالوت کی حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ۔	۳۵۵
۴۵	بیان نبوت حضرت داؤد علیہ السلام۔	۳۵۷
۴۶	بیان مبتلا ہونا بلا میں حضرت	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	داؤد علیہ السلام کا۔	۳۵۹
۴۷	بیان مسخ ہونا بعضے بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں۔	۳۷۶
۴۸	بیان طالوت کے بادشاہ ہونے کا۔	۳۷۸
۴۹	بیان لڑائی طالوت بادشاہ کی جالوت کے ساتھ اور مارا جانا جالوت کا حضرت داؤد کے ہاتھ سے۔	۳۸۱
۵۰	بیان حضرت عزیرؑ کا	۳۸۵
۵۱	بیان حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔	۳۸۶
۵۲	بیان حضرت یحییٰؑ کا۔	۳۹۰
۵۳	بیان حضرت شمعون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔	۳۹۱
۵۴	بیان حضرت سلیمانؑ کا	۳۹۵
۵۵	ضیافت کرنا حضرت سلیمانؑ کا تمام مخلوقات کو۔	۳۹۸
۵۶	حضرت سلیمانؑ کی ملاقات چیونٹیوں کے بادشاہ سے	۴۰۰
۵۷	بیان حضرت سلیمانؑ کا اور خبر لانا ہدہد کا بلقیس کے شہر قبا سے۔	۴۰۴
۵۸	بیان حضرت سلیمانؑ کا شہر صیدون میں جانا اور بادشاہ عنکبود کا مارا جانا۔	۴۱۴
۵۹	بیان حضرت سلیمانؑ کا مبتلا ہونا رنج میں بعض سہواً تقصیرات کی وجہ سے۔	۴۱۸
۶۰	بیان تولد حضرت مریمؑ	۴۲۵
۶۱	بیان تولد حضرت عیسیٰؑ	۴۲۸
۶۲	بیان ملاقات حضرت عیسیٰؑ کی جحاہ بادشاہ سر بوسیدہ اور گفتگو کرنا۔	۴۳۶
۶۳	بیان وفات حضرت مریمؑ کی اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا۔	۴۴۴
۶۴	بیان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں آنے کا۔	۴۴۹
۶۵	بیان بادشاہ ابرہہ ملعون و	۴۵۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تہنیت بادشاہ ذی یزن ابن دوران ملک زادہ حمیر کے پاس بعد موت مسروق بیٹے ابرہہ۔	۴۵۴
۶۷	ذکر احوال عبداللہ والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بعض باتیں آنحضرتؐ کی اپنی ماں کے شکم مبارک میں رہتے وقت جو وقوع میں آئی تھیں۔	۴۵۷
۶۸	بیان تولد ہونا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا۔	۴۶۰
۶۹	بیان عبدالمطلب کا پیدائش میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کرامات کا جو انہوں نے دیکھی تھیں۔	۴۶۲
۷۰	بیان حضرت حلیمہ دائی جنہوں نے دودھ پلایا رسول خدا کو۔	۴۶۵
۷۱	بیان جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماموں کے گھر میں اپنی والدہ آمنہؓ کے	۴۷۵
	ساتھ اور آمنہؓ کا راستہ میں فوت ہونا عبدالمطلب کا اور ہمراہ جانا حضورؐ ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر میں تجارت کو اور ملاقات ہونا ایک راہب سے راستے میں۔	۴۷۵
۷۲	بیان دوسری دفعہ چاک کرنا سینہ مبارک آنحضرتؐ کا اور نکاح کرنا خدیجۃ الکبریٰؓ سے اور اقوال و افعال آنحضرت کے قبل نکاح کے جو وقوع میں آئے تھے۔	۴۷۸
۷۳	بیان اسماء و خصائل حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔	۴۸۸
۷۴	بیان ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔	۴۹۳
۷۵	بیان اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔	۴۹۵
۷۶	بیان چاک کرنا سینہ مبارک کا تیسری مرتبہ اور وحی لانا حضرت جبریل علیہ السلام کا آنحضرتؐ	۴۹۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے پاس۔	
۷۷	بیان معراج مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔	۵۱۲
۷۸	بیان کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی حقیقت کو اور یہودی کا مسلمان ہونا	۵۲۰
۷۹	بیان معجزات وبزرگی وخصائل حمیدہ آنحضرتؐ۔	۵۳۴
۸۰	بیان ہجرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔	۵۴۸
۸۱	بیان جنگ بدر الکبریٰ	۵۵۳
۸۲	بیان احوال جنگ احد	۵۵۶
۸۳	بیان احوال جنگ بدر الصغریٰ	۵۵۸
۸۴	بیان احوال جنگ خیبر۔	۵۵۹
۸۵	بیان وفات آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۵۶۰
۸۶	بیان فضیلت حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔	۵۶۷
۸۷	بیان فضیلت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔	۵۶۸
۸۸	بیان فضیلت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔	۵۷۰
۸۹	بیان فضیلت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔	۵۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان پیدائش کائنات و نور محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم !

روایت کرتے ہیں محمد ابن اسمٰعیل بن ابراہیم بن آذر بخاری حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے باپ حضرت امام محمد باقر سے اور وہ اپنے باپ امام زین العابدین سے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سُنا اور اُنہوں نے اپنے والد سے حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آکر رسول خدا سے عرض کیا یارسول اللہ فدا ابی و اُمی مجھے خبر دو کہ اوّل اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ جناب سالتمآبؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نُور پیدا کیا تھا۔ ہزار برس پہلے کہ ایک روز اس جہان کا ہزار برس کے برابر ہے اس جہان کے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ (ترجمہ) ایک دن تمہارے رب کے نزدیک ہزار برس کے برابر ہے اس دنیا کے برسوں سے کہ جو تم گنتے ہو۔ وہ میرا نور قدرت الٰہی سے عظمت اور بزرگی الٰہی کا مشاہدہ کرتا اور تسبیح و طواف اور سجدۂ الٰہی میں مصروف رہتا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور محمد مصطفٰےؐ نے دو ہزار برس تک عالم تجردی میں خدا کی عبادت کی۔ پھر حق تعالیٰ نے اس نور کو چار قسم کرکے ایک قسم سے عرش پیدا کیا۔ دوسری قسم سے قلم کو اور تیسری قسم سے بہشت کو، چوتھی قسم سے عالم ارواح اور ساری مخلوق کو تخلیق کیا اور ان چار میں سے چار قسم نکال کر تین قسموں سے عقل اور شرم و عشق پیدا کیا اور قسم اوّل سے عزیزو کرم نو میرے تئیں پیدا کیا کہ میں رسول اس کا ہوں لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ کہ تجھ

کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں نہ پیدا کرتا تو ہرگز نہ پیدا کرتا آسمان و زمین اور ساری مخلوق کو اور موافق اس حدیث کے اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ (ترجمہ) حضرت نے فرمایا میں پیدا ہوا ہوں اللہ کے نور سے اور ساری مخلوق کو میرے نور سے پیدا کیا۔ اس کے بعد رب العالمین کا حکم ہوا قلم کو ساق عرش پر اوّل اس کلمہ کو لکھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں قلم نے چار سو برس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک لکھا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ قلم نے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک لکھا تو عرض کیا یا رب العالمین تو بے ساختہ ہے تیرے نام کے ساتھ یہ نام بزرگ کس کا ہے پس جناب باری سے آواز آئی یہ نام میرے حبیب برگزیدہ کا ہے تو لکھ محمد رسول اللہ جب یہ حکم ہوا ہیبت خطاب جل شانہ سے قلم کے منہ پر شگاف ہوا۔ تب قلم نے محمد رسول اللہ لکھا تبھی سے قلم کا شگاف مسنون جاری ہوا قیامت تک اس کے بعد عرش کے اُوپر اٹھارہ ہزار بُرج پیدا کیے اور ہر بُرج میں اٹھارہ ہزار ستون کھڑے کیئے اور ہر ستون کے اُوپر اٹھارہ ہزار کنگرے بنائے اور ایک کنگرے سے دوسرے کنگرے سات سو برس کی راہ ہے اور ہر کنگرے پر اٹھارہ ہزار قندیل ہیں ہر ایک ایسا بڑا کہ سات طبق زمین و آسمان اور جو کچھ کہ بیچ اس کے ہے اس میں اس طرح سما دے کہ جیسے ایک انگشتری بیچ میدان کے ڈال رکھی ہے اس کے بعد چار فرشتے پیدا کیئے۔ ایک بصورت آدمی اور دوسرا بصورت شیر اور تیسرا بصورت گدھا اور چوتھا بصورت گائے کے ہے۔ پاؤں ان کے تحت الثریٰ میں پہنچے ہوئے اور مونڈھے ان کے نیچے عرش کے لگے ہوئے ہیں۔ اور چلنے کے وقت جب قدم اٹھاویں ہر ایک قدم سات ہزار برس کی راہ میں جا پڑے۔ خدا کا حکم ہوا ان کا عرش اٹھانے کا تب ان چاروں نے زور کیا ہرگز عرش نہ اُٹھا سکے۔ بعد اس کے جناب باری سے ارشاد ہوا کہ اے فرشتو! میں نے تم کو ہفت آسمان و زمین اور جو کچھ بیچ اس کے ہے سب کا زور دیا عرش کو اُٹھاؤ پھر انہوں نے

زور کیا تو بھی نہ اٹھا سکے عاجز ہو رہے۔ پھر جناب باری سے ارشاد ہوا کہ یہ تسبیح پڑھکر اٹھاؤ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكَمَالِ وَالْجَلَالِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔ (ترجمہ) میں تسبیح پڑھتا ہوں اس کی جو بادشاہ اور عالم ملکوت کا صاحب ہے میں تسبیح پڑھتا ہوں اس کی جو صاحب عزت اور صاحب عظمت اور ذیشان ہے اور قدرت والا اور کمال اور جلال اور بزرگی اور تجری کے لائق ہے میں تسبیح پڑھتا ہوں اس بادشاہ زندے کی جو نہیں سوتا اور نہیں مرتا وہ طاہر اور بہت پاک ہے ہمارا پروردگار اور فرشتوں اور ارواحوں کا پروردگار ہے جب انہوں نے یہ تسبیح پڑھی خدا کی قدرت سے عرش کو اٹھالیا اور ایک روایت میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ جب ان چار فرشتوں نے یہ تسبیح پڑھی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ (ترجمہ) میں تسبیح پڑھتا ہوں اور حمد کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے اور اللہ بہت بڑا ہے اور نہیں ہے توانائی اور قدرت کسی کو سوائے اللہ کے ایسا اللہ کہ بڑا بزرگ ہے۔ جب یہ پڑھا تو عرش کو اٹھالیا۔ اور روایت کی گئی ہے کہ اس تسبیح سے بہشت اور فرشتوں کو پیدا کیا تاکہ چاروں طرف عرش کے تسبیح پڑھیں اور طواف کریں اور مومن بندوں کے لیے آمرزش اور معافی چاہیں۔ قولہ تعالیٰ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کہ اٹھاتے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں۔ اپنے رب کی پاکی اور خوبیوں کو بیان کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے لیے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور علم میں سو تو معاف کر جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا ان کو آگ کے صدموں سے اور بعد اس کے عرش کے

نیچے ایک دانہ مروارید پیدا ہوا اس سے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ تیار کیا بلندی اس کی سات سو برس کی راہ اور چوڑائی اس کی تین سو برس کی راہ ہے اور چاروں طرف یاقوت سرخ جڑا ہوا اور حکم ہوا ہم کو اُکْتُبْ عِلْمِیْ فِیْ خَلْقِیْ وَمَا کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (ترجمہ) لکھ علم میرا کا موجودات میں خدا کے اور جتنی چیزیں کہ ذرہ ذرہ تک موجودات سے کے ہونے والی ہیں قیامت تک پہلے لوح محفوظ پر یہ لکھا گیا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مَنِ اسْتَسْلَمَ بِقَضَائِیْ وَیَصْبِرُ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ کَتَبْتُہٗ وَبَعَثْتُہٗ مَعَ الصَّادِقِیْنَ یَقِیْنًا وَمَنْ لَّمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ وَیَخْرُجْ مِنْ سَمَائِیْ۔ (ترجمہ) شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت مہربان ہے نہایت رحم والا ہے میں ہوں پروردگار سب کا نہیں کوئی معبود مگر میں ہوں جو راضی ہے میری قضا پر اور صابر ہے میری بلاؤں پر اور شاکر ہے میری نعمتوں پر جو میں نے مقدر کی ہیں۔ پس شامل کروں گا میں اس کو صدیقوں میں اور وہ جو راضی نہ ہو میری قضا پر اور صابر نہ ہو بلاؤں پر اور شاکر نہ ہو نعمتوں پر لازم ہے اسے کہ طلب کرے رب کو سوا میرے نکل جاوے تحت سما سے میرے بعد اس لکھنے کے لوح محفوظ خود بخود جنبش میں آیا اور کہا کہ مثل میرے ہستی میں کوئی نہیں اس واسطے کہ علم خدائی کا مجھ پر لکھا گیا پس جناب باری تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز آئی قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ۔ (ترجمہ) مٹاتا ہے اللہ اور ثابت رکھتا ہے جس بات کو چاہتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں مقدر کی ہیں ہرگز ان میں تغیر و تبدل نہیں ہوگا مگر چار چیزیں رزق اموت اسعادت شقاوت اور پھر اس مروارید کو حکم ہوا یعنی اے مروارید پھیل جا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ـــ (ترجمہ) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کشادہ ہوئی کرسی اس کی برابر ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے اور نام اس کا کرسی ہوا پھر اسی وقت نیچے کرسی کے ایک دانہ یاقوت کا پیدا ہوا بعضوں نے کہا کہ وہ مروارید کا تھا۔ بلندی اس کی پانچ سو برس کی راہ ہے اور چوڑائی بھی اسی قدر تھی جب اس کی طرف دیکھا ایزد جل شانہ نے ہیبت

وہ خود پانی ہوگیا اور بعد اس کے، صبا دبور جنوب شمال ان چار باد کو پیدا کرکے حکم دیا کہ تم ہر چار گوشہ پر اس پانی کے موج مار کر کف نکالو اور وہ ویسا ہی کیا بعدہٗ قدرت الٰہی سے آگ دھواں دھار پیدا ہوکر اس پانی پر گئی اور اس سے دھواں نکل کر درمیان کرسی اور پانی کے ہوا پر معلق ہو رہا اور اسی دھوئیں کو حق تعالیٰ نے سات پارہ کرکے ایک پارہ سے پانی ایک پارہ سے تانبہ اور ایک پارہ سے لوہا اور ایک پارہ سے چاندی اور ایک پارہ سے مروارید اور ایک پارہ سے یاقوت سُرخ پیدا کیا اور اس پانی سے آسمان اول اور ایک پارہ سے تانبے کا دوسرا آسمان اور ایک پارہ سے لوہے کا تیسرا آسمان اور ایک پارہ سے چاندی کا چوتھا آسمان اور ایک پارہ سے سونے کا پانچواں آسمان اور ایک پارہ مروارید سے چھٹا آسمان اور ایک پارہ یاقوت سرخ سے ساتواں آسمان بنایا اور فاصلہ ہر آسمان کا ایک دوسرے سے پانچ سو برس کی راہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے قدرت کاملہ سے اس کف آب سے پشتہ خاک سرخ پیدا کیا اسی جگہ پر کہ جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل کو حکم ہوا کہ چار گوشہ اس پشتہ خاک کے پھیلا دو، انھوں نے ویسا ہی کیا اور یہ زمین اسی پشتہ خاک سے پیدا ہوئی، قولہ تعالیٰ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ (ترجمہ) بنایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں۔ اور روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روز احوال زمین کے دریافت کرنے کے واسطے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو کس چیز سے بنایا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کف آب سے۔ پھر پوچھا کہ وہ کف کس سے پیدا ہوا فرمایا پانی کی موج سے پھر سوال کیا موج کس سے نکلی فرمایا پانی سے فرمایا وہ پانی کس سے نکلا ہے فرمایا ایک دانہ مروارید سے کہا مروارید کس سے ہے فرمایا تاریکی سے کہا صدقت یا رسول اللہ۔ پھر سوال کیا یا رسول اللہ زمین کو قرار کس سے ہے فرمایا کوہ قاف سے کہا کہ کوہ قاف کس سے بنا ہے فرمایا زمرد سبز سے اور آسمان کی سبزی اسی کے پرتو سے ہے کہ کہا یا رسول اللہ اور بلندی کوہ قاف کی کس قدر ہے فرمایا پانچ سو برس کی راہ

اور گرد اگرد اس کے کس قدر ہے فرمایا دو ہزار برس کی راہ ہے اور اس پار کوہ قاف
کے کیا چیز ہے فرمایا سات زمینیں ہیں چاندی کی، اور بعد اس کے کیا ہے فرمایا ستر
ہزار علم ہیں اور نیچے ہر علم کے ستر ہزار فرشتے ہیں کہ آدم اس تسبیح سے پیدا ہوئے
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ کہا صدقت یا رسول اللہ اور اس طرف کیا ہے
آنحضرت نے فرمایا کہ ایک اژدہا درازی اس کی دو ہزار برس کی راہ ہے اور یہ سارے
عالم اس کے حلقہ میں ہیں۔ کہا صدقت یا رسول اللہ ساتویں زمین پر کون ہے فرمایا
فرشتے سب اور چھٹی زمین پر شیطان اور پانچویں زمین پر وہ سب اور چوتھی زمین پر
سانپ اور تیسری زمین کے کیا چیز ہے ایک گائے ہے ایسی کہ اس کے چار ہزار
سینگ ہیں۔ اور اس کے ایک سینگ سے دوسرے سینگ کا فاصلہ پانچ سو برس کی
راہ ہے اور یہ سات طبق زمین اس کے دو سینگوں کے درمیان ہیں۔ پھر پوچھا کہ
وہ گائے کس پر کھڑی ہے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا ایک مچھلی کے مہرہ پشت پر
اور وہ مچھلی پانی پر ہے اور عمق اور گہرائی اس پانی کے چالیس برس کی راہ ہے اور
وہ پانی ہوا پر ہے اور ہوا تاریکی دوزخ پر اور دوزخ ایک سنگ آسمان پر اور وہ
سنگ آسمان سر پر ایک فرشتے کے اور وہ پانی ہوا پر کھڑا ہے اور ہوا قدرت خدا
سے معلق اور قدرت اس کی بے پایاں ہے اور ذات و صفات اس کی منزہ ہے
نقصان اور زوال سے کہا سچ ہے یا رسول اللہ۔ اور روایت کی عبداللہ بن عباس رضؓ نے
کہ ہر آسمان پر حق تعالیٰ نے ایک نور پیدا کیا ہے اس نور سے بے شمار فرشتے پیدا
ہوئے ہیں اور حکم ان پر تسبیح و تہلیل اور تقدیس و تعظیم کرنے کا ہے اگر اس سے ایک
لحظہ غافل رہیں تو فی الفور تجلی سے خدائے جل شانہ کے جل بھن کر خاک ہو جاویں
اور ان میں بعضوں کی شکل گائے کی ہے اور بعض کی صورت سانپ کی اور
بعض کی شکل گدھے کی اور بعض کا نصف بدن اوپر کا برف اور آدھا نیچے کا آگ ہے
اور یہ سب کے سب جلتے ہیں اپنے رب کی تسبیح پڑھتے ہیں سُبْحَانَ مَنْ اَلَّفَ
بَيْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ۔ میں تسبیح پڑھتا ہوں۔ اس خدا کی جس نے ہمیں ترکیب دی

ہے اور آگ سے برف آگ کو بجھا سکتی ہے نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور یہ سب کے
سب کوئی قیام میں ہیں اور کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں اور کوئی قعود میں قیامت
کے دن سب کوئی عذر خواہی کریں گے اور پھر کہیں گے سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ
حَقَّ عِبَادَتِكَ (ترجمہ) اے پروردگار ہمارے ہم نے نہیں پرستش کی تیری جو حق پرستش
تیری کا ہے اور بعد اس کے خالق نے یہ سات دن پیدا کر کے روز یکشنبہ کو حاملانِ
عرش کو بنایا اور دوشنبہ کو سات طبق زمین اور چہارشنبہ کو تاریکی پنجشنبہ کو منفعت
زمین اور جو اس میں ہے اور جمعہ کے دن آفتاب اور مہتاب اور سب ستاروں کو
اور ساتوں آسمان کو حرکت میں لایا اور ساتویں روز تمام جہان سے فراغت کی کما
قال اللہ تعالیٰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ (ترجمہ) جیسا کہ حق
تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو بیچ اس کے
ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ایسا بڑا وہ دن ہے بمصداق اس آیت کے وَاِنَّ
يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ... (ترجمہ) ایک دن تمہارے رب کے
یہاں ہزار برس کے برابر ہے اور اس دنیا کے برسوں سے کہ جو تم گنتے ہو، یعنی
ہزار برس کا کام ایک دن میں کر سکتا ہے پس جان لو اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ ان
چند میں ہزار مخلوقات کو ایک طرفۃ العین میں پیدا کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے
حکمت کاملہ سے اپنے بندوں کو سمجھایا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں تعجیل نہ کریں
اور صبر کریں بمصداق اس کے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ یعنی صبر کنجی ہے کشادگی
کی، اور بعد اس کے تحت الثریٰ پیدا کیا اور تحت الثریٰ نام ہی زمین گل تر کا
اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ثریٰ ایک سبز پتھر کا نام ہے اور
نیچے ثریٰ کے دوزخ کو بنایا اس میں ایک سردار کہ اس کو مالک کہتے ہیں اور دوزخ
اس کے تابع ہیں اور انیس فرشتے پیدا کر کے ان کو مالک کے زیر حکم کیا جیسا کہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (ترجمہ) کہ دوزخ کے اندر انیس فرشتے ہیں داہنے
طرف ہر فرشتے کے ستر ہزار ہاتھ ہیں اور بائیں طرف ستر ہزار ہاتھ ہیں اور بائیں

طرف ستر ہزار ہاتھ اور ہر ہاتھ میں ستر ہزار ہتھیلی اور ہر ہتھیلی پر ستر ہزار انگلیاں اور ہر انگلی پر ایک ایک اژدہا قائم ہے اور ہر ایک اژدہے کے سر پر ایک ایک سانپ درازی اس کی ستر ہزار برس کی راہ ہے اور ہر سانپ کے سر پر ایک بچھو اگر دوزخیوں کو ایک نیش مارے تو ستر ہزار برس تک درد سے اس کے لوٹیں اور فریاد و زاری کریں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر ایک ایک ستون آتش کا ہے۔ اگر ایک ستون اس کا حشر کے میدان میں ڈالا جائے اور تمامی مخلوقات جن و انس اسے ہلانا چاہیں تو ہرگز جگہ سے نہ ہلا سکیں، اور ان فرشتوں پر حکم ہوا کہ تم دوزخ کے اندر جاؤ انہوں نے عرض کیا خدایا ہم بخوف آتش دوزخ میں نہیں جا سکتے تب رب العالمین کا حکم ہوا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک خاتم بہشت سے لاکر پیشانی پر ان کی مہر ثابت کر دی اور اس خاتم پر یہ کلمہ لکھا ہوا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تاکہ آتش دوزخ ان پر اثر نہ کرے، تب وہ انیس فرشتے برکت سے اس کلمہ کی ایک مرتبہ دوزخ کے اندر داخل ہوئے اس زمانہ سے قیامت تک دوزخ کے اندر رہیں گے، اور جو مومن داغ محمدی پیشانی اور دل میں رکھے گا بمصداق اس کے اُولٰٓئِكَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ (ترجمہ) وہ لوگ کہ لکھا گیا دلوں میں ان کے ایمان تو ہرگز الم آتش دوزخ ان کو نہ پہنچے گا، اور دوزخ کے سات دروازے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَھَا سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ لِکُلِّ بَابٍ مِّنْھُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ۔ (ترجمہ) دوزخ کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک فرقہ بٹ رہا ہے، طبقہ اوّل جحیم، اور دوسرا جہنم اور تیسرا سقر، چوتھا سعیر، پانچواں لظی، چھٹا ہاویہ، ساتواں حطمہ اور مروی ہے کہ ایک دن جبرائیل علیہ السلام یہ آیت رسول خدا کے پاس لائے قولہ تعالیٰ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ (ترجمہ) پھر ان کی جگہ آئے ناخلف کہ انہوں نے قضا کی نماز اور پیچھے پڑے مزوں کے آگے ملے گی گمراہی اور اسی وقت ایک زلزلہ زمین اور پہاڑوں پر آیا اور اس کے ساتھ ایک آواز آئی کہ رنگ چہرہ مبارک کا متغیر ہوا آنحضرت صلعم نے

جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ آواز کس کی ہے اور کہاں سے آئی، انہوں نے کہا یا رسول اللہ سات ہزار برس کے آگے سے آدم علیہ السلام کے ایک پتھر ستر ہزار من کا کنارے پر دوزخ کے پڑھا ہوا تھا وہ پتھر پندرہ ہزار برس سے نیچے کی طرف چلا جاتا تھا ابھی قعر حطمہ میں جا پہنچا یہ آواز اسی کی تھی۔ حضرت نے پوچھا وہ جگہ کس کی ہے وہ بولے منافقوں کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (ترجمہ) منافق ہیں سب سے نیچے درجے میں آگ کے اور چھٹے درجے میں دوزخ کی مشرکین رہیں گے۔ اور پانچوں درجے دوزخ میں بت پرست اور چوتھے درجے میں سے نوش اور تیسرے درجے میں ترسا اور دوسرے درجے میں جمود اور اوّل درجے میں عاصیان امت تمہاری کے رہیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا (ترجمہ) جو لوگ مسلمان ہیں گنہگار اور یہودی اور صابئین جو کہ بُت پرستوں سے ایک فرقہ ہے اور نصاریٰ اور مجوس اور جو شرک کرتے ہیں یہ چھ گروہ دوزخ میں رہیں گے اور دوزخ کے ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ستر برس کی راہ ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ قدرتِ الٰہی سے جب ہزار برس آتش دوزخ دہکائی گئی تو سُرخ ہوئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تو سفید ہوئی پھر ہزار برس سلگائی گئی تو سیاہ ہوئی قیامت تک ویسی ہی رہے گی، جیسی اندھیری رات ہے، اور ایک پارچہ سنگ کہ جس کی چوڑائی پانچ سو برس کی راہ ہے دوزخ کے اوپر رکھا گیا ہے اور وہ قیامت تک رہے گا اور دوزخ کے نیچے ایک فرشتہ مچھر کی پشت پر کھڑا ہے اور اس کے نیچے ایک مچھلی ایسی بڑی ہے کہ دم اس کی عرش سے لگی ہوئی ہے اور گائے فردوس اعلیٰ کی ستر ہزار سینگ اس کے ہیں زمین سخت گڑی ہوئی اس مچھلی کے پیٹ پر کھڑی ہے اور گائے نے ارادہ کیا کہ جنبش کرے خدا تعالیٰ نے اس مچھر کو پیدا کر کے اس کے سامنے رکھا اور مچھر نے اس کی ناک میں کاٹا اور اس گائے نے درد سے لغزش کی بعدہ مستقل ہوئی اب تک

وہ مچھر اس کی ناک میں ہے اور قیامت تک وہ گائے اس کے خوف کے مارے نہیں ہل سکتی اگر وہ لغزش کرے تو سارا عالم زیر و زبر ہو جائے، اور شرح اس کی عبداللہ بن سلام کے قصہ میں لکھی ہوئی ہے اور بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے زنگ کو پیدا کر کے ہوا کو حکم کیا تو ایک حصہ اس کا زمین پر اور ایک حصہ کو زیر زمین لے گئی پیچھے اس کے آتش بے دود پیدا کر کے اس سے قوم جنات کو پیدا کیا جیسا کہ جناب الٰہی نے فرمایا ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنَ النَّارِ السَّمُوْمِ (ترجمہ) اور جنات کو بنایا ہم نے آگ کی لو سے اور جنات سے جہان بھر گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا نام ان کا یوسف تھا کہ ان کو شریعت بتلا دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کرے انہوں نے ان کو نہ مانا اور مار ڈالا، اور زمین پر ظلم و فساد کرنے لگے، تب حق تعالیٰ نے عزرائیل کو فرشتوں کے ساتھ بھیجا انہوں نے سب کو مار کر جہان خالی کیا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بیان پیدائش حضرت آدم علیہ السلام!

راویان معتبر سے روایت ہے کہ جب ارادۂ الٰہی واسطے خلافت حضرت آدم علیہ السلام کے بموجب آیت کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور ظہور ریاست بنی آدم کے متعلق ہوا تب حضرت عزرائیل کو حکم ہوا کہ ایک مٹھی خاک ہر قسم کی سرخ اور سفید اور سیاہ زمین سے لائیں حضرت عزرائیل بحکم خداوندی ایک مٹھی خاک رنگا رنگ کی تمام روئے زمین سے جمع کر کے لائے اور بموجب حکم الٰہی درمیان مکہ اور طائف کے رکھی اور اللہ تعالیٰ نے باران رحمت اس مٹی پر برسایا اور اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم کا پتلا اس مٹی کے خمیر سے بنایا اور چالیس برس تک وہ قالب بے جان وہاں پڑا رہا جب عنایت الٰہی نے چاہا کہ ستارۂ اقبال حضرت آدم علیہ السلام کا روشن اور مرتبہ شرافت بنی آدم کا تمام مخلوق پر ظاہر ہو روح پاک کو حکم صادر ہوا کہ بدن آدم میں داخل ہو لیکن روح لطیف نے

خاکِ کثیف میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ خطاب رب الارباب کا روح کو پہنچا
اُدْخُلْ اَیُّھَا الرُّوْحُ فِیْ ھٰذَا الْجَسَدِ۔ یعنی اے جان داخل ہو اس بدن میں، جب
روح قالب میں آدم کے سر مبارک کی طرف سے داخل ہوئی جس جگہ روح پہنچی یعنی
بدن خاکی جو مانند ٹھیکرے کے تھا گوشت اور پوست سے بدلتا جاتا تھا۔ جب
روح سینہ مبارک تک پہنچی تو حضرت آدم علیہ السلام نے ارادہ اُٹھنے کا کیا وہیں
زمین پر گر پڑے اس واسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کَانَ الْاِنْسَانُ
عَجُوْلًا یعنی ہے انسان جلد باز اور اسی حالت میں حضرت آدم علیہ السلام نے چھینکا
اور الہام الٰہی سے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کریم اور رحیم نے اپنی رحمت سے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ
سب سے اوّل جلوۂ رحمتِ الٰہی کا شاملِ حال حضرت آدمؑ کے ہوا اور بھید
سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ کا ان کے طفیل سے نصیب بنی آدم کے ہوا بعد
اس کے ایک فرشتہ بموجب حکم الٰہی کے ایک جوڑا مرصع فوراً بہشت سے لایا
اور حضرت آدم علیہ السلام کو ساتھ تشریف خلعت الٰہی سے مشرف کیا اور تختِ
عزت اور عظمت پر بٹھایا۔ نقل ہے کہ فرشتے ابتدائے پیدائش آدم علیہ السلام سے
آپس میں کہتے تھے کہ جس کو خدائے تعالیٰ خاک سے پیدا کر کے مسندِ خلافت پر
بٹھائے گا تو وہ ہم سے خدا کے نزدیک زیادہ عزیز نہ ہوگا اور ہم جو بارگاہ
علام الغیوب میں دن رات رہتے ہیں علم ہمارا اس سے زیادہ ہوگا حق تعالیٰ
نے بموجب آیت عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ ۔ تمام چیزوں کے نام حضرت آدم کو الہام
کر کے حکم کیا کہ فرشتوں سے ان چیزوں کے نام پوچھو جب حضرت آدم علیہ السلام
نے فرشتوں سے پوچھا اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ یعنی خبر
دو میرے تئیں ان کے نام سے اگر تم سچے ہو تب فرشتے جواب سے عاجز ہوئے
اور اپنے قصور کے معترف ہو کر بولے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔ یعنی پاک ہے تو اور نہیں علم ہمارے تئیں مگر جو تو نے
سکھایا ہم کو اور جو عالم اور دانا ہے تب اللہ تعالیٰ نے آدم کمال ظاہر اور

باطن سے آراستہ کرکے واسطے زیادتی تعظیم اور تکریم کے ملائک عظام کو جو آدم علیہ السلام کے تخت کے گرداگرد صف باندھے ہوئے مؤدب کھڑے تھے حکم کیا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی سجدہ کرو آدم علیہ السلام کے تئیں بمجرد حکم الٰہی کے سب فرشتوں نے بلا عذر و تکرار حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ مگر ابلیس ملعون نے انکار کیا اور بولا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ اس واسطے میرے تئیں آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اس نافرمانی سے شیطان ملعون ابدی ہو کر راندہ گیا اور فرشتوں سے نکالا گیا حضرت آدم بہشت میں رہنے لگے۔ طبیعت ان کی مشتاق جلیس ہمدم اور انیس محرم کی ہوئی۔ تب حضرت آدمؑ پر خواب نے غلبہ کیا۔ وقت خواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آدمؑ کے پہلوئے چپ سے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ جب حضرت آدم بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک عورت پاکیزہ ان کے پاس بیٹھی ہے ان کی طبیعت ہمایوں اور صورت میموں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے۔ حضرت حوّا نے کہا کہ میں تیرے بدن کا جز ہوں کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے تیری پسلی سے مجھ کو پیدا کیا ہے۔ نقل ہے کہ حُسن اور جمال حضرت حوّا کا اس قدر تھا کہ تمام عالم کی خوبی سو حصے تھی اس میں سے نوّے حصے حُسن حضرت حوا کو اور دس حصے باقی عالم کو عنایت فرمایا تب آدمؑ سجدۂ شکر بجالائے۔ جناب الٰہی نے ان کا عقد روبرو حاملانِ عرش اور ساکنانِ سموات کے باندھا اور دونوں کو حکم ہوا کہ اے آدم علیہ السلام و حوّا تم دونوں اس بہشت میں رہو اور سب میوے اس بہشت کے کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب مت جانا۔ یعنی گیہوں کے درخت میں سے کچھ مت کھانا۔ جب ابلیس لعین نے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور راندہ گیا اور فرشتوں سے نکالا گیا۔ اس سبب سے آتش کینہ اور حسد اس کے باطن میں شعلے مارتی تھی اور وہ ہمیشہ اس تدبیر میں رہتا تھا کہ کسی صورت سے بہشت میں بیٹھے اور آدمؑ کو وہاں سے نکالے۔ پہلے تو طاؤس سے دوستی کی کہ میری دوستی کے حق تیرے اوپر

ثابت ہیں اور آ گئے ہم تم ایک مکان میں رہتے تھے، یہ التماس تجھ سے ہے کہ مجھ کو اپنے بازو پر بٹھا کر بہشت میں پہنچا دے تاکہ میں اپنے دشمن سے بدلہ لے سکوں۔ طاؤس نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ یہ بات تو سانپ سے کہو، تب شیطان سانپ کے پاس گیا اور اپنے فریب کے منتر سے فریفتہ کیا، سانپ اس کو منہ میں لے کر بہشت میں لے گیا۔ اور نگہبان بہشت کو مطلق خبر نہ ہوئی پھر ابلیس حضرت آدمؑ اور حواؑ کے پاس گیا اور رونا شروع کر دیا۔ حضرت آدمؑ اور حواؑ نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے اور انہوں نے شیطان کو نہیں پہچانا تب شیطان نے کہا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں مجھ کو تمہارے حال پر رونا آتا ہے۔ اور تم اس بہشت سے نکالے جاؤ گے۔ اور یہ بہشت کی نعمتیں تم سے چھین لی جائیں گی اور لذت حیات سے ذائقہ موت کا چکھو گے۔ ان دونوں کو اس بات کے سننے سے بہت غم ہوا۔ ابلیس نے کہا اگر تم میرا کہنا مانو تو میں ایک درخت بتاؤں اگر تھوڑا میوہ تم اس کا کھاؤ تو ہمیشہ زندہ رہو گے اور صورت موت کی ہرگز نہ دیکھو گے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے۔ شیطان نے کہا وہی درخت ہے کہ جس کے کھانے سے حق سبحانہ تعالیٰ نے منع کیا تھا۔ حضرت آدمؑ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ ہرگز مجھ سے نافرمانی خدا کی نہ ہوگی، جب شیطان نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ بعد اس کے حضرت آدم علیہ السلام اُٹھ کر چلے گئے اور شیطان نے حضرت حواؑ کی خدمت میں جا کر اسی طرح ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور سانپ نے شیطان کے کہنے پر گواہی دی حضرت حوا نے حضرت آدمؑ سے عرض کیا کہ سانپ تو خادم بہشت کا ہے اور وہ بھی موافق اس شخص کے یعنی شیطان کے گواہی دیتا ہے اب تو میں پہلے اس درخت کا پھل کھاتی ہوں اگر کچھ خلل ہو تو میرے واسطے خدا سے معافی مانگو اور نہیں تو تم دونوں تمام عمر بہشت کی نعمتیں چین سے کھایا کرو گے۔

بیان قبول توبہ حضرت آدم علیہ السلام

توبہ آدمؑ بہ شفاعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول ہوئی الہام ہوا اے
آدم تم اور تمہاری بیوی سراندیپ میں جا رہے ہو تو فرزند تمہارے پیدا ہوں، آدمؑ
برضائے الٰہی خطۂ ہندوستان میں آئے اور بودو باش اختیار کی، ایک روز جبرائیلؑ
سات ٹکڑے لوہے کے لے کر ان کے پاس آئے تا کہ ان کو آہن گری سکھلا دیں۔
حاجت آگ کی ہوئی، آواز آئی اے جبرائیلؑ آگ مالک دوزخ سے مانگ لے جب
انہوں نے آگ لا کر آدمؑ کو دی گرمی و تپش سے ان کا ہاتھ جلا آدمؑ نے زمین پر
ڈال دی وہ آگ سات طبق زمین کے چھید کر دوزخ میں چلی گئی اور خیر پہلے سی
طرح سات دفعہ دوزخ سے لائے پھر دوزخ میں جا داخل ہوئی۔ آواز آئی اے
جبرائیل سات دریائے رحمت سے دھو کر اسے لاؤ تب ٹھہرے گی، اور کعب
الاحبار نے لکھا ہے کہ جب جبرائیل آگ لانے میں عاجز رہے تب حق تعالیٰ کا
ارشاد ہوا آدمؑ کو انہوں نے پتھر سے چقماق جھاڑ کر آگ نکال لی اور جبرائیلؑ
نے ان کو آہن گری سکھلائی اور آلات کھیتی کرنے کے درست کئے جبرائیلؑ
نے ایک جوڑا بہشت سے بیل کا لا دیا۔ اور بعض نے کہا ہے دو گائیں عین البقر
سے لا دیں اور ایک مشت گندم بہشت سے لا دیا اور کہا تو اپنے ہاتھ سے زراعت
کر کے اس سے اپنی غذا حاصل کر۔ تب آدمؑ نے وہ دانہ زمین پر چھڑک دیا۔ اور
ہل جوتا جب بیل کچھ چلنے لگا تب حضرت آدمؑ نے اس پر ایک لکڑی ماری۔ بیل
نے کہا اے آدمؑ مجھ کو تو کیوں مارتا ہے اگر تجھے عقل ہوتی تو اس دنیا میں تو نہ پھنستا
آدمؑ نے اس بات کو سن کر غصے میں آ کر اس بیل کو چھوڑ دیا اور خود وہاں سے چل
دیئے۔ پھر جناب جبرائیلؑ حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تم کہاں جاتے
ہو۔ حضرت آدمؑ نے کہا کہ بیل نے مجھے سرزنش کی۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ جو
شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا وہ رنج میں گرفتار رہے گا۔ اب تم کو رنج د

عذاب برداشت کرنا ہے۔ تبھی نعمت کھاؤ گے۔ پھر حضرت آدمؑ نے دوسری دفعہ ہل جوتنا شروع کیا۔ پھر بیل کجی کرنے لگا۔ پالان گردن جس کو ہندی زبان میں جولا کہتے ہیں پیچھے کر لیا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر حضرت آدمؑ نے اس کے لکڑی ماری تب بیل نے رو بسوئے آسمان کیا اور رو دیا۔ پس آدمؑ نے اس کو دق ہو کر چھوڑ دیا اور چلے گئے پھر حضرت جبرائیل تشریف لائے اور کہا کہ کہاں جاتے ہو۔ وہ بولے کہ بیل نے آزردہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں تضرع کیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا خدا نے تم کو سلام کہا اور فرمایا کہ تم نے بہشت میں بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اب اس وقت تم پر اذیت ہو گئی اگر تم بیل پر سختی کرو گے تو پھر درست نہ ہو گا۔ تم جلد جاؤ اپنے کام میں مصروف رہو۔ میں بیلوں کی زبان پر مُہر لگا دوں گا تاکہ وہ بات نہ کر سکیں، تب اچھی طرح ان سے کام لو، پھر آدم کھیتی کرنے میں مشغول ہوئے زمین پر گیہوں بکھرا وہ بار لایا اور پختہ ہوا تب کاٹ لیا یہ سب سات گھڑی میں تیار ہو گیا۔ زمین نے کہا اے آدمؑ مجھے معاف رکھو کہ میں ضعیف ہوں ورنہ اس سے بھی جلدی تم کو گیہوں دیتی۔ آدمؑ نے جب گیہوں کو مل کر صاف کر کے کھانا چاہا تب جبرائیلؑ نے فرمایا کہ اوّل گیہوں کو پیس کر پانی کے ساتھ خمیر کر کے آگ میں سینک، تب حواؑ نے ان سے تعلیم پا کر اپنے ہاتھ سے پیس کر پانی کے ساتھ خمیر کر کے روٹی پکا کر آدمؑ کے سامنے رکھیں۔ آدم نے چاہا کہ کھاویں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ذرا تامل کیجئے۔ آفتاب غروب ہونے دو کہ تم روزہ دار ہو جب شام ہوئی آدمؑ و حواؑ نے ساتھ مل کر روٹی کھائی پھر دوسرے روز جب اشتہا کھانے کی ہوئی تو آدمؑ نے دیکھا کہ ایک خال سیاہ سینے پر میرے نمودار ہے اور جلدی بڑھ گیا یہاں تک کہ ہفت اندام ان کے سیاہ رنگ ہوئے اور وہ ڈرے اور معلوم کیا کہ شاید مجھ پر دوسری ذلت آ گئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے آدمؑ روزہ رکھ آج کچھ مت کھا کہ تیرے بدن کی سیاہی مٹ جائے آدمؑ نے اس دن کھانا نہیں کھایا، روزہ رکھا تو کچھ بدن

ان کا سفیدی پر آیا پھر دوسرے دن جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا تم دو روز روزہ رکھو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفائے کامل بخشے۔ اور ان روزوں کا نام ایام بیض ہے کہ تیرہویں[۱۳] چودہویں[۱۴] پندرہویں[۱۵] تاریخ ہر مہینہ کی حضرت آدمؑ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تھا اور اس زمانے سے لے کر حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک اس پر عمل تھا۔ پس جب حضرت آدمؑ نے خطہ ہندوستان میں آکر مسکن کیا تو حوّا حاملہ ہوئیں اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی جنی، بیٹے کا نام قابیل اور بیٹی کا نام اقلیمہ رکھا۔ وہ نہایت خوبصورت تھی۔ پھر حوّا حاملہ ہوئیں اور ایک بیٹا اور بیٹی جنی، بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام خازرہ رکھا مگر یہ خوبصورت نہ تھی۔ مروی ہے کہ حوّا ایک سو بار جنی تھیں ہر دفعہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی جنتیں اور دوسری روایت ہے کہ ایک سو اسی بار جنی تھیں۔ اور روایت ہے کہ قابیل ماں کے پیٹ میں بہشت میں تھے۔ پیدائش ان کی دنیا میں ہوئی اس واسطے کہ بہشت جائے پاک ہے نہ جائے آلودگی خون کی جب ہابیل اور قابیل دونوں بڑے ہوئے تب جبرائیلؑ تشریف لائے اور آدمؑ سے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دونوں بھائیوں کو دونوں بہنوں کے ساتھ یعنی قابیل کی بہن کو ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کو قابیل کے ساتھ شادی کردو۔ تب انہوں نے حال شادی کا اپنے دونوں بیٹوں کو بلاکر کہہ دیا۔ اس بات کو سُن کر قابیل نے انکار کردیا اور کہا کہ میری بہن اقلیمہ صاحب جمال ہے میں اس کو نہیں دوں گا۔ آدمؑ نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو مان لے۔ اس نے کہا نہیں۔ مگر تم ہابیل کو دوست رکھتے ہو، اور یہ بسبب دوستی کے تم کہتے ہو پہلے جس نے عدول حکمی اپنے ماں باپ کی کی وہ قابیل ہی تھا آخرش آدمؑ نے بموجب حکم خدا کے قابیل کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کی شادی قابیل کے ساتھ کردی۔ بعد اس کے قابیل نے حسد سے ہابیل کو کہا کہ میری بہن اقلیما کو طلاق دے تو میں اپنی خدمت میں رکھوں گا۔

ہابیل نے کہا یہ میری بیوی ہے میرے باپ نے اس کے ساتھ شادی کر دی
ہے میں ہرگز اپنے والد کا حکم رد نہ کروں گا۔ اور خدا کا حکم بجا رکھوں گا۔ آدمؑ
نے جب یہ ماجرا سُنا واسطے تشفی خاطر دونوں بیٹوں کے یہ انصاف کر کے
فرمایا کہ دونوں بھائی کوہ منا پر نذر قربانیاں کر کے رکھ دو۔ جس کی قربانی خدا کی درگاہ
میں مقبول ہوگی اس کی بیوی اقلیما ہوگی۔ پس دونوں بیٹوں نے حسب حکم باپ کے
کئی بکریاں لاغر ذبح کر کے کوہ منا پر رکھ دیں بمصداق اس آیت کے وَاتْلُ
عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ
يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ (ترجمہ) اور سنا ان کو تحقیق احوال آدمؑ کے بیٹوں کا جب نذر مانی
دونوں نے کچھ نذر پھر قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے۔
غرض دونوں بھائیوں نے قربانی کوہ منا پر رکھ دی اور دعا مانگی کی یا الٰہی قربانی
ہماری قبول کر۔ وہیں آتش بے دود مثال سیمرغ نے آکر قربانی ہابیل کی جلا دی
اور قربانی قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ تب قابیل ہابیل سے بولا جیسا کہ حق تعالیٰ
نے فرمایا قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ (ترجمہ) قابیل نے ہابیل کو کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں
گا کہ قربانی تیری قبول ہوئی ہابیل نے کہا قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (ترجمہ)
ہابیل بولا کہ اللہ تعالیٰ قربانی قبول کرتا ہے پرہیزگاروں کی۔ اگر تو ہاتھ چلاوے
گا مجھ پر مارنے کو میں ہاتھ نہ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ
سے جو صاحب ہے۔ سارے جہان کا، اب وہ کوہ منا حاجیوں کا محل مناجات
ہے قربانی اب تک اسی جگہ پر ہوتی ہے۔ آدمؑ کے زمانے میں کوہ آتش حاکم
تھی جو چیز کہ انصاف کے واسطے اس پر رکھ دیتے۔ غیب سے آگ آکر
اسے جلا دیتی تو خدا کی درگاہ میں وہ مقبول ہوتی۔ اور حضرت نوحؑ کے ایام میں
حاکم کشتی تھی۔ اس میں جھوٹ سچ معلوم ہوتا تھا جو شخص ہاتھ اس پر رکھ دیتا
متخاصمین میں سے اگر کشتی ساکن رہتی تو وہ شخص سچا ہوتا اور اگر ہلتی تو دروغگو
ہوتا اور حضرت یوسفؑ کے زمانے میں حاکم صاع تھا جو اس پر ہاتھ رکھتا اگر

آواز نکلتی تو وہ جھوٹا ٹھہرتا اور اگر آواز نہ نکلتی تو وہ شخص سچا ہوتا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں حاکم زنجیر تھی آسمان سے لٹکتی ہوئی۔ جو متخاصمین میں سے اس پر ہاتھ ڈالتا وہ زنجیر اس کے ہاتھ میں آجاتی تو وہ راست گو ہوتا اور اگر نہ آتی تو جھوٹا ہوتا۔ اور حضرت سلیمانؑ کے عہد میں حاکم سوراخ صومعہ کا تھا۔ متخاصمین پر کہ اس میں ڈالتے اگر پاؤں اس میں نہ اٹکتا تو وہ شخص سچا ہوتا اگر پھنس جاتا تو وہ دروغ گو ٹھہرتا۔ اور حضرت زکریاؑ کے زمانے میں قلم آہنی تھا قلم کو حکم ہوتا کہ نام اپنا لکھ کر پانی میں ڈال دو اگر وہ پانی پر تیرتا تو وہ آدمی سچا ہوتا۔ اگر ڈوب جاتا تو وہ جھوٹا ٹھہرتا اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت پہنچا تب حق تعالیٰ نے ان سب احکام گزشتہ کو منسوخ کر کے گواہوں پر رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جھوٹے اور سچے کو میں خوب جانتا ہوں جو سچا ہوگا اس کو جزا نیک ملے گی۔ اور اگر کاذب ہوگا جزا اس کی بد ملے گی۔ بمصداق جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ترجمہ) یہ بدلہ ہے پورا جو عمل کرتے ہیں دنیا میں، پس حاصل کلام ہابیل وقابیل دونوں بھائی کوہ منا پر قربانی دے کر باپ کے پاس آئے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا اے قابیل تیری بہن اقلیما اب ہابیل پر حلال ہوئی اور تجھ پر حرام، قابیل اس بات کو سن کر اس کے مار ڈالنے کی تدبیر میں رہا اور وقت فرصت پر نگاہ رکھتا تھا کہ کیوں کر اس کو دفع کریں اور اس زمانے تک کسی نے کسی کی خونریزی نہیں کی تھی۔ مگر قابیل نے ہابیل کو ناحق مارا تھا۔ ایک روز قابیل نے ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا اس واسطے کہ تیرے سب فرزند کہیں گے کہ قربانی ہمارے باپ کی قبول ہوئی تمہارے باپ کی نہیں۔ ہابیل نے کہا اے بھائی اس میں میری کیا تقصیر ہے۔ خدا عادل ہے۔ اچھا اگر تو مجھے مارے گا میں تجھ کو نہیں ماروں گا۔ حق برادری کا بجا لاؤں گا۔ مگر تو روز حشر عند اللہ ماخوذ ہوگا اور مستوجب دوزخ ہوگا۔ اور میں خلاصی پاؤں گا۔ وہ اس بات کے سنتے ہی اور بھی اس کا دشمن جانی ہوا، ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت آدمؑ حج کو

گئے۔ قضاء الٰہی سے ایک روز قابیل نے ہابیل کے بکری چرانے کے پاس جاکر دیکھا اور وہ منگل کا دن تھا کہ ہابیل اس میں سوتا ہے، اس میں متردد ہوا کہ اس طرح سے مار ڈالوں قضاء الٰہی سے گریز نہ تھا۔ اس میں شیطان بصورت ایک شخص کے ایک سانپ ہاتھ میں لے کر سامنے قابیل کے آکر ایک پتھر زمین سے اُٹھاکر سانپ پر مارا سانپ مر گیا۔ اور وہاں سے غائب ہو گیا۔ تب قابیل نے ابلیس لعین سے تعلیم پاکر ایک پتھر زمین سے اُٹھاکر ہابیل کے سر پر مارا ہابیل مر گیا اور وہ مردود خدا کی درگاہ میں عاصی و کافر ہوا۔ بعدہٗ گدھ اس پر آگرے۔ قابیل متردد ہوا کہ اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ آخر اس لاش کو کاندھے پر لے کر گرد عالم کے پھرنے لگا جس زمین پر لیجاوے اس کا گرا وہ زمین شور ہو گئی۔ پس خدائے تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ اپنے دوست کی فضیحت کرے تب کوّے کو بھیجا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ (ترجمہ) پھر بھیجا اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا کریدتا زمین کو کہ اس کو دکھاوے کہ کس طرح چھپاتا ہے میّت اپنے بھائی کا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دو کوّے اللہ تعالیٰ نے بھیجے وہ دونوں آپس میں لڑے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا بعدہٗ اپنے چنگل اور منقار سے زمین کو کھود کر قبر کی مثال بنا کر اس میں اس کوّے کو گاڑ کر چلا گیا۔ پس قابیل نے کہا قولہٗ تعالےٰ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ ترجمہ:۔ قابیل بولا اے خرابی مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہو جاؤں برابر اس کوّے کے کہ میں چھپاؤں عیب اپنے بھائی کا پھر لگا پچھتانے۔ سورۂ مائدہ میں تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے کوئی انسان نہیں مرا تھا کہ جس سے معلوم ہوتا کہ مرے کے بدن کو کیا کرنا چاہیئے۔ قابیل ہابیل کو مار کر ڈرا کہ اس کا بدن پڑا رہے گا۔ تو لوگ دیکھ کر مجھ کو پکڑیں گے۔ تب اس کو مانند لشتارے کے باندھ کر کئی روز لیے پھرا آخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا اس نے اس کو دکھا کر زمین کرید کر دوسرے مردہ کوّے کو دفن کیا تو اس نے دفن کرنے کا طور دیکھا۔

اور بھائی کی خیر خواہی دوسرے کے حق میں دیکھی تب وہ اپنی جاہلی سے پشیمان ہوا۔ اس نے کوّے کا حال دیکھ کر قبر کھودی اور ہابیل کو دفن کیا۔ بعدہٗ جانے کا قصد کیا اسی وقت جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی اے زمین قابیل کو داب لے تب حکم الٰہی سے زمین نے اس کو زانوں تک داب لیا۔ جب قابیل نے رو بسوئے آسمان کیا اور کہا خدایا! ابلیس بھی تیری درگاہ میں مردود ہے اس کو بھی زمین داب لیتی۔ آواز آئی اے ملعون ابلیس نے اپنے بھائی کی خونریزی نہیں کی تھی۔ وہ پھر بولا۔ خدایا میرا باپ بھی گندم کھا کے عاصی ہوا تھا۔ اس کو بھی زمین میں دفن کر دیتے، پھر جناب باری سے اس پر عتاب ہوا۔ اے مردود تیرے باپ نے قطع صلہ رحم کب کیا تھا۔ جیسا کہ تو نے کیا۔ پھر قابیل کو سینے تک زمین نے دبا لیا جب اس نے کہا یا رب قسم ہے تیری کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ میری توبہ اس کلمہ کی برکت سے قبول ہوئی جو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کلمہ کی برکت سے میرے گناہ معاف کر دے۔ پھر ندا آئی اے زمین اس کو چھوڑ دو۔ تب اس نے چھوڑ دیا۔ بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو سوار کی صورت پر قابیل کے پاس بھیجا اس نے اس کو نیزہ سے مارا۔ پھر اللہ جل شانہ نے اس کو زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا اسی طرح حال اس کا روز قیامت تک رہے گا۔ جب مکہ سے حضرت آدمؑ تشریف لائے کی بہت تلاش کی مگر نہ پایا۔ بعدہٗ لوگوں سے پوچھنے لگے۔ کسی نے جواب دیا چند روز سے معلوم نہیں کہاں گیا۔ آخر حضرت آدمؑ نے ان کے لیے کھانا پینا، سونا سب ترک کیا اور شب و روز ان کے غم و فکر میں رہتے۔ ایک روز صبح کو خواب میں دیکھا کہ ہابیل اَلْغِیَاثُ اَلْغِیَاثُ اے پدر اے پدر پکارتا ہے۔ حضرت آدمؑ نیند سے چونک اُٹھے اور زار و قطار رونے لگے۔ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور حضرت جبرائیلؑ سے کہنے لگے کہ ہم اس کی خبر دیکھنا چاہتے ہیں۔ قابیل سے ہم بیزار ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا مت گریہ و زاری کرو۔ خدا تعالیٰ بھی اس

سے بہت بیزار ہیں۔ تب حضرت جبرائیلؑ ان دونوں کو اس کی قبر پر لے گئے حضرت آدمؑ نے دیکھا اور بولے اگر قابیل ہابیل کو مارتا تو خون اس کا یہاں گرتا۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ اس وہ زمین نے کھینچ لیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے کہا لعنت خدا کی ہے اس زمین پر کہ خون میرے فرزند کا پی گئی تب زمین نے خون اس کا اُگل دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت آدمؑ و حواؑ نے قبر اس کی کھود کر اسے نکالا، دیکھا کہ مغز اس کا نکلا پڑا ہے اور خون سے تر بتر اور آلودہ ہو رہا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اور بھی بہت سا دونوں رونے اور ان کے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی روئے آخر حضرت آدمؑ ہابیل کی لاش کو تابوت میں بند کر کے اپنے مکان میں لائے اور روایت کی ہے ابن عباسؓ نے کہ حضرت آدمؑ نے چالیس روز تک اس تابوت کو تمام عالم کے گرد پھرایا۔ جس موضع میں جاتے وہ موضع یہ ظلم دیکھ کر ماتم کرتا اور وحوش و طیور اور پرندے بھی اس حال پر گریہ و زاری کرتے اور کہتے کہ بھاگنا چاہئیے انسان سے کہ وہ بے وفا ظالم اپنے بھائی کو مار ڈالتے ہیں۔ بعد اس کے حضرت آدمؑ نے ہابیل کو اپنے مکان پر لا کر دفن کیا اور اس وقت ان کے فرزند ایک سو بیس تھے اور اس وقت سوا نے ہابیل کے کوئی بھی نہ مرا تھا سب بیٹوں نے تب اپنے باپ کے پاس آکر عرض کی کہ ہم کچھ روپے پیسے چاہتے ہیں تاکہ اس سے کماویں اور سوداگری کر کے کھاویں۔ تب حضرت جبرائیلؑ نے ایک مٹھی سونا اور ایک مٹھی چاندی لادی، حضرت آدمؑ نے فرمایا اس قدر چاندی سونے سے ہمارے فرزندوں کا کیا بنے گا کہ وہ اس سے تجارت کر کے کھاویں، پس غیب سے آواز آئی کہ سونے چاندی کو پہاڑوں میں ڈال دے تاکہ وہاں سے تھوڑا نکال کر بقدر حال اپنے تجارت کر کے کھاویں تو وہ قیامت تک کم نہ ہوگا۔ پس بعد ہزار سال کے حضرت آدمؑ بیمار ہوئے اور کھانے کے لیے مختلف اقسام کے میووں کی بیٹوں سے فرمائش کی، سب بیٹے میوے لانے کے لیے گئے مگر حضرت شیثؑ تیمارداری میں باپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ جب ان لوگوں کے آنے میں تاخیر ہوئی تو حضرت

شیثؑ کو حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ تو اس پہاڑ پر جاکر دعا مانگ تو حق تعالیٰ تیری دعا کی برکت سے میرے لیے میوے بھیجے گا۔ حضرت شیثؑ نے کہا کہ آپ میرے والد بزرگ ہیں آپ کے دعا مانگنے سے حق تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے بلاشبہ ضرور میوے بھیجے گا اور آپ کی دعا اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں قبول ہے حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ میں خدا کی درگاہ میں شرمندہ ہوں باعث گندم خوری کے اور تم پاک ہو تب انہوں نے حسب الحکم باپ کے وہاں جاکر دعا مانگی دیکھا کہ حضرت جبرائیلؑ معہ ایک طبق زریں اور اس میں طرح طرح کے میوے جیسا کہ امرود و سیب و نارنجی، ترنج و لیموں، انگور، انجیر خربزہ وغیرہ اس میں رکھ کر اور دوسرا طبق زر سرخ کا اس پر ڈھانپ کر ایک حور کے سر پر رکھ کر لائے، حور اپنے چہرہ سے نقاب کھول کر سامنے حاضر ہوئی حضرت آدمؑ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا یہ حور کس کے لیے ہے حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اس حور کو بہشت سے حضرت شیثؑ کی زوجیت کے لیے بھیجا ہے کیونکہ سب فرزند تمہارے سوائے اس کے جفت پیدا ہوئے ہیں۔ بعض نے روایت کی ہے کہ وہ حور پھر بہشت میں چلی گئی اور ان کے لیے قیامت تک بہشت میں منتظر رہے گی اور مصنف اس کتاب کا لکھتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے اس حور کی شادی حضرت شیث سے کر دی اور اس حور کی عربی زبان تھی جو فرزند اس سے پیدا ہوتا وہ عربی بولتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نسل سے ہیں۔ پس حضرت آدمؑ نے اس میوے سے کچھ آپ کھایا کچھ بیٹوں کو دیا جس نے اس میوے کو کھایا فاضل تر اور دانا بینا ہوا۔ تب حضرت آدمؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اب قریب ہے کہ میں دنیا سے کوچ کروں گا۔ حضرت شیث قائمقام میرا رہے گا تم سب اس کی فرمانبرداری کیجیو اور اس پر ایمان لائیو تب انہوں نے حضور میں اقرار کیا اس کے بعد حضرت نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ بیٹے باپ کی مفارقت میں بہت روئے نماز جنازے کی پڑھ کر دفن کیا۔ دو سال تک باپ کی قبر پر حاضر رہے بعدہا جدا ہو کر اپنے اپنے گھر گئے۔

بیان عزازیل علیہ اللعنۃ کا!

حق سبحانہ تعالیٰ نے دو صورتیں دوزخ کے اندر پیدا کیں۔ ایک صورت شیر کی دوسری بھیڑیئے کی یہ دونوں صورتیں قدرتِ الٰہی سے دوزخ سجین میں جاکر باہم جفت ہوئیں اس سے یہ عزازیل پیدا ہوا۔ اس نے وہاں ہزار سال تک خداتعالیٰ کو سجدہ کیا۔ پھر اس کے بعد ہر طبقہ زمین پر ہزار سال عبادت کرکے زمین دنیا پر آیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو دو بازو زبرجد سبز کے عنایت کئے تب وہاں سے اڑکر آسمان اوّل پر آگیا وہاں ہزار برس تک خداتعالیٰ کو سجدہ کیا تب اس کا نام خاشع ہوا۔ وہاں سے دوسرے آسمان پر گیا پھر ہزار سال خداتعالیٰ کو سجدہ کیا وہاں رہنے والوں نے اس کا نام عابد رکھا۔ پھر تیسرے آسمان پر جاکر ایک ہزار سال تک رب العالمین کی عبادت کی، وہاں اس کا نام صالح ہوا اور چوتھے آسمان پر بھی ایک ہزار سال تک عبادت کی وہاں اس کا نام ولی رکھا گیا پھر پانچویں آسمان پر بھی ایک ہزار سال تک عبادت کی تو وہاں اس کا نام عزازیل رکھا گیا۔ اس کے بعد چھٹے آسمان پر جا پہنچا وہاں بھی ایک ہزار سال تک عبادت کی، اس کے بعد ساتویں آسمان پر جا پہنچا وہاں بھی ایک ہزار سال تک عبادت کی، حاصل کلام یہ ہے کہ ایک کف دست کے برابر جگہ زمین و آسمان میں باقی نہ رہی جہاں اس نے اپنا سر نہ جھکایا ہو۔ بعدہٗ عرش معلیٰ پر جاکر چھ ہزار برس حق تعالیٰ کی پرستش کرکے ایک مقام پر سجدے سے سر اٹھاکر جناب باری تعالیٰ کو عرض کی کہ خدایا مجھے لوح محفوظ پر اپنے فضل وکرم سے اٹھالے تاکہ میں تیری قدرت دیکھوں اور تیری عبادت زیادہ کروں۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا۔ اسرافیل علیہ السلام پر کہ اسے اٹھالے جب وہ لوح محفوظ پر گیا نظر اس کی نوشتے پر جا پہنچی اس میں لکھا تھا کہ بندہ خدا چھ لاکھ برس تک اپنے خالق کی عبادت کرے اور ایک سجدہ خدا کا نہ کرے تو خداتعالیٰ اس کی چھ لاکھ برس کی عبادت کو مٹا

کہ سب مخلوقات میں اس کا نام ابلیس مردود و مرحوم رکھے گا۔ عزازیل اس کو پڑھ کر وہیں چھ لاکھ برس تک کھڑا ہو کر رویا۔ جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی کہ عزازیل جو بندہ میری اطاعت نہ کرے۔ اور حکم میرا بجا نہ لائے سزا اس کی کیا ہے۔ عزازیل نے کہا کہ خداوندا جو شخص حکم اپنے خالق کا نہ مانے اس کی سزا لعنت ہے۔ فرمایا عزازیل تو اس کو لکھ رکھ۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ عزازیل کے مردود ہونے سے بارہ ہزار برس پہلے یہ امر واقع ہوا تھا۔ حاصل یہ کہ عزازیل نے کہا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ مَا اَطَاعَ اللّٰهَ۔ ترجمہ:۔ لعنت خدا کی اس پر ہے جو اطاعت نہ کرے اللہ تعالیٰ کی۔ تب حکم ہوا کہ عزازیل بہشت میں کئی ہزار سال خزانچی بہشت کا رہے اور ایک دن اس جہان کا اس جہان کے ہزار سال کے برابر ہے۔ پس بہشت میں ایک منبر نور کا رکھوا کر ہزار برس تک درس تدریس اور وعظ و نصیحت کرتا رہا۔ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل اور جمع ملائک اس منبر کے نیچے بیٹھ کر وعظ سنا کرتے تھے، ایک روز فرشتے آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اگر ہم لوگوں سے کوئی گناہ صادر ہووے تو عزازیل کو شفیع کریں گے تا کہ خداوند کریم ہمارا گناہ معاف کرے۔ اتفاقیہ ایک روز فرشتوں کی نظر اس نوشتے پر جو لوح محفوظ میں لکھا تھا جا پڑی اسے دیکھ کر سب رونے اور سر پیٹنے لگے تب وہ کہنے لگا کہ آج تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو روتے بھی ہو اور اپنے اپنے سر کو پیٹتے بھی ہو۔ انہوں نے کہا کہ لوح محفوظ پر لکھا ہے کہ ہم میں سے ایک شخص معزول و مردود ہوگا۔ اس بات کو سن کر عزازیل کہنے لگا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے نصیب کرے، سب اس بات کو سن کر خاموش ہو گئے اور ایک دن عزازیل نے جناب احدیت میں عرض کی کہ یا الٰہی جنوں نے پردہ زمین پر آپس میں کشت و خون و فساد برپا کر رکھا ہے مجھے ان پر سپہ سالار بنا کر بھیج دے تا کہ میں وہاں جا کر سب کو مار ڈالوں۔ جناب احدیت نے قبول فرمایا۔ اے عزازیل تو چار ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر

زمین پر جا کر کسی کو قتل اور کسی کو کوہ قاف میں ڈال کر رو ئے زمین کو مفسدوں سے پاک کر، بعدہٗ درگاہِ الٰہی سے خطاب آیا کہ اے عزازیل اور اے جماعت ملائک میں زمین پر ایک خلیفہ بناؤں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلٌ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ترجمہ: اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب بولے کیا تو رکھے گا اس میں اس شخص کو جو فساد اور خونریزی کرے اور ہم ذکر کرتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات پاک کو کہا مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے تب جبرائیلؑ پر رب العالمین کا حکم ہوا کہ ایک مشت خاک زمین پر سے لاؤ۔ بحکم الٰہی جبرائیلؑ بلندی سے آسمان کی فوراً اس زمین پر آئے کہ اب جہاں خانہ کعبہ ہے چاہا ایک مشت خاک لیں اس وقت زمین نے ان کو قسم دی کہ اے جبرائیل برائے خدا مجھ سے خاک مت لے کہ اس سے خلیفہ پیدا ہوگا۔ اور اس کی اولاد بہت عاصی و گنہگار ہوگی، سنو جب عذاب ہوگی۔ میں مسکین خاک پا ہوں، طاقت و تحمل عذاب خدا کا نہیں رکھتی ہوں، اس بات کو سن کر حضرت جبرائیلؑ خاک سے باز آئے غرض اس طرح سے جبرائیلؑ پھر گئے اور میکائیل اور پھر اسرافیل علیہما السلام سے بھی یہ کام انجام کو نہ پہنچا، تب عزرائیل کو بھیجا ان کو بھی زمین نے منع کیا، انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ جس کی قسم دیتی ہے میں اسی کے حکم سے آیا ہوں ہیں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا تجھ کو لے ہی جاؤں گا۔ پس عزرائیلؑ نے ہاتھ نکال کر ایک مٹھی بھر خاک اسی سرزمین سے لے کر عالم بالا پر چلے گئے اور عرض کی کہ خداوند تو دانا و بینا ہے میں نے یہ حاصل کیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزرائیلؑ میں اس خاک سے زمین پر ایک خلیفہ پیدا کروں گا اور اس کی جان قبض کرنے کے لیے تجھی کو مقرر کروں گا۔ تب عزرائیلؑ نے معذرت کی کہ یارب تیرے بندے مجھے دشمن جانیں گے اور گالیاں دیں گے، جناب باری نے فرمایا اے عزرائیل تو غم مت کر میں خالق مخلوقات کا ہوں ہر ایک موت کا سبب گردانوں

گا اور ہر شخص اپنے اپنے مرض میں گرفتار رہے گا۔ تب تجھ کو دشمن نہ جانے گا۔ کسی کو درد میں مبتلا کروں گا اور کسی کو تپ دق میں اور کسی کو پانی میں غرق کروں گا۔ بعدہٗ حکم الٰہی سے فرشتوں نے وہ مشتِ خاک مابین طائف اور مکّہ معظمہ کے رکھ دی پس بارانِ رحمت برسا تب دو برس میں وہ خاک گیلی ہوئی اور چوتھے برس میں صلابہ ہوئی اور چھٹے برس میں فخار ہوئی اور آٹھویں برس میں آدم کی صورت بنی تو ایک دن ابلیس ستر ہزار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر آدمؑ کے آیا اور دیکھا تو قالب آدمؑ کا خاک پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے بچشم حقارت اس کی طرف نظر کی اور ایک دن فرشتوں نے عزازیل سے کہا کہ اس خاک سے خلیفہ خدا کا پیدا ہوگا وہ بولا سچ ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس صورت کو میرا فرمانبردار کر دے گا تو میں اس کو ہلاک کروں گا۔ اور اگر مجھے اس کا فرمانبردار کرے گا تو میں اس کی فرمانبرداری نہ کروں گا۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ابلیس علیہ اللعنۃ قالب میں حضرت آدم علیہ السلام کے داخل ہو کر ناف تک پہنچا تھا بسبب گرمی و آتش کے وہاں سے نکل آیا اور اس کے سبب حسد و بغض و دشمنی ان سے زیادہ ہوئی اور اپنے منہ کا تھوک ان کے قالب میں ڈال کر چلا گیا اور حق تعالیٰ کے حکم سے جبرائیلؑ نے آپ دہن ابلیس علیہ اللعنۃ کا کالبد سے آدمؑ کے لے کر کتا اور گل باقی سے آدم کے درخت خرما پیدا کئے۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ جانِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قندیل میں عرش معلّیٰ پر تسبیح پڑھتی تھی۔ اور قطرۂ عرق مصطفےٰ کا وہاں سے ٹپک کر اس جگہ میں گر پڑا جہاں اب تربت منورہ خاتم الانبیاء ہے اور حکم الٰہی سے جبرائیلؑ نے اس خاک پاک کو مشک اور عنبر سے ملا کر معطر کر کے پیشانی آدمؑ پر مل دیا تب آدم علیہ السلام کا نور اس کے ملنے سے دوچند ظاہر ہوا، بعد اس کے جب چالیس دن گزرے خلقت روح آدمؑ کی ہوئی اس وقت رب جلیل کی طرف سے فرمان آیا کہ اے جبرائیلؑ میکائیلؑ، اسرافیلؑ جان آدمؑ کی اس کے قالب میں پہنچا دو ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جان آدم کی ایک طبق نور میں رکھ کر اور طبق پوش نور سے ڈھانک کر

آدمؑ کے سر پر لا رکھا پھر وہ طبق پوش ان کی جان سے اُٹھایا اور تمام ملائک ساتوں آسمان کے دیکھنے کو آئے کہ جان آدمؑ کی قالب میں کیونکر جاتی ہے اس کو دیکھیں اور یہ آواز آئی۔ اَیُّهَا الرُّوْحُ اُدْخُلْ فِیْ هٰذِهِ الْجَسَدِ ترجمہ:۔ اے جان آدم اس قالب کے اندر جا تب سات مرتبہ ان کی جان پاک نے اطراف میں ان کے قالب کے گشت کیا اور اندر نہ جا سکی اور عرض کی یا خالق میں جسم نورانی رکھتی ہوں اور یہ قالب اندھیر اکثیف ہے میں کیونکر جاؤں پھر یہ آواز آئی اُدْخُلْ کَرْهًا وَّ اُخْرُجْ کَرْهًا ترجمہ:۔ اے جان آدم داخل ہونے میں نفرت سے اور نکل آنے سے نفرت سے اسی وقت جان پاک آدمؑ کی ناک کی راہ سے داخل ہو کر چاروں طرف دماغ کے پھرنے لگی۔ جب آدمؑ نے آنکھیں اپنی کھولیں فوراً جان ان کے دماغ سے حلق میں آ رہی اور حلق سے سینے میں اور سینے سے ناف تک پہنچی جب وہ کل گوشت پوست ہڈی رگ اور آنت ہو گئی بعدہٗ آدمؑ نے اللہ کی قدرت سے ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر اُٹھنے کا قصد کیا اس میں فرشتے بول اُٹھے کہ یہ بندہ شتاب ہو گا کہ اب تک آدھا تن اس کا گل ہے اور چاہتا ہے کہ اٹھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ ترجمہ:۔ پیدا کیا گیا انسان جلد باز یعنی شتاب کار اور آدمؑ نے اپنے سارے بدن پر نظر کر کے دیکھا کہ اللہ نے مجھے کس چیز سے بنایا اور جان آدم کی جوڑوں اور بندوں میں مانند ہوا کے رگوں میں اور گوشت پوست میں سارے بدن کے پھر رہی تھی۔ تب حق تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا کہ دماغ آدمؑ کا سہلا دیں اور پیشانی ان کی میں اور ایسا ہی ہوا۔ تب جان ان کی گوشت اور پوست اور رگوں میں قرار پذیر اور مستحکم ہوئی فی الفور چھینک آئی آدم با لہام خدا تعالیٰ کے کلمہ الحمد للہ زبان پر لائے اور اس کا جواب رب العالمین کی طرف سے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ ارشاد ہوا۔ اسی لیے اس کا جواب ہوا جو کوئی چھینکے اور الحمد للہ پڑھے تو سننے والے پر واجب ہے کہ اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے، بعد اس کے جناب باری سے حضرت جبرائیلؑ کو ارشاد ہوا کہ وہ چھینک لے کے اس سے

ایک بندہ عیسیٰ ابن مریم پیدا کروں گا اور جب آدم خاک سے اُٹھے حق تعالیٰ کے حکم سے ایک تخت مثال پر بہشت میں چالیس میل کا زرد زیور جواہر سے اور حلہ تاج زریں پہن کر جا بیٹھے اور نور ان کی پیشانی کا عرش تک چمکتا رہا اور وہ نور در حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا تب جناب رب العالمین کا حکم ہوا کہ جمیع ملائک آدمؑ کو سجدہ کریں اور وہ سجدہ تعظیم کا تھا نہ کہ عبادت کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ یعنی جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدمؑ کو تو سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نے نہ کیا اور تکبر کیا اور تھا وہ منکروں میں سے فرشتوں نے جب سجدے سے سر اٹھایا تو وہاں ابلیس کو کھڑا ہوا دیکھا اور معلوم کیا کہ وہ ابلیس ہے جس نے سجدہ نہ کیا پھر دوسری دفعہ فرشتے سب سجدے میں آ گئے پس سجدہ اوّل حکم کا تھا اور سجدہ ثانی شکر کا تھا۔ تب رب العالمین نے ابلیس کو فرمایا:۔ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ

ترجمہ:۔ اے ابلیس تجھ کو کیونکر انکار ہوا کہ سجدہ کرے تو اس چیز کو جو میں نے بنائی ہے دونوں ہاتھوں سے یہ تو نے غرور کیا کیا تو بڑا تھا درجے میں۔ ابلیس نے کہا۔ قولہ تعالیٰ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ؕ

ترجمہ:۔ وہ بولا میں بہتر ہوں اس سے کہ مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے سجدہ کیا ہے تجھ کو پھر دوسرے کو کیونکر سجدہ کروں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۚ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ یہاں سے نکل جا کہ تو مردود ہوا کہ تو مردود ہوا اور تجھ کو میری پھٹکار ہے یعنی لعنت ہے قیامت کے دن تک علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نکل جا ایمان سے اور بعض کے نزدیک نکل جانے سے مراد یہ ہے کہ جماعت فرشتوں کی سے نکل جا اور ابلیس کی صورت بھی ہو جانب غضب الٰہی سے

سے اس کی صورت بدل گئی اور آنکھیں اس کے سینے پر آگئیں جو اس کی طرف دیکھتے تو کہتے یہ خدا کی درگاہ سے راندہ گیا اور مردود مخذول ہوا۔ اس وقت شیطان لعین نے زبان کھول اور کہا اے پروردگار تو نے مجھے مخذول و مردود کیا آدم کے لیے۔ یہ شامت میری تھی تب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ابلیس تو اپنے نوشتے کی طرف دیکھ جب دیکھا تو یہ لکھا تھا جو بندہ خدا کا حکم نہ مانے سزا اس کی لعنت ہے۔ اس نوشتے کو پڑھ کر خجل و مایوس ہوا اور کہا قولہ تعالےٰ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ترجمہ: شیطان بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک مردے زندہ ہوں اور دوسری عرض یہ ہے کہ گوشت اور پوست اور رگوں میں آدمیوں کے مجھے دخل دے اور ان کے دیدوں سے مجھے محجوب رکھے۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ترجمہ: تجھ کو ڈھیل ہے اس وقت تک جو دن کے معلوم ہے۔ جب مراد اس کی حاصل ہوئی کمین گاہ میں آدمی کے جا بیٹھا اور تاک میں رہا پھر کہا شیطان نے قولہ تعالیٰ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ترجمہ: ابلیس نے کہا قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کروں گا ان سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں چنے ہوئے، پس حق تعالیٰ نے فرمایا قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔ ترجمہ: ٹھیک بات یہ ہے اور ٹھیک ہی کہتا ہوں مجھ کو بھرنا ہے دوزخ تجھ سے اور ان سے جو تیری راہ پر جائیں گے، بعد جناب باری تعالیٰ کے حکم کے تحت آدم کا فرشتہ نے جنت الفردوس میں جا رکھا اور سب نعمتیں جو حق تعالیٰ نے ان کو عنایت کی تھیں اس کے ساتھ ہی ان کو قرار و تسلی نہ تھی کیونکہ آرام و تسلی ہر کسی کو اپنے ہم جنس سے ہوتی ہے اور عالم تنہائی میں کوئی ہم جنس ان کا نہ تھا اور خالق کی مرضی یہی تھی کہ ان کا جفت و ہمسر پیدا کرے کیونکہ بے جفت و بے مثل و بے مانند و بے حاجت سوا خدا کے کوئی نہیں جب وہ بیقرار ہوتے تب

حق تعالیٰ نے ان کو خواب میں ڈالا اور وہ ایسے سوئے کہ نیند نہ آئی اور نہ
بیدار ہوئے اس صورت میں خالق نے جبرائیل سے ایک ہڈی بائیں پہلو سے
ان کے نکلوائی اور اس سے ان کو درد والم نہ پہنچا تھا اگر پہنچتا تو ہرگز محبت
عورتوں کے دل میں مردوں کی نہ ہوتی۔ اس ہڈی سے حضرت حوّا کو بنایا خوبصورتی
و نیک روئی و ملاحت و حسن و جمال اور جو کچھ خوبیاں جہان کی عورتوں میں تھیں
تمام ترحق سبحانہ تعالیٰ نے ان کو بخشیں اور زیور کی شرم اور مہر و شفقت کمال ان
کو دی اور حلہ زریں بہشت سے لاکر ان کو پہنائے اور تاج زریں ان کے سر پر
رکھ کر تخت زریں پر بٹھایا۔ بعد اس کے آدمؑ کو نیند سے بیدار کر کے حوّا
کے ساتھ جلوہ دیا۔ آدمؑ نے حوّا کو اس طرح دیکھ کر بے اختیار چاہا کہ ان پر
دست انداز ہوں تب درگاہِ الٰہی سے آواز آئی کہ اے آدمؑ خبردار اسے مت چھوؤ
بے نکاح اس کی صحبت حرام ہے تب آدمؑ نے ان سے نکاح کرنے کی خواستگاری
کی، بعدہٗ حق تعالیٰ نے آدمؑ کا نکاح حوّا کے ساتھ کر دیا اور فرمایا سرا اور پردے
اور جملے جتنے ہیں لگائے جائیں اور طبق زر و مروارید اور جواہرات نثار کئے اور
ساتوں آسمان کے فرشتے سب درخت طوبیٰ کے نیچے حاضر ہوئے بعدہٗ
حق تعالیٰ نے وہ پردے سب اٹھائے اور ثنا اپنی آپ کو سنا دی:۔

اَلْحَمْدُ ثَنَائِیْ وَالْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ وَالْخَلْقُ عَبِیْدِیْ
وَاِمَائِیْ وَاَنْبِیَاءُ رُسُلِیْ وَاَوْلِیَائِیْ وَمُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ وَرَسُوْلِیْ وَخَلَقْتُ
الْاَشْیَاءَ لِیَشْتَدَّ ذٰلِکَ بِھَا عَلٰی وَحْدَانِیَّتِیْ اشْھَدُوْا مَلَائِکَتِیْ وَسُکَّانَ
سَمٰوَاتِیْ وَحَمَلَۃَ عَرْشِیْ قَدْ زَوَّجْتُ اَمَتِیْ حَوَّاءَ وَاٰدَمَ بَدِیْعِ فِطْرَتِیْ
وَصَنِیْعِ قُدْرَتِیْ وَصَدَاقُ اٰدَمَ لِحَوَّاءَ تَسْبِیْحِیْ وَتَنْزِیْھِیْ وَتَحْلِیْلِیْ وَ
تَقْدِیْسِیْ وَھِیَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ یَا اٰدَمُ یَا حَوَّاءُ اَدْخُلَا

حق تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ نے نکاح میں آدمؑ و حوّا کے یہ ثنا پڑھی اور کہا حمد میری ثنا
ہے اور بزرگی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے اور کل مخلوقات میرے غلام

اور لونڈیاں اور انبیاء میرے رسول اور اولیاء میرے دوست ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے حبیب اور رسول ہیں اور پیدا کیا میں نے کل شئی کو تاکہ گواہی دیویں میری وحدانیت پر اور گواہ رہیں میرے فرشتے سب اور آسمان کے رہنے والے اور عرش کے اٹھانے والے بیشک میں نے نکاح باندھ دیا ساتھ اپنی بدیع فطرت اور منبع قدرت کے اور آدم کا مہر حوا کے نکاح کا میری تسبیح اور تنزیہہ اور تہلیل اور تقدیس ہے نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے ایسا خدا کہ وہ واحد ہے اور نہیں کوئی اس کا شریک اے آدمؑ تم اور تمہاری عورت جنت میں جا رہو اور وہاں کے سب میوے محفوظ ہو کر کھاؤ اور مت جانا اس درخت کے پاس ورنہ پھر تم نا انصاف ہو گے اور میرا اسلام تم پر ہو اور میری طرف سے صحت و برکت ہو۔ بعدہٗ آدم نے عود ثنا کی سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ترجمہ: میں تسبیح پڑھتا ہوں اور حمد کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو بڑا بزرگ ہے۔ اللہ جل شانہ کو جب خطبہ نکاح خوانی آدمؑ سے فراغت ہوئی تو سب فرشتے خوشیاں منانے لگے اور مبارکبادیاں دینے لگے اور زر و جواہر نثار کئے پس جب آدمؑ نے قصد مباشرت کا کیا حوا کے ساتھ وہیں آواز آئی اے آدم خبردار جب تک کہ ادائے دین مہر حوا نہ کرو گے — — — — — — — تب تک وہ تم پر حلال نہ ہو گی، آدمؑ نے کہا الٰہی میں کہاں سے ادا کروں۔ فرمایا کہ دس دفعہ درود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ آدمؑ بہ نام برگزیدہ سنتے ہی مشتاق دیدار کے ہوئے۔ خدا کا حکم ہوا کہ تو ناخن دست پر اپنے دیکھ جب آدم نے دیکھا صورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہوئی تو مہر فرزندی اور شفقت پدری دل میں زیادہ ہوئی، تب آدمؑ نے شوق سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دس مرتبہ درود پڑھا اور ان کی رسالت پر ایمان لائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ دس دفعہ درود جو تم نے پڑھا ہے یہ اتنا مرتبہ رکھتا ہے کہ اس کی برکت سے ہم نے تم کو

سب نعمتیں بخشیں اور حوا کو تم پر حلال کیا۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے فرمایا وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ۔ ۔ ترجمہ ۔ اے آدمؑ تو جنّت میں جا اور بیوی تیری بھی اور کھاؤ پیو اس میں بافراغت ہو کر جہاں سے چاہو مگر ایک درخت کے نزدیک مت جانا، ورنہ تم بھی بے انصاف ہو گے۔ مروی ہے کہ اس درخت کی جڑ چاندی اور ڈالیاں سونے کی اور پتیاں زبرجد سبز کی تھیں، آدمؑ نے جب اس درخت کی طرف نظر کی نہایت خوش وضع اور خوبصورت دیکھا کہا سبحان اللہ کیا خوبصورت درخت ہے مجھے بخش دیا تو پھر مجھے اس کے میوے کھانے سے کیوں منع فرمایا تب حکم ہوا کہ اے آدمؑ تم مہمان ہو میرے گھر کے اور وہ درخت ہے تمہارا۔ اور یہ چیز بعید ہے کہ مہمان میرا ہو کر اپنی چیز کھائے بعدہٗ ایک طرف سے آواز آئی اے ابلیس تو حوا کو ملنچا اور اس کی خواہش دلا۔ پس قضا نے کہا کہ الٰہی اس کا کیا سبب حکم ہوا کہ اس میں کچھ بھید ہے۔ اس باغ سے باغ دنیا میں بھیجوں گا تاکہ قدرت میری ظاہر اور مرتبہ زیادہ ہو اور کہا گیا اے نمرود تو حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال اور آگ کو کہا گیا کہ اے آتش تو مت جلا اے ابلیس تو تلقین کر پھر قضا نے عرض کی حکم ہوا کہ مجھے اس میں کچھ تامل ہے مگر آتش کو ریحان سے بدل دوں تاکہ خلق میں میرا دوست پیدا ہو اور کہا گیا اے مومنو! تم معصیت سے باز رہو اور اے شیطان تو ان کو جلوہ دے اور کہا کہ اے دنیا تو دل میں بندوں کے شیریں بن جا اور بندوں کو کہا گیا کہ اے بندو! تم دنیا سے دور رہو تاکہ جفا کو وفا سے تبدیل کر دوں اور میری رحمت و مغفرت میں زیادتی ہو انصاف کے دن اور کہتے ہیں کہ بہشت میں چار چیزیں نہیں بھوک، پیاس، سردی، دھوپ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ۙ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ترجمہ تجھ کو یہ ملا ہے کہ نہ بھوکا ہو تو اس میں اور نہ دھوپ کا اور صدمہ پاوے اور آدمؑ ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ وہ تیرا دشمن صاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

فرمایا۔ فَقُلْنَا یَا اٰدَمُ اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ۔
ترجمہ:۔ پھر کہہ دیا ہم نے اے آدمؑ یہ دشمن ہے تیرا اور تیرے جوڑ کا سو نکلوا نہ دے
تم کو بہشت سے۔ آدمؑ نے جب دیکھا کہ بہشت کے سب دروازے مسدود ہیں
اور وہ اس چیز سے مطمئن ہوئے کہ شیطان دنیا میں ہے اور میں ہوں بہشت میں
اور مجھ سے اس سے کیا لاگ ہے جو مجھے بہشت کے اس درخت کا میوہ کھلا کر
جس کے پاس جانے سے خدا نے مجھے منع کیا ہے گنہگار کرے گا اپنے مکر و فریب
سے اس سے میں بالکل بے پرواہ ہوں پس ایک روز ابلیس لعین نے قصد کیا آدمؑ
کے پاس بہشت میں جانے کا اور وہ تین اسم اعظم خداوند قدوس کے جانتا تھا۔
انہیں پڑھ کر سات طبق آسمان کے طے کر کے بہشت کے دروازے پر جا پہنچا
بہشت کے دروازے مسدود دیکھ کر تصور و خیال کرتا رہا کہ کس حیلے سے بہشت
کے اندر جانا چاہیئے۔ اتفاقاً ایک طاؤس کنگرے پر بہشت کے بیٹھا ہوا تھا
اس نے دیکھا کہ وہ اسم اعظم پڑھتا ہے طاؤس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے
جواب دیا میں ایک فرشتہ ہوں فرشتوں میں خدا تعالیٰ کے، طاؤس بولا تم یہاں
کیوں بیٹھے ہو۔ شیطان نے کہا کہ لِاَنْظُرَ الْجَنَّۃَ یعنی میں بہشت کو دیکھنا چاہتا
ہوں۔ طاؤس نے کہا مجھے خدا کا حکم نہیں ہے کہ کسی کو جنت میں لے جاؤں جب
تک آدم بہشت میں ہیں۔ شیطان بولا تو مجھے بہشت میں لے جا تو اس کے صلہ میں
تجھے ایک ایسی دعا سکھاؤں گا کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے اور اس پر عمل کرے
تو اس کو تین چیزیں حاصل ہوں گی۔ ایک تو وہ بوڑھا نہ ہوگا، دوسرے وہ مرے
گا نہیں اور تیسرے جنت میں ہمیشہ رہے گا۔ ابلیس نے اس دعا کو پڑھا اور پڑھ
کر کنگرے سے بہشت کے دروازے پر دونوں آئے اور طاؤس نے یہ ماجرا سانپ
کو سنا دیا۔ اس بات کو سنتے ہی خوف سے دروازے بہشت کے بند کر کے اپنے
سر کو باہر نکال کر ان سے پوچھنے لگا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے جو یہاں
بیٹھا اسم اعظم پڑھتا ہے۔ وہ بولا میں ایک فرشتہ ہوں فرشتوں میں سے حق تعالیٰ

کے سانپ نے کہا وہ دعا مجھے سکھا شیطان نے کہا بشرطیکہ تو مجھے بہشت میں لے
جاوے۔ سانپ بولا مجھے خدا کا حکم نہیں ہے کہ کسی کو بہشت میں لے جاؤں جب
تک کہ حضرت آدمؑ بہشت میں ہیں۔ ابلیس۔ نے کہا میں قدم اپنا بہشت میں رکھوں
گا اس سے باہر نہ نکلوں گا تب سانپ نے اپنے منہ کو پھیلایا۔ ابلیس لعین اس
کے منہ کے اندر جا گھسا۔ تب اس کو بہشت میں لے گیا۔ اور دروازے بہشت
کے بند کر دیئے۔ بعدہٗ شیطان نے کہا کہ مجھ کو اس درخت کے پاس لے جا کہ
جس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو منع فرمایا ہے جب ابلیس
کو لے کر اس درخت کے پاس پہنچا تب وہ ملعون اپنے مکر و فریب سے سانپ
کے منہ کے اندر رونے لگا جو شخص کہ پہلے تعلق سے رویا وہ شیطان لعین تھا اور
اس کی آواز سن کر بہشت کی حوریں اور غلمان سب کے سب مجتمع ہوئے اور کہنے
لگے ہم سب نے یہ آواز سانپ کے منہ سے کبھی نہیں سنی تھی اور سانپ سے حوّا
پوچھنے لگیں کہ تو کس لیے روتا ہے، شیطان نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ اللہ
تم کو بہشت سے نکالے گا کیونکہ تم کو اس درخت کے میوہ کھانے سے منع کیا
ہے مگر جو اس درخت کے میوے کھائے گا وہ بہشت میں رہے گا نکالا نہیں
جائے گا قولہ تعالیٰ قَالَ یٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ؕ
ترجمہ:۔ کہا شیطان نے اے آدمؑ میں تمہیں بتاؤں وہ درخت کہ جس سے زندگی
جاوید ملے اور بادشاہی پرانی نہ ہو، اور بولا قسم خدا کی میں سچ کہتا ہوں اور تمہاری
برائی نہیں چاہتا بلکہ میں تو آپ کو نصیحت کرتا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ... ترجمہ: اور شیطان
نے ان کے پاس قسم کھائی پس حوّا نے ان کے قسم کھانے سے یقین کر لیا کہ یہ
جو کہتا ہے سچ کہتا ہے تب اس سے فریب کھا کر اس درخت پر ہاتھ بڑھایا تین
دانے گندم کے لیے ایک تو آپ کھایا اور دو دانے حضرت آدمؑ کے لیے لائیں
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب حوّا نے گندم خوشے

سے توڑلیے تو خوشے کی جگہ سُرخ ہوگئی اور ایک قطرہ خون اس سے ٹپکا تب اللہ نے اپنی قسم کھا کر فرمایا کہ تمہاری بیٹیوں کو قیامت تک ہر مہینے میں ایک مرتبہ خون سے آلودہ کروں گا اور اپنے درخت کی داد تجھ سے اور تیری بیٹیوں سے لوں گا۔ پس حضرت آدمؑ بہشت میں جب تخت پر جا بیٹھے گندم خود بخود ان کے نزدیک آموجود ہوا۔ اور جب بوئے شیریں اس کی حضرت کو معلوم ہوئی تب حضرت نے تخت سے کہا کہ تو یہاں سے مجھے دور لے جاکر رکھ۔ جب وہ تخت سے نیچے اترے تو وہاں بھی گندم جا موجود ہوا۔ غرض جہاں کہیں حضرت جاکر بیٹھتے وہیں گندم خود بخود آجاتا۔ خبر بیان کی جاتی ہے کہ اس طرح تخت نے ان کو ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر بھی جا پہنچایا مگر وہاں بھی گندم جا موجود ہوا۔ بعدہٗ گندم کہنے لگا کہ اے حضرت آدمؑ جو کچھ خدا نے مقدور کیا ہے سو وہ ضرور پہنچے گا۔ اگر تم لاکھوں برس کی راہ کے فاصلہ پر بھی جاکر رہوگے گندم وہاں بھی پہنچے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت حوّا حضرت آدمؑ کے لیے دو دانے گندم کے لے گئیں وہ بولے یہ کیا چیز ہے حوّا نے کہا یہ پھل اس درخت کا ہے کہ جس درخت کے پھل کھانے سے ہمیں خدا نے منع فرمایا تھا۔ اس میں سے میں نے ایک دانہ کھایا ہے اور دو دانے آپ کے واسطے لائی ہوں حضرت آدمؑ نے کہا کہ اس میں کیا لذت ہے؟ وہ بولیں کہ حلاوت و شیریں ہے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا نہیں کھاؤں گا۔ میرا اللہ تعالیٰ سے عہد ہے کہ اس درخت سے میوے نہ کھانا اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ ۚ ——— ترجمہ: اور ہم نے عہد کر دیا تھا آدمؑ کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت، حوّا جب مایوس ہوئیں حضرت آدمؑ کو اس سے پہلے ایک پیالہ شراب بہشت سے لاکر پلا دیا تو بیہوش ہوکر ان سے دو دانے گندم کے لے کر کھا گئے اور عہد شکنی کی۔ ہنوز دانے ابھی حلق کے نیچے نہیں اُترے تھے کہ تاج ان کے سر سے اڑ گیا اور تخت سے بھی

نیچے گر گئے اور دونوں ننگے ہو گئے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا: فَلَمَّا ذَا قَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۔ ترجمہ:۔ پھر چکھے درخت سے دونوں نے میوے اور ظاہر ہوئیں شرمگاہیں ان کی اور بہشت کے پتے جوڑنے لگے جس درخت کے پاس پتے لینے کے لیے جاتے تو وہ درخت پتے نہ دیتا جب درخت انجیر کے پاس دونوں گئے تو اس درخت نے سر جھکا دیا اور کہا کہ خُذْ مِنِّيْ وَرَقًا یعنی تم مجھ سے پتے ضرورت کے مطابق لے لو اور ان پتوں سے اپنے ستر کی پردہ پوشی کر لو۔ چنانچہ دونوں نے اس درخت سے پتے لے کر اپنے ستر ڈھانک لیے اور درخت عود سے بھی پتے لے کر اپنی ستر پوشی کر لی۔ بعدہٗ جناب باری سے آواز آئی اے انجیر کے درخت تو نے ان کے ساتھ سلوک کیا میں تجھ سے خرابی و خشکی دور کر کے یہ لذت عطا کی کہ تجھ کو کوئی سو دفعہ بھی چبائے تو وہ نئی نئی لذت تجھ سے اٹھا دے گا۔ اور اسی طرح درخت عود کو بھی خطاب ہوا کہ اے درخت عود سب کے نزدیک میں نے تجھ کو عزیز کیا کہ آگ پر دھر کر تجھ سے خوشبو لیویں۔ بعدہٗ بہشت کے باشندے آواز دینے لگے کہ آدم و حوا دونوں خدا کی درگاہ میں عاصی ہوئے اور دیوانوں کی طرح بہشت میں بھٹکتے پھرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عاصی ہوتے ندامت اور شرمندگی سے پھر رہے تھے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے تین باران کی پکار ہوئی جواب اس کا کچھ نہ دیا۔ حضرت جبرائیلؑ ان کے پاس آئے اور بولے اے آدمؑ تجھے تیرا رب بلاتا ہے تب آدمؑ نے کہا! یارب ہم تجھ سے شرمندہ ہیں قولہ تعالیٰ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ——— ترجمہ:۔ اور پکارا ان کو ان کے رب نے کہا کہ میں نے تم کو منع نہیں کیا اس درخت سے اور یہ بھی کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تب حضرت آدمؑ اور حوا دونوں روتے ہوئے کہنے لگے جیسا کہ حق تعالیٰ

فرماتا ہے: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ترجمہ: آدم و حوا نے کہا اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اگر نہ بخشے تو ہم کو اور نہ رحم کرے تو ہم مر جائیں گے نامراد اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ٥ ترجمہ: کہا کہ تم اترو ایک دوسرے کے دشمن ہوئے اور تم کو زمین پر ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک وقت تک اور کہا اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر اسی سے نکالے جاؤ گے۔ یہ مضمون کلام اللہ کا ہے، تب فرمان رب العالمین کا حضرت جبرائیلؑ کو آدمؑ اور حوا اور سانپ اور شیطان اور طاؤس ان سب کو بہشت سے نکال کر دنیا میں بھیج دو۔ حضرت جبرائیلؑ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے یہ حال بیان کیا وہ اس بات کو سنتے ہی گھبرا گئے اور بہشت کی جدائی سے زار و قطار رونے لگے۔ آخر ایک ٹکڑا لکڑی کا مسواک کے واسطے وہاں سے لیا اور وہ لکڑی پشت بہ پشت ان کے خاندان میں چلی آئی یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کا عصا بنی۔ پس آدمؑ و حوا اور مور و سانپ اور شیطان مردود ان پانچوں کو بہشت سے نکال کر اول آدمؑ کو سراندیپ کہ ہندوستان کا ایک جزیرہ ہے ڈالا اور حوا خراسان میں اور طاؤس کو سیستان میں اور سانپ کو اصفہان میں اور شیطان علیہ اللعنۃ کو کوہ دماوند میں ڈالا اس وقت سانپ کے چار ہاتھ اور پاؤں مثل شتر کے تھے بباعث واقعہ ہونے اس ماجرے کے اللہ تعالیٰ نے اس سے لے لیے تاکہ وہ پیٹ کے بل چلے اور خاک چھانے اور کھاوے۔ آدمؑ کو جب سراندیپ میں ڈالا وہ اپنے گناہ سے چالیس برس تک روتے رہے اور دوسری روایت میں ہے کہ تین سو برس تک روتے رہے ایسا کہ آب چشم سے ان کی نہریں جاری ہوئیں اور کنارے پر نہروں کے درخت خرما اور لونگ اور جائفل پیدا ہوا اور حوا کے آنسو سے مہندی اور وسمہ اور

سُرمہ پیدا ہوا اور قطرات ان کے آنسو کے دریا میں گرے اس سے مروارید پیدا ہوئے تاکہ ان کی لڑکیوں کے زیورات بنیں اور ایک روز جبرائیلؑ آدمؑ کے پاس آئے اور کہا اے آدمؑ قبل اپنی موت کے حج کر لو، وہ موت کی خبر سنتے ہی ڈرے اور اٹھ کھڑے ہوئے اور حج کا قصد کیا۔ جس جگہ پر ان کا قدم جاتا وہاں گاؤں اور بستی ہو جاتی اور جس جگہ پر وہ ٹھہرتے اور اپنی مسافت کی منزل کرتے تو اس جگہ پر خداوند کریم چند روز میں شہر بنا دیتا اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ تک حضرت آدمؑ کے تیس قدم ہوئے تھے اور جب وہ مکہ کے نزدیک پہنچے سب فرشتے وہاں حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور کہا یا آدم ہزار برس ہوئے کہ ہم اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور اس وقت اس کعبہ کا نام بیت المعمور تھا اور اندر باہر اس کا ظاہر تھا اور اس کے اُوپر خیمہ زبرجد کا تھا اور طناب اس کی سونے کی تھیں اور جو میخیں اس کی تھیں آج وہ ستون ہیں۔ اور حرم شریف میں داخل ہیں اور جو شکار اس میں پناہ لیوے اس کا مارنا حرام ہے اور آدمؑ میدان عرفات میں جبل رحمت پر آرام کے واسطے جب بیٹھے تو حوا کو دیکھا کہ جدے کی طرف سے آتی ہیں۔ اُنہوں نے اُٹھ کر انہیں گودی میں اُٹھا لیا اور دونوں زار زار رونے لگے۔ چنانچہ اس کے رونے سے آسمان کے فرشتے بھی روئے پس دونوں نے آسمان کی طرف نگاہ کی خداوند تعالیٰ نے حجاب کو ان کی آنکھوں سے اٹھا لیا تب اُنہوں نے عرش کی طرف نظر کی جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ترجمہ: پھر سیکھ لیں حضرت آدمؑ نے اپنے رب سے کئی باتیں، پھر متوجہ ہوا اس پر حق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان، اور ساق عرش پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تب آدمؑ نے کہا یا رب اس کلمہ مبارک کی برکت سے جو تیرے نام کے ساتھ ہے ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری توبہ قبول فرما فی الحال جبرائیلؑ ان کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ نے تجھ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے

اگر تو بہشت میں اس نام کو شفیع بناتا تو تم کو ہرگز دنیا میں نہ بھیجتا اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنی مناجات میں یہ کہتے تھے: یَا رَبِّ هَلْ لِلْجَنَّةِ حِيْطَانٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ حِيْطَانٌ قَالَ لِلْجَنَّةِ حُرَّاسٌ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْجَنَّةِ حُرَّاسٌ فَقَالَ كَيْفَ دَخَلَ اِبْلِيْسُ وَغَرَّ اٰدَمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا مُوْسٰى لَا تَفْسِرْهُ قَدَرْتُ

ترجمہ: ایک روز حضرت موسےؑ مناجات میں کہتے ہیں یارب بہشت میں دیواریں ہیں یا نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا دیواریں ہیں پھر کیا جنت کے دربان ہیں فرمایا ہیں تب موسےؑ نے کہا کہ ابلیس لعین کیونکر بہشت میں گیا اور آدمؑ کو فریب دے گیا کہا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ میری مرضی سے مفر نہیں، کیونکہ میری مرضی یہی تھی اور باری تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ: ترجمہ: پھر کھینچ لیا ان کو فریب سے پس آدمؑ نے جب حج سے فراغت پائی تو ان کے پاس حکم آیا۔ اے جبرائیل حضرت آدمؑ کو وادئ نعمان میں جو ایک میدان کا نام ہے جا کر اپنے پروں کو ان کی پشت پر مل دے جب جبرائیلؑ نے ملا تب ذریات بیشمار ان کی پشت سے نکلیں اس طرح پر کہ تمام عالم ان کی اولاد سے بھر گیا۔ پس حضرت آدمؑ بولے یہ سب کون ہیں؟ جبرائیلؑ نے فرمایا یہ سب تمہارے فرزند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اتنی مخلوق کی گنجائش زمین پر کیونکر ہوگی تب آواز آئی اے آدمؑ ان کی تدبیر میں نے آگے کر رکھی ہے حضرت آدمؑ نے کہا یا رب العالمین کیا تدبیر ہے حق تعالیٰ نے فرمایا بعضوں کو ان کے اصلاب میں اور بعضوں کو امہات کے ارحام میں کسی کو روئے زمین پر اور کسی کو زیر زمین رکھوں گا پھر حضرت آدمؑ نے کہا خداوندا میرے فرزند کے لیے کیا فرماتے ہیں فرمایا کوئی مومن ہے تو کوئی کافر ہے اور کوئی تونگر ہے اور کوئی فقیر ہے کوئی خوشحال ہے، کوئی غمناک پھر کہا یہ سب مساوی ہوتے تو کیا خوب ہوتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدمؑ میں اس سے خوش ہوں جو میرا شکر کرے اس لیے خوشحال کو غمناک اور تونگر کو درویش اور مطیع کو عاصی نہ کیا تاکہ شکر کریں پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ذریات آدمؑ کی کھڑی ہوویں۔ صف باندھ کر مشرق سے مغرب تک اسی وقت کھڑی ہو گئیں

سب کی سب جو لوگ داہنی طرف آدمؑ کے کھڑے تھے وہ سب کے سب مومن تھے اور صف اوّل میں انبیاء اور انبیاء میں سب سے آگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے اور جو لوگ بائیں طرف ان کے کھڑے تھے وہ سب کافر اور صف اوّل میں ان کے جبار اور متکبر تھے بعدہٗ امر الٰہی ہوا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰی بولے سب سچ ہے تو بیشک ہمارا رب ہے بعد اس کے حق تعالیٰ نے کہا کہ سجدہ کرو تم اپنے رب کو جو لوگ کہ داہنی طرف حضرت آدمؑ کے کھڑے تھے وہ سب کے سب سجدے میں چلے گئے اور جو لوگ کہ بائیں طرف تھے ان لوگوں میں سے کسی نے بھی سجدہ نہیں کیا پھر دوسری دفعہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اُسْجُدُوْا یعنی سجدہ کرو تم اپنے رب کو جو لوگ بطرف راست تھے ان میں سجدہ کسی نے کیا اور کسی نے نہ کیا اور جو کہ بطرف چپ تھے ان میں سے بھی بعض نے سجدہ کیا اور بعض نے نہ کیا! یہ حقیقت دیکھ کر حضرت آدمؑ نے جناب باری میں عرض کیا اے رب اس میں عجیب و غریب جو میں نے دیکھا اس سے تو مجھے آگاہ کر کہ جو لوگ داہنی طرف کھڑے تھے پہلے حکم میں سب نے سجدہ کیا اور ثانی حکم میں ان میں سے بعض نے کیا اور بعض نے نہ کیا اور جو قوم کہ بائیں طرف ہے اول حکم میں سجدہ نہ کیا ثانی میں بعض نے کیا اور بعض نے نہ کیا اس میں کیا راز الٰہی تھا ندا آئی اے آدم جس قومؑ نے کہ اوّل و آخر میں سجدہ کیا وہ مومن پیدا ہوں گے اور مومن مریں گے اور جنہوں نے اوّل و آخر میں سجدہ نہ کیا وہ کافر پیدا ہوں گے اور کافر مریں گے اور جنہوں نے اوّل حکم میں سجدہ کیا اور ثانی میں نہ کیا وہ مومن پیدا ہوں گے اور کافر مریں گے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔۔۔ اور جس نے ثانی حکم میں سجدہ کیا اور اوّل میں نہ کیا وہ کافر پیدا ہوگا اور مومن مرے گا قَالَ هٰؤُلَآءِ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ وَهٰؤُلَآءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ ترجمہ: حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمؑ جو لوگ تیرے داہنی طرف ہیں سب بہشتی ہیں اس کی مجھے کچھ پرواہ نہیں اور جو کہ بائیں طرف کھڑے ہیں وہ دوزخی ہیں مجھے کچھ پرواہ نہیں

لے آدمؑ نہ ان کی اطاعت سے مجھے کچھ فائدہ ہے اور نہ ان کی معصیت سے کچھ ضرر پس ایک فرشتے کو حکم کیا کہ یہ عہدنامہ یعنی عہد کا جو حکم فرمایا اس کے سوا اور دین قبول نہیں۔ اور وہی فرشتہ اللہ کے حکم سے پتھر ہوگیا۔ اور وہ پتھر خانہ کعبہ کے داہنے میں رکھا گیا ہے اب اس کو حجر اسود کہتے ہیں اور سب حاجی اس کو بوسہ دیتے ہیں پھر روز قیامت میں وہی پتھر فرشتہ ہوگا جس صورت پر وہ پہلے تھا اور ہر ایک کا عہدنامہ کھولا جائے گا جو شخص اپنے عہد پر قائم ہوگا اس کو جنت ملے گی اور جو برخلاف ہوگا وہ دوزخی ہوگا اور حق تعالےٰ نے پیغمبروں کے ساتھ روز میثاق میں کہا۔ قولہ تعالیٰ:۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ترجمہ:۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے اقرار کیا جو کچھ میں نے تم کو دی ہے کتاب اور حکمت پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچ بتادے تمہارے پاس آنے والے کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کروگے حق تعالیٰ نے فرمایا اور تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر کہ میرا ذمہ لیا، سب بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں پھر جائے .... اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں بے حکم اور فرمایا تم سب گواہ رہو رسالت پر ایک دوسرے کے میں بھی گواہ ہوں تمہارا پھر فرمایا اے آدمؑ تم شیثؑ پر گواہ رہو، اے شیثؑ تم ادریس پر گواہ رہو اے ادریس تم نوحؑ پر اور اے نوحؑ تم پر ابراہیمؑ پر اے ابراہیمؑ تم اسماعیلؑ پر اے اسماعیلؑ تم اسحاقؑ پر گواہ رہو اسی طرح حضرت عیسٰےؑ تک اور فرمایا اے پیغمبرو تم سب رسالت پر پیغمبر آخر زماں کے گواہ رہو، اور اپنی قوم کو وصیت کیجیو کہ ان کی رسالت پر ایمان لاویں اور نصرت دیویں، اللہ نے اقرار لیا نبیوں کے مقدمے میں بنی اسرائیل سے

فائدہ:۔ یہود مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تمہارا نبی ہم کو کہتا ہے کہ بندگی کرو اپنے رب

کی، ہم تو پہلے ہی سے بندگی کرتے ہیں اس کی مگر وہ چاہتا ہے کہ میری بندگی کرو۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنانے اور وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر اسلام میں لائے پھر کیونکر ان کو یہ بات سکھانے مگر تم کو یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی جیسا کہ کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں ہے اب میری صحبت سے پھر وہی کمال حاصل کرو۔

بیان حضرت شیث علیہ السلام کا

جب حضرت آدمؑ ہابیل کی مصیبت میں بے قرار رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ امین کو ان کے خاطر غمگین کی تسلی کے واسطے بھیجا کہ حق تعالیٰ تیرے تئیں ایک فرزند رشید عنایت کرے گا کہ اس کی نسل سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار بنی آدم کا پیدا ہوگا۔ چنانچہ ہابیل کے مرنے سے پانچ سال بعد حضرت شیثؑ پیدا ہوئے اور وہ حسن صورت میں اور خوبی سیرت میں مشابہ حضرت آدمؑ کے تھے اور تمام اولاد سے حضرت آدمؑ کے نزدیک محبوب تھے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے قبل وفات کے ان کو اپنا ولی عہد بنایا۔ اور بطریق وصیت کے فرمایا کہ جب طوفان حضرت نوحؑ کے زمانے میں واقع ہوا۔ اگر تم اس زمانے کو پاؤ تو میری ہڈیوں کو کشتی میں رکھوانیو جو غرق ہونے سے محفوظ رہیں اپنی اولاد کو وصیت کرنا کہ اس طرح سے عمل میں لاویں اور حضرت شیثؑ اکثر اوقات حضرت آدمؑ کی زبان سے احوال بہشت لذت کے ساتھ سنتے تھے اور آسمانی صحیفوں کا مضمون بھی دریافت کرتے تھے اسی واسطے حضرت آدمؑ کے شجر خلق سے انس خز سے خلیفہ کیا تھا۔ اور لوگوں سے تنہا ہو کر دنیا کی لذتیں چھوڑ کر اکثر اوقات وظائف اور طاعات میں مشغول رہتے تھے اور نفس کی ریاضت اور تہذیب واخلاق ہمیشہ ان کے مد نظر رہتا تھا۔ اور حضرت شیث کے زمانے میں بنی آدمؑ دو قسم کے تھے بعض تابعت حضرت شیث کی کرتے تھے اور بعض قابیل کی اولاد کی

تابعداری میں مشغول تھے۔ اور حضرت شیث کی نصیحت سے بعض تو راہ راست پر آئے اور بعض بدستور نافرمانی پر قائم رہے۔ جب نو سو بارہ برس ان کی عمر کے گزرے تو روح جسم مبارک سے پرواز کر کے عرش معلیٰ کو پہنچی اور حضرت شیث کی بعض نصیحتوں میں یہ ہے کہ مومن حقیقی وہ ہے کہ یہ خصلتیں اس میں ہوں۔ اوّل تو خدا کو پہچاننا دوسرے نیک اور بد کو جاننا تیسرے بادشاہ وقت کا حکم بجالانا، چوتھے ماں باپ کا حق پہچاننا اور ان کی خدمت کرنا، پانچواں صلہ رحمی یعنی اپنا ئیت کے لوگوں سے نیکی اور محبت کرنا، چھٹے غصہ کو زیادہ حد سے بڑھانا، ساتواں محتاجوں اور مسکینوں کو صدقہ دینا اور رحم کرنا آٹھویں گناہوں سے پرہیز اور مصیبتوں میں صبر کرنا، نانویں شکر الٰہی کا ذکر کرنا۔

بیان حضرت ادریس علیہ السلام کا

وجہ نام ادریس کی یہ ہے کہ پڑھانے کی کثرت کے سبب سے لقب آپ کا ادریس ہوا۔ اور علم نجوم آپ کے معجزات میں سے ہے وہ زمین پر عبادت کرتے ان کو فرشتے سب آسمان پر لے جاتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ ترجمہ۔ اور یاد کر کتاب میں ادریس کو کہ وہ تھا سچا نبی ہر روز پیرہن سیتے تھے، ہر دم سینے میں تسبیح پڑھتے اور وہ اجرت سلائی کی کسی سے نہ لیتے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے کام سے فراغت پاکر بیٹھے تھے کہ اسی وقت ملک الموت بہ آرزوئے تمام امر الٰہی سے آدمی کی صورت بن کر مہمان کے طور پر رات کو حضرت ادریس کے دروازے پر آپہنچے آنحضرت صائم الدہر تھے جب شام ہوتی افطار کرتے وقت کھانا آپ کا بہشت سے آتا جس قدر چاہتے کھا لیتے باقی کھانا پھر بہشت میں چلا جاتا اور اس دن کا کھانا بہشت سے آیا تو حضرت ادریسؑ نے وہ کھانا اس مسافر کو پیش کر دیا۔ مسافر نے کچھ نہ کھایا قدم پر قدم رکھ کر عبادت کرتا رہا۔ حضرت ادریسؑ ان کا

یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئے کہ یہ کون شخص ہے۔ جب روز روشن ہوا حضرت ادریسؑ نے ان سے کہا کہ اے مسافر تو میرے ساتھ چل کہ خدا کی قدرت صحرا میں جا کر دیکھوں تب دونوں بزرگ گھر سے میدان کی طرف نکلے جاتے جاتے ایک گیہوں کے کھیت میں جا پہنچے۔ حضرت ملک الموت نے کہا چلو اس کھیت سے چند خوشے گیہوں کے لے کر ہم تم مل کر کھائیں۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ عجیب ہے کہ تو نے شب گزشتہ کو کھانا حلال نہ کھایا اب کھانا چاہتا ہے پھر وہاں سے دونوں بزرگ ایک دوسرے باغ میں جا پہنچے اور وہاں بھی انگور دیکھ کر حضرت عزرائیل نے کھانے کا قصد کیا۔ حضرت ادریس نے فرمایا کہ تصرف ملک غیر میں حرام ہے پھر جاتے جاتے ایک بکری دیکھ کر عزرائیلؑ نے کھانے کا ارادہ کیا پھر حضرت ادریس نے کہا کہ بیگانی بکری کو ذبح کر کے کھانا ممنوع ہے پس اس طرح تین روز تک دونوں باہم گفتگو کرتے رہے جب کہ ادریسؑ نے معلوم کیا کہ یہ کون شخص ہے اور بنی آدمؑ میں سے معلوم نہیں ہوتا تب حضرت نے فرمایا کہ خدا کے واسطے ظاہر تو کرو کہ تم کون ہو، اس نے عرض کیا کہ میں عزرائیل ہوں، تب حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ بھائی کیا سب مخلوقات کی جان تم ہی قبض کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ حضرت نے فرمایا شاید کہ تم میری جان قبض کرنے کے لیے آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں تو تمہارے ساتھ خوش طبعی کرنے آیا ہوں۔ حضرت ادریسؑ نے کہا کہ آج تین دن سے تو میرے ساتھ ہے اس عرصے میں بھی تو نے کسی جان قبض کی ہے وہ بولے قَالَ كَمَا بَيْنَ يَدَيَّ كَمَا بَيْنَ يَدَيْكَ خُبْزٌ۔ ترجمہ:۔ فرشتے نے کہا کہ کل جان قبض کرنا ہمارے ہاتھ میں ایسا ہے جیسا کہ تمہارے دونوں ہاتھ کے نیچے روٹی رکھی ہوئی ہے یعنی جس کی اجل آتی ہے اللہ تعالٰی کے حکم سے میں ہاتھ بڑھا کر اس کی جان قبض کر لیتا ہوں، اور بولا اے حضرت ادریسؑ میں چاہتا ہوں کہ تیرے ساتھ رشتہ برادری کا کروں۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ میں تیرے ساتھ رشتہ برادری کا نب کروں

گا کہ تلخی جان کی ایک بارگی تو مجھ کو چکھا دے تاکہ خوف اور عبرت مجھے زیادہ ہو۔ اور پھر عبادت اپنے خالق کی زیادہ کروں۔ ملک الموت نے کہا کہ بے رضا الٰہی کسی کی جان قبض نہیں کر سکتا ہوں، تب حضرت ادریسؑ نے خداوند قدوس کی درگاہ میں عرض کی حکم ہوا کہ جان حضرت ادریسؑ کی قبض کر انہوں نے حضرت ادریسؑ کی جان قبض کر لی۔ پھر ملک الموت نے خدا کی درگاہ میں دعا مانگی پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا اور حضرت ادریسؑ نے اُٹھ کر ملک الموت کو اپنی گود میں لے لیا۔ دونوں نے آپس میں رشتہ برادری کا لگایا۔ پھر ملک الموت نے ان سے پوچھا اے بھائی تلخی جان کنی کی کیسی تھی وہ بولے کہ جیسے کسی زندہ جانور کی کھال سر سے پاؤں تک کھینچی جاتی ہے۔ ملک الموت نے کہا اے بھائی قسم ہے رب العالمین کی جیسا کہ میں نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے ایسا کسی کے ساتھ نہیں کیا۔ حضرت ادریسؑ نے فرمایا اے بھائی مجھے دوزخ دیکھنے کا شوق ہے تو مجھ کو اس کے دروازے تک لے چل تاکہ اس کے دیکھنے سے خوف الٰہی زیادہ ہو اور میں پھر عبادت اور بندگی زیادہ کروں گا۔ تب ملک الموت نے خدا تعالیٰ کے حکم سے ان کو سات طبق دوزخ کے دکھائے پھر حضرت ادریسؑ بولے اے بھائی مجھ کو بہشت دیکھنے کی آرزو ہے کہ اسے دیکھ کر خوشی حاصل کروں گا اور عبادت زیادہ کروں گا۔ پھر ان کو بہشت کے دروازے پر لے گئے اور انہوں نے بہشت کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے پھر کہنے لگے اے بھائی میں تلخی جان کنی کی چکھ چکا ہوں اور دوزخ بھی دیکھی۔ مگر جگر میرا مارے پیاس کے جل گیا۔ اجازت ہو تو بہشت میں جا کر ایک پیالہ پیوں تب اس نے کہا تم وہاں سے واپس آنے کا عہد کرو۔ بوجہ شدید پیاس کے حضرت ادریسؑ نے واپس آنے کا عہد کیا کہ میں واپس آجاؤں گا۔ اور بحکم الٰہی اپنی نعلین درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ کر بہشت میں داخل ہو گئے۔ کیوں کہ عہد باہر آنے کا کیا تھا اور نعلین کو بھی درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ آئے تھے۔ بہشت

سے باہر نکل اپنی نعلین کو لے کر بہشت میں جا کر درخت پر جا بیٹھے ۔ کچھ دیر کے بعد ملک الموت نے ان کو آواز دی کہ اے بھائی تا خیر مت کرو اس کے جواب میں حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ اے مشفق جبار عالم فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ... ترجمہ ۔ ہر جی کو موت کا مزا چکھنا ہے ۔ اب تو میں مزا جان کنی کا چکھ چکا ہوں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۔ اور نہیں کوئی تم سے جو نہ پہنچے گا اس میں سو میں دوزخ میں بھی پہنچ چکا ہوں اور یہی جلیل و جبار فرماتا ہے ۔ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۔ ترجمہ ۔ نہ پہنچے گی وہاں ان کو کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے گا یعنی جو بہشت میں گیا پھر وہ باہر واپس نہ آوے گا ۔ اے بھائی میں اب ہرگز باہر نہیں آنے کا ۔ درگاہ باری سے آواز آئی اے عزرائیل تو حضرت ادریسؑ کو چھوڑ کر چلا جا میں نے ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا ۔ حضرت ادریسؑ موت کا مزہ چکھ کر اور دوزخ بھی دیکھ کر جنت میں جا رہے تب عزرائیل بولے اِنَّ الْجَنَّةَ حَرَامٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى يَدْخُلَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ ترجمہ ۔ بہشت حرام ہے انبیاء پر جب تک کہ تمام الانبیاء داخل نہ ہوں ، بہشت میں گیا پھر آواز آئی اے عزرائیل میں بہشت کو دریغ نہیں رکھتا ہوں ۔ لیکن اول بہشت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے ۔ بعدہ سب امت ان کی اور قول دوسرا یہ ہے کہ طواف کرنے والے سب طواف کرتے رہیں بہشت میں اور حق تعالیٰ نے فرمایا وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ اور اٹھا لیا ہم نے اس کو اونچے مکان پر پس بہشت میں حضرت ادریس تو جا رہے اور ان کے فرزند سب فراق سے شب و روز گریہ و زاری میں تھے ایک روز ابلیس لعین ان کے پاس آیا اور کہا کہ تم مت رویا کرو ۔ میں تمہارے باپ کی سی ایک صورت بنا دیتا ہوں تم اس کو شب و روز دیکھا کرو اور پوجو ۔ اس سے تمہارا سب دکھ درد اور غم جاتا رہے گا اور تم خوش رہو گے ۔ ابلیس علیہ اللعنۃ نے ایک ایسی صورت بنائی کہ ان کی شکل میں اور اس میں کوئی فرق نہ تھا ۔ صرف اتنا ہی فرق تھا کہ یہ صورت

بات نہ کرتی تھی اور وہ لوگ اس کو پوجا کرتے تھے جہاں تک کہ رفتہ رفتہ
بُت پرستی تمام عالم میں پھیل گئی، مشرق سے مغرب تک یہ رواج جاری رہا کوئی
آدمی اللہ تعالیٰ کو نہ جانتا تھا۔ علم و عمل ان میں مفقود تھا۔ بعدہٗ خدا تعالیٰ نے
حضرت نوحؑ کو ان پر پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ ان کو راہ ہدایت کی بتا دیں۔ وَاللّٰہُ
اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۃ۔

بیان حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا نام شکر تھا۔ بعدہٗ نوح نام ہوا۔ اس واسطے کہ
وہ اپنی قوم پر بہت نوحہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَلَبِثَ فِیْھِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ ترجمہ: اور بھیجا
ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس پس رہے وہ اپنی قوم کے پاس ساڑھے نو سو
برس اور اس مدت میں چالیس مرد اور چالیس عورتوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔
امر الٰہی سے حضرت نوحؑ ہر روز پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف خلق اللہ
کو دعوت الحق دیتے اور پکار کر کہتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اور ان کی
آواز خدا کے حکم سے مشرق و مغرب تک پہنچ جاتی اس وقت کے مردود لوگ
اس کلمہ کی آواز سن کر انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے اور بعض ملعون کپڑوں
سے اپنے منہ کو چھپا لیتے اور بعض کافر یہ آواز سن کر بھاگ جاتے اور چھپے
ہو رہتے۔ جب کہ وہ ان مردودوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دیتے تو وہ کافر
سب کے سب بے ادبی سے حضرت نوحؑ پر ہاتھ چلاتے اور مارتے مارتے
بیہوش کر دیتے اور جب وہ ہوش میں آتے تو پھر پکار کر بولتے اے لوگو! تم
کہو خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور نوحؑ اس کا برحق رسول ہے اور ایک روز
کا ذکر ہے کہ حضرت نوحؑ کے گلے میں کافروں نے رسی ڈال کر کھینچا تو اس کے
صدمے اور تکلیف سے حضرت نوحؑ تین روز شدید بیقرار ہے پھر بھی دعوت

الی اللہ میں برابر لگے رہے اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور اللہ کے واسطے تکلیفیں اٹھا کر خلق اللہ کو دعوت دیا کرتے یہاں تک کہ طوفان کی نوبت آ پہنچی اور حضرت نوحؑ نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے میں بلاتا رہا ہوں اپنی قوم کو رات و دن مگر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگتے ہی رہے اور ہر روز مجھ پر سوائے ظلم و ستم کے کچھ نہیں کرتے اور مجھے ناسزا کہتے ہیں۔ اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دی تو کافروں نے آکر حضرت نوحؑ کو ایسا مارا کہ تمام کپڑے لہولہان ہو گئے۔ تب ان کی بیوی جو کہ کافرہ تھیں کہنے لگیں کہ اے قوم! حضرت نوحؑ دیوانہ ہو گئے ہیں تم ان کا مت مارو جو وہ کہتا ہے اپنے دیوانے پن سے کہتا ہے اور وہ کچھ نہیں جانتا ہے حضرت نوحؑ نے اپنی بیوی سے جب یہ باتیں بے ادبی کی سنیں، تب حضرت نوحؑ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا رو کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ترجمہ:۔ پھر اس نے پکارا اپنے رب کو کہ گھر گیا ہوں کافروں میں اور تو میرا بدلہ ان سے لے۔ فی الفور جبرائیلؑ نے آکر کہا اے نوحؑ تو دعا کر تیری دعا خدا کی درگاہ میں مستجاب ہے یہ قوم کفار تم پر ہرگز ایمان نہ لاوے گی، اور تم اس درخت کو لگاؤ۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جبرائیلؑ نے ایک شاخ درخت بہشت سے لا کر دی۔ حضرت نوحؑ نے اس شاخ کو زمین پر لگایا جب چالیس برس گزرے وہ درخت اس قدر بڑا ہوا کہ چھ سو گز لمبا اور چار سو گز موٹا چوڑا ہو گیا۔ اور اس چالیس برس کے اندر تمام بیویاں ان کافروں کی بانجھ تھیں اور نسلیں ان کی منقطع اور ربانی عذاب الٰہی سے معذوب ہوئیں سبب اس کا یہ ہوا کہ وہ اپنے بیٹوں کو نوحؑ کے پاس لے جا کر بولیں کہ اے لڑکو! تم اس کو دشمن جانو اور اس کی بات نہ مانو اس کو ہمیشہ ذلیل و خوار سمجھو کہ وہ دیوانہ ہے حضرت نوحؑ نے جب یہ وصیتیں ان سے سنیں تب ان لوگوں سے ناامید ہو کر درگاہ الٰہی میں زاری کی اور کہا دعا قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ

مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ ترجمہ:۔ اور کہا نوح نے اے میرے رب اب نہ چھوڑ
زمین پر منکروں کا ایک گھر بھی بسنے والا کہ نسل کافروں کی باقی نہ رہے زمین پر، تب
جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نوح اس درخت سے تو ایک کشتی بنانا
نوحؑ نے کہا کس طرح بناؤں؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ تو اس درخت کو کاٹ اور چیر
کر تختے بنا میں تجھے بتاؤں گا۔ نوحؑ نے اس درخت کو کاٹا اور چیر کر تختے بنائے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ
ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ ۔ ترجمہ:۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے روبرو ایک کشتی بناؤ
اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ بول یہ تو بلاشک غرق ہوں گے تو اس درخت
کے تختوں سے کشتی بنا اور شاخوں سے اس کی میخیں لگا۔ حضرت نوحؑ نے
بموجب تعلیم حضرت جبرائیلؑ کے درودگری سیکھ کر اس درخت کے تختے
بنائے پہلے تختے پر نام آدمؑ کا اور دوسرے تختے پر نام شیثؑ کا اور تیسرے تختے
پر نام ادریسؑ کا اور چوتھے تختے پر نام نوحؑ کا اور پانچویں تختے پر نام موسیٰؑ کا
اور چھٹے تختے پر نام صالحؑ کا اور ساتویں تختے پر نام ابراہیمؑ کا اور اسی طرح ایک
لاکھ چوبیس ہزار تختے نام سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے نکالے یعنی ہر
تختہ پر ایک پیغمبر کا نام لکھا تھا اور آخری تختے پر نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا تھا۔ اور خاتم الانبیاء ہیں۔ حضرت نوحؑ نے جبرائیلؑ کی تعلیم سے کشتی بنائی
طول اس کشتی کا ایک ہزار گز اور عرض اس کا چار سو گز تھا۔ جب کشتی تیار ہوئی
تو اس کشتی کو دیکھ کر لوگ (کافر) بہت ہنسے اور افسوس کرنے لگے۔ جیسا کہ
حق تعالیٰ نے فرمایا: وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا
مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ
مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝ ترجمہ:۔ اور نوحؑ کشتی
بناتے تھے اور جب اس قوم کے سردار اس پر سے گزرتے تو ہنسی کرتے اس پر نوحؑ نے
ان سے کہا کہ اگر تم ہنسی کرتے ہو ہم پر تو ہم ہنستے ہیں تم پر جیسے تم ہنستے ہو اور اب

آ گئے جان لو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے عذاب رسوا کرنے والا اور ہمیشہ رہنے والا۔ یہ
فائدہ تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ کافر ہنستے تھے کہ خشک زمین میں غرق ہونے کا بچاؤ کرتا
ہے اور حضرت نوحؑ اس پر ہنستے تھے کہ دیکھو ان کے سر پر موت کھڑی ہے اور یہ
لوگ ہنستے ہیں، غرض کشتی تیار ہو گئی اور اس میں چار تختے کم ہوئے، حضرت نوحؑ نے
حضرت جبرائیلؑ سے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں چار تختے ان کے
چار دوست کے نام سے ان کے نام یہ ہیں یعنی ابوبکر صدیق، دوسرے عمر ابن الخطاب
تیسرے عثمان غنی اور چوتھے علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے نام سے لگانا چاہیئے
تو پھر کشتی تمہاری اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے گی اور نجات پائے گی۔
اور جس مومن کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے چار یار کی
محبت ہوگی وہ آتش دوزخ سے نجات پائے گا اور فرمایا اے نوحؑ دریائے نیل میں ایک
درخت ہے کسی کو بھیج کر وہاں سے منگوا کر اس سے چار تختے بنام چار یاروں کے نکال
کر اس میں لگا دو۔ تب نوحؑ نے اپنے بیٹوں کو کہا انہوں نے نہ مانا اور بولے کہ عوج
بن عنق کو بھیجو کہ وہ ہم سے قوت زیادہ رکھتا ہے اور اس کی راہ بھی خوب جانتا
ہے، اسی وقت حضرت نوحؑ نے عوج بن عنق کو بلوایا اور کہا کہ تو فلانے درخت کو
دریائے نیل سے لائے گا تو میں تجھ کو کھلا کر آسودہ کروں گا، عوج بن عنق نے
کہا تم میرے ساتھ عہد کرو، حضرت نوحؑ نے اس سے عہد کر لیا۔ پس عوج بن عنق نے
جا کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر لا دیا۔ تب حضرت نوحؑ نے تین روٹیاں جو کی
نکال کر اسے کھانے کو دیں۔ عوج بن عنق انہیں دیکھ کر ہنس دیا اور کہا اے حضرت
نوحؑ میں بارہ ہزار روٹیاں ایک وقت میں کھا لیتا ہوں اور میں اپنے کھانے کا کیا
حساب دوں۔ یہ قرص جو سے مجھے کیا ہوگا۔ اور ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ عوج بن
عنق عمر بھر اکل و شرب سے کبھی بھی سیر نہ ہو سکا۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ اگر تو شکم
سیری چاہتا ہے تو بسم اللہ پڑھ کر کھا۔ تب اس نے بسم اللہ پڑھی اور کھانا شروع
کیا، چنانچہ اس نے دوسری روٹی کھانی شروع کی تھی اور لقمے بنا ہی رہا رہا تھا کہ

اس کو اب کھانے کی حاجت نہیں رہی اس میں اس کو شکم سیری ہو گئی۔ بعدہٗ حضرت نوحؑ نے اس درخت سے چار تختے نکالے اوّل بنام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرا تختہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا اور تیسرا تختہ حضرت عثمان غنیؓ کا اور چوتھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے لگاتے۔ اور ان چاروں تختوں کے لگانے سے کشتی تیار ہو گئی۔

بعدہٗ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اے نوحؑ تو بیت المعمور کی زیارت کر لے اللہ تعالیٰ اس کو اٹھائے گا جب وہ زیارت کر کے آئے تب اس کو فرشتوں نے آسمان چہارم پر اٹھا لیا۔ بعدہٗ ترتیب اور نظام کشتی کا کرنے لگے اس میں سات طبقے تھے اول طبقے میں تابوت آدم اور دوسرے میں حضرت نوحؑ مومنوں کے ساتھ تھے اور تیسرے طبقے میں پرندے اور چوتھے طبقے میں درندے اور پانچویں طبقے میں چرندے اور چھٹے طبقے میں ہر جنس کی چیزیں اور ساتویں طبقے میں اور میوے سب رکھے تھے پس حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اے نوحؑ علامت طوفان کی یہ ہے کہ تمہارے گھر کے تنور سے گرم پانی ابلے گا، تب ایک روز ان کی بیوی روٹی پکاتی تھی، تنور سے گرم پانی ابل پڑا جلدی سے ان کی بیوی نے ان کو خبر دی بمصداق اس آیت کے، قولہ تعالیٰ۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۞ ترجمہ: یہاں تک کہ پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہم نے چڑھا لو اس میں ہر قسم کا جوڑا اور اپنے گھر کے لوگوں کو مگر جس پر کہ پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور نہیں ایمان لائے تھے مگر تھوڑے سے حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اے نوحؑ ایک ایک جوڑا ہر جانور کا کشتی میں رکھ لو۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ کوئی جانور مشرق میں تو کوئی مغرب میں ہیں کیونکر ان سب کو اکٹھا کروں گا۔ پس خدا کے حکم سے جس کی نسل رہنی مقدر تھی۔ اس جانور کا کشتی میں رکھ لیا اور گھر والوں میں سے جس پر بات پڑ چکی تھی یعنی بیٹا

اوراس کی ماں ڈوبی اورصرف تین بیٹے بچے جن کی اولاد ساری خلقت ہے۔
اور تنور بھی حضرت نوحؑ کے گھر میں تھا جو حقیقت میں طوفان کا نشان بنا
رکھا تھا کہ جب اس تنور سے گرم پانی اُبلے تب کشتی میں سوار ہو جانا اور یہ فائدہ
مترجم نے بحوالۂ تفسیر لکھا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ کشتی میں
تین طبقے تھے۔ اوّل طبقہ میں پرندے اور دوسرے طبقے میں نوحؑ مع اپنے
تمام مومنین کے اور تیسرے طبقے میں چارپائے اور فرزندان ان کے نام یہ
ہیں سام، حام، یافث سب کے سب کشتی میں سوار تھے اور ایک بیٹا ان کا
کنعان مارے غرور کے جدا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور کہا میں ہرگز تیری کشتی میں
سوار نہ ہوں گا۔ ہر چند حضرت نے اس کو پکارا کہ اے کنعان تو بے کشتی
ہلاک ہو جائے گا ہمارے ساتھ کشتی میں بیٹھ جا بمصداق اس آیت کے قولہ
تعالیٰ:۔ وَنَادٰى نُوْحُ ﰒابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ
ترجمہ:۔ اور پکارا نوحؑ نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے اے بیٹے
سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ منکروں کے۔ اس نے جواب دیا قولہ تعالیٰ
سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ترجمہ:۔ اور کنعان نے کہا کہ میں کسی پہاڑ
پر چڑھ جاؤں گا اور وہ پہاڑ مجھے پانی کے سیلاب سے بچا لے گا حضرت نوحؑ
نے کہا قولہ تعالیٰ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۔ ۔ ۔
کوئی بچانے والا نہیں آج کے دن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سوا مگر جس پر
وہ رحم کرے اور فرمایا اے بیٹے آج کوئی باقی نہ رہے گا۔ عذاب الٰہی سے سب
غرق ہو جائیں گے مگر وہ شخص کہ خدا ان پر رحم کرے اور وہ مومن ہوا اور ماہ
رجب کی دسویں تاریخ تھی کہ پانی اُبلنا شروع تھا۔ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ
مُّنْهَمِرٍ۔ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ ترجمہ: پھر ہم
نے کھول دیئے دہانے پانی کے ریلے سے اور بہا دیئے زمین سے چشمے پھر مل گیا

ملہ رونداول میں کافر لکھا گیا ہے اس کو اپنے ہمراہ سوار نہ کیجئے ۱۲

پانی ایک کام پر جو ٹھہرتا تھا آسمان سے گرم پانی برسا اور زمین سے سرد اُبلا یہاں تک کہ پہاڑوں کے اوپر چالیس گز پانی بلند ہوا تھا اور جس پہاڑ پر حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا اس پہ بھی پانی جا پہنچا یہ کیفیت دیکھ کر حضرت نوحؑ کو شفقت پدری دل میں عود کر آئی کہ وہ کچھ دیر میں مارا جائے گا۔ تب آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کی کہ اے میرے رب تو نے وعدہ کیا تھا میرے ساتھ کہ تمہارے اہلبیت کو ہلاک اور غرق نہ کروں گا۔ اب ماہ یہ میرا بیٹا کنعان مارا جاتا ہے قولہ تعالیٰ: وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ترجمہ:- اور پکارا حضرت نوحؑ نے اپنے رب کو۔ بولے اے رب میرا بیٹا ہے۔ میرے گھر والوں سے اور تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے فائدہ یعنی ایک عورت تو ہلاک ہو چکی اب تو چاہیئے تو بیٹے کو ہلاک کرے یا اس کو نجات دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوحؑ وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے اور اس کے کام بالکل ناکارہ ہیں اور ایمان بھی اس کا تمہارے ایمان کے موافق نہیں ہے، پس کچھ دیر میں ایک موج پانی کی آئی اور اس نے کنعان کو پانی میں غرق کر دیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا اے نوحؑ تم کشتی پر سوار ہو جاؤ اور اپنی زبان سے اس کو پڑھو قولہ تعالیٰ: وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ترجمہ:- اور بولا سوار ہو اس پر اللہ کے نام سے چلنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان اور وہ بہتی رہی پانی کی لہروں میں مثل پہاڑ کے، یہ آیت جب پڑھی کشتی پانی پر رواں ہو گئی اور بول و براز سے آدمیوں کے کشتی بہت غلیظ ہو گئی۔ حضرت نوحؑ نے الہام الٰہی سے ہاتھی کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ قدرت الٰہی سے دو خوک اس کی ناک سے پیدا ہوئے اور انہوں نے سب غلاظت کشتی کی صاف کی اور ابلیس علیہ اللعنۃ نے خنزیر کی پیشانی

پر ہاتھ پھیرا تو اس کی ناک سے دو چوہے پیدا ہوئے، حضرت نوحؑ نے کہا کہ اے شیطان لعین تجھے اس کشتی پر کون لایا۔ شیطان ملعون بولا اس وقت کہ تو نے خنزیر کو ملعون کہا اور میں جانتا تھا کہ تم مجھی کو ملعون کہو گے۔ لہذا میں خنزیر کے ذریعے سے کشتی میں آیا ہوں، چنانچہ چوہے جب کشتی میں سوراخ کرنے لگے تب حضرت نوحؑ نے خدا کی درگاہ میں فریاد کی، حضرت جبرائیلؑ نے آکر حضرت نوحؑ سے کہا کہ تو شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیر۔ تب حضرت نوحؑ نے شیر کی پیشانی پر اپنا ہاتھ پھیرا تو دو بلیاں اس کی ناک سے پیدا ہوئیں اور ان بلیوں نے سب چوہے کشتی کے کھا لیے اور اسی دن سے بلی دشمن ہوئی چوہے کی حضرت نوحؑ

رجب کی دوسری تاریخ سے عشرہ محرم الحرام تک تقریباً چھ ماہ آٹھ دن کشتی پر ہی رہے۔ بعدہٗ جناب باری سے ندا آئی قولہ تعالیٰ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ - ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور رہو قوم سے جو بے انصاف ہے۔

فائدہ۔ چالیس دن برابر پانی آسمان سے برستا رہا اور اسی طرح چالیس روز تک پانی زمین سے ہر وقت اُبلتا رہا پھر چھ مہینے کے بعد پہاڑوں کے سر کھلے اور کشتی ٹھہری ہوئی تھی جودی پہاڑ پر اور یہ پہاڑ ملک شام میں ہے پھر جب بارش موقوف ہوئی اور زمین خشک ہو گئی اور اتنی خشک ہو گئی کہ ایک قطرہ بھی پانی کا زمین پر نہ رہا۔ اور جب پانی خشک ہو رہا تھا تو کشتی نوحؑ اس دن زمین حجاز میں تقریباً ستر مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر کے ملک شام کی طرف نکل گئی اور جودی پہاڑ پر ساکن ہو گئی اور پھر اس کے بعد جہاں کہیں پہاڑ تھے وہ سب دکھائی دینے لگے حضرت نوحؑ نے کسی پرندے کو زمین پر بھیجا تا کہ وہ خبر لائے کہ زمین پر کس قدر پانی ہے۔ وہ پرندہ جو حضرت نوحؑ نے بھیجا

تھا وہ زمین پر جا کر دانہ چگنے میں مشغول ہو گیا اور پھر وہ واپس نہ آیا اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اسے اڑنے سے معذور کر دیا۔ پھر اس کے بعد حضرت نوحؑ نے کبوتر کو بھیجا وہ زمین پر جا بیٹھا اور کچھ سرخی تر اپنے پاؤں پر لگا کر کشتی پر آیا۔ تب حضرت نوحؑ نے کبوتر کے حال پر دعا فرمائی کہ پوری مخلوق اس کو پیار کی نگاہ سے دیکھے اور اسی وقت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے سات راہیں پانی کی بنادیں اور سات دریا روئے زمین پر جاری ہوئے۔ تب سارا پانی جو کچھ زمین میں باقی تھا وہ دریاؤں میں جا گرا اور اس کے علاوہ جو کچھ تھوڑا بہت رہ گیا وہ تمام کا تمام خشک ہو گیا اور حضرت نوحؑ نے کشتی سے باہر نکل کر ایک جانور کو بھیجا وہ زمین پر گیا اور وہ بسبب پانی نہ ہونے کے ٹھہر نہ سکا پھر واپس آیا۔ تب حضرت نوحؑ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور اپنی تمام قوم کو کشتی پر سے اتار لیا۔ اس وقت حکم اللہ تعالیٰ کا ہوا کہ اے نوحؑ جتنے تخم اور جڑیں ہیں یہ سب زمین پر بو دے چنانچہ حضرت نوحؑ کو تمام قسم کی جڑیں اور تخم مل گئے لیکن انگور کی جڑ نہ ملی تب جناب باری میں عرض کی۔ آواز آئی کہ اسے ابلیس لعین نے چرا لیا ہے۔ تب حضرت نوحؑ نے اس سے کہا کہ تو نے انگور کی جڑ چرالی ہے اس کو لا کر دو شیطان نے انکار کیا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ تو نے ہی اس جڑ کو چرایا ہے۔ اب شیطان نے کہا کہ میں لا دوں گا حضرت نوحؑ نے قبول کر لیا۔ پھر کچھ ہی دیر میں اس نے لا کر حضرت نوحؑ کے سامنے پیش کر دی اور اس نے ایک شرط بھی کی کہ جب تم بو دو گے تو اس کی جڑ میں ایک بار تم پانی دو گے اور تین بار ہم پانی دیں گے، یہ بھی حضرت نوحؑ نے قبول کر لیا پھر انگور کو زمین میں بو دیا اور بموجب قول اپنے عمل میں لائے چنانچہ حضرت نوحؑ نے اس کی جڑ میں ایک دفعہ پانی دیا اور شیطان لعین نے تین دفعہ، یعنی لومڑی اور شیر اور سور ان تینوں کو مار کر خون ان کا اس کی جڑ میں دبا دیا۔ اور جو شیرینی انگور میں ہے وہ تو حضرت نوحؑ کے پانی دینے کی وجہ

سے ہے اور اس سے جو شراب بنتی ہے وہ ابلیس لعین کے پانی دینے کی وجہ
سے ہے۔ اسی واسطے شرابیوں کا مزاج پہلے لومڑی کے مزاج جیسا ہوتا
ہے اور پھر اس کے بعد شیر کا جیسا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد سور جیسا
ہو جاتا ہے کیونکہ نشے کی حالت میں وہ شرابی کسی کو دیکھتا، سمجھتا اور سنتا سناتا
بھی نہیں، اور یہ قاعدہ تقریباً کلیۃً ہے کہ ہر شے میں تاثیر اصل کی ضرور ہوتی
ہے، بمصداق کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ۔ اور یہ سب شیطان کے فعل سے
ہے اور ابلیس نے کہا اے شیخ الانبیاء تیرا احسان مجھ پر بہت ہے مجھ سے
تو کچھ مانگ لے حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ اے ملعون تو ہمارے کس گناہ سے
خوش ہوا ہے بولا تو نے گناہ نہیں کیا تو نے ہزاروں کافروں کو خدا کی درگاہ
میں دعا کر کے ہلاک کرا دیا وہ سب دوزخ میں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے
حضرت نوحؑ نے اس بات کو سن کر ترس کھا کر سو برس تک روتے رہے۔ ایک
روز حضرت نوحؑ نے پوچھا کہ اے ملعون کون سا فعل ہے کہ جس کے کرنے
سے اولادِ آدم دوزخ میں جائے گی وہ بولا کہ چار چیزیں ہیں اور وہ یہ ہیں۔
حسدؔ و حرصؔ و تکبرؔ و بخلؔ حضرت نوحؑ نے اس کی شرح اس سے پوچھی،
اس نے بیان کیا کہ میں نے ستر ہزار سال خدائے عزّ و جلّ کو سجدہ کیا اور اسکی عبادت بجا
لایا۔ جب آدم کو حق تعالیٰ نے بنایا اور ان کو سجدہ کرنے کے لیے سب
فرشتوں کو حکم کیا۔ سب فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا تو میں نے حسد کر کے نہ کیا
اس لیے میں سزاوار لعنت کا ہوا، اور دوسری یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو ارشاد
فرمایا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ اس وقت پھر میں نے تکبر کیا اور کہا میں
اس سے بہتر ہوں کیوں کہ تو نے آدمؑ کو خاک سے اور مجھ کو بنایا نار سے اس لیے
حق تعالیٰ نے اپنی درگاہ سے مردود کیا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حرص ہوئی
آدمؑ کو گیہوں کھانے کی کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا تاکہ وہ ہمیشہ جنت
میں رہیں اور میں نے ان کو گیہوں کھلایا۔ اس لیے وہ بہشت سے نکالے گئے

یہاں گرفتار ہوئے، اور چھ تھے یقینی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بخیلوں پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور وہ ہرگز جنت میں نہ جائیں گے، ابلیس لعین جب یہ ماجرا حضرت نوحؑ کو سنا کر چلا گیا۔ بعدہٗ آنحضرتؑ پر جناب باری سے حکم ہوا اے نوحؑ کشتی کی لکڑی سے تو ایک مسجد بنا۔ تب انہوں نے جودی پہاڑ پر ایک مسجد بنائی اور وہاں بستی بن گئی اور نام اس بستی کا ثمانین رکھا۔ یعنی اس کے معنی ہیں اسی (۸۰) آدمی مومن اور مومنہ، حضرت نوحؑ کے ساتھ وہاں رہتے تھے اور اس کے چندروز کے بعد حضرت نوحؑ نے وفات پائی۔ پھر اولاد ان کی سام، حام اور یافث باقی رہی۔ چنانچہ یہ پوری مخلوقات ان تینوں کی نسل سے ہیں۔ اہل عرب و عجم سام کی اولاد ہیں اور اہل حبش حام کی اولاد سے ہیں اور اہل ترکستان یافث کی اولاد سے ہیں اور مروی ہے کہ حضرت نوحؑ ایک روز سو گئے تھے ہوا سے کپڑا عورت کی ستر کا الگ ہوگیا تھا۔ اور حام کی نظر اس پر پڑی وہ ہنس کر چپکا ہو رہا اور سام کی نظر جب پڑی تو اس نے کپڑا اڑھا دیا۔ جب نوحؑ خواب سے بیدار ہوئے تو ان دونوں کا ماجرا سنا اور حضرت نوحؑ نے سامؑ کو دعائیں دیں۔ اس واسطے ان کی اولاد پیغمبر ہوئی اور حام کو بد دعا دی اسی وجہ سے ان کا منہ سیاہ ہوا، اور اولاد بھی اس کی سیاہ رہی اور بعض نے کہا ہے کہ حام نے سام کو دعا دی تھی اس لیے اولاد ان کی پیغمبر ہوئی اور مروی ہے کہ عمر نوحؑ کی چودہ سو برس کی تھی۔ اور ایک دوسری روایت ہے کہ ایک ہزار بیس برس تھی اور تیسری روایت میں ہے کہ ہزار برس کی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ساڑھے نو برس کی تھی اور غالباً یہی صحیح ہے۔ سورۂ عنکبوت میں مذکور ہے جب نوحؑ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو فرشتوں نے ان سے پوچھا اسے شیخ الانبیاء دنیا کو کیسا دیکھا حضرت نوحؑ نے فرمایا مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک دروازے سے گھس کر دوسرے دروازے سے نکل آیا۔ بعدہٗ اولاد سام میں سے بعض نے کوفے میں اور بعض نے یمن میں اور بعض

حجاز و شام میں اور بعض نے مغرب میں جا کر شہر بسائے اور اولاد حام نے ہندوستان میں آکر شہروں کو آباد کیا۔ اولاد یافث ترکستان میں جا کر سکونت پذیر ہوئی اور وہاں بہت سے شہر آباد کئے۔ چنانچہ سارا جہان ان تینوں ہی سے آباد ہوا۔ سب سے پہلے شیطان علیہ اللعنۃ نے ہندوستان میں آکر لوگوں کو بت پرستی کی راہ بتائی۔ پھر اس کے بعد ترکستان جا کر لوگوں کو وہاں بھی بت پرستی سکھائی۔ بعدہ ملک عرب میں جا کر وہاں کے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ اور ایک بادشاہ جس کا نام اس ملک عرب میں جرہم تھا اور وہ قد و قامت میں چار سو گز بلند تھا۔ تمام ملک عرب اس کا مطیع و فرمانبردار بعض نے کہا کہ حضر موت اسی کا نام تھا۔ اس نے وہاں مکانات و باغات اور نہریں بنائی تھیں۔ اور اس کی قوت و شجاعت میں اس کے برابر ملک عرب میں کوئی ثانی نہ تھا۔ تقریباً سات سو برس تک ان میں سے کوئی بھی نہ مرا تھا اور وہ سب موت کو بھول گئے تھے اور زمین ان سے آباد و معمور تھی اور سب کے سب جاہل تھے کوئی بھی اہل علم نہ تھا اور تہذیب و تمدن سے بالکل ناآشنا تھے۔ چنانچہ ایک دن شیطان ان کے پاس آیا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ تم کس کی پرستش کرتے ہو۔ ان لوگوں نے شیطان سے کہا کہ ہم لوگوں کو کچھ بھی علم نہیں ہے کہ کس معبود کی پرستش کریں یہ بات ان لوگوں کی سن کر شیطان نے کہا کہ میں تم کو بتاؤں گا کہ جس کی تمہارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔ تب شیطان علیہ اللعنۃ ان لوگوں میں سے چند کو لے کر خطہ ہندوستان آیا اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کی پرستش کرتے ہوئے ان لوگوں کو دکھائی اور ان کو پھر اچھے طور پر بت پرستی کی تلقین کی اور پورے طریقہ سے بت پرستی کا عادی بنایا اور وہ لوگ جو شیطان کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے وہاں سے ان پانچ بتوں کو اٹھا کر اپنے گھروں میں لے گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ: وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۵ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ترجمہ: اور بولے نہ چھوڑ لیو اپنے ٹھاکروں کو یعنی وَد کو

اور نہ سواع اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو، اور یہ سب کے سب لوگ ان کو پوجنے لگے اور تمام عالم بت پرست ہو گیا۔

بیان حضرت ہُود علیہ السّلام کا

حق تعالیٰ نے حضرت ہُود علیہ السلام کو قوم عاد پر بھیجا وہ قوم دراز قد اور چوڑے جسم کی اور نہایت خوفناک تھی سب سے لمبا ان میں سو گز کا اور ٹھگنا ساٹھ گز کا اور وہ سب کے سب بت پرستی کرتے تھے اور خدا پرستی سے از حد بیزار تھے اور وہ سنگ کو تراش کے پہاڑوں میں اپنے مکان بناتے تھے اور اپنی تنگ نظری اور سنگدلی سے بتوں پر ایمان لاتے تھے مگر ان میں سے ایک فرقہ ایمان لایا تھا اور وہ ان کافروں کے خوف سے اپنا ایمان چھپاتا تھا جب حضرت ہُودؑ کے پند و نصائح حد سے زیادہ ہوئے تو سب کافر حضرت ہودؑ کو ایذا دینے کے لیے آمادہ ہو گئے جو لوگ ان پر ایمان لا چکے تھے انہوں نے حضرت ہودؑ کو اس بات کی اطلاع دی تو حضرت ہودؑ نے جناب باری میں ان کفاروں کے واسطے بد دعا کی اس بد دعا کے نتیجہ میں برسات موقوف ہو گئی اور زراعت سوکھ گئی اور تقریباً سات برس تک وہ کافر قحط کی بلا میں گرفتار ہوئے اور بھوک و پیاس کے مارے اپنی زندگی سے بیزار ہوئے حضرت ہود نے ان لوگوں سے بہت شفقت و محبت سے فرمایا کہ تم لوگ سب ایمان لے آؤ اور اپنے آپ کو دنیا کی آفت اور قیامت کی آتش سے بچاؤ اور یہ سب آفتیں تم کو جو پہنچ رہی ہیں وہ تمہارے کفر کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں۔ اور بت پرستی خدا کے نزدیک سب سے برا کام ہے اس سے بچو اور وہ لوگ ہمیشہ ہودؑ سے بڑی بے ادبی اور گستاخی سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے بتوں کی پرستش نہ چھوڑیں گے اور اپنے دین باطل سے کبھی منہ نہ موڑیں گے اور اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ جس پر کوئی بڑی مشکل آتی تھی وہ سخت مہم میں مبتلا

ہو جاتا تھا تو وہ حرم میں مکے جا کر التجا کرتا تھا اور جناب الٰہی میں نہایت عاجزی کرتا تھا، لہٰذا اس کی دعا قبول ہوتی تھی۔ ان دنوں ایک قوم مکے میں رہتی تھی اور اپنے تئیں شریف اور رئیس مکہ اور سردار مکہ کہلاتی تھی، جب لوگ قوم کے ان بلاؤں میں گرفتار ہوئے تو ان میں سے ستر رئیسوں نے مکہ جانے کا ارادہ کیا اور وہ سب جانے کے واسطے تیار ہو گئے، ساری قوم نے ان کو یہ وصیت کی کہ مکے میں جا کر دعا استسقاء باران رحمت مانگنے کی ہر شخص کوشش کرے، جب یہ لوگ اپنی مسافت منزلیں پوری کر کے مکہ پہنچے اور وہاں جا کر معاویہ ابن بکر کے گھر میں اترے تو وہ ان سب لوگوں کے واسطے طعام و شراب کی ضیافتیں کرنے و مجلس عیش و عشرت میں گانا سنوانے لگے، تو یہ لوگ اپنی بھوک و پیاس کی مصیبت کو دیکھ گئے کہاں کی دعا اور کہاں کا استسقاء وہ سب کے سب دن رات راگ و گانا سننے لگے۔ ادھر ساری قوم نے حضرت ہودؑ سے کہا اے ہودؑ ہم تیرے خدا کو ہرگز نہ مانیں گے اگر تو ہم کو ڈراتا ہے عذاب سے تو کم از کم ہم کو اپنے خدا کو تو دکھا وہ کیسا ہے جو ہم پر عذاب لائے گا اور اگر تو نے ہم کو اپنے خدا کو نہ دکھایا تو پھر ہم تجھے ضرور مار ڈالیں گے۔ یہ باتیں سن کر حضرت ہودؑ نے اپنے خدا کی درگاہ میں تضرع کی اور کہا کہ خدایا مجھے ان کے ظلم سے بچا کیونکہ مجھے ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ شاید یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ اس قوم کے سردار کا نام عاد تھا۔ اس کے زمانے سے زمانہ طوفان تک سات سو برس گزرے تھے اور قوت اس کی اس قدر تھی کہ اگر پتھر پر پاؤں مارتے تو اپنی زانو تک اس میں گھس جاتے لیکن سب کے سب نافرمان تھے اور اپنی زبانوں سے یہ کہتے تھے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ط ترجمہ: یعنی کون ایسا ہے پردہ زمین پر کہ ہم سے قوت زیادہ رکھتا ہو، جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اے ہودؑ وہ ستر آدمی جو تجھ پر ایمان لائے ہیں ان کو اپنے ساتھ لے کر پہاڑ پر جا رہو۔ تب حضرت ہودؑ ان کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے اور کہا اے قوم اب تم کو

ہوا ہلاک کرے گی۔ اور تم پر غضب الہٰی عنقریب آئے گا وہ بولے کون ایسی ہوا ہے جو ہم پر غالب ہوگی، تب خدا ئے تعالیٰ نے حضرت ہودؑ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی قوم سے کہہ دو۔ قولہ تعالیٰ، وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۔

ترجمہ:۔ اے میری قوم اپنے گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور پھر اپنے کو رجوع کرو اسی کی طرف تاکہ تم پر چھوڑ دے آسمان سے دھاریں اور زیادہ سے زیادہ تم کو دے اور نہ پھر جاؤ تم گنہگار ہوکر کافروں نے کہا کہ ہم تو توبہ نہیں کریں گے اور نہ ہم تم کو اس کا رسول تسلیم کریں گے۔ پس ایک قوم کو بھیجا کہ مکے میں جاکر پانی طلب کریں پس اس قوم میں سے چھ آدمی مکے کو گئے ان میں سے صرف دو شخص مسلمان تھے۔ لیکن دین اپنا چھپائے رکھے تھے اور ان دونوں کا نام مزید اور لقیم تھا اور ان کے سردار کا نام قیل تھا یہ ستّے ہزار آدمی لے کر مکے کو گئے۔ مزید نے ان سے کہا کہ جب تک تم حضرت ہودؑ پر ایمان نہ لاؤ گے، اس وقت تم پر باران کا برسنا موقوف رہے گا یہ بات مزید کی سن کر سب نے ان کو جھٹلایا۔ اس کے بعد مزید اور لقیم نے کہا یا الہٰی یہ لوگ تیری رحمت کے قائل نہیں ہیں تو ہماری حاجتیں پوری کر بارگاہ الہٰی سے آواز آئی کہ کیا مانگتا ہے مانگ مزید نے کہا یا الہٰی میں قیامت تک دنیا میں بھوکا نہ رہوں۔ حکم ہوا کہ میں نے تیری یہ حاجت قبول کرلی۔ بعدہٗ لقیم نے کہا یا الہٰی سات دفعہ کی عمر چاہوں، بطناً بعد بطن تین ہزار برس تک زندگانی کروں۔ حکم ہوا میں نے تجھے بخشی اور قیل نے کہا کہ خداوندا کوئی ہماری قوم میں بیمار نہیں ہوا کہ تجھ سے شفا چاہوں، اور نہ کسی مشکل میں پڑا ہوں کہ تجھ سے یاری مانگوں مگر پانی مانگتا ہوں واسطے قوم عاد کے، اتنے میں تین ساعت کے اندر ابر سیاہ و سفید و سرخ میں پیدا ہوا اور آواز آئی کہ اے قیل ان تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر۔ تب قیل نے دل میں سوچا کہ ابر سیاہ سفید و سرخ میں پانی نہیں ہوتا مگر ابر سیاہ پانی

سے خالی نہیں ہوتا لہذا اس کو اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابر سیاہ ساتھ ساتھ اس کے منزل مقصود کو جا پہنچا۔ وہب ابن عقبہ نے روایت کی ہے کہ ساتویں زمین پر ایک ہوا ہے اور اس کا نام ریح العقیم ہے اور ستر ہزار زنجیروں سے اس کو باندھ رکھا ہے۔ اور ستر ہزار فرشتے اس پر محافظ اور متوکل ہیں جب قیامت کا دن ہوگا وہ ہوا چھوڑ دی جائے گی۔ اور وہ اتنی تیز ہوگی کہ پہاڑوں کو مانند ریزہ ابریشم کے اڑا دے گی اور آسمان گر پڑے گا اور اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے، اور وہ روئی کے گالے کی مانند اڑتا پھرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ترجمہ:۔ پھر جب پھونکیں گے نرسنگھے میں ایک پھونک اور اٹھائی جاوے گی زمین اور پہاڑ ٹپکے جاویں ایک چوٹ اس دن ہو پڑنے والی اور پھٹ جاوے گا آسمان پھر اس دن وہ سست ہوگا۔ حکم ہوا کہ اے فرشتو! وہ ہوا قوم عاد پر کچھ دیر کے واسطے چھوڑ دو۔ تب انہوں نے عرض کی کہ اے جبار عالم کس قدر چھوڑ دیں۔ حکم ہوا کہ گائے کی ناک کے نتھنے کے اندازے سے چھوڑ دو۔ انہوں نے پھر عرض کی کہ یا رب العالمین اس مقدار سے تو سارا عالم ہی برباد ہو جائے گا تب حکم ہوا کہ سوئی کے ناکے کے سوراخ کے برابر چھوڑ دو جب انہوں نے تعمیل خدا کو بجا لاتے ہوئے اس ہوا کو سوئی کے سوراخ کے برابر سے چھوڑا تو وہ ہوا مانند ابر سیاہ کے پہاڑ کی طرف نکل کر آئی اس ہوا کو دیکھ کر قوم عاد بہت خوش ہونے لگی۔ قولہ تعالیٰ: قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا ترجمہ:۔ بولے یہ ابر ہے ہم پر ضرور برسے گا۔ حضرت ہودؑ نے کہا قولہ تعالیٰ: بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ترجمہ:۔ کوئی نہیں وہ یہی ہے کہ جس کی تم لوگ شتابی کرتے تھے اور یہ وہ ہوا ہے جس میں دکھ کی مار ہے اور جب ہوا نکلی کافروں نے کہا اے ہود تو نے جو خوشخبری پہنچائی کہ جس سے ہم خشک تر ہوں گے

ہودؑ نے فرمایا اے کافرو! ذرا صبر کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر عذاب الیم پہنچتا ہے وہ اس خبر کو سن کر تقریباً سات لاکھ مرد تین پہاڑوں کے دامن میں جا رہے جہاں ہوا کی راہ ایک طرف سے بھی نہ تھی اور یہ سب آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اور اپنے پاؤں کو گھٹنوں تک زمین میں گاڑ کر بیٹھے تھے اور زن و مرد لڑکے بالے چارپالیوں کو بیچ میں اپنے لے لیا اور یہ کہتے تھے کہ تین طرف تو ہمارے پہاڑ ہے اور ایک جانب ہم سب ہیں دیکھتے ہیں کہ کون سی ہوا ہے کہ ہمارے بیچ سے گزرتی ہے اور وہ ہم پر کس طرح زور کر سکتی ہے جب متکبروں نے اپنی قوت کا غرور کیا کہ ناگہاں ایک آواز رعد کی آئی اور ہوا نے اس قدر زور کیا کہ پہلے مکانات اور قصر وغیرہ جتنے تھے سب کو جڑ سے کھود کر پھینک دیئے اور تمام تعمیرات برباد ہو گئیں اور ان کی عبرت کے واسطے ان کے پاؤں کے نیچے اور ان کے سامنے سرنگوں کر کے زمین پر ڈال دیا۔ مثال اس کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ ترجمہ۔ یعنی پھر تو دیکھے گا لوگ ان میں بچھڑ گئے جیسے وہ جھنڈ ہیں کھجور کے کھوکھلے پھر کیا دیکھا کہ ان میں کوئی بچ رہا، اور پھر دھول و خاک میں ایک برس تک پڑے روتے رہے اور جو شخص بھی ان کے رونے کی آواز سنتا تو وہ بھی ہلاک ہو جاتا۔ نہایت ہی بھیانک اور خراب آواز ان کے رونے کی تھی اور حضرت ہودؑ نے ایک خط زمین پر کھینچ کر مومنوں کو اس کے اندر رکھ لیا، ہوا نے بہت زور کیا مگر جو لوگ کہ مومن تھے، ان کا سر مو ذرہ برابر بھی اس ہوا سے کچھ نہ بگڑا اور وہ صحیح سلامت رہے۔ سچ کہا ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ، جو شخص کہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا بھی اللہ ساتھی ہوتا ہے، بعدہٗ ہودؑ مومنوں کو اپنے ہمراہ لے کر جو ہم کے پاس گئے اور کہا کہ عذاب الٰہی تو نے دیکھا اس نے کہا ہاں۔

تب حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ کہہ لا الٰہ الا اللہ ہود رسول اللہ۔ وہ ملعون

بولا کہ جب تک کہ تو اس قوم کو زندہ نہ کرے گا اس وقت تک میں تجھ پر ایمان
نہ لاؤں گا اور وہ مردود یہ کہہ رہا تھا کہ میں کہ اس وقت اس کے قدم کے نیچے
ہوا نے اس زور کا تھپیڑا دیا اور سخت عذاب نے آکر اس کی ساری قوم کو
ہلاک کر دیا۔ پس اس کے بعد حضرت ہودؑ تقریباً چار سو برس تک زندہ رہے
اور اس کے بعد دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اور ان کی دنیا سے چلے
جانے پر تمام مومنین حضرات کافی عرصہ تک روتے رہے اور مومنین حضرات
نے نہایت احترام کے ساتھ حضرت ہودؑ کو دفن کیا۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ حضرت ہودؑ کے انتقال کے بعد ان کے ماننے والے مومنین ایک سو سال تک
زندہ رہے بعدہٗ ان لوگوں نے بھی انتقال کیا۔ اور ان کی اولاد بھی اپنے آبائی
دین پر ایک عرصۂ دراز تک قائم رہی۔ اور ایک کثیر آبادی سے وہ لوگ آباد ہوئے
اور دین و دنیا کی راہ مخلوق خدا کو بتاتے رہے۔ اتفاقاً ایک روز شیطان
مردود ان کے پاس آیا اور اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم سب کس کو پوجتے
ہو۔ انھوں نے کہا کہ زمین و آسمان کے خدا کو پوجتے ہیں۔ ابلیس لعین نے
کہا کہ کیا تم خدا کو دیکھتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ شیطان نے یہ سن کر ان
سے کہا کہ تم اس پتھر سے ایک بت بنا کر پوجا کرو تا کہ وہ روز قیامت تمہارے
لیے شفیع ہووے ان لوگوں نے ابلیس کی باتوں پر یقین کر کے ایک بت پتھر
کا بنا کر میدان میں رکھ دیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ
جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ترجمہ:۔ اور کیسا کیا تیرے رب نے قوم ثمود سے جنھوں نے
تراشے پتھر واسطے بت بنانے کے اور ان کو وادی میں رکھ دیا۔

فائدہ:۔ وادی میدان ان کے مکان کا نام ہے اور ان لوگوں نے پہاڑوں
کو کھود کر اپنے رہنے کے واسطے گھر بنائے تھے اور اسی پتھر سے اپنے
پوجنے کے واسطے بت بھی تراشے تھے اور اس بت کے چاروں طرف چھید
کر کے اس میں نقرہ پلا دیا تھا اور ایک تخت عظیم الشان بچھا کر اس پر ایک

سونے کی کرسی رکھ کر اس بت کو رکھ دیا تھا۔ بعدہٗ ابلیس نے کہا کہ تم سب اس کو سجدہ کرو۔ اور ابلیس کے کہنے سے سب لوگوں نے سجدہ کیا۔ اور وہ سب کافر ہو گئے۔ اور اسی جگہ ایک گنبد عظیم الشان بنا کر اسے معبد خانہ قرار دیا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا بعدہٗ اللہ نے ایک مچھر کو بھیجا۔ اس نے اس گنبد کو چھید کر کے بت کے اندر جا کر خرطوم اپنا اس کے سر میں چبھو کر کرسی سمیت اس کو اٹھا کر دریائے محیط میں ڈال دیا۔ تمام کافر یہ حال دیکھ کر بہت متحیر و پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہم کس کو پوجیں گے۔ بعدہٗ خدا نے تعالیٰ نے اسی قوم کی طرف حضرت صالحؑ کو بھیجا بعد قصۂ حضرت ہودؑ کے قصۂ شدّاد لعین کا تحریر کرتا ہوں کیونکہ شدّاد لعین بھی حضرت ہودؑ کے زمانے میں تھا۔ اسی وجہ سے حضرت ہودؑ کے بعد ہی تحریر کیا گیا۔

بیان شدّاد لعین کا

اکثر مورخین حضرات نے شدّاد کا ذکر بھی حضرت ہودؑ کے ساتھ کیا ہے چونکہ وہ بھی قوم عاد سے تھا۔ اور قوم عاد ہی کی طرف حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا۔ اس واسطے میں بموجب پیروی اہل تاریخ کے اس حال عجیب اور قصۂ غریب کو تحریر کرتا ہوں کہ اہل ایمان کو اس احوال سے عبرت ہو اور خداوند قدوس کی قدرتوں پر یقین واثق ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شدید اور دوسرے کا نام شداد تھا۔ اور یہ دونوں ہفت اقلیم کے بادشاہ تھے اور ان دونوں کا مسکن ملک شام تھا۔ شدید تو تقریباً سات سو برس تک بادشاہی کر کے مر گیا۔ بعدہٗ شدّاد ملعون بادشاہ ہوا اس نے تمام روئے زمین کو مسخر کیا۔ اور جہاں تک اس کی بادشاہت کا تعلّق تھا۔ اسی کا حکم چلتا تھا اور شب و روز اس کو حکومت ہی سے کام تھا اور وہ اسی خوشی میں خوش رہتا تھا اور اس کے ماننے والے اگرچہ کفر و شرک میں مبتلا تھے لیکن اس کے عدل کی

وجہ سے شیر و بکری ایک ہی جگہ پانی پیتے تھے۔ ایک نقل اس انصاف کی تحریر کرتا ہوں تاکہ اس کے عدل کی تاثیر ہو جائے، دو شخص اس کے محکمہ عدالت میں آئے ان دونوں نے اپنے عجیب احوال سنائے، ایک شخص بولا کہ میں نے اس سے ایک قطعہ زمین کا لیا ہے اور پوری قیمت دے کر اپنا قبضہ کیا ہے میں نے اس زمین میں خزانہ پایا ہے وہ اس کو دیتا ہوں اور یہ کہتا ہے کہ میں نے تو زمین کو بیچا ہے اب میں اس خزانہ کو ہرگز نہیں لیتا۔ دوسرا بولا کہ میں نے تو زمین خریدی نہ کہ خزانہ خریدا ہے اب یہ اس کے لینے میں بہت حیلہ وبہانہ کرتا ہے جب حاکم وقت نے پوچھا کہ تمہارے دونوں کی کچھ اولاد بھی ہے یا ساری عمر تمہاری لاولدی سے برباد ہے، وہ بولے کہ ایک کی بیٹی اور ایک کا بیٹا ہے حکم کیا دونوں کو آپس میں نکاح باندھ کر یہ مال ان کو دے دو اور بموجب حصے کے ہر ایک تقسیم کرو ایسے انصاف سے ان کا قضیہ طے کیا۔ اور اس نے اپنے تئیں دنیا میں نیک نام کیا۔ بعدہ حضرت ہودؑ کو اس کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ ہر چند حضرت ہودؑ نے اس کو دعوتِ ایمان دی پر وہ ایمان نہ لایا اور کافر و مشرک مرا۔ حضرت ہودؑ نے جب اس کو دعوت ایمان پیش کی اور ایمان لانے کے واسطے اس کو کہا تو وہ کہنے لگا کہ اگر میں تمہارا دین قبول کر لوں تو ہم کو کیا فائدہ ہوگا۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ تجھ کو اس کے عوض بہشت جاودانی عنایت کرے گا اور ہمیشہ تجھ پر اپنا فضل وکرم اور مہربانی مرحمت فرمائے گا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اس کو اچھی اچھی باتیں بتائیں جو آخرت میں اس کے واسطے نجات کا سبب بن سکتی تھیں، لیکن اس ملعون نے ان بھلی باتوں پر کچھ بھی احساس وخیال نہ کیا اور مزید کہنے لگا کہ اے ہودؑ تو مجھے بہشت کی طمع دلاتا ہے اور میں نے بہشت کی صفت سنی ہے۔ میں بھی اسی دنیا میں مثل اس مکالمہ کے بعد اس ملعون نے اسی وقت ہر ایک ملک کے بادشاہوں وزیروں اور اکابروں کو خطوط لکھے جو اس کے زیر تابع تھے

اور اس میں لکھا ہے کہ تمہارے ملک میں جس جگہ زمین ہموار اور میدان مسطح نشیب و فراز اس میں نہ ہو اس کی جلد ہم کو اطلاع دو۔ ہم اس جگہ پر بہشت بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے بعد فوراً ہی اپنے قاصد ہر جگہ بھیجے تاکہ وہاں سے سونا، چاندی اور جواہرات لے کر جلد آئیں، نیز ان قاصدوں سے یہ بھی کہہ دیا کہ جتنے بھی مشک و عنبر اور مروارید ہاتھ آئیں وہ سب کے سب ہم ساتھ آویں کہا جاتا ہے کہ اس وقت شداد کے زیر حکم ہزار ملک اور ایک ہزار بڑے شہر تھے اور ملک اور ہر شہر میں تقریباً ایک لاکھ آدمی موجود تھے بہت ہی شدید جستجو کے بعد خطہ عرب میں ایک قطعہ زمین جس کی مسافت چالیس فرسنگ کی تھی ملی۔ اس کے بعد فوراً امیر و امراء کو حکم ہوا کہ تین ہزار استاد پیمائش کریں اور ہر ایک استاد کے ساتھ سو سو بہترین کاریگر ہوں یہ حکم مقرر کر دیا گیا اور سارے ملک کا خزانہ وہاں لا کر جمع کریں سب سے پہلے چالیس گز زمین سے کھود کر سنگ مرمر سے بنیاد بہشت کی رکھو، چنانچہ اس کے حکم سے بنیاد درست کی گئی اور اس کی دیواریں چاندی اور سونے کی اینٹوں سے اٹھائی گئیں۔ چھت اور ستون زبرجد اور زمرد سبز سے بنائے گئے چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شداد لعین کی بہشت کے حال سے اور ستونوں سے اس کے خبر دی کہ دنیا میں کسی نے ایسی بہشت، نہیں بنائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کیسا کیا رب تیرے نے عاد سے جو ارم کے بڑے ستون بنانے تھے جو کسی شہر میں ویسا بنا نہیں۔ فائدہ یعنی عاد ایک قوم تھی اور ارم اس میں ایک قبیلہ تھا اور ان میں سلطنت تھی۔ ان میں عمارتیں وہ اونچی اونچی بناتے اور صفتیں اس بہشت کی یہ ہیں کہ درخت اس میں نصف چاندی اور نصف سونے کے بنائے تھے اور پتیاں ان درختوں کو زمرد سبز سے جڑی تھیں اور ڈالیاں اس کی یاقوت سرخ سے تھیں اور میوے انواع و اقسام کے اس درخت پر لگائے گئے تھے اور بجائے خاک کے اس میں مشک و عنبر

زعفران سے پر کیے تھے اور بجائے پتھر کے اس کے صحن میں موتی اور مونگا ڈالتے تھے اور نہریں اس میں شیر و شراب و شہد کی جاری کی تھیں اور بہشت کے دروازے پر چار میدان بنائے اور اشجار میوہ دار اس میں لگائے تھے اور ہر ایک میدان میں ایک ایک لاکھ کرسیاں سونے چاندی کی بچھی تھیں اور کرسی کے سامنے ایک ایک ہزار خوان میں جملہ اقسام طرح طرح کی نعمتیں رکھی تھیں اور یہ خبر بھی ہے کہ چالیس ہزار خزانے چاندی اور سونے کے بہشت کے خرچ کے واسطے تھے۔ یہاں تک کہ تین سو برس میں اس کا سرانجام ہوا۔ اور وکیلوں کو ہر ملک میں بھیجا کہ درم بھر چاندی اور سونا کسی ملک میں نہ چھوڑو سب اس بہشت میں لاکر جمع کرو آخر یہ نوبت پہنچی کہ ایک عورت بڑھیا غریب مسکین یتیم کر اس کی بیٹی کے گلوبند میں ایک درم چاندی تھی ظالموں نے اسے بھی نہ چھوڑا آخر وہ لڑکی رو پیٹ کر کہنے لگی کہ میں غریب فقیرنی ہوں سوائے ایک درم چاندی کے اور کچھ نہیں ہے۔ لہذا یہ ایک درم مجھ کو بخش دو مگر انہوں نے کچھ نہ سنا۔ تب اس غریبہ نے خدا کی درگاہ میں فریاد کی اس کی خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں قبول ہوئی۔ بمصداق اس حدیث کے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ مَقْبُوْلٌ۔ ترجمہ: پرہیز کرو مظلوم کی بددعا سے بیشک وہ مقبول ہوتی ہے۔ خبر ہے کہ شداد نے سارے ملک کے لڑکے اور لڑکیاں خوبصورت و حسین دیکھ کر دمشق میں جو اس کا مکان تھا۔ اس میں جمع کیں کہ مانند حور و غلمان کے بہشت میں اس کی خدمت میں رہیں مگر دس برس تک وہ کافر شداد ارادہ کرتا رہا کہ بہشت جا کر دیکھیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی بہشت میں جاوے۔ ایک روز کمال خواہش سے دو سو غلام ساتھ لے کر بہشت کے نزدیک جا پہنچا اور اس نے اپنے غلاموں کو چاروں میدانوں میں بھیجا اور ایک غلام کو ساتھ لے کر چاہا بہشت میں جائیں وہیں بہشت کے دروازے پر ایک شخص کو کھڑا دیکھا۔ اس سے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ شداد نے کہا تو یہاں کیوں آیا۔ ملک الموت

نے جواب دیا کہ میں یہاں تیری جان قبض کرنے آیا ہوں۔ شداد نے اس سے کہا کہ
تو ذرا مجھے مہلت دے تاکہ میں اپنی بنوائی بہشت کو دیکھ لوں، ملک الموت نے کہا کہ
خدا کا حکم نہیں کہ تو اپنی بنوائی ہوئی بہشت میں جاوے کیونکہ تجھ کو دوزخ میں جانا
ہے پھر شداد نے کہا کہ چھوڑ میں گھوڑے سے اتروں۔ ملک الموت نے کہا کہ
نہیں۔ تب اسی حالت میں اس کا ایک پاؤں گھوڑے کی رکاب میں رہا اور دوسرا
پاؤں بہشت کے دروازے پر تھا کہ جان اس کی قبض کرلی گئی، وہ مردود بہشت
نادیدہ دوزخی ہوا۔ اور ایک فرشتے نے آسمان سے ایک ایسی سخت زور سے
آواز کی کہ سب ساتھی اس کے ہلاک ہو گئے اور ایک لقمہ کھانے کی فرصت نہ
ہوئی اس وقت نہ مال رہا نہ ملک ادنیٰ و اعلیٰ فقیر و امیر سب برابر ہو گئے ملک
غارت ہو گئے اور وہ سب دوزخی ہو گئے، اور اس کی بہشت کو زمین کے
نیچے دبا دیا کہ قیامت تک کچھ اثر اس کا باقی نہ رہے، بعدہٗ اللہ تعالیٰ نے
حضرت صالحؑ کو قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

بیان حضرت صالح علیہ السّلام

قرآن مجید فرقان حمید میں رب العزت نے ارشاد فرمایا، والیٰ ثمود اخاھم
صالحا قال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہٍ غیرہٗ کا ترجمہ: اور ثمود کی طرف بھیجا
ان کے بھائی صالحؑ کو انہوں نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی اور نہیں
ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے ثمود درحقیقت ایک جماعت صاحب مال
کی تھی اور وہ بکریوں اور اونٹوں سے آسودہ حال تھے۔ جب قوم عاد کو حق تعالیٰ
نے اس دنیا سے غارت کیا تو اس کے بعد قوم ثمود نے ان کے شکستہ مکانوں
پر قبضہ کرلیا اور ان کو از سر نو تعمیر کرلیا اور یہ قوم بھی کثرت مال و کثرتِ اولاد
سے گمراہ ہوئی وہ اپنی دولت کے غرور پر نازاں رہتے تھے اور بتوں کی عبادت
میں مصروف رہتے اور ظلم و فساد کثرت سے کرتے تھے۔ حضرت صالحؑ نے قوم

ثمود کو دعوت الی اللہ دی اور اس قوم سے کہا کہ اے قوم اقرار کرو کہ خدا ایک ہے
اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ منکروں نے کہا کہ تمہاری پیغمبری کی کیا دلیل ہے
حضرت صالحؑ نے کہا کہ ہودؑ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے بسبب بے ایمانی اور بت
پرستی کے ہلاک کیا اور مجھے ان کے پیچھے اللہ تعالےٰ نے خلیفہ بنا کر تم پر بھیجا
ہے۔ قوم ثمود کے سردار بولے کہ اے صالحؑ اگر تم اللہ تعالےٰ کی طرف سے
پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہو تو ہم کو کچھ معجزہ دکھلاؤ۔ حضرت صالحؑ نے کہا کہ تم
بتاؤ کیا معجزہ دکھلاؤں؟ یہ بات سن کر آپس میں مشورہ کرنے لگے پھر کچھ دیر
بعد حضرت صالحؑ سے کہنے لگے کہ تم یہ معجزہ دکھاؤ کہ ایک اونٹنی اس پتھر
سے نکلے اور اسی وقت وہ بچہ بھی جنے۔ اور دودھ بھی دے۔ تب ہم جانیں
گے تم رسولِ خدا برحق ہو یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل
ہوئے اور کہا اے صالحؑ تم ان سے اقرار کر لو اور ان سے کہو کہ بغیر حکم خدا
کے وہ اونٹنی کو نہ ماریں۔ اور سوائے دودھ کے اس سے کچھ نہ کھاویں
کیوں کہ ان پر کوئی چیز اس کے حلال نہیں ہے پھر حضرت صالح علیہ السلام
نے ان سے اقرار لیا۔ اور اس اقرار کے بعد حق تعالےٰ کا حکم ہوا کہ اے
صالح تم دعا کرو اور میری قدرت کے نظائر دیکھو کہ میں نے تجھ سے چار ہزار
برس پہلے ایک اونٹنی اس پتھر کے اندر پیدا کر رکھی ہے تاکہ تیرا معجزہ ظاہر
ہو۔ اور تیری پیغمبری کی دلیل مضبوط ہو۔ پس حضرت صالح علیہ السلام نے خدا کی
درگاہ میں دعا کی اور تمام مومنوں نے آمین کہی۔ اتنے میں ایک عجیب آواز اس
پتھر سے نکلی، معاً ایک اونٹنی نہایت خوبصورت اس پتھر کے نیچے سے نکل آئی
اور وہ اتنی حسین اور خوبصورت تھی کہ اس جیسی سارے عالم میں دوسری نہ تھی۔
اور بعد ایک ساعت کے اس نے ایک بچہ دیا اور اس کے پاس تازہ گھاس
بھی نظر آئی جو اونٹنی نے کھائی تھی، اور خدا کے حکم سے فوراً ایک چشمہ اور
ایک چراگاہ پیدا ہو گئی اور اونٹنی اس میں چرنے لگی۔ اور اس قوم میں سات

قبیلے تھے اور ساتوں قبیلے اس چشمہ سے پانی پیتے تھے اور پانی کچھ کم نہ ہوتا تھا۔ ساربان اس اونٹنی کو اس چشمہ پر لے گئے، اس اونٹنی نے اس چشمہ کا سب پانی پی لیا۔ پھر اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم لوگ اس کا دودھ پیو، پس ساتوں قبیلے اس سے دودھ دوھ کر گھڑے اور مشکیں بھر بھر اپنے گھر لے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنی قوم سے کہہ دو کہ پانی اس چشمہ کا ایک روز اونٹنی کا ہے جس روز دودھ دوھا جائے، اور ایک دن ان کا ہے۔ جس دن دودھ دوھا جائے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۚ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ ترجمہ: اور کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پانی پینے کی ایک دن باری ہے اور تمہاری باری دوسرے دن کی مقرر ہے۔ اور اس اونٹنی کو کسی طرح سے چھیڑنا مت ورنہ تم کو ایک بڑے دن کی آفت گھیر لے گی۔ فائدہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اونٹنی پتھر سے پیدا ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے چرتی پھرتی تھی اور جس جنگل میں وہ اونٹنی چرنے جاتی تھی تو اس جنگل کے سب مویشی بھاگ کر کنارے پہنچ جاتے اور جس تالاب سے وہ پانی پیتی سب مویشی وہاں سے بھاگ جاتے اور مویشی وغیرہ پیاسے رہ جاتے تب ایک مشورہ کیا اور یہ بات طے پائی کہ ایک دن پانی پر اونٹنی جائے اور دوسرے دن ان لوگوں کے مویشی جاویں۔ اور یہ خلاصہ تفسیر سے لکھا ہے اس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے کہا کہ خبردار یہ اونٹنی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کو کبھی بھی مت چھیڑنا اور اس کو کوئی تکلیف بھی مت دینا ورنہ اس کی پاداش میں خداوند کریم تم پر سخت عذاب بھیجے گا۔ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام کی سن کر وہ لوگ اس اونٹنی کو پیار کرتے تھے اور بہت ہی حفاظت سے رکھتے اور اس کے دودھ سے مکھن اور گھی جمع کر کے شہروں میں لے جا کر بیچتے اور اس سے

فائدہ حاصل کرتے اور اسی وجہ سے وہ لوگ مالدار ہو گئے اور اسی صورت سے تقریباً چار سو سال گزر گئے، ایک روز حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اس مہینے کے اندر جس گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اس سے ساری قوم ہلاک و تباہ ہو گی۔ اتفاقاً ان حاضر شدہ لوگوں کی بیویاں سب کی سب حاملہ تھیں۔ مرضی الٰہی سے اسی مہینے میں جنیں تو نو عورتوں نے اپنے بچوں کو مار ڈالا۔ اور ایک عورت نے بسبب اس کے کہ کوئی فرزند اس کا نہ تھا۔ اس لیے اپنے بچے کو نہیں مارا اور زندہ رکھا اور نام اس کا قدار رکھا۔ جب وہ لڑکا بالغ ہوا شہ زور نکلا۔ اور وہ نو عورتیں جنہوں نے اپنے فرزندوں کو مار ڈالا تھا پشیمان ہوئیں۔ اور کہنے لگیں کہ صالح کی بات جھوٹی ہے۔ اس سبب سے ایمان ان لوگوں کا حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی اونٹنی سے ہٹ گیا۔ اور ایک روز وہ قدار اور ایک شخص کہ نام اس کا مصدع تھا۔ اس کے ساتھ مل کر اور ہر قبیلے سے ایک ایک شخص نے باہم متفق ہو کر اور خوب شراب پی کر اونٹنی کے مار ڈالنے کی صلاح کی اور یہ کہا کہ یہ پانی پینے کے لیے جب کنویں کے کنارے پر جائے گی تو ہم لوگ اس کو اسی وقت مار ڈالیں گے بمصداق اس آیت کے قولہ تعالیٰ: وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ۔ ترجمہ: اور تھے اس شہر میں نو شخص خرابی کرتے ملک میں نہ سنوارتے دوسرے روز اونٹنی نے پانی پینے کے لیے اپنا سر جھکایا اور قدار بن سالف مردود نے آکر اس کی گردن پر تیر مار کر زخمی کر دیا۔ اونٹنی نے اس پر حملہ کیا تو سب بھاگے اور مصدع بن دہر ملعون نے پیچھے سے آکر اس کے پاؤں میں تلوار ماری اور اونٹنی گر پڑی اور اس کے بعد تمام ملعونوں نے مل کر اس کو جان سے مار ڈالا، اور اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کا یہ حال دیکھ کر بھاگا۔ سب مردودوں نے اس کا بھی پیچھا کیا۔ لیکن وہ اس کو نہ پکڑ سکے اور وہ بچہ اس پتھر میں چلا گیا جس سے اس کی ماں نکلی تھی۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ

قوم صالح علیہ السلام کی شراب نہ پیتی تو ہرگز اونٹنی کو نہ مارتی، اور یہ گناہ کبیرہ محض شراب پینے کی وجہ سے ہوا اور ایک حدیث میں آیا ہے: اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِث یعنی شراب تمام برائیوں کی ماں ہے۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک عورت بدکار کے گھر میں گائے، اُونٹ، بکری وغیرہ بہت تھے اور چارے اور پانی وغیرہ کی تکلیف سے اپنے یار کو سکھایا کہ جاؤ اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالو۔ چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا اور اس واقعہ کے تین دن بعد ان پر دردناک عذاب آیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو خبر دی گئی اور ان سے کہا گیا کہ اس قوم سے کہہ قولہ تعالیٰ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ۝ ترجمہ:۔ پھر اس کے پاؤں کاٹ ڈالے تب کہا فائدہ اٹھاؤ اپنے گھر میں تین دن اور یہ وعدہ جھوٹا نہ ہوگا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کافروں سے کہا حیات تمہاری تین دن سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ حیران ہو کر بولے اس کی کیا علامت ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ پہلے روز رنگ روپ تمہارا سرخ ہو جائے گا۔ اور دوسرے روز زرد ہو جائے گا۔ اور تیسرے روز سیاہ ہو جائے گا۔ جب تین دن کے بعد یہ علامت مذکورہ ظاہر ہوئی تو جن لوگوں نے اونٹنی کو مارا تھا اور وہ مردود سب کے سب حضرت صالحؑ کے گھر آئے تاکہ حضرت صالح علیہ السلام کو بھی مار ڈالیں۔ تب اس وقت ان پر غضب الٰہی نازل ہوا اور جبرائیل علیہ السلام نے آ کر ان کے گھروں کی تمام دیواریں ہلا دیں اور وہ تمام کافر اپنے اپنے مکانوں سے نکل بھاگے اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نے ایسی چیخ ماری کہ ایک ہی آواز سے سب کے سب خاک میں مل گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ ان ساتوں قبیلوں نے حضرت صالحؑ سے پوچھا کہ کس طرح ہم لوگ ہلاک ہوں گے آپ نے فرمایا کہ ایک ہی آواز سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اور تم سب خاک میں مل جاؤ گے یہ سن کر اسی وقت اس قوم نے ایک کنواں بہت بڑا کھودا اور

بیوی بچوں کو اس میں رکھ دیا۔ اور ان کے کانوں کے واسطے روئی کافی تعداد میں دے دی اور اس روئی کو ان کے سروں پر بھی اچھی طرح رکھ دیا تاکہ آواز کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ جب آواز کانوں تک نہ آئے گی تو عذاب سے نجات مل جائے گی۔ یہ تدبیر کر کے خود بھی اس کے اندر جا رہے، بعدہٗ اس کے اسی فرشتہ نے وہاں جا کر ایک ہی آواز سے ساتوں قبیلوں کو فی النار والسقر کیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ترجمہ:۔ ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روئی دھنی ہوئی گالے کی مانند اور کچھ بھی نام و نشان ان کا زمین پر باقی نہ رہا۔ بعدہٗ صالح علیہ السلام ملک شام میں چلے گئے۔ جس کو آج کل شہرستان عوج کہتے ہیں وہاں جا کر سکونت اختیار کی بعدہٗ کافی مدت میں انتقال فرمایا اور جامع مسجد کے داہنی طرف مدفون ہوئے اور ان کے ہمراہ تمام مومنین بھی وہیں جا کر بسے اور وہیں سب مدفون ہوئے۔

بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام

جب کوئی اولاد سام بن نوح بن تارخ کی عرب و عجم میں نہ رہی۔ ان میں سے بعض لوگ تو طوفان نوح سے ہلاک ہو گئے اور بعض فرشتے کی آواز سے مرے۔ بادشاہ نمرود علیہ اللعنۃ عجم کے ملک سے نکلا وہ بیٹا کنعان بن آدم بن سام بن نوح علیہ السلام کا تھا اور اس کی زبان عربی تھی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ کیکاؤس بیٹا کیقباد کا تھا اور وہ بیٹا منوچہر بیٹا فریدون بن جمشید کا تھا۔ لیکن وہ صحیح نہیں ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا نام نمرود تھا۔ اور اس کی بڑی قوت اور حشمت و شوکت تھی۔ بسبب قوت لشکر کے ملک شام میں سلطنت قائم کی بعد اس کے ترکستان فتح کر

سکسا اولاد یافث بن نوح ؑ کو اپنا فرمانبردار بنایا۔ بعدہٗ ہندوستان میں اگر اولاد حام بن نوح ؑ کو مطیع کیا۔ اور ملک روم کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اور تمام جہان مشرق سے مغرب تک اپنے قبضہ و دخل میں لے لیا بعد اس کے کوفہ میں جا کر مقام کیا۔ اب جس کو بابل کہتے ہیں۔ وہیں تخت پر بیٹھا، ترکستان اور ہندوستان اور روم اور مغرب اور مشرق سے خراج اس کے لیے آتا تھا ایک ہزار سات سو برس اس نے بادشاہی کی بڑا متکبر تھا، کبھی آسمان کی طرف نظر نہ کرتا، اور اپنی حاجت کو کبھی اللہ سے نہ مانگتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں خدا ہوں۔ اور آسمان کا خدا کیا چیز ہے (لعنت اللہ علیہ) ہاں ایک مرتبہ اس ملعون نے اس وقت آسمان کی طرف نظر کی تھی جب یہ گدھے پر سوار ہو کر خدا کو تیر مارنے جا رہا تھا اور تیر کمان میں لگا کر کہتا تھا کہ اگر آسمان میں دوسرا خدا ہے تو اسے تیر سے مار ڈالوں گا۔ اور جب وہ ملعون باہر نکلتا تو اس تخت کے چاروں پائے چار ہاتھیوں کی پیٹھ پر رکھ کر بیٹھتا اور تخت کے نیچے ایک قبہ دیبائے رومی سے کھنچواتا۔ موتی اور جواہرات سے اسے آراستہ کرتا اور طنابیں اس میں زربفت کی لگائی جاتیں، دن کو اس تخت پر بیٹھتا اور چار سو کرسیاں اس کے تخت کے نیچے بچھی رہتیں۔ اور ہر کرسی پر جادوگر اور منجم سب بیٹھتے اور امیر و حاجب اس کے گرد رہتے تھے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہفت اقلیم کی بادشاہی صرف چار شخصوں کو ملی، اور ان چاروں کے برابر شہنشاہ کوئی نہیں ہوا۔ دو مسلمان ان میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے سکندر ذوالقرنین تھے۔ اور دو کافر ایک نمرود بن کنعان اور دوسرا بخت نصر ان چاروں کو ہفت اقلیم کی بادشاہی حاصل ہوئی تھی۔

ایک روز نمرود تخت پر بیٹھا تھا۔ اور تمام لشکر اس کے گرد حاضر تھا تقدیر الٰہی سے جادوگر اور منجم سب سر اپنا جھکائے بیٹھے تھے۔ نمرود نے

کہا کہ آج تم کو کیا ہوا کہ دلگیر اور غمناک بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ خدا تمہاری خیر کرے، ایک ستارہ عجیب فلک پر نظر آتا ہے کہ کبھی ہم نے نہ دیکھا تھا آج مشرق کی طرف سے نکلا ہے۔ نمرود نے کہا کہ وہ ستارہ کیسا ہے انہوں نے کہا کہ ایک لڑکا باپ کی صلب سے ماں کے رحم میں موجود ہوگا وہ تیری بادشاہت کو تباہ کرے گا۔ نمرود نے کہا کہ کس وقت وہ لڑکا باپ کی پشت سے ماں کے شکم میں آویگا منجموں نے کہا کہ وہ تین رات ودن میں پس نمرود نے حکم کیا کہ یہ جتنی عورتیں بالغہ ہیں وہ آج سے اپنے شوہروں کے ساتھ ہمبستر نہ ہونے پائیں اتفاقاً نمرود کا ایک چوبدار اس کا نام تارخ تھا اور اس کے بھائی کا نام آذر تھا اور بعد وفات پدر کے بھی زندہ رہا جس کا ذکر مختلف تفاسیر میں موجود تھا، اور وہ ہمیشہ ایک ہاتھ میں شمع اور ایک ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر تمام رات نمرود کے سرہانے کھڑا رہتا جس دن یہ حکم نمرود نے جاری کیا اسی شب کو مشیت ایزدی سے آذر کو خواہش ہوئی کہ اپنی بی بی سے مباشرت کرے اور ادھر حضرت ابراہیمؑ کی ماں کو بھی خواہش ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگیں کہ کیونکر اپنے شوہر کے پاس جاکر خوش حاصل کروں اسی پس و پیش میں تھی کہ وفور خواہش سے آدھی رات کو گھر سے نکل کر دروازے قصر نمرود پر جا پہنچی۔ دیکھا کہ دربان و پاسبان سب کے سب غفلت میں ہیں وہاں سے نمرود کی خواب گاہ خاص میں بے کھٹکے گھسیں اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ نمرود کے سرہانے ایک ہاتھ میں شمع اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لیے پاسبانی کر رہا ہے۔

جب دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اسی وقت شہوت نے غلبہ کیا، اس نے اپنی بیوی سے کہا اب کیا صلاح ہے دونوں ہاتھ میرے بندھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں اللہ کے حکم سے کوئی دوسرا آدمی اسکی شکل میں حاضر ہوا اور وہ شمع اور تلوار لے کر اسی طرح کھڑا ہوگیا۔ اور میاں بیوی نے نمرود کے سرہانے مباشرت سے فراغت پائی اور اسی شب کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور قدرت

سے حضرت ابراہیمؑ نے باپ کی پیٹھ سے رحم مادر میں قرار پکڑا۔ آذر نے اپنی بیوی سے کہا خبردار یہ بھید کسی پر ظاہر نہ کرنا اور یہاں سے گھر جاتے تک راہ میں کوئی نہ دیکھے کیونکہ یہ فعل اسوقت موجب شرمندگی ہے تب بیوی ان کی وہاں سے نکل کر چپکے سے اپنے گھر کو چلی گئیں اور اس آنے جانے کی بجز خدا کے کسی کو خبر نہ ہوئی اور جب صبح ہوئی نمرود لعین نیند سے بیدار ہوا اور آذر کی پیشانی کی طرف نگاہ کی دیکھتا کیا ہے کہ نور اس کے چہرہ پر چمک رہا ہے۔ نمرود نے کہا آذر آج چہرہ تیرا نورانی دیکھتا ہوں بخلاف اور دنوں کے۔ آذر نے اسکی ترقی اقبال کی دعا کی۔ بعدہٗ نمرود وہاں سے اٹھ کر تخت پر جا بیٹھا، راہبوں اور منجموں کو بلا کر کہا کہ اپنے علم سے دریافت کر کے کہو کہ وہ لڑکا پیدا ہوا یا ابھی نہیں۔ سبھوں نے دریافت کر کے عرض کی کہ جہاں پناہ سلامت شب گزشتہ کو وہ لڑکا بحکم خدا باپ کے صلب سے ماں کے شکم میں آچکا ہے۔ تب نمرود نے حکم دیا کہ جتنی عورتیں حاملہ ہیں۔ وقت ولادت کے اپنے لڑکوں کو مار ڈالیں۔ اس سبب سے جتنی عورتیں حاملہ تھیں سب نے اپنے بچے مار ڈالے۔ جب ابراہیمؑ کو اپنی ماں کے پیٹ میں نو مہینے گزرے، تب ان کی ماں نمرود کے خوف سے اور بچے کی محبت سے گھر سے خاموشی سے باہر شہر کے جا کر میدان میں ایک غار کے اندر جا بیٹھیں اور وہاں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ ان کے نور سے غار یکبارگی روشن ہوگیا اور ان کی ماں رونے لگیں اس خوف سے کہ مبادا یہاں آکر کوئی لڑکے کو مار نہ ڈالے۔ آخر لڑکے کو کپڑے میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ کر گھر کی طرف روتی ہوئی چلی گئیں۔ اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے بچے کے منہ میں رکھ دیئے۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک سے دودھ اور دوسرے انگوٹھے سے شہد جاری ہوا اور حضرت ابراہیم اس کو پیتے رہے اور کسی چیز کے محتاج نہ ہوئے اور ہر ہفتے ان کی والدہ ان کے پاس جاتیں اور ان کی زندگی اور پرورش سے متعجب ہوتیں اور جب وہاں سے یعنی غار سے باہر نکل آتیں تو اسی وقت غیب سے ایک پتھر آکر غار کے منہ کو بند کر دیتا اور جب ان کی ماں ان کے پاس آتیں تو اس پتھر کو الگ کر کے انہیں دیکھ بھال کر کے چلی جاتیں۔ اسی طرح سے سات برس گزر گئے ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ماں سے پوچھا یَا اُمّی مَنْ رَبُّكِ ترجمہ: اے میری ماں تمہارا خدا کون ہے۔ وہ بولیں تیرا باپ ہے جو مجھے کھانے کو دیتا ہے، پھر بولے اس کا خدا کون ہے وہ بولیں کواکب یعنی ستارے، پھر پوچھا کہ کواکب کا خدا کون ہے، اس بات کو سن کر ان کی ماں لاجواب ہوئیں اور شرمندہ ہو کر چلی گئیں اور یہ حقیقتیں اپنے شوہر کو سنائیں، اس نے یہ باتیں سن کر فوراً ہی کہا کہ یہ لڑکا بادشاہ نمرود کا

دشمن ہے اس میں کوئی شک نہیں اسی فکر میں تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ ایک رات ابراہیم نے غار سے باہر نکل کر آسمان کی طرف نظر کی ستاروں کو دیکھ کر کہا کہ میرے ماں باپ ان کو خدا کہتے ہیں بمصداق اس آیت کے قولہ تعالیٰ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ط ترجمہ! پھر جب اندھیری آئی اس پر رات کو دیکھا کہ ایک ستارہ۔ بولے یہ ہے میرا رب پھر جب وہ غائب ہوا بولے مجھ کو تمہاری خواہش نہیں ہے۔ چھپ جانے کی۔ پھر جب چاند نکلا بولے قولہ تعالیٰ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ ترجمہ! پھر دیکھا چاند کو روشن بولے یہ ہے رب میرا، پھر جب وہ غائب ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ بولے کہ اگر نہ سیدھی راہ دے مجھ کو میرا رب تو بیشک میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں رہوں یعنی گمراہوں میں، پھر جب دیکھا آفتاب کو بولے یہ ہے میرا رب، قولہ تعالیٰ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۝ ترجمہ! جب دیکھا آفتاب کو بولے یہ ہے رب میرا کہ یہ سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہوگیا بولے قولہ تعالیٰ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ ترجمہ! پھر جب وہ غائب ہوگیا تو بولے اے قوم میری میں ان چیزوں سے بالکل بیزار ہوں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو اور میں اپنے منہ کو صرف اپنے معبود برحق کی طرف کرتا ہوں کیونکہ اسی نے آسمان وزمین کو یکطرفہ ہوکر بنایا اور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنیوالا نہیں ہوں [1]

---

[1] اس مقام میں اہل تواریخ سے غلطی ہوگئی ہے، کیوں کہ یہ واقعہ ابتداء کا نہیں ہے، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نمرود کے سامنے گئے تھے۔ اس وقت ان سے بطور طنز کے کہا تھا کہ تم اس خدا کو مانتے ہو اور اس کو اپنا معبود مانتے ہو کہا کہ ہرگز نہیں، میرا خدا وہی ہے جو سب کو پیدا کرنے والا ہے اور جن کو تم مانتے ہو وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتے کیوں کہ تمہارے خداؤں کی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے کبھی طلوع ہوتے ہیں اور کبھی غروب اور میرے خداوند قدوس کی ذات تغیر سے پاک ہے اور نیز اس واقعہ سے جس طرح کہ بیاں پر ہے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے معبود میں شک تھا کہ کون ہے آخر میں معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ہے اور حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو ولادت کے وقت معلوم ہوتا ہے جو خالق لیل و نہار ہے اور رزاق کل کائنات ہے اور وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔

فائدہ حضرت ابراہیمؑ جب لڑکے تھے تو قوم کو دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے خالق کو نہیں مانتے اور اپنی تمام حاجتوں اور مرادوں کو اپنی بنائی ہوئی مورتوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ قوم میں ایسے بھی ہیں کہ کوئی ستاروں کو اور کوئی چاند کو پوجتا ہے، یہ کیفیت دیکھ کر ان کو شرمندہ کرنے کی غرض سے آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ میں بھی ایک کو اپنا رب ٹھہراؤں مورتوں میں سے یا ستاروں کو یا چاند کو یا سورج کو چونکہ وہ پہلے بھی نادم ہو چکے تھے اور ساری قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ناراض تھی چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو لاجواب کرنے کے واسطے سب سے پہلے ایک ستارہ کو اپنا رب ٹھہرایا لیکن وہ کچھ دیر بعد غروب ہو گیا تو جانا کہ یہ ایک حال پر نہیں ہے اور کوئی دوسرا اس پر حاکم ہے اور اگر وہ رب مستقل ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ میں کیوں آتا۔ پھر اس کے بعد چاند و سورج میں بھی عیب پایا تو سب کو چھوڑ کر ایک ایسے خدا کو اختیار کیا جس کو ساری مخلوقات اپنا رب مانتی ہے اور وہی سب سے بڑا رب ہے اور عقل سلیم اس بات پر شاہد ہے کہ اپنا رب ایسی ہستی کو مانا جائے کہ جس سے سب کا کام نکل سکے اور سب پر قادر ہو اس صورت کسی دوسرے کو ماننا کچھ ضروری نہیں، یہ فائدہ تفاسیر میں مرقوم ہے۔ آذر نے کہا اے میرے فرزند میرا خدا تو سوائے نمرود کے اور کوئی نہیں لعنت اللہ علیہ حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے میرے ابا جان نمرود تمہارا خدا کیسے ہو سکتا ہے اور خدا تو وہی ہو سکتا ہے کہ جو زمین و آسمان کو اکیلا اور جملہ مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہستی بلا شریک ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو گمراہ دیکھا تو بہت افسوس کرنے لگے اور کہا قولہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ؕ اے میرے ابا جان تم کو اور ساری قوم کو بہت بڑی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ باپ نے بیٹے کی یہ بات سن کر کہا قولہ تعالیٰ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝ ترجمہ:۔ وہ بولے اے ابراہیم کیا تو ہمارے پاس کوئی سچی بات لے کر آیا ہے یا ہم سے مذاق اور کھیل کرتا ہے یا کسی اور سے یہ باتیں سن لی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کی یہ باتیں سن کر جواب میں کہا قولہ تعالیٰ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ترجمہ: نہیں اے میرے ابا جان، بلکہ رب تمہارا وہی ہے جو سب سے آسمان و زمین کا جس نے ان کو بنایا اور میں اس بات کا قائل ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باوجود سمجھانے سے اور بتانے کے آذر نے کسی طرح بھی نہیں مانا اور اپنی گمراہی کی ضد پر اصرار کرتا رہا آخر مجبوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

قسم کھا کر کہا اے میرے بابا جان میں تمہارے بتوں کا کچھ علاج کروں گا بمصداق اس آیت کے قولہ تعالیٰ وَتَاللّٰہِ
لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ ترجمہ: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں فکر کروں گا تمہارے
بتوں کی جب تم لوگ کہیں جاؤ گے۔

فائدہ۔ یہ بات انہوں نے چپکے سے کہی پھر جب وہ شہر سے باہر ایک میلے میں گئے تب
حضرت ابراہیمؑ نے بت خانے میں جا کر سب بتوں کو توڑ ڈالا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَجَعَلَھُمْ جُذٰذًا
اِلَّا کَبِیْرًا لَّھُمْ لَعَلَّھُمْ اِلَیْہِ یَرْجِعُوْنَ ۝ ترجمہ: پھر ابراہیمؑ نے ان کے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا مگر ان
میں سے ایک جو سب سے بڑا تھا اس کو ثابت رکھا اس واسطے کہ اس کے پاس وہ میلے سے واپسی میں پھر آویں۔
اور اپنے تمام بتوں کو ذلیل و خوار دیکھیں اور ان کے پوجنے سے باز آجائیں اور نصیحت و عبرت ان کو ہو کر یہ
کیونکر ہمارے معبود ہو سکتے ہیں جو خود آپس میں لڑتے ہیں اور حضرت ابراہیم کو جس قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا
گیا تھا۔ ان میں ہر سال دو مرتبہ عید کا جشن منایا جاتا تھا یعنی ایک روز عرفہ کے دن اور دوسرے عید کے
دن۔ ایک دن حضرت ابراہیمؑ کے باپ آذر نے کہا کہ اے بیٹے ابراہیم تم میرے ساتھ میلے میں چلو اور وہ
عظیم الشان میلہ ایک بہت بڑے میدان میں لگتا ہے اور ہزاروں آدمی وہاں جشن میلہ میں شریک ہوتے
ہیں اور بہت اچھی تمہاری تفریح بھی ہو جائے گی اور اس میلے کے جشن سے بھی واقفیت ہو جائے گی۔
حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کی خواہش پر میلے میں جانے سے منع کیا اور کہا بمصداق اس آیت کریمہ کے
قولہ فَنَظَرَ نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْہُ مُدْبِرِیْنَ ۝ ترجمہ: پھر حضرت ابراہیمؑ
نے نگاہ کی ایک بار تاروں پر۔ پھر کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت ابراہیمؑ سے وہ ناراض ہو
کر چلے گئے اور یہ بات حضرت ابراہیمؑ سے کئی بار کہی گئی تا کہ ان کے فہم و سمجھ میں آجائے اور وہ ہمارے
ساتھ میلے میں چلیں تاکہ ان پر ہمارے عقائد باطلہ کا اثر ہو اور وہ اپنی باتوں کو چھوڑ دیں لیکن وہ باوجود
کثیر اصرار برابر نہ جانے پر ضد کرتے رہے اور ان کا سمجھانا ان کی سمجھ میں نہیں آیا اور آذر اپنے تمام ساتھیوں
کو لے کر بڑے میدان کی طرف نکل گئے خلاصہ تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ وہ لوگ اکثر ان میں نجومی تھے
اس واسطے ان کے دکھانے کو تاروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں بیمار ہوں یعنی میں عنقریب بیمار ہو
جاؤں گا۔ چونکہ وہ لوگ روز عید شہر کے باہر جاتے اور ایک بہت بڑے میدان میں بتوں کی پوجا
کرتے تھے یہ ان کا آبائی دستور تھا۔ جس کو کہ وہ نہایت ضروری سمجھتے تھے اور اپنے بت خانوں

کے معبودان باطل کو چھوڑ جاتے تھے۔ بعدہ حضرت ابراہیمؑ ان لوگوں کے چلے جانے کے ایک تبر لے کر بت خانے میں جا کر سب بتوں کے ہاتھ پاؤں کو توڑ تاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک سب سے بڑے بت کی گردن پر اس تبر کو رکھ کر بت خانہ سے نکل آئے شیطان ملعون یہ حال دیکھ کر اس بڑے میدان میں گیا جہاں وہ کافر لوگ اپنا جشن منا رہے تھے شیطان ملعون ان کافروں کے پاس جا کر رونے لگا اور روتے ہوئے کہنے لگا کہ تمہارے معبودوں کے ہاتھ توڑ تاڑ کر زیروزبر کر دیا گیا ہے یہ سنتے ہی وہ کافر مردود سب مغموم و متحیر ہو کر اپنی اپنی سواریوں کی طرف دوڑے اور انہوں نے چاہا کر جلد سوار ہو جائیں لیکن ان کی سواریوں کے جانور بھاگ گئے اور وہ ہاتھ نہ آئے تب پشیمان ہو کر پا پیادہ شہر تک آئے اور سیدھے اپنے بت خانے کی طرف پہنچے اور وہاں جا کر جب انہوں نے اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو بہت زیادہ افسوس اور فکر میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے قولہ تعالیٰ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ترجمہ۔ وہ سب کے سب بولے یہ کام کس نے کیا ہے ہمارے معبودوں کے ساتھ، یہ کام جس نے بھی کیا ہے نہایت مذموم ہے اور وہ سخت مجرم و ظالم ہے۔ ہم البتہ اس کا بدلہ اس سے ضرور لیں گے۔ پھر وہ لوگ آپس میں بہت کچھ مشورے کرنے لگے قولہ تعالیٰ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ؕ ترجمہ: وہ سب آپس میں کہنے لگے ہم نے سنا ہے کہ ایک نوجوان کو جس کا ذکر کیا جاتا ہے اور نام اس کا ابراہیم ہے ہو سکتا ہے شاید وہی ہو، کیونکہ وہ نوجوان ہمارے پتھر کے جو معبود ہیں ان کا سخت دشمن ہے۔ اس لیے زیادہ گمان اسی نوجوان پر ہے ممکن ہے یہ گمان ہمارا صحیح ہو۔ اس طویل گفتگو کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو بلایا اور سب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا۔ قولہ تعالیٰ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ترجمہ: وہ سب کے سب ترش ہو کر کہنے لگے کہ اس نوجوان کو سب لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ ہم سب لوگ اس نوجوان کو دیکھیں، اس نے یہ جرأت کیسے کی، اگر فی الحقیقت یہ کام اس نوجوان نے ہی کیا ہے تو وہ سخت ظالم ہے اور ہم سب کے سب اس ظلم پر گواہی دیں گے تاکہ اس کو اس جرم کی پاداش میں سخت سزا دی جا سکے تاکہ وہ آئندہ کبھی اس ظلم کا ارتکاب نہ کر سکے۔ یہ خبر بادشاہ نمرود تک بھی پہنچ گئی اور وہ بھی کیفیات سن کر نہایت حیران و پریشان ہوا۔ اس نے اپنی رعایا میں سے جو سنجیدہ لوگ تھے۔ ان سب کو طلب کیا تاکہ کوئی مشورہ کیا جائے اور اس مجرم کو جس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ نازیبا حرکت کی ہے۔ سزا دی جائے۔ چنانچہ بادشاہ نمرود نے بڑے بڑے اپنی قوم

کے سرداروں اور چودھریوں کو بلایا اور خوب مشورے کیے بالآخر یہ طے پایا کہ ایک عام دربار منعقد کیا جائے اور جب تمام لوگ اس دربار میں حاضر ہو جائیں پھر اس نوجوان کو بھی طلب کیا جائے اور اس سے باقاعدہ مکالمہ کیا جائے تاکہ وہ لاجواب ہو کر ہمارے معبودوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے چنانچہ بادشاہ نمرود نے دربار منعقد کرنے کی تاریخ مقرر کردی۔ اور عام منادی کرادی گئی اور اس دربار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کیا گیا۔ جب دربار شاہی کی تاریخ آئی اور اس قوم نے اپنے بادشاہ وقت کے حکم کی تعمیل کی اور وہ سب کے سب دربار شاہی میں حاضر ہوئے پھر جب مجمع کثیر ہو گیا تو نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو بلوایا، اور حضرت ابراہیمؑ کو سارے مجمع نے اور خود بادشاہ وقت نمرود نے بہت دھمکایا اور ڈرایا اور کہنے لگے یہ کام ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے ہی کیا ہے۔ اے ابراہیم افسوس ہے تم نے سب کو ہی توڑ دیا کسی کو بھی ثابت نہیں رکھا آخر کیا بات تھی۔ یہ باتیں درباریوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنیں اور پھر بولے میں نے تو ان کو نہیں توڑا۔ یہ جواب حضرت ابراہیمؑ کا جب سنا تو قریب سے ایک آواز آئی کہ میں گواہی دیتا ہوں اے ابراہیمؑ ایک دن تم نے کہا تھا کہ میں تمہارے بتوں کی فکر کروں گا شاید تمہی نے ہمارے معبودوں کو توڑا ہے۔ پھر کافروں نے بالاصرار حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ ترجمہ کافروں نے حضرت ابراہیمؑ سے سخت لہجے میں کہا کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے، اور ہم لوگ زیادہ تر گمان بھی تم پر ہی کرتے ہیں حضرت ابراہیمؑ پر برابر یہ لوگ زور دے رہے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنے جرم کا اقرار کرلیں۔ لیکن یہ کام بذات خود حضرت ابراہیمؑ کا نہیں تھا بلکہ یہ کام تو امر ذات باری تعالیٰ کی طرف سے تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ اپنے باطل عقائد پر نادم و پشیمان اور شرمندہ ہوں۔ چنانچہ دربار الٰہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اپنے بڑے معبود سے دریافت کرتے جو سب سے بڑا ہے اور اسی کے ہاتھ میں کلہاڑا ہے۔ ارشاد ربانی ہے قولہ تعالیٰ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ ترجمہ، حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں کو شرمندہ کرنے کے واسطے ان سے کہا کہ یہ چیز مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو۔ تم اپنے سب سے بڑے معبود سے کیوں نہیں دریافت کرتے اگر وہ بولنے پر قدرت رکھتے ہیں تو وہ تمام ماجرا آپ لوگوں کو بتائے گا تاکہ آپ سب اس واقعہ سے مطمئن ہو جائیں۔ انہوں نے نہایت ہی شرمندہ ہو کر یہ جواب دیا کہ اے ابراہیم بت بھی

کہیں بولتے ہیں وہ نہ سنتے ہیں نہ حرکت کرتے ہیں اور نہ وہ دیکھتے ہیں۔ یہ مایوسی کا جواب جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے سنا تو آپ نے اپنی ساری قوم سے کہا کہ اے میری قوم جو معبودیات نہیں کرتے اور نہ دیکھتے اور نہ سنتے ہیں پھر ان کو خدا کیوں کہتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو یہ کیسی عقلمندی کے خلاف ہے ذرا تو غور کرو۔ یہ جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سن کر ساری قوم نے اپنا اپنا سر نیچا کر لیا اور آپس میں کہنے لگے یہ نوجوان سچ کہتا ہے اور باتیں اسکی بالکل صحیح ہیں۔ قولہ تعالیٰ ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ ترجمہ! بوجہ شرمندگی کے ساری قوم نے اپنے اپنے سر نیچے کر لیے اور اسی حالت میں کہنے لگے کہ اے ابراہیم یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ساری قوم کا مایوس ساز جواب سنا اور یہ خیال کیا کہ سب کے سب لاجواب ہو گئے ہیں پھر اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا قولہ تعالیٰ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ترجمہ! حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی قوم سے کہہ دو کہ پھر تم ایسی چیزوں کو اپنا معبود بناتے ہو سوائے خداوند قدوس کے جو تمہارا کچھ بھی برا بھلا نہ کر سکے میں تو اس معبود سے بالکل بیزار ہوں اور تم سے بھی کہ تم لوگ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے کیونکہ جن پتھروں کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ تو تمہارے خود تراشیدہ ہیں اس لحاظ سے تم خود ان کے خالق ہو پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اے قوم اگر تم کو عقل ہے تو اسی ہستی کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور یہ پتھروں کی بت پرستی چھوڑ دو، یہ کام بالکل فضول اور عبث ہے اور تم کو ساری عمر عبادت کرنے کے باوجود کوئی نفع نہ پہنچے گا جب ان کافروں سے کوئی دلیل نہ بن سکی اور ہر بات میں وہ ناکام اور لاجواب رہے تو مجبوراً ان کے سرداروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مار ڈالنے کی تجویز دربار نمرود میں پیش کر دی تاکہ وہ اتفاق رائے سے منظور ہو جائے اور چونکہ بادشاہ نمرود بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیباکی اور صحیح جواب سے عاجز آ چکا تھا لہٰذا اس نے ان سرداروں کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے دوسری مجلس طلب کر لی جس میں یہ طے پایا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طریقہ سے مارا جائے تاکہ ہمیں آئے دن کی شرمندگی اور ندامت سے نجات حاصل ہو جائے۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بادشاہ نمرود کی طرف سے قوم کے سرداروں کی طلبی ہو گئی اور اس میں بہت عجلت کے ساتھ اس تجویز پر جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مار ڈالنے کے متعلق طے کی گئی تھی۔ اس کو کس طرح عملی جامہ پہنایا جائے۔ ہر سردار نے اپنی اپنی رائے دربار شاہی

میں پیش کیں اور تمام قوم کے سرداروں نے ہر تجویز پر نہایت غور و خوض کیا۔ لیکن ابھی صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تھے کہ ایک بہت ہی معمر اور ضعیف العمر سردار نے ایک تجویز پیش کی کہ ایسے مجرم کو عام لوگوں کے سامنے سزا دی جائے تاکہ قوم کا کوئی دوسرا فرد اس قسم کی کوئی حرکت نہ کر سکے۔ اس نے کہا میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ ساری قوم لکڑیاں اکٹھی کرے اور بہت بڑے میدان میں جمع کی جائیں اور ہر شخص اس کام کو اپنا قومی فرض سمجھے اور تھوڑی تھوڑی محنت و مشقت کر کے لکڑیاں جنگل سے لا کر اس میدان میں رکھے جہاں اکٹھی کی جائیں اور جب کافی تعداد میں لکڑیاں آجائیں تو لکڑیوں میں آگ لگا دی جائے جب آگ اپنے شباب پر ہو اور شدید شعلہ مارتی ہو تو اس وقت اس نوجوان کو کسی بلند جگہ سے بذریعہ منجنیق اس میں پھینک دیا جائے تاکہ پھر یہ نکل نہ سکے اور تمام قوم کو عبرت حاصل ہو ساری قوم اس ضعیف العمر شخص کی بات پر متفق ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے انہوں نے یہی علاج سوچا قولہ تعالیٰ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ ترجمہ: اور ساری قوم نے بیک آواز کہا کہ اس نوجوان کو شعلہ مارتی ہوئی آگ میں جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے معبودوں کو بچائیں تو پھر صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ چلو جنگل چلیں اور وہاں سے حتی المقدور لکڑیاں لائیں تاکہ لکڑیاں کافی تعداد میں جمع ہو جائیں اور جو تجویز پاس کی گئی ہے وہ پایہ تکمیل تک پہنچے پھر وہ آپس میں کہنے لگے قولہ تعالیٰ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ۝ ترجمہ: کہا انہوں نے کہ بناؤ اس کے واسطے ایک عمارت یعنی چار دیواری اٹھاؤ پختہ چاروں طرف سے پھر ڈالو اس کو اس آگ کے ڈھیر میں۔ پس بادشاہ نمرود نے اس چار دیواری بنانے کا فوری حکم دے دیا اور اس کی پیمائش کا اندازہ بھی ان بنانے والے کاریگروں کو دے دیا گیا تاکہ پیمائش کے مطابق بنائی جائے اور چار دیواری کی عمارت ایسی بناؤ کہ اس کا احاطہ بارہ کوس کا ہو اور اونچائی اس کی سو گز کی ہو۔ پس دیوار اسی حکم کے مطابق تیار ہوئی۔ بعدہ نمرود نے حکم دیا کہ سارے ملکوں میں منادی کرا دی جائے کہ ملک بھر میں جتنے ہمارے دوست ہیں لکڑیاں کاٹ کر یہاں لا کر جمع کریں۔ بادشاہ نمرود کے حکم کو پاتے ہی ہر شخص نے اپنے حوصلہ کے مطابق لکڑیاں لا کر اس دیوار کے اندر چاروں طرف جمع کیں۔ پھر جب اس میں آگ لگا دی گئی تو شعلہ اس کا اس قدر اونچا ہوا کہ وہاں سے تین میل کے فاصلے پر جو جانور اڑتے تو اس کی تپش سے جل بھن کر خاک ہو جاتے۔ اس میں سب

کافر متردد ہوئے کہ ابراہیم کو کیونکر اس آگ میں ڈالیں اتنے میں ابلیس علیہ اللعنتہ نے آکر کافروں کو حکمت بتائی اور بولا ایک اونچی جگہ تم سب مل کر بناؤ انہوں نے منجنیق کے کاریگروں کو بلایا اور ان کاریگروں نے منجنیق تیار کی اور اس منجنیق کے معنی اردو زبان میں گوپھن بھی ہیں اور اس سے پہلے کبھی کسی نے یہ منجنیق نہیں بنائی تھی بلکہ کسی نے دیکھی بھی نہ تھی اور یہ چیز ابلیس علیہ اللعنتہ نے دوزخ میں دیکھی تھی اور یہ خاص طریقہ دوزخی کے واسطے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ کیوں کہ جب دوزخی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اسی منجنیق میں رکھ کر ڈالا جائے گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس منجنیق میں رکھ کر اس شعلہ مارتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا اور اس ملعون نے منجنیق کو درست کر کے جب ٹھیک ٹھاک کیا تو اسی وقت درگاہ الٰہی سے آواز آئی اے جبرائیل آسمان کے سب دروازے کھول دو تاکہ سب فرشتے خلیل اللہ کو دیکھیں کہ دشمن کے ہاتھ میں میں نے دیا ہے اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ دشمنِ خدا ہمارے خلیل علیہ السلام کو کس طرح جلاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کے سب دروازے کھول دیئے تب تمام ملائک یہ حال دیکھ کر سجدے میں آ گئے اور کہنے لگے یا الٰہی اس میدان میں ایک ہی موحد ہے جو تیری عبادت کرتا ہے اور ہر وقت تیرا نام زبان پر جاری رکھتا ہے۔ اس کو دشمن کے ہاتھ میں تو نے ڈالا ہے اور وہ اس کو آگ میں جلاتے ہیں۔ اسی وقت باری تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے فرشتو تم اگر چاہتے ہو تو اس کو امان دو۔ ابلیس نے گوپھن کو درست کر کے چار سو رسیاں اس میں لگائیں وزیر نے نمرود کو کہا کہ پیراہن اپنا اس کو پہناؤ کیوں کہ اگر وہ نہ جلے گا تو لوگ کہیں گے کہ ابراہیم پیراہن کی برکت سے نہ جلا۔ یہ صلاح ٹھہرا کر پیراہن نمرود مردود کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنا دیا اور ہاتھ پاؤں باندھ کر گوپھن میں رکھ کر چار سو آدمیوں نے مل کر یکبارگی زور کیا مگر منجنیق اپنی جگہ سے نہ ہلی اور ابراہیمؑ کے باپ آذر نے بھی آکر کہا کہ مجھے بھی ایک رسی دو کہ اس کو میں بھی کھینچوں اگرچہ وہ میرا فرزند ہے لیکن ہمارے دین کا مخالف ہے اور وہ ایک رسی پکڑ کر کھینچنے لگا۔ حضرت ابراہیم نے جب اپنے باپ کو منجنیق کھینچتے دیکھا تو کہا یا الٰہی میرا باپ بھی میرا دشمن ہے۔ اے میرے خدا میں آج سب سے بیگانہ ہوں بسوائے تیرے مجھے کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ پس چار ہزار آدمی مل کر اس گوپھن کو کھینچتے تھے۔ اس میں ابلیس نجس ایک مردِ پیر کی صورت بن کر ان کے پاس آیا اور کہا کہ اگر تمام آدمی مشرق اور مغرب کے منجنیق کو کھینچیں گے تو بھی ہرگز منجنیق کو نہ اٹھا سکیں گے۔ تب ان لوگوں نے کہا کہ آخر پھر کیا ہوگا شیطان لعین نے کہا کہ میں

تم کو ایک راہ بتلائے دیتا ہوں تم اگر اس کو عمل میں لاؤ گے تو البتہ اس کو گوپھن سے اٹھا کر آگ میں ڈال سکو گے۔ چاہیئے کہ اول کچھ لوگ زناہ کریں اس کے بعد پھر منجنیق کو اٹھائیں تو آسان ہو گا۔ پس اس قوم سے چالیس مرد وعورت نے آپس میں مل کر زناہ کیا۔ اسی وقت فرشتے اس حرکت قبیح سے نفرت کر کے چلے گئے اور شیطان نے بھی انہی کے ساتھ زنا کر کے منجنیق کو پکڑ کر کھینچا۔ تب کافروں نے حضرت ابراہیمؑ کو اٹھا کر معلق آتش میں ڈال دیا۔ اسی وقت فرشتے آسمانوں کے یہ حال دیکھ کر سجدے میں گر پڑے اور بولے یارب تیرے خلیل کو کافروں نے آگ میں ڈالا ہے حضرت جبرائیل ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے ابراہیم! اگر تو چاہتا ہے تو میں ایک پر آگ پر ماروں اور آگ دریائے محیط میں ڈال دوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل سے کہا اے جبرائیل یہ بات خدا تعالیٰ نے فرمائی ہے یا نہیں جو آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں اور اور اے جبرائیل جو خالق برحق نے فرمایا ہے وہ تم کرو۔ چونکہ میں اسی میں خوش ہوں جس میں میرا رب خوش ہے۔ یہ بات سن کر حضرت جبرائیل نے کہا کہ اے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تمہارا کیا مطلب ہے فرمایا کچھ مطلب ہے مگر لیکن تم سے نہیں کوئی حاجت میری ہے تو اس رب العالمین سے جس کا سارا عالم محتاج ہے۔ حضرت ابراہیم جب آگ میں جا گرے اور وہ جامہ ناپاک نمرود مردود کا جو حضرت کو پہنایا تھا اسی گھڑی جل گیا۔ اور اس آگ میں جو زبردست شعلہ زن تھی حضرت ابراہیم کو کچھ بھی گزند نہ پہنچا سکی کیونکہ آپ کے ساتھ رب العزت کا فضل و کرم تھا جس کی وجہ سے آپ آگ جیسی چیز سے بھی محفوظ رہے اور اسی وقت شعلہ مارتی ہوئی آگ مثل گلزار کے ہو گئی اس باغ میں بلبلیں بھی ہزاروں کی تعداد میں اڑتی ہوئی حضرت ابراہیم کو نظر آئیں اور ان بلبلوں نے بھی اسی باغ آتشیں میں نشیمن بنائے اور اسی وقت غیب سے آواز آئی قولہ تعالیٰ یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ۙ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۚ ترجمہ: ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ سلامتی ہو ابراہیم پر اور جن لوگوں نے ان کا برا چاہا تو ہم نے انہیں لوگوں کو نقصان میں ڈالا۔ پھر اس میں ایک چشمہ پانی کا بھی جاری ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک تخت بہشت سے بھی لا دیا اور ایک حلہ اعلیٰ قسم کا بہشت سے لا کر پہنا دیا اور اسی تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا دیا اور جس رسی سے ہاتھ و پاؤں باندھ کر کافروں نے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا وہ رسی اس آگ سے جل گئی اور اس آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سر مو برابر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آگ کا صدمہ نہ پہنچا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام بڑے متحیر ہوئے اور حضرت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت ابراہیم کہنے لگے کہ اے بھائی کیا دیکھتے ہو وہ بولے کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسے وقت پر جو سخت مشکل وقت تھا آگ اس وقت سخت پریشانی کی وجہ سے نہ معلوم کیا کچھ کرتے ہیں لیکن تم بفضل خدا ثابت قدم رہے اور اپنے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آنے دی اور مجھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تعجب آیا اور آپ کا صبر بھی عجیب صبر رہا کہ ایسے اہم مقام میں آپ نے سوائے اللہ کریم کے کسی سے کوئی حاجت طلب نہیں کی اور نہ کچھ مدد مانگی اور نہ اس کے متعلق کسی سے کچھ کہا اس لیے یہ معجزہ اور رحمت اللہ تعالیٰ نے تم پر بخشا اور تم سے پہلے ایسی عنایت کسی پر نہ ہوئی تھی اور کہتے ہیں کہ جو درخت جلے تھے ان کی شاخیں تر و تازہ ہو کر میوے لائیں اور حضرت کے چاروں طرف نرگس و بنفشہ کے پھول رہے اور نمرود علیہ اللعنت نے ایک مینار پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک نگاہ دیکھا اور وہ دیکھتے ہی بڑا حیران اور پریشان ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اتنی کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کی گئیں اور اتنی بلند شعلہ زن آگ میں ڈالا گیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی بھی آگ سے گزند نہ پہنچی اور آپ گل ریحان کے بیچ میں سایہ دار درخت کے نیچے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس مردود نے کہا کہ افسوس میری محنت برباد ہو گئی تب وہ ملعون حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتھر پھینک پھینک کر مارنے لگا اور بحکم خدا وہ پتھر جو نمرود مردود پھینک رہا تھا۔ ہوا پر معلق ہو گئے اور ایک گہرے ابر نے آپ پر سایہ بھی کر دیا اور اس ابر سے اتنا پانی برسا کہ اس پانی سے آتش نمرود بالکل بجھ گئی اور اس کا وزیر ہامان اس بلند مینارہ پر چڑھ کر باآواز بلند کہنے لگا اے ابراہیم نِعْمَ رَبُّكَ یعنی راست، نیک ہے پروردگار تمہارا کہ ایسی آگ سے تمہیں نجات بخشی اور تمام عالم میں بزرگ آیا۔ نمرود نے کہا۔ اے ابراہیم! تیرا اللہ بڑا بزرگ ہے کہ اس نے شدید شعلہ مارتی ہوئی آگ سے تمہیں محفوظ رکھا اور یہ کہتا ہوا نمرود مردود اپنے گھر چلا گیا اور چند روز اسی فکر میں رہا اور کسی سے نہ بولا اور نمرود بہت متفکر رہنے لگا اور اپنے دل میں ہر وقت سوچتا کہ میں مسلمان ہو جاؤں اور حضرت ابراہیم پر ایمان لے آؤں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی الحقیقت سچے نبی ہیں اور سچے رسول معلوم ہوتے ہیں۔

پھر اس بات سے بھی خوف کرتا کہ اگر میں مسلمان ہو گیا تو میری کل بادشاہی برباد ہو جائے گی اور پوری قوم میری دشمن ہو جائے گی، پھر کچھ اپنے دل میں احساس کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا، اور کہا کہ میں تمہارے خدا کے واسطے کچھ قربانی دینا چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تمہاری قربانی منظور نہیں ہو گی، اس وقت تک کہ جب تک کہ تم مسلمان نہ ہو جاؤ۔ نمرود کہنے لگا کہ میں قربانی کروں گا چاہے قبول ہو یا نہ ہو۔ اس کے بعد اس نے فوراً اپنے کارکنوں کو حکم دیا کہ چار ہزار گائیں لاؤ چنانچہ وہ چار ہزار گائیں لائی گئیں۔ پھر اس نے ان سب کو قربان کیا۔ پھر بولا کر دس ہزار خزانے سے زر سرخ اور دس ہزار گنج سیم کے تم کو دیتا ہوں کیوں کہ میں نے تم کو اپنی آنکھوں سے جو تمہارا حال دیکھا وہ نہایت ہی تعجب والی بات ہے اور تم کو اس نے اتنی بڑی کرامت بخشی جو آج تک کسی کو بھی عنایت نہیں کی گئی۔ نمرود کا خیال سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اے ملعون میرا خدا جو دیتا ہے وہ بے عوض دیتا ہے اور جو مال تیرے پاس ہے اسی کا دیا ہوا ہے یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس سے چلے گئے پھر وزیر ہامان نے نمرود بادشاہ سے کہا کہ ابراہیم نے وہ بزرگیاں بہ سبب آتش پرستی کے پائیں اور اسی طرح کی چند باتیں اس نے کہیں کہ آگ ایک فرشتہ ہے جسے وہ چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نہیں کرتا۔ ہامان کے کہنے کے مطابق اگر خیال کیا جائے تو ابراہیم علیہ السلام نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ آتش پرست ہوئے وزیر ہامان ملعون یہ باتیں نمرود سے کہہ ہی رہا تھا کہ ذرا سی آگ کہیں سے اڑ کر اس کی آنکھ میں جا گری اس مردود کی آنکھ جل گئی اور وہ اس آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے سخت پریشان ہو گیا اور وہ آنکھ اس کی بالکل روشنی سے محروم ہو گئی۔

نمرود کی بیٹی بالاخانہ پر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھ رہی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام ایسی حشمت و رونق کے ساتھ آگ میں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کنارے پر اس کے چشمے جاری ہیں اور ان کے تخت کے چاروں طرف گل و بنفشہ و نرگس و ریحان کھل رہے ہیں اور جو پتھر کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوپر پھینکے تھے وہ تمام پتھر حضرت ابراہیمؑ کے سر پر معلق مانند ابر کے ایستادہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کا بلند آواز سے نام پڑھ رہے ہیں۔ نمرود ملعون نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ تو نے وزیر ہامان کو بھی دیکھا، یہ بات سن

کر اس نے ہامان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ خاک میں پڑا ہوا اپنی آنکھ کی سوزش سے لوٹ رہا ہے
پھر نمرود نے اپنی بیٹی سے پوچھا تو نے ابراہیم کو دیکھا۔ وہ بولی ہاں میں نے ابراہیم علیہ السلام
کو دیکھا اور میں حیرت میں رہ گئی۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس نے اپنے باپ نمرود سے کہا کہ اے میرے
اباجان حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مرتبے پر اور ہامان اس عذاب میں مبتلا ہے۔ اے میرے اباجان
آپ کیوں چپکے بیٹھے ہیں کیوں نہیں کہتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا برحق ہے۔ تب نمرود نے اپنی
بیٹی کو جھڑک کر کہا۔ چپ رہ اور یہ کہہ کر وہ ملعون اپنے وزیر ہامان کے پاس چلا گیا اور اس کے بعد نمرود کی
بیٹی حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئی اور حضرت ابراہیم سے بولی اے ابراہیم تو مجھ پر کرم کر میں تیرے خدا
پر ایمان لاتی ہوں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ایمان کی راہ بتائی اور یہ کلمہ پڑھایا۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ جب اس نے یہ کلمہ پڑھا تو وہ لڑکی مومنہ ہو گئی اور کہنے
لگی کہ میں اپنے باپ کو بھی اسی کلمہ کی دعوت دوں گی۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بہت
بہتر ہے وہ اپنے باپ سے جا کر بولی کہ کیوں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے خدا پر ایمان نہیں لاتے ہو اور میں ان
کے دین سے مشرف ہو چکی ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا برحق ہے۔
اور تمہارا خدا باطل ہے۔ تب اس کے باپ نے اس کو مارنا چاہا اچانک ایک ابر آیا اور اس کو وہاں سے
اٹھا کر کوہ قاف کے پاس لے جا کر رکھا اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ ہوا اٹھا کر لے گئی اور وہ لڑکی اسی دن
سے خدا کی عبادت میں مشغول ہے۔ خلق اللہ جب اس ماجرے سے آگاہ ہوئی۔ ہدایت ازلی جس
کے ساتھ تھی وہ اپنا پاؤں اس آگ میں رکھ دیتا وہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خدا پر ایمان لے
آتا اور مسلمان ہو جاتا تھا۔

بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آتش کدہ سے نکلنے کا!

راوی کہتا ہے کہ مسلسل چالیس دن تک آتش کدہ نمرود میں رہنے کے بعد جب حضرت
ابراہیم علیہ السلام اس آتش کدہ سے باہر آئے اور ملک شام کی طرف چل دیئے اور وہاں جا کر ایک شہر
جو خزائن الوجہ کہلاتا ہے آپ نے وہاں قیام اس شہر میں پہنچنے کے بعد کیا۔ دیکھتے ہیں کہ ہزاروں
آدمی نفیس لباس پہن کر ایک عظیم الشان میدان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے یہ دیکھ کر وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ سب کے سب نفیس نفیس لباس پہن کر کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہاں ایک بادشاہ کی شہزادی ہے اور وہ صاحب جمال ہے اور خیال یہ کیا جاتا ہے کہ اس جیسا آج تک سارے عالم میں کوئی نہیں ہے اور ہر ملک کے بادشاہ اور شہزادے سب اس کی خواستگاری کرتے ہیں اور وہ شہزادی کسی کو قبول نہیں کرتی اور وہ یہ کہتی ہے کہ میں اپنی پسند سے شادی کروں گی۔ آج تقریباً سات دن ہورہے ہیں لوگ برابر وہاں جاتے ہیں اور اس کا طریق عمل یہ ہے کہ جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو وہ شہزادی خود نکل کر دیکھتی ہے لیکن پسند کسی کو نہیں کرتی یہ بات جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنی تو انہی لوگوں کے ساتھ ہولیے اور اسی میدان کے ایک گوشے میں جا بیٹھے جب دوپہر ہوگئی اور تمام لوگ حاضر ہوگئے تو وہ شہزادی اپنے ساتھ ستر خواصیں لے کر اور تاج زریں سر پر رکھ کر اور نقاب چہرے پر ڈال کر اور ایک تہہ نج زریں جواہرات سے جڑا ہوا ہاتھ میں لے کر میدان میں جا کر ایک سرے سے سب کو دیکھنے لگی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچی دیکھا کہ ایک نوران کی پیشانی پر چمکتا ہے وہ نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ وہ شہزادی اس نور کو دیکھ کر ان کے حسن وجمال پر عاشق ہوگئی اور تہہ نج زریں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گود میں ڈال دیا اور خود تخت پر جا بیٹھی۔ اس کے بعد بادشاہ وقت کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے گئے درحقیقت وہ نور جس پر شہزادی عاشق ہوئی وہ نوری محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشانی پر نمودار ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسے دیکھ کر اپنی بیٹی کی طرف نگاہ کی اور کہا، کہ اے بیٹی نیک شوہر تو نے پایا۔ مگر مرد غریب ہے کچھ فائدہ نہیں۔ آخر الامر سب امراؤں نے مل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کی شادی کر دی اور تمام رسومات بادشاہانہ ادا کیں اور سارے شہر میں خوشی وخرمی ہوئی اور یہ بھی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مانند سائرہ خاتون اور حوا علیہا السلام کے نہ کوئی حسن وجمال میں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہ اور شادی کے چند ماہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف جانے کا قصد کیا۔ سائرہ خاتون نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی اور بغیر تمہارے میری زندگی محال ہے لہٰذا مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے چلو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا باپ تمہیں نہیں چھوڑے گا سائرہ

خاتون بولیں کہ میرے باپ کی قدر تمہارے وجود کے سامنے میرے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر چھوڑے گا تو فبہا ورنہ بے حکم اس کے تمہارے ساتھ چلوں گی کیونکہ تمہارے بغیر زندگی محال اور وبال ہے۔ پھر سائرہ خاتون نے اپنے باپ سے رخصت مانگی، اس نے ان کو اجازت دے دی۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام سائرہ خاتون کو لے کر شہر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی تھا راستے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ اے حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کا بادشاہ بڑا ظالم ہے اور عورتوں کی خواہش بہت رکھتا ہے اور بالخصوص عروس کو بہت زیادہ شائق ہے اور بہت جلد اس طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کے راستے پر دس دس آدمی متعین رہتے ہیں۔ جو کوئی مال واسباب مصر سے لے جاتا ہے تو اس کو پکڑ کر اس سے اس مال کا محصول لیتا ہے اور اگر کوئی سوداگر اپنی عورت کو ساتھ لے جاتا ہے تو وہ اس عورت کو اس سے چھین لیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ اندیشہ کرنے لگے کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ناموس میں بزرگ تھے۔ اور سائرہ خاتون کے برابر حسینہ سارے جہان میں کوئی عورت نہ تھی اور اس راہ کے سوا جانے کے واسطے کوئی دوسری راہ بھی نہ تھی۔ آخر الامر ناچار ہو کر ایک صندوق بنا کر سائرہ خاتون کو اس میں چھپا کر قفل لگا دیا اور صندوق کو اونٹ پر کسوا دیا۔ جب شہر میں جا پہنچے تو محصول والے آکر صندوق کھولنے لگے تاکہ اس کی جنس کو دیکھ کر اس کے موافق اس کا محصول لیویں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ صندوق مت کھولو، اس کا محصول جو ہوگا وہ میں دوں گا۔ اگر تم یہ چاہو کہ صندوق کے وزن کے برابر سونا چاندی لو تو بھی تم کو دے دی جائے گی۔ یہ سن کر اور بھی زیادہ اشتیاق ہوا کہ نہ معلوم اس میں کیا چیز ہے ضرور کھولنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے بالاصرار اس صندوق کو کھولا تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک عورت صاحب جمال حسن سے مملو آفتاب کے مانند اس میں بیٹھی ہے جس کا ثانی اگر تلاش بھی کیا جائے تو ملنا ناممکن ہے پس اس عورت کو بادشاہ کے پاس لے گئے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واسطے فرمایا کہ شَرُّ خَلْقِ اللّٰہِ الْوَاصِدُوْنَ۔ ترجمہ بدترین آدمیوں میں راہ کے نگہبان ہوتے ہیں یعنی مراد اس سے ہے محصول لینے والے، جب محصول والے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سائرہ خاتون کو بادشاہ کے نزدیک لے گئے تو اس بادشاہ ملعون نے پوچھا کہ یہ عورت تمہاری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بادشاہ کو جواب دیا

جو اسلامی جواب تھا. آپ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے اور بیوی کو بہن کہنا از روئے شریعت درست ہے. یہ جواب سن کر اس ملعون نے کہا تم اپنی بہن کو مجھے دیدو. تب حضرت نے فرمایا کہ وہ اپنی ذات کی مالک ہے. سائرہ خاتون نے کہا مَعَاذَ اللہ یعنی پناہ مانگتی ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے وہ ملعون یہ سنکر ہنسا اور حکم کیا کہ ان کو حمام میں لے جاؤ اور نہلا دھلا کر اور لباس فاخرہ پہنا کر خوشبو سے معطر کر کے میرے پاس لاؤ. بحکم اس ملعون کے ایسا ہی کیا گیا. جب وہ تمام کام سے فراغت پا چکی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا کر پردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھا دیں. تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ تمام گفتگو جو ملعون حضرت سائرہ خاتون کے ساتھ کرے سن سکیں اور ان کے تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھیں جب جمال مبارک حضرت سائرہ خاتون کا اس ملعون نے دیکھا تو فوراً اس نے دست درازی کا قصد کیا. اسی وقت اس کا ہاتھ شل اور خشک ہو گیا. پھر اس نے چاہا کہ بے ادبی کرے، تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے زانو تک زمین میں دھنس گیا. جب اس کا کوئی بس نہ چل سکا تو فوراً کہنے لگا یہ عورت تو جادوگر ہے. حضرت سائرہ خاتون نے اس ملعون سے کہا اے بد بخت میں جادوگر نہیں ہوں. بلکہ خاوند میرا خداوند قدوس کا دوست ہے جو سب کی نگہبانی کرنے والا ہے اور میرا خاوند خداوند کریم کی درگاہ میں دعا کرتا ہے تاکہ تو مجھے بے عزت نہ کر سکے. یہ سنکر اس نے توبہ کی. فی الفور ہاتھ اس کا درست ہو گیا اور زمین نے بھی اس کو چھوڑ دیا پھر جب دوسری مرتبہ سائرہ خاتون کی طرف نگاہ بد سے دیکھا تو وہ اسی وقت اندھا ہو گیا. تب اس ملعون نے کہا کہ اے بی بی معصوم میرے حال پر دعا کرو اور میں اس کام سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرتا ہوں جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کے حکم سے اس کی آنکھیں اچھی ہو گئیں پھر جب حالات ٹھیک ہو گئے تو غلبۂ شیطانی سے عہد شکنی کرنی چاہی کہ میں حضرت سائرہ خاتون پر دست دراز ہوں تو اسی وقت تمام بدن اس کا خشک اور شل ہو گیا اور پھر آنکھیں جاتی رہیں پھر کہنے لگا اے بی بی پاک دامن میرے واسطے اپنے خدا سے دعا کیجئے حضرت سائرہ خاتون بولیں کہ اے بد بخت یہ دعا میری نہیں ہے بلکہ میرے شوہر جو میرے ساتھ ساتھ ہیں ان کی دعا ہے اور وہ خداوند کریم کے دوست ہیں. اگر وہ چاہیں تجھے معاف کریں یا

نہ کریں. تب اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم کو یہاں لاؤ. پھر اس کے بلانے پر حضرت ابراہیمؑ وہاں تشریف لے گئے. وہ بادشاہ بولا اے ابراہیم علیہ السلام مجھے معاف کیجئے میں نے آپ پر بڑا ظلم کیا ہے اور میں اب توبۃ النصوح کرتا ہوں. حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بادشاہ سے کہا کہ یہ میرے حکم سے نہیں ہے یہ سب خداوند قدوس کے حکم سے ہوتا ہے جو تمام جہان کا رب و مالک ہے. دیکھو خدا کی مرضی کیا ہوتی ہے اسی کے مطابق کرنا ہوگا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ اے ابراہیم خلیل اللہ خدائے تعالیٰ نے تمہیں سلام کہا اور فرمایا ہے کہ جب تک یہ تمام ملک اور خزانہ اپنا تم کو نہ دے دے ہرگز تم اس سے راضی نہ ہونا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بادشاہ سے یہ بات کہی کہ میرا رب ایسا فرماتا ہے بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب یہ باتیں سنیں سنتے ہی تمام سلطنت اور اپنا خزانہ حضرت ابراہیم کو دیدیا. یہ کیفیت ہونے پر پھر حضرت ابراہیمؑ نے اس مملکت کے دو حصے کرکے آدھا حصہ جو جانب کنعان کے تھا آپ نے خود لے لیا اور باقی جو حصہ بچا اسی کو واپس دے دیا. پس بادشاہ نے ایک صاحبزادی دوشیزہ نیک رو، خوبصورت صاحب جمال لاکر حضرت سائرہ خاتون سے کہا کہ اے نیک بخت بی بی میں نے تمہاری بے حرمتی کی کوشش کی اور میں نے تم کو دیکھکر اندیشہ بد کیا. پس تمہارے عفو و معاف کے شکرانہ میں یہ بی بی حاجرہ کو تمہیں دیتا ہوں اور جو گناہ و تقصیریں مجھ سے ہوئیں معاف کیجئے. پس حضرت ابراہیم علیہ السلام سائرہ خاتون اور بی بی حاجرہ کو لے کر کنعان کو چلے گئے. راستہ میں حضرت سائرہ خاتون اپنا حال جو بادشاہ کے یہاں گزرا تھا. وہ بیان کرنے لگیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سائرہ خاتون تم خاطر جمع رکھو، اب کوئی اندیشہ مت کرو. اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری آنکھوں کے سامنے سے پردۂ غیب اٹھا دیا جو جو باتیں تجھ پر گزرتی تھیں مجھ پر سب ظاہر ہو جاتی تھیں اور جو تم کرتی اور کہتی تھیں سو وہ میں دیکھتا اور برابر سنتا تھا. بعد اس کے سائرہ خاتون نے بی بی حاجرہ کو حضرت ابراہیم کی خدمت میں دے دیا. یہاں ایک سوال یہ ہے یعنی باوجود اس کے کہ جناب سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے اور حضرت ابراہیم کے درجے میں زمین و آسمان کا فرق ہے. پس اس میں کیا راز ہے کہ جب منافقوں اور کافروں نے حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی تھی تو اس وقت اللہ رب العزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سے پردہ نہ اٹھایا بلکہ حضرت عائشہ کی تہمت اور پاکدامنی کی خبر دی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ عزوجل مابین ان کے پردہ نہ رکھتا تو حضرت عائشہ رض کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو اس وقت منافق لوگ حضرت رسول خدا پر طعن کرتے اور کہتے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بی بی حضرت عائشہ رض کی عصمت کے حال سے آگاہ تھے۔ لیکن باوجود اس کے ان کے حال کو ظاہر نہیں کیا گیا اور خداوند قدوس کو یہ منظور تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی عصمت کو بذریعہ وحی آسمانی سے ثابت اور متحقق کردے تاکہ ام المومنین پر جنہوں نے تہمت لگائی تھی وہ جھوٹے اور روسیاہ ہوں اور منافق پھر ان پر کسی قسم کا کوئی طعن نہ کرسکیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے سے اللہ تعالیٰ نے پردہ اٹھالیا اور کہا کہ اے ابراہیم تو اپنی بی بی کو بچشم خود دیکھ لے اور جناب رسول خدا صلعم کو فرمایا اے سید عالم غائب میں ہیں خود عائشہ کا نگہبان ہوں۔ بس ان دونوں کے درمیان از روئے مرتبہ اتنا فرق ہوا کہ حضرت سائرہ خاتون کے نگہبان حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کا پاسبان رب العالمین تھا۔

بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر فلسطین میں سکونت اختیار کرنے کا

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر مذکورہ سے نکل کر بیت المقدس کی طرف چلے گئے جس کو فلسطین بھی کہتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المقدس میں پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور آکر فرمانے لگے اے حضرت ابراہیم زمین کی طرف جتنا دیکھو گے اتنا ہی فائدہ ہوگا۔ جب حضرت ابراہیم نے زمین کی طرف دیکھا تو اس جگہ سے آب رواں جاری ہوگیا۔ پھر اس کے بعد دیکھتے کیا ہیں کہ نرم زمین میں میوہ دار درخت لگے ہوئے ہیں اور بغیر پانی کے فصل پیدا ہوتی ہے اور سائرہ خاتون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بی بی ہاجرہ کو دیا تھا۔ ہاجرہ نام بھی اسی واسطے ہوا کہ جب بادشاہ سائرہ خاتون کے ساتھ برا قصد کرتا تھا تو اسی وقت اس کا ہاتھ خشک ہوجاتا تھا اس کے بعد اس نے توبہ کی اور حضرت سائرہ خاتون سے کہا کہ میرے پاس ایک خادمہ ہے آپ اس کو اپنی

خدمت میں لے جایئے کہ جس وقت میں اس سے بُرا قصد کرتا تھا اس وقت ہی ہاتھ میرا ایسا ہی خشک ہو جاتا تھا اور نسلی اعتبار سے بی بی ہاجرہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی ہوتی ہیں اور ان ہی کے بطن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل منسوب ہے پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شہر مکہ میں قیام کیا اور عمارتیں بنوائیں اور روایت ہے کہ ایک شخص سام بن نوح کی اولاد میں سے حضرت خلیل اللہ کے زمانے تک بقیہ حیات موجود تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ مل کر ملک آباد کیا اور بہت کثیر تعداد میں لوگوں کو شرعی احکام بتائے جب کچھ لوگ آپ کے ہم عقیدہ ہو گئے تو ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اے ابراہیمؑ ہم کو ایک قبلہ چاہیئے تاکہ ہم سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر خدا کی عبادت کیا کریں۔ یہ گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم سے ہو رہی تھی کہ حضرت جبرئیل تشریف لے آئے اور رضائے الٰہی سے ایک پتھر بہشت سے لا کر اب جہاں بیت المقدس ہے وہاں رکھ دیا اور کہا اے ابراہیم هٰذِهٖ قِبْلَتُكَ وَقِبْلَةُ الْاَنْبِيَآءِ مِنْ بَعْدِكَ ۔ ترجمہ: کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہ اے خلیل اللہ یہ تمہارا قبلہ ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ چالیس ہزار پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے ہیں، ان سب انبیاؤں سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور سب سے آخر میں پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اس پتھر کی طرف قبلہ رو ہو کر خدا کی عبادت کرتے تھے اور اس پتھر کا نام صخرۃ اللہ ہے پس حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں رہے اور اولاد بھی ان کی وہاں پیدا ہوئی اور فرمان الٰہی ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم نمرود کے پاس جاؤ اور اس کو تمام لشکر سمیت میری طرف بلانے کی دعوت دو تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے زمین بابل میں جا کر نمرود لعین سے کہا اے نمرود کہہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ نمرود نے کہا اے ابراہیم علیہ السلام تیرے خدا سے مجھے کچھ حاجت نہیں اور تو یہ بھی دیکھنا کہ آسمان کی مملکت بھی میں تیرے خدا سے چھین لوں گا اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے ملعون تو آسمان پر کس طرح جائے گا۔ وہ بولا کہ میں آسمان پر جانے کی تدبیر کرتا ہوں۔ تب اس ملعون نے اپنے درباریوں کو حکم کیا کہ چار گدھوں کو پالیں۔ جب وہ بڑے ہو گئے تو ایک تابوت بنوایا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ بڑا ہی متردد ہوا کہ اب کیا کروں۔ شیطان مردود بھی اس کے ہم نشینوں

میں آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ تابوت کے چاروں کنارے چار گدھوں کو باندھو ایک رات تک ان کو بالکل بھوکا رکھو، بعد اس کے ہر ایک کے سامنے اوپر کی طرف گوشت باندھ کر لٹکا دو۔ جب یہ چاروں گدھ گوشت کھانے کا قصد کریں گے۔ تب تجھ کو آسمان کی طرف لے اڑیں گے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں تابوت سمیت تجھے آسمان پر پہنچا دیں گے۔ جب تو وہاں پہنچ جائے گا تو ابراہیم کے خدا سے سلطنت فوراً چھین لینا اور پھر اپنا تسلط وہاں پر قائم کر دینا اور اپنے ہمراہ ایک مصاحب کو بھی لے لینا۔ جب ایک روز دو پہر گزرے گا تو ٹیلے اور پہاڑ روئے زمین کے یکساں معلوم ہوں گے۔ پھر دوسرے دن تمام عالم دریا کی مانند نظر آوے گا۔ اس وقت سمجھنا کہ اب میں آسمان پر پہنچ گیا ہوں اس ابلیس علیہ اللعنتہ نے ایک کو کہا اور نمرود بادشاہ نے اس سے سنا اور پھر ویسا ہی کیا اور ایک مصاحب کو اپنے ساتھ لے کر اس تابوت میں سوار ہو کر آسمان کی طرف چلا۔ جب کچھ بلند ہوا تو اپنا تیر کمان سے لگا کر چاہا کہ آسمان کی طرف لگا دے۔ اس وقت اس کے مصاحب نے کہا کہ اے مردود بادشاہ تو یہ کیا کرتا ہے۔ اس نمرود نے کہا کہ آسمان کے خدا کو تیر لگا کر ملک آسمان اس سے چھین لیتا ہوں۔ اس نے کہا اے نمرود تو جس کو تیر لگانا چاہتا ہے وہ خدا اس لائق نہیں ہے ارے وہ سچا خدا ہے کہ جس کو حضرت ابراہیمؑ پوجتا ہے اور نام اس کا قہار و جبار بھی ہے تو سب سے بدبخت ہے۔ تب نمرود پلید نے غصہ میں آکر اس کو وہاں سے دھکیل کر گرا دیا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر اس کو بے حساب و کتاب بہشت میں لے گئے۔ پس نمرود نے آسمان کی طرف تیر لگایا اس وقت جناب باری سے حکم آیا اے جبرائیل نمرود کے تیر کو لے کر مچھلی کی پشت پر لگا کر نمرود کی طرف ڈال دو تا کہ کوئی دشمن بھی میری درگاہ سے محروم نہ جاوے۔ تب جبرائیل علیہ السلام اس تیر کو لے کر مچھلی کے پاس آئے۔ مچھلی نے کہا۔ اے جبرائیل اس کو کیا کرو گے جبرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ اس تیر کو تیری پیٹھ کے خون سے آلودہ کر کے نمرود کی طرف ڈال دوں تا کہ وہ خدا کی درگاہ سے ناامید نہ ہو جاوے یہ سن کر مچھلی نے درگاہ الٰہی سے نہایت مودبانہ التماس کی کہ یاالٰہی تو اس بے گناہ کو دشمن کے تیر سے مارتا ہے تب ندا آئی کہ اے مچھلی اس وقت جو رنج تجھ کو ہوتا ہے دوسری بار تجھ کو ہرگز نہ ہوگا اور نہ تجھ کو کوئی تکلیف ہوگی۔ پس حضرت جبرائیل نے نمرود کے تیر میں مچھلی کا خون لگا کر اس ملعون کی طرف پھینک دیا۔ جب نمرود نے اپنے تیر کو خون آلود دیکھا

تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میرا جو مقصد تھا وہ پورا ہوگیا۔ اب آسمان کے خدا کو میں نے مار ڈالا ہے بس جو گوشت کر لو پر کی طرف باندھا تھا اب وہی گوشت تابوت کے نیچے کی طرف باندھ دیا۔ جب گدھوں نے گوشت نیچے کی طرف دیکھا تو انہوں نے نیچے کی طرف قصد کیا۔ فوراً زمین پر آپہنچا اور جب تمام لوگوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو بہت سے لوگ بوجہ خوشی کے بیہوش ہو گئے اور بعد ایک ساعت کے ہوش میں آئے تو سب کے سب علیحدہ علیحدہ اپنا اپنا خیال بیان کرنے لگے اور ان میں کوئی بھی ایک دوسرے کی باتیں سنتا ہی نہیں تھا جبکہ بوجہ خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے اور اصل حقیقت کو بھی پوچھتے نہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جودی پہاڑ پر جب کشتی پر سے اترے تو جو لوگ کہ حضرت کے ساتھ کشتی پر تھے انہوں نے ایک ایک گاؤں جداگانہ آباد کیا تھا اور علاقہ کا نام ثمانینہ تھا۔ وجہ تسمیہ اس کی حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہو چکی ہے۔ ان لوگوں کو حضرت نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی اپنی آبادی میں جا کر بسے اس بات کو کسی نے نہ مانا پس حضرت نے دعا کی تب ہر قوم کی علیحدہ علیحدہ زبان پیدا ہوئی کوئی کسی کی بات نہ سمجھتا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اسی وجہ سے متفرق ہو کر اطراف جہان میں شہر آباد عمارت بنا کر بسے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ کشتی نوحؑ کے ساتھ کسی نے دشمنی پیدا کی تھی وہ بولے جب نوح کشتی سے اترے گا تو ہم اس کو مار ڈالیں گے وہ لوگ کشتی سے اترے تب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی زبان مختلف کر دی تاکہ کسی کی بات کوئی نہ سمجھے، اور حضرت نوح علیہ السلام سے دشمنی نہ کر سکے اس وقت ہر شخص اپنے اپنے حال پر رہ گیا۔ القصہ جب نمرود لعین آسمان پر سے زمین پر آیا تو حضرت ابراہیمؑ سے کہا دیکھ تیرے خدا کو میں نے مار ڈالا تیر میں جو خون لگا ہوا ہے یہ اسی کا نشان ہے اب تیرے خدا سے میں نے ملک آسمان چھین لیا یہ باتیں سننے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے مردود میرے خدا کو کوئی نہیں مار سکتا اور نہ وہ کبھی مرنے والا ہے اور وہ سب پر قادر ہے وہ قہار ہے اور سب مقہور اور وہ رازق ہے سب مرزوق، اور وہ خالق ہے سب مخلوق۔ پھر اس لعین نے کہا کہ اے ابراہیمؑ تیرے خدا کا لشکر کتنا ہوگا، میں تیرے خدا کو تو آسمان پر مار چکا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے لشکر کو بھی مار ڈالوں۔ حضرت ابراہیم نے اس سے کہا کہ میرے خدا کے لشکر کی کوئی خبر نہیں جانتا سوائے اس کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ط ترجمہ! اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کا لشکر

مگر وہی۔ پھر نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں تو بھی اپنے خدا کا لشکر جمع کرتا کہ میرے ساتھ مقابلہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے مردود تو اپنا لشکر جمع کر میرا خدا کُنْ فَیَکُوْن میں جمع کر دے گا۔ تب اس مردود نے مشرق اور مغرب اور روم اور ترکستان اور ہند سے تمام لشکر و فوج بلا کر جمع کیا۔ تین سو فرسنگ یعنی نو سو کوس تک اس کے لشکر کی چھاؤنی پڑی تھی اور وہ مردود تقریباً ساٹھ برس تک اسی خیال باطل اور فکر بیہودہ میں پڑا رہا۔ تمام لشکر و فوج زمین بابل میں لا کر جمع کرتا رہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے پلید خدا سے شرم کر کہ وہ تمام مخلوقات کا خالق و رازق ہے اس سے ذرا تو ڈر اور اپنا خالق جان کہ اس نے تجھے دنیا میں سلطنت دی اور آخرت میں بھی دینے والا ہے۔ اس پلید و ناپاک نے کہا کہ مجھے تیرے خدا سے کچھ حاجت نہیں تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے دعا مانگی اے بار الٰہا یہ ملعون نافرمان تیرے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو ہلاک کر۔ تب حضرت جبرائیل آئے اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ پس نمرود نے ساٹھ لاکھ سوار زرہ پوش تیار کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ خدا کو اگر طاقت ہے تو کہہ دے کہ دنیا کی بادشاہی ہم سے چھین لے مگر پہلے میری فوج سے آ کر لڑے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی حکم آیا تو کیا مانگتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خدایا تیری مخلوقات میں سے مچھر ادنیٰ ضعیف اور ہر جانور کی خوراک ہے۔ میں اسے مانگتا ہوں۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ مچھروں کو چھوڑ دیں اور اسی وقت فرشتوں پر فرمان الٰہی ہوا کہ تم کوہ قاف میں جا کر مچھروں کے سوراخوں میں سے ایک سوراخ کھول دو۔ فرشتوں نے عرض کی یا الٰہی کتنے مچھر چھوڑیں حکم ہوا کہ صرف ساٹھ لاکھ مچھر چھوڑ دو تاکہ ہر ایک سوار کے مقابل میں لشکر نمرود کے ایک ایک ہو جائے تو نمرود اپنی قوت اور شجاعت کو دیکھے اور معلوم کرے۔ فرشتوں نے حکم الٰہی سے جا کر ایک سوراخ اس میں سے کھول دیا تب مچھر ابر کی مانند زمین بابل میں جہاں نمرود کی لشکر گاہ تھی جا پہنچے۔ جناب باری تعالیٰ کا حکم ہوا اے مچھرو تمہاری خوراک نمرود کے لشکر میں ہے تم سب ان کو کھاؤ۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے جا کر کہا کہ اے نمرود! دیکھ میرے خدا کی فوج آ پہنچی ہے۔ جب نمرود نے دیکھا کہ مانند ابر سیاہ کے ہوا پر کچھ چلا آتا ہے تو اس لعین نے اپنے سپاہیوں کو کہا کہ ہاں ہوشیار ہو کر علم کھڑا

کرو اور لڑائی کا نقارہ بجاؤ۔ انہوں نے ویسا ہی کیا اور کہتے ہیں کہ شور و غل سے نمرود کے لشکروں کے زمین میں زلزلہ پڑ گیا۔ بس کیا تھا۔ آناً فاناً فوج الٰہی آ پہنچی۔ شور و غل آدمیوں کا جو نمرود کے لشکر میں ہو رہا تھا۔ مچھروں کی آوازوں سے کم ہو گیا اور جہاں پر فزع پڑ گیا اور مچھروں کے غل سے جہان پُر ہو گیا اور جوش و خروش اس مردود کا جاتا رہا اور ہر سوار کے سر پر ایک ایک مچھر بیٹھ گیا اور مچھر اپنے ڈنگ ان کے سروں میں چبھو چبھو کر مغز اور گوشت اور پوست اور رگ و آنت اور خون سواری سمیت سب کا سب کھا گئے۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے مچھر ذرا بھی ماندے نہ ہوئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہڈی تک ان کی کھا گئے۔ اس ملعون کے لشکر کے لشکر گاہ میں ایک آدمی باقی نہ رہا اور ایک مچھر کانا لنگڑا لولا غرضیکہ ہر عضو میں اس کے نقص تھا۔ وہ مچھروں کا سردار تھا اس نے خدا کی درگاہ میں عرض کی کہ الٰہی نمرود ملعون کو میرے ہاتھ سے ہلاک کر تو اس کے عوض مجھے ثواب ملے گا۔ پس خدا نے اس کی معروضات قبول فرمالیں۔ جب نمرود مردود اکیلا گھر کی طرف بھاگا۔ اپنی لشکر گاہ سے تو بالا خانہ میں حرم بابل کے بیٹھ کر یہ تشویش کر رہا تھا کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر سارے کا سارا مارا گیا اور ہم میں سے کوئی بھی ایک مچھر کو نہ مار سکا۔ وہ سردار مچھر جو لنگڑا اور ایک آنکھ کا کانا تھا۔ اس مردود کے زانوں پر جا بیٹھا۔ اسے دیکھ کر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس طرح کے جانوروں کر ہمارے سارے لشکر کھا گئے۔ اگرچہ یہ جانور نہایت ضعیف اور چھوٹے نظر آتے تھے۔ مگر ہمارے لشکر کچھ نہ کر سکے اور یہ کہہ کر چاہا کہ اس کو پکڑے اتنے میں وہ مچھر اس پلید کی ناک میں جا گھسا اور دماغ میں جا کر اس کا مغز کھانے لگا۔ وہ مردود اس عذاب میں گرفتار ہوا کہ جس کا چارہ کچھ نہ ہو سکا۔ چالیس دن رات اسی طرح پریشانی میں گزرے۔ جب اس کے دوست آشنا نوکر جا کر اس کے سر پر لکڑی یا کفش باری کرتے تو اس کے صدمے سے وہ مچھر جو اس کے دماغ میں گھس چکا تھا تھوڑی دیر کے لیے دم بھر لیتا پھر اس کو کچھ معمولی سا چین آ جاتا۔ بعد چالیس دن رات کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم تم نمرود ملعون کے پاس جاؤ اور میری سے اس کو بلاؤ اور اس کو سیدھی راہ بتاؤ تاکہ اس کا کچھ بھلا ہو۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے نمرود کے پاس جا کر کہا کہ اے نمرود تم کہہ دو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ط نمرود ملعون نے یہ سن کر کہا کہ وہ اور تو کون ہے کہ میں گواہی دوں اس کی

وحدانیت کی اور تیری رسالت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تیرے گھر کی سب چیزیں گواہی دیں کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں۔ تب تو ایمان لے آئے گا پس اتنے میں تمام فرش فروش اور چھت پردے اور آلات اور اثاث البیت غرض سب شئے نے باواز بلند کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ وَ اِبْرَاھِیْمُ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نمرود نے کہا کہ تمام اسباب و آلات گھر کا جلا کر دریا میں ڈال دو دیسا ہی کیا گیا۔ تب نمرود پلید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اب پھر کون بولے گا کہ تیرا خدا ایک ہے اور تو اس کا رسول برحق ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام در و دیوار اور ستون اور مکانات اور سب چیزیں اس کی شہادت دیں گی۔ اسی وقت سب نے باآواز بلند فصیح زبان سے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ وَ اِبْرَاھِیْمُ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پھر نمرود نے ان سب شئے کو یعنی در و دیوار و مکان و ستون سب کھدا کر جلا دیا۔ پھر نمرود ملعون نے کہا اے ابراہیم بتاؤ اب کون تمہارے خدا کی گواہی دے گا۔ اور تمہاری رسالت کی گواہی دے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے بدن کی پوشاک گواہی دے گی۔ پھر اسی وقت کپڑوں نے گواہی دی۔ ان کو بھی نمرود ملعون نے اتار کر جلا دیا۔ پھر پلید نابکار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا بتاؤ اور کون بولے گا۔ پھر اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور حضرت خلیل اللہ سے کہنے لگے۔ اے ابراہیم علیہ السلام تمام کافروں نے موت کے وقت خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا تھا مگر یہ مردود کافر ہرگز ایمان نہ لائے اور قیامت تک اس پر عذاب شدید ہو گا۔ اور ایک حدیث میں ایا ہے کہ جس وقت عبداللہ ابن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹنا چاہا اس وقت ابوجہل نے کہا اے عبداللہ تم اپنے محمد سے کہدو جب سے میں اس کو دشمن جانتا ہوں تب ہی سے یہی بولتا ہوں کہ وہ رسول خدا کا نہیں۔ پس قیامت کے دن حشر کے میدان میں حضرت بلال حبشی نماز کے لیے اذان دیں گے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ یہ سن کر ابوجہل وہاں بھی بولے گا محمد رسول اللہ خدا کا رسول نہیں۔ پس یہ دونوں مردود ابوجہل اور نمرود دنیا میں بڑے کافر تھے اور آخرت میں بھی ہمیشہ عذاب ان پر ہے۔ حضرت جبرائیل نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اس ملعون کی

اجل آچکی ہے اور اب کچھ دن بھی باقی نہیں ہیں جس گھڑی وہ مچھر اس کی ناک سے نکل کر چلا گیا۔ وہ مردود وہیں جہاں تھا مر گیا اور جہنم واصل ہوا اور قیامت تک عذاب میں مبتلا رہے گا اور ایک روایت میں ہے کہ نمرود کے سر پر سونٹا مارنے کے لیے ایک نوکر مقرر تھا۔ جب شب درد اس کو سونٹا مارا جاتا تو اس کو کچھ آرام و قرار ہوتا اسی طرح جب رات دن سونٹے لگاتے لگاتے چالیس دن گزرے تو نوکر جو مقرر تھا وہ ناچار ہوا آخر غصہ ہو کر ایک ہی دفعہ زور سے ایک سونٹا ایسا مارا کہ اس مردود کا سر دو ٹکڑے ہو گیا اور اس کے سر کا بودا بھیجی نکل پڑا اور اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا اور وہ مچھر مغز کھا کر کافی بڑا ہو گیا تھا۔ وہ سر کے پھٹ جانے سے باہر نکل آیا اور پھر وہ بھی چلا گیا۔

بیان حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی مراجعت کا

جب نمرود واصل جہنم ہو گیا تو اس کی قوم میں جو لوگ موجود تھے سب حضرت ابراہیمؑ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ آج تک یہ ملک نمرود پلید کا تھا، اب تمہارا ملک ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھ کو ملک گیری سے کچھ کام نہیں اور یہ ملک ہمیشہ ملک بے زوال ہے اور میں بندہ بازوال اس بے زوال کا ہوں ملک مصر و عجم بادشاہوں کی جگہ ہے اور ملک شام نبیوں کی جگہ ہے۔ میں تو شام جا رہوں گا۔ لوگوں نے کہا ہم بھی آپ کے ساتھ شام میں جا رہیں گے۔ تب حضرت ابراہیمؑ شام کی طرف راہی ہوئے۔ رحبہ نامی ایک جگہ ہے وہاں آ پہنچے اس ملک اور اس شہر کو رونق بخشی اور وہاں سے دریائے فرات کے کنارے آ پہنچے۔ وہاں بھی ایک شہر آباد کیا اور اس شہر کا نام رقیہ ہے۔ پھر وہاں سے حلب میں تشریف لائے اور وجہ تسمیہ حلب کی یہ ہے کہ شب کو وہاں دودھ دوہا کرتے تھے۔ اور وہاں حلب امر میں آئے اور پھر وہاں سے مین میں آئے کہ جہاں کے بادشاہ نے حضرت ہاجرہ کو دیا تھا اور وہ بادشاہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا اور دین اسلام سے مشرف ہوا۔ اور پھر جو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کو آتے وہ دین ابراہیم سے مشرف ہوتے۔ وہاں چند روز قیام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معہ اپنی زوجہ محترمہ کے دمشق میں آ گئے اور وہاں اسی دین اسلام کا طریقہ و اطوار لوگوں کو بتایا اور

بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے بعد شہر طیب میں وارد ہوئے اور وہاں کے اہل شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے سے پہاڑوں میں بھاگ کر چلے گئے۔ اور جو مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھے ان لوگوں نے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے چھوڑے ہوئے مال و دولت سے فائدہ اٹھایا اور وہ تمام مال غنیمت لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کنعان میں آپہنچے اور ان لوگوں نے وہاں ایک نہر جاری دیکھی حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اس کا پانی سات جگہوں میں جا گرتا ہے۔ علاوہ دقا مورو خایم وزعوم اور اسی کے مانند دیگر مگر لیکن یہاں کے آدمی مرتکب فعل بد ردیف ہیں بعض مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت فعل بد کرتے ہیں اور رہزنی کر کے لوگوں سے مال چھین لیتے ہیں اور یہ لوگ ساری عمر اسی فعل بد پر رہے اور پھر مر گئے اور یہ شہر رزنان میں لوط تھا پھر وہاں سے بیت المقدس تشریف لائے۔ تب سائرہ خاتون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے سے از راہ خوشی دو سو دینار فقراء کو تصدق کیے اور تمام شہر کے لوگ خوش و مسرور ہو گئے تقدیر الٰہی سے ایسا اتفاق ہوا کہ نور پیشانی سے حضرت ہاجرہ کی پیشانی پر ظاہر ہوا۔ بعدہٗ وہاں سے اٹھ کر حضرت سائرہ خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ تب حضرت سائرہ خاتون نے اس حال سے واقف ہو کر حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیئے پس حضرت ہاجرہ کے کان چھیدنے سے اور بھی زیادہ خوبی آگئی حضرت سائرہ خاتون نے کہا کہ واہ واہ اس عیب نے تو دوہری خوبصورتی بخشی پھر غصہ ہو کر ان کا ختنہ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام میں نے تمام زن و مرد پر یہ سنت ہاجرہ کی جاری کر دی کہ ساری امت ان کی قیامت تک پیروی کرے۔ حضرت سائرہ خاتون کو اور بھی غیرت پیدا ہوئی اور حضرت ابراہیم سے بولیں کہ یہ چیز مجھ کو برداشت نہیں ہے کہ ہاجرہ کے کوئی فرزند پیدا ہو اور مجھ کو نہ ہو اور جب نو مہینے گزر گئے تو حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل تولد ہوئے بعدہٗ سائرہ خاتون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اگر وہ ہاجرہ یہاں رہے گی تو پھر میں یہاں نہ رہوں گی اور میں یہاں سے کہیں چلی جاؤں گی۔ نہیں تو ان کو یہاں سے کہیں ایسی جگہ پر لے جا کر رکھو کہ وہاں میوے اور پانی بھی نہ ہو۔ تاکہ یہ اچھی طرح آرام نہ پا سکے اور میں بھی اس کو نہ دیکھ سکوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات کو سن کر بہت متردد و متفکر ہوئے اتنے میں حضرت جبرائیلؑ نے آکر فرمایا۔ اے ابراہیم! سائرہ خاتون جو کہتی ہے، سو کرو۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور آپ بھی ایک دوسرے اونٹ پر سوار ہو کر بیت المقدس سے نکل کر اب جہاں خانہ کعبہ ہے وہاں پہنچے۔ تب ہاجرہ سے کہا کہ تم یہاں ذرا ٹھہرو، میں آتا ہوں ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کو لے کر وہاں بیٹھی رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دلگیر ہو کر اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے ملک شام کی طرف تشریف لے گئے۔ جب دو گھڑی گزری دیکھا کہ ابراہیم تشریف نہ لائے اور آفتاب گرم ہوا تو سر پر گرمی پہنچی تو پیاس کی شدت محسوس ہوئی اور اس پیاس کی شدت کی وجہ سے حضرت ہاجرہ کوہ صفا و مروہ کی طرف دوڑیں وہاں بھی کہیں پانی نظر نہیں آیا۔ اسی طرح پانی کے لیے صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا پر سات مرتبہ دوڑیں لیکن پانی نہ پایا پھر تو بہت ہی حیران ہوئیں اور یہ دوڑنا صفا و مروہ کا سات دفعہ اہل سنت والجماعت کے مذہب میں حاجیوں پر قیامت تک سنت ہاجرہ جاری رہے گی اور ہر حاجی اسی طرح سات مرتبہ دونوں پہاڑوں پر دوڑتے ہیں جب حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ہاجرہ اس میدان میں اب جس جگہ چاہ زمزم ہے لٹا کر پانی کے لیے صفا و مروہ کی طرف دوڑیں اور پانی نہ پایا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا جب وہاں سے واپس آئیں اور حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس آ کر دیکھا کہ حضرت اسمٰعیلؑ شدت پیاس سے جس زمین پر ہیر رگڑتے تھے۔ اسی جگہ بحکم خداوند قدوس پانی کا ایک فوارہ جاری ہوا اور بفضل خدا اب تک وہ چشمہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاء اللہ۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت ہاجرہ بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ الحمد للہ یہ مبارک فرزند اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عنایت فرمایا ہے پس وہی پانی حضرت ہاجرہ نے خوب سیر ہو کر پیا اور مٹی و پتھر لا کر چاروں طرف سے اس پانی کو بند کر دیا۔ تاکہ زیادہ نہ پھیلنے پائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہاجرہ وہ پانی بند نہ کرتیں تو وہ تمام مکہ معظمہ کی تمام حدود میں قیامت تک جاری رہتا۔ پس جو کھانے پینے کا تھا کھا لیا۔ اتفاقاً ایک روز سوداگروں کا قافلہ پانی کی تلاش میں مع اپنے تمام مویشیوں کے بوجہ پیاس کے کوہ صفا پر آیا تو اس قافلہ نے وہاں ایک عورت کو پانی کے کنارے بیٹھے دیکھا اور اس قافلہ کا بیان ہے کہ اس جگہ سے جب ہم لوگ گزرتے تھے تو کبھی بھی ان لوگوں نے اس جگہ پانی نہ دیکھا تھا یہ دیکھ کر وہ لوگ بہت حیران ہوئے اور وہ اسی تعجب میں حضرت ہاجرہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ حضرت ہاجرہ نے اس قافلے والوں سے جو حال اپنے اوپر اور حضرت

اسمٰعیل پر اور پانی کا جو ماجرا گزرا تھا وہ سب سرگزشت انہیں سنائی۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے اگر اجازت ہو تو ہم لوگ تمہارے پاس اپنی بود و باش اختیار کریں اور پانی کے عوض تم کو ہر سال عشر دیں تاکہ ہم کو یہ پانی حلال ہو۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا اچھا۔ تب وہ لوگ وہاں آئے اور اپنے اپنے خیمے نصب کیے اور اونٹوں اور بکریوں کو چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ بہت دنوں تک وہ لوگ وہیں رہے اس عرصہ میں حضرت اسمٰعیلؑ بالغ ہوئے اور حضرت ہاجرہ ابریشم بن کر اپنی گزر اوقات کیا کرتی تھیں۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی ایک روز حضرت خلیل اللہ کو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے دیکھنے کی آرزو ہوئی اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ خدا جانے وہ دونوں کس حال میں ہوں گے۔ تب حضرت سائرہ خاتون سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اجازت مانگی۔ حضرت سائرہ خاتون نے فوراً اجازت دیدی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عہد لیا کہ تم وہاں سواری پر سے نہ اترنا اور جلدی دیکھ کر وہاں سے چلے آنا۔ یہ عہد کر کے حضرت ابراہیم نے بیت المقدس سے نکل کر بیابان کی راہ لی۔ جب مکّہ میں پہنچے تو وہاں قوم عرب کو دیکھا کہ اونٹ بکری چراتے ہیں اور کسی کو بیٹھے اور کوئی چلتا پھرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی نے نہ پہچانا۔ مگر حضرت ہاجرہ دور سے دیکھ کر بغرض استقبال آگے بڑھیں اور ان کو نہایت تزک و احتشام سے اپنی جائے رہائش پر لائیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عہد کا خیال کر کے اونٹ پر سے زمین پر پاؤں نہ رکھا۔ حضرت ہاجرہ نے اسماعیلؑ کو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ تمہارے والد آئے ہیں حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ کو دیکھا تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کچھ بڑے ہو گئے تھے۔ حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بالاصرار کہا کہ آپ سواری سے اتریے تاکہ آپ کے پاؤں دھلوا دوں تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا چلتے وقت سائرہ خاتون نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ اپنی سواری سے نہ اترنا۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ نے ایک پتھر لا دیا اور اس پر پاؤں رکھ کر دھلایا۔ اسی طرح دونوں پاؤں دھلوا دئے اور اچھی طرح سے ہاتھ پاؤں دھلا دئے اور جس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پاؤں رکھا تھا اب وہ مقام خلائق کا مصلّٰی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى پس حضرت ابراہیمؑ ان کو دیکھ کر بیت المقدس کو تشریف لے گئے اور حضرت سائرہ خاتون کے پاس مہمان سرا بنا کر خلق اللہ کی دعوت و مہمانداری کرتے تھے۔

بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہتا ہے کہ اے ابراہیم اٹھ اور قربانی کر تب حضرت نے فجر کو اٹھ کر دو سو اونٹ خدا کی راہ میں قربان کر دیئے اسی طرح تین دن تک یہ خواب دیکھا تینوں دن دو دو سو اونٹ قربان کیے۔ پھر چوتھی شب کو خواب میں دیکھا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو خداوند قدوس کی راہ میں قربان کر. سبحان اللہ. صحیح ہے کہ خواب پیغمبروں کا بمنزلہ وحی کے ہوتا ہے ایک روز فجر کو نیند سے بیدار ہو کر حضرت سارہ خاتون سے کہا کہ آج مجھ کو خواب میں حکم ہوا ہے کہ اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کر دو لہٰذا میں اس حکم خداوندی کو بجالانے کو تیار ہوں. حضرت سارہ خاتون نے کہا بہت اچھا اپنے فرزند لخت جگر کو خدا کی راہ میں قربان کرو. اس گفتگو کے بعد فوراً ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شتر پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ کے پاس جا پہنچے اور اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر نو برس کی تھی. حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے فرمایا کہ اسمٰعیلؑ کے سر میں کنگھی کر کے اور اس کے بال مشک و عنبر سے خوشبودار کر کے اور آنکھوں میں سرمہ لگا کر اور پاکیزہ کپڑے پہنا کر میرے ساتھ دعوت میں بھیج دو میں اسے اپنے ساتھ دعوت الی اللہ میں لے جاؤں گا. اس حکم کو سن کر حضرت ہاجرہ نے ان کو خوب اچھی طرح نہلا دھلا کر اور پاکیزہ کپڑے پہنا کر کہا کہ تم آج اپنے باپ کے ساتھ ضیافت میں جاؤ. حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک چھری تیز دھار والی اپنی آستین میں چھپائی اور ہاجرہ کے سامنے سے نکل آئے اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اپنے باپ کے پیچھے چلنے لگے. یہ کیفیت دیکھ کر شیطان لعین حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے پاس آیا لیکن اس نے ان سے ابھی کہنا مناسب نہ سمجھا اور فوراً ہی وہ شیطان حضرت ہاجرہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ آج اسمٰعیل تمہارا بیٹا کہاں ہے حضرت ہاجرہ نے اس سے کہا کہ آج وہ اپنے باپ کے ہمراہ ایک ضیافت میں گیا ہے شیطان نے کہا کہ افسوس اس بیچارے کو تو اس کا باپ ذبح کرنے کے لیے لے گیا ہے. حضرت ہاجرہ نے کہا معاذ اللہ تم نے سنا ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو بے گناہ مارا ہے. ابلیس نے کہا کہ خدا نے اسے ایسا ہی حکم دیا ہے حضرت ہاجرہ نے کہا کہ واقعی خدا کا فرمان ہے تو میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں

پس ابلیس حضرت اسمٰعیل کے پاس آیا اور اس لعین نے یہ گمان کیا کہ ابھی تو یہ لڑکا ہے. ہم اس کو نہایت آسانی سے بھٹکا سکیں گے. ابلیس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا تو کہاں جاتا ہے حضرت اسمٰعیل نے جواب میں کہا کہ میں آج اپنے باپ کے ساتھ ضیافت میں جاتا ہوں. شیطان بولا. نہیں تمہارا باپ تو تم کو آج ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہے. آپ نے یعنی حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے اس شیطان لعین سے کہا کہ کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو بے گناہ مارتا ہے کیا کبھی تم نے ایسا سنا ہے. ابلیس نے حضرت اسمٰعیلؑ سے کہا کہ اس کو تو یہ حکم خدا نے دیا ہے کہ وہ آج اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کردے. یہ سن کر حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نے جواب دیا کیا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو پھر تو ہزار جان بھی میری اللہ کی راہ میں فدا ہوں اور میں بخوشی اس کی راہ میں قربان ہونا چاہتا ہوں. جب وہ دونوں بزرگ دور تک نکل گئے. تب اسمٰعیل نے اپنے باپ سے عرض کی کہ اے میرے ابا جان مجھے کہاں لے جا رہے ہو. تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی کی گئی تھی وہ اپنے لخت جگر فرزند ارجمند کے سامنے انہیں الفاظ کے ساتھ بیان کردی قولہ تعالےٰ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى. ترجمہ! پھر جب وہ اچھی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو باپ نے اپنے لخت جگر سے فرمایا. اے بیٹے میرے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبح اللہ کے راستے میں کر رہا ہوں. پس اے بیٹے میرے مجھے بتادو تمہاری اس میں کیا رائے ہے. یہ سُن کر حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کی اے میرے ابا جان یہ تو بڑی بھاری میرے واسطے سعادت ہے اور آپ تو خداوند قدوس کے دوست ہیں اور رات کو بہت کم سوتے ہیں. جب آپ بحکم خدا سوئے تو رحمت رب سے آپ کو یہ خواب کی سعادت نصیب ہوئی میں بخوشی راضی ہوں جس میں میرا خدا راضی ہے اور کہنے لگے. قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۵ ترجمہ: حضرت اسمٰعیل نے اپنے ابا جان سے کہا کہ اے میرے باپ کر ڈالیے جو کچھ آپ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے اور مجھے آپ انشاءاللہ صابرین میں پائیں گے.

فائدہ: فرمایا گیا ہے ذی الحجہ کی آٹھویں شب کو خواب میں دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کرتا ہوں پھر جب صبح ہوئی تو بہت ہی فکر مند ہوئے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہوگی۔ پھر نویں شب میں بھی یہی خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں پھر دسویں شب میں بھی یہی خواب دیکھا۔ پھر اس کے بعد جب کچھ تعبیر سمجھ میں نہیں آئی تو پھر اپنے بیٹے سے کہا اور انہوں نے باپ کے فرمان کے مطابق فوراً تسلیم کر لیا ایسے باپ اور بیٹے پر ہزاروں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے میرے باپ اللہ تعالیٰ نے حکم آپ کو دیا ہے اس میں جلدی کیجئے انشاء اللہ مجھ کو تم صابروں میں سے پاؤ گے اور میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوں نافرمان نہیں ہوں۔ اس لیے آپ جلدی کیجئے ہو سکتا ہے کہ تاخیر کے سبب شیطان لعین وسوسہ ڈالے کیونکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہم کو صحیح راستے سے بھٹکا دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ اس لعین پر پتھر مارو تب باپ اور بیٹے نے اس لعین پر پتھر پھینکے اور اب یہ حاجیوں پر سنت ہے کہ حج کے دنوں میں اس طرف پتھر پھینکتے ہیں۔ بعدہٗ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس جگہ پر جا پہنچے اب جس کو اس وقت منیٰ بازار کہتے ہیں اور جہاں جا کر تمام حاجی اپنے اپنے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اب تمہاری کیا صلاح ہے۔ وہ بولے کہ ہزار جان بھی میری خدا کی راہ میں تصدیق ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے قربان ہوتے ہوئے اپنے خواب میں دیکھا۔ پس آپ جس طرح بھی ممکن ہو جلدی کیجئے اور امر الٰہی بجا لائیے کیا خوب شعر ہے سے وہ مقید ہوئے لفر بحان کے۔ ہوئے دونوں راضی وہ قربان کے۔ قولہ تعالیٰ۔ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ؕ ترجمہ! پھر جب دونوں حکم خداوندی پر راضی ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کو زمین پر ماتھے کے بل پچھاڑا تاکہ بیٹے کا منہ سامنے نظر نہ آوے اور محبت جوش نہ کرے اور حکم خداوندی میں کسی کوتاہی نہ ہو جائے اور یہ بات درحقیقت بیٹے نے اپنے باپ کو سکھائی تاکہ میری قربانی کی فرمائش کی تکمیل ہو سکے اور میں خداوند قدوس کے یہاں مقبول ہو جاؤں۔ کہتے ہیں کہ اس امر کے بجا لانے میں حضرت ابراہیمؑ نے کوئی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی مگر دل پر جو کچھ گزری ہوگی

وہ تو خدا ہی کو خوب معلوم ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بوقت ذبح اپنے ابا جان سے مؤدبانہ التماس کی کہ اے ابا جان میری اس وقت صرف تین گزارشیں ہیں اور میری وصیتیں سمجھ لیجئے سب سے پہلے میرے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ لیجئے کہ جان نازک ہے چھری کے زخم کے مارے جنبش میں نہ آجاؤں خدانخواستہ قطرہ خون کا بھی آپ کے کپڑوں میں لگ جاوے تو میں قیامت کے دن گرفتار ہو جاؤں اور عذاب خدا برداشت نہ کر سکوں۔ اور دوسری وصیت یہ ہے کہ منہ میرا زمین کی طرف کر لیجئے تاکہ منہ میرا تم کو نظر نہ آوے اور میں بھی آپ کی طرف نظر نہ کر سکوں تاکہ آپس میں محبت جوش نہ کرے اور یہ ہمارے اور آپ کے درمیان قصور کا سبب بن جائے اور تیسری وصیت یہ ہے کہ جب آپ گھر کی طرف تشریف لے جائیں، تو وہاں جا کر میری محترمہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام کہنا اور میرا کپڑا خون بھرا ان کو دینا تاکہ یہ نشانی ان کو تسلی کا کام دے اور یہ صرف اس واسطے کر رہا ہوں کہ ان کا کوئی دوسرا فرزند نہیں ہے۔ یہ باتیں اپنے بیٹے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنیں اور اس کے بعد لپنے کرتے کی آستین سے چھری نکال کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں خوب اچھی طرح سے مضبوط باندھے اور ان کا منہ بھی زمین کی طرف کر دیا۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا اے میرے ابا جان میرے ہاتھ پاؤں کھول دیجئے کیونکہ جو بندہ بھاگنے والا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر خدا کی درگاہ میں لاتے ہیں لیکن یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ مانی اور گلے پر چھری زور سے چلائی مگر بحکم خدا کچھ بھی نہ کٹا حضرت اسماعیلؑ نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ میرے ابا جان کیا چھری کی پشت سے ذبح کرتے ہو جو کاٹتی نہیں ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر چھری پر زور لگایا لیکن پھر بھی ذبح نہ ہوا۔ پھر حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے ابا جان سے کہا اب کی مرتبہ چھری کی نوک سے گلے میں ڈال کر زور سے ذبح کرو شاید یہ کامیاب ہو اور میں خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے کہنے سے ویسا ہی کیا لیکن پھر بھی کچھ کٹ نہ سکا۔ چھری دستے کے اندر اور دستہ حلق پر رہ گیا۔ غرضیکہ وہ ذبح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غصہ میں آکر چھری کو زمین پر ڈال دیا اس وقت چھری نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کلام کیا کہ اے حضرت ابراہیمؑ خدا تمہیں کہتا ہے کہ کاٹ اور مجھے کہتا ہے

نہ کاٹو اور آپ کو ایک دفعہ فرمایا اور مجھے دس دفعہ فرمایا ہے کہ مت کاٹو اور یہ جان لو کہ حکم الٰہی سب سے بہتر اور اس کے حکم کے آگے کسی کا حکم نہیں چل سکتا. حضرت ابراہیمؑ اسی گفتگو میں تھے کہ اتنے میں پیچھے سے ایک آواز تکبیر کی آئی. اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۝ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ بلند آواز سے کہتے ہوئے آئے قولہ تعالےٰ ،

وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ. وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ۝ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ترجمہ اور پکارا ہم نے اس کو یوں کہ اے ابراہیم بیشک سچ کیا تم نے اپنے خواب کو تحقیق اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو یعنی ایسے مشکل حکم میں ڈال کر آزماتے ہیں اور پھر ان کو ثابت قدم رکھتے ہیں. پھر اس کے بدلے میں بلند درجات عطا کرتے ہیں بیشک یہی ہے صریح آزمانا اور ہم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک بڑی قربانی کے بدلے چھڑا لیا یعنی بڑے درجے کا بہشت سے ایک دنبہ آیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھیں پٹی سے باندھ کر چھری ایسے زور سے چلائی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلا نہ کٹا حضرت جبرائیل نے حضرت اسمٰعیلؑ کو اس جگہ سے ہٹا دیا اور ایک دنبہ جو بہشت سے لائے تھے ان کی جگہ پر رکھ دیا. جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے پٹی کھول کر دیکھا تو ان کے بیٹے کے بدلے میں ایک دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اور یہ سنت آنے والی نسلوں کے واسطے قائم کر دی گئی اور دنیا تک یہ سنت جاری رہے گی اور سلامتی ہو حضرت ابراہیم پر ہم یوں ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہر نیکی کرنے والوں کو اور وہ ہمارے بندوں میں بہت ہی زیادہ ایماندار ہیں اور ہم اس کو اپنی نعمتوں اور برکتوں سے نوازتے رہیں گے اور ان کی نسل پر بھی ہمارا لطف و کرم جاری رہے گا.

فائدہ. پس معلوم ہوا کہ وہ پہلی خوشخبری حضرت اسمٰعیل کی تھی اور سارا واقعہ اللہ کے راستے میں ذبح کا انہیں سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہود کہتے ہیں کہ حضرت اسحاق کو ذبح کیا گیا اور یہ بات حقیقت کے خلاف ہے. کیوں کہ حضرت اسحاق کی خوشخبری کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوشخبری ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں سے اولاد بہت پھیلی اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت اسحاق کی اولاد سے بنی اسرائیل میں نبی کثرت سے آتے رہے.

اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ملک عرب میں نبی آتے رہے اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بھی آپ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس قربانی عظیمہ کے بدلہ میں ایک دنبہ
ابلق وفربہ اور تندرست جنت سے بھیجا تھا اور بعضوں نے کہا کہ اس دنبے کو ہابیل نے بھی قربان
کیا تھا۔ بعد اس کے دو ہزار برس خداتعالیٰ نے اسے بہشت میں پال کر حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں
حضرت اسمٰعیلؑ کے عوض فدیہ بھیجا تھا کہ وہ نجات پاویں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس
دنبے کو بعوض اسماعیلؑ کے ذبح کیا اور اس کے چمڑے سے اس کے دسترخوان بنوا کر خلق اللہ کو اس
پر کھانا کھلایا کرتے اور اس کی پشم سے حضرت سائرہ خاتون نے ایک چادر بنوائی۔ حضرت ابراہیمؑ نے
اس چادر کو سکینہ کے تابوت میں رکھ دیا۔ ایک دن حضرت جبرائیلؑ اس تابوت کو لے کر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ حضور نے حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب کو عنایت فرمایا
تاکہ اس کا خرقہ بنا کر پہنیں۔ اور وہ خرقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس زندگی بھر رہا۔ اور وہ اس کو
ہمیشہ پہنتے تھے۔ تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل ہو سکے چونکہ وہ جانتے تھے
کہ آخرت میں نجات کا دارومدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ
ہم سب کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ وشوق عنایت فرمائے۔ (آمین)

بیان تعمیر کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قربانی سے فراغت پائی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
کو بی بی ہاجرہ کے حوالے کر کے خداوند قدوس کا شکر بجالائے اور پھر اس کے بعد حضرت سائرہ
خاتون کے یہاں تشریف لے گئے چند ہی روز گزرے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف
لائے اور حضرت ابراہیمؑ سے کہنے لگے کہ اے ابراہیمؑ! تم پر خداتعالیٰ نے سلام بھیجا ہے اور ساتھ
ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سرزمین میں ایک خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بناؤ تاکہ مخلوق
خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکے۔ یہ بات حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سن کر عرض کرنے
لگے کہ یہ خانہ کعبہ کہاں بناؤں۔ فوراً ہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ اونٹ پر سوار ہو
جاؤ تو میرے حکم سے ایک ابر آوے گا تم اس کے ساتھ چلتے رہنا اور وہ جہاں ٹھہر جائے اور

سایہ اس کا جہاں تک گرے وہاں تک نشان دے کر وہیں کعبہ کی بنیاد ڈال دینا چنانچہ بحکم خداوندی ایسا ہی ہوا اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک سانپ نے آکر چاروں طرف حلقہ کیا۔ اسی انداز سے جو حلقہ کا نشان تھا بیت اللہ کی بنیاد ڈالی گئی اور ایک دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر جہاں تک بتادیا وہاں تک بنالیا۔ قولہ تعالےٰ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۔ ترجمہ! اور جب ٹھیک کر دیا ہم نے ابراہیم کا ٹھکانا اس گھر کا شریک نہ کر میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور کھڑے رہنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے واسطے کیوں کہ اور دیگر سابقہ امتوں میں رکوع نہ تھا یہ خاص صفت اسی امت کو عنایت فرمائی گئی اور یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس گھر کو آباد کریں گی۔ جب اطمینان کامل ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ خداوندا اس کے واسطے پتھر کہاں سے لاؤں تاکہ اس خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی جائے اور تیرے حکم کی فرمانبرداری کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ جس پتھر کی تم کو ضرورت محسوس ہو رہی ہے وہ پتھر تم کو پانچ پہاڑوں سے مل سکیں گے یعنی کوہ لبنان اور حرا، ابوقبیس اور کوہ صفا ومروہ۔ ان پانچوں پہاڑوں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بناتے جاتے تھے اور اس تعمیری کاموں میں حضرت اسماعیلؑ بھی مدد کرتے تھے۔ خداوند قدوس کا حکم ہوا کہ اے ابراہیمؑ سب سے پہلے پتھر مسجد کی محراب میں رکھو۔ چنانچہ آپ نے بموجب فرمان الٰہی پہلا پتھر اسی جگہ پر رکھا جہاں حکم دیا گیا تھا یعنی محراب مسجد میں نصب کیا اور دیکھتے کیا ہیں کہ اس پتھر پر نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے پھر اس کے بعد ایک پتھر داہنی طرف کعبہ کے رکھا تو اس میں نام ابوبکر صدیق کا لکھا تھا اور ایک پتھر بائیں طرف رکھا تو اس پتھر پر نام حضرت عمر بن الخطاب کا ظاہر ہوا۔ اسی طرح اور دو پتھر لگائے ان دونوں پتھروں پر حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام ظاہر ہوئے۔ غرضیکہ مطلب یہ ہے کہ جب تک ان پانچوں حضرات سے سچی محبت نہ کرے گا۔ اس کی نہ نماز قبول ہوگی اور نہ حج قبول ہوگا۔ اور نہ کوئی عبادت اللہ کے

دربار میں قبول ہوگی بیت اللہ تیار ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالٰے سے مندرجہ ذیل دعا مانگی۔ قولہ تعالٰی۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۵ ترجمہ! اور جب اٹھانے لگے ابراہیم اور اسمٰعیل بنیادیں اس گھر کی تب کہنے لگے۔ اے رب قبول کر تو ہی اصل سننے والا اور جاننے والا ہے اور کہا جیسا کہ حق تعالٰی نے فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ترجمہ! اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب کر اس شہر کو امن وامان والا اور روزی دے اس کے لوگوں کو میووں سے جو کوئی ان میں سے یقین لاوے اللہ تعالٰی پر اور پچھلے دن پر جو آنے والا یقیناً ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالٰی نے قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۵ ترجمہ! فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اس کو بھی فائدہ دوں گا۔ تھوڑے دنوں پھر اس کو قید کر کے بلاؤں گا برائے عذاب دوزخ کے اور نہایت ہی بری جگہ ہے۔ پس ابراہیم عا اللہ کا شکر بجالائے کہ ہم لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے بیت اللہ بنایا۔ بعدہٗ جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا اے ابراہیم اللہ تعالٰی نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ تم لوگوں نے بڑی محنت سے یہ گھر خدا کا بنایا۔ ہمارے نزدیک اس محنت کی بہت ہی زیادہ قدر ومنزلت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خداوند قدوس سے عرض کیا کہ یا الٰہی تو نے فرمایا ہے بھوکے پیاسے کو کھانا کھلانا پلانا اور ننگے کو کپڑا پہنانا نزدیک میرے ایسا بڑا درجہ رکھتا ہے جیسا کہ اس گھر کا مرتبہ ہے اور ایک ہزار رکعت نماز ہر ہر رکن پر تو نے اس کی ادا کی۔ پھر ارشاد ہوا اے ابراہیم لوگوں کو اس گھر کی طرف بلانے کی دعوت دو۔ قولہ تعالٰی وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۵ ترجمہ! اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کے واسطے کہ لوگ خانہ کعبہ کے واسطے پیادہ سے اور اگر سواری میسر ہو تو سواری پر اگرچہ ان کے اونٹ دبلے ہی کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ یہ حکم دوری مسافت کے واسطے ہے بہرحال ہر ممکن طریقہ پر اس گھر کی طرف چلے آئیں۔ یہ حکم سن کر حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا الٰہی کہاں تک میری آواز پہنچے گی۔ اور اس آواز کو کون سنے گا۔ حکم ہوا کہ تم بلند آواز سے پکارو ہم تیری آواز کو تمام مخلوقات کے کانوں میں

یہاں تک کہ جو روحیں باپ کے صلب میں اور ماؤں کے رحم میں ہیں سب کو سنوا دوں گا حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر آواز بلند لوگوں کو اس گھر کی طرف بلانے کی دعوت دی اور کہا کہ اے لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو اس میں حج کے واسطے آنا ضروری ہے۔ چنانچہ جن کی قسمت میں حج تھا۔ ایک بار یا دو بار یا زیادہ اپنے شوق سے باپ کی پشت اور ماں کے رحم میں لبیک کہا۔ حضرت نے کسی کو نہ دیکھا اور چاروں طرف سے آواز آئی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ یَاسَیِّدِیْ وَمَوْلَائِیْ۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے مکّے کے میدان میں چاروں طرف نظر کی دیکھا کہ نہ پانی ہے نہ گھاس ہے اور نہ زراعت، غرضیکہ کچھ بھی نہ تھا۔ تو یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ خداوندی میں درخواست کی قولہ تعالیٰ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝ ترجمہ! یارب میں نے بسائی ہے ایک اولاد کو میدان میں جہاں کھیتی نہیں۔ تیرے ادب والے گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے ہم کو قائم رکھ واسطے اپنی نمازوں کے کیوں کہ جو تیرا ہو جاتا ہے اس کا دل تیری طرف ہی جھکتا ہے اور جو لوگ اس جگہ آباد ہو جائیں تو ان لوگوں کو میووں سے روزی دے تاکہ وہ تیرا شکر زیادہ کریں۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ملک شام میں تھا۔ بعد تولد حضرت اسمٰعیلؑ کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ان کی ماں کے ساتھ اس جنگل میں لاکر جہاں پر اب مکّہ مکرمہ ہے بٹھا کر چلے گئے پھر رفتہ رفتہ شہر آباد ہو گیا اللہ تعالیٰ نے زمزم کا چشمہ نکالا۔ اس وجہ سے اور زیادہ جلد اس جگہ پر لوگ آباد ہو گئے، کیونکہ یہ زمین کھیتی اور میوے کے درختوں کے واسطے موزوں نہ تھی۔ اسی کے نزدیک ایک زمین طائف تھی۔ اس زمین کو نہ خیز و سرسبز و شاداب کر دیا تاکہ بہتر سے بہتر میوے وہاں پر ہوں۔ اور شہر مکہ میں وہاں سے پہنچیں بعد اس کے خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تینتیس کوس تک زمین مکّے کی جو کہ سنگریزے سے بھری تھی اسے کھود کر ملک شام میں لے جا کر رکھ دی اور اس کے عوض میں دریائے نیل کی

زمین مکے میں لاکر رکھ دی اور فرشتے سب اس زمین کے گرد کعبے کے سات دفعہ طواف کرتے
رہے اور اس جگہ سے کہ جہاں سے حضرت جبرائیلؑ نے مٹی کھود کر ملک شام تک پھینکی تھی
لے جا کر اس کا نام طائف رکھا اس واسطے کہ سات دفعہ گرد بیت اللہ کے طواف کیا تھا اب
ہر طرح کے میوہ جات طائف میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے ملک
شام میں جا کر رہائش اختیار کر لی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ خانہ کعبہ خراب نہ ہوگا
اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان سرائے بنائی اور عہد کیا کہ بغیر مہمان کے
میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عرصہ مدید تک وہیں عبادت کرتے
رہے۔ اور مسافروں کی مہمان برداری کرتے رہے۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد ایک دن حضرت
عزرائیل آدمی کی صورت بن کر آپ کے پاس آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم کون
ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں عزرائیل ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن
کر عزرائیل علیہ السلام سے کہا تم میری ملاقات کو آئے ہو یا کہ جان قبض کرنے کو۔ انہوں نے
کہا میں آپ کی ملاقات کو آیا ہوں اور آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے
ایک بندے کو دوست کہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کون ہے اور اس
کی علامت کیا ہے۔ حضرت ملک الموت نے کہا اس کی علامت یہ ہے کہ وہ مردے کو زندہ کر سکتا
ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کاش میں ویسا ہی ہوتا۔ یا اسے دیکھتا تو اس کے ساتھ
دوستی کرتا۔ اس کے بعد عزرائیل غائب ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت
ابراہیم علیہ السلام تلاوت کرتے یا عبادت کرتے تو آپ کی آواز ایک کوس تک جاتی اور
اس آواز کو جو سنتا وہ کہتا کہ یہ آواز تو حضرت خلیل اللہ کی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے خدا کی
عبادت کرتے ہیں۔ ایک دن آپ نے تمنا کی اے خداوند تو مردے کو کس طرح زندہ کرتا ہے
اگر یہ چیز تو مجھے آنکھوں سے دکھا دے تو بہت ہی اچھا ہو۔ پس خدا کی درگاہ میں عرض کی
قولہ تعالیٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ط اور جب کہا حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے اے رب دکھا مجھ کو کہ کیوں کر جلاتا ہے تو مردے کو۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط ترجمہ: کیا کہا تو نے یقین نہیں کیا۔ تو فوراً ہی حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے گزارش کی۔ قولہ تعالیٰ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ترجمہ! کیا حق ہے فرمانا تیرا۔ مگر اس واسطے کہ تسکین ہووے میرے دل کو۔ باری تعالیٰ نے فرمایا۔ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۠ ترجمہ! فرمایا کہ تم پکڑ لو چار جانور اڑنے والے پھر ان کو اپنے سے مانوس کر کے ہلا لو پھر ان کے ٹکڑے کر ڈالو اور پھر ان ٹکڑوں کو مختلف پہاڑوں پر ڈال دو۔ پھر تم ان کو بلاؤ وہ تمہاری آواز پر اپنے اپنے جسم کی طرف ہر ٹکڑا آوے گا۔ اور وہ میرے حکم سے اپنی پہلی حالت میں آجائیں گے اور سب کے سب زندہ ہو جائیں گے۔ اور یہ اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے بحکم الٰہی حضرت خلیل اللہ جانور لائے۔ ایک ان میں طاؤس تھا اور دوسرا مرغ اور تیسرا کوا اور چوتھا ان میں ایک کبوتر تھا ان کو انہوں نے پالا اور اچھی طرح سے اپنے سے ہلا لیا۔ جب ان کو اطمینان ہو گیا کہ یہ ہم سے اچھی طرح مانوس ہو چکے ہیں اور ان کو پہچان بھی لیا تاکہ بھول نہ ہونے پائے۔ پھر ایک دن ان سب کو ذبح کر ڈالا اور اس کی تقسیم اس طرح سے کی کہ ایک پہاڑ پر ان چاروں جانوروں کے سر رکھے اور ایک پر پاؤں اور ایک پر دھڑ اور ایک پر ان کے تمام بالوں کو رکھا اور اپنے دل میں اطمینان بھی کر لیا کہ خداوند قدوس کی قدرت کے مناظر دیکھیں گے۔ پھر انہوں نے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر ایک جانور کو پکارا تو اس کا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر کچھ دیر میں دھڑ اس سے آکر مل گیا۔ پھر پاؤں ملے پھر آخر میں پر آکر مل گئے اور جب وہ اپنی پہلی اصلی حالت میں ہو گیا تو وہ دوڑتا ہوا چلا آیا۔ اسی طرح چاروں جانور باری باری سے درست ہوتے گئے اور اپنے اپنے اعضاء سے مل کر صحیح سالم اپنی اصلی حالت پر اڑتے ہوئے حاضر ہو گئے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ چار جانور پکڑ مرغ، طاؤس، کوا اور گدھ بعض نے کبوتر کہا ہے۔ پس ان دونوں میں مورخین کا اختلاف ہے۔

سوال:۔ اس کا کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاروں جانوروں کو مرغ فرمایا اور دوسرے جانور کا ذکر نہیں؟

جواب۔ مرغ ان جانوروں پر فضیلت رکھتا ہے اور دوسرے جانور اتنی فضیلت نہیں رکھتے ہیں۔

مرغ ذبح کرنے کو اس وجہ سے کہا کہ شہوت میں اس سے زیادہ کوئی جانور نہیں۔ ایسا ہی تو بھی اپنی
شہوت کو ترک کر اور مور کو اس واسطے کہ اس کے برابر زیبا دنیا میں کوئی جانور نہیں۔ لہٰذا ایسا ہی تو
بھی اپنی زینت کو اور آرائش دنیا کو چھوڑ دے اور کوّے کو اس لیے کہ اس کے برابر کوئی حریص
دنیا نہیں۔ تو بھی ایسا ہی حرص دنیا کو چھوڑ دے اور گدھ کو اس واسطے کہ اس کی عمر پانچ سو برس
سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن آخر کو موت ہے لہٰذا تو بھی اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دے
اور یہ عارضی زندگی پر امید درازی عمر مت کیجئے اور اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھو تاکہ دنیا کے مشاغل
سے بچے رہو۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے ان چاروں جانوروں
کو ذبح کر کے گوشت اور پوست اور ہڈی اور رگ کو ہاون دستے میں کوٹا اور چار گولیاں بنا کر
چار طرف ڈال دیں اور چاروں جانوروں کا سر اپنے ہاتھ میں لے کر بلایا کہ اے فلاں فلاں جانور اللہ
تعالیٰ کے حکم سے آؤ اور اپنی پہلی اصلی حالت پر ہو جاؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ آواز
سن کر وہ گولیاں جو جانوروں کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی تھیں وہ اس طرح آ کر مل گئیں کہ کوئی یہ کہہ
بھی نہ سکتا تھا کہ ان کو ریزہ ریزہ کر دیا گیا تھا اور ان کے اعضاء کو کوٹ کر گولیاں بنا دی گئی تھیں۔
حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس اللہ کے حکم سے آ گئیں اور چاروں جانوروں کے سر جو حضرت
ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھ میں تھے اس میں منسلک ہو گئے یعنی مرغ کے سر میں مرغ کا بدن اور
مور کے سر میں مور کا بدن اور کوّے کے سر میں کوّے کا بدن اور گدھ کے سر میں گدھ کا بدن آ لگا۔
اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئے اور پھر وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھ
سے اڑ گئے اور وہ چاروں جانور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے چاروں طرف طواف کرنے
لگے اور یہ طواف کا سلسلہ برابر سات دن رات جاری رہا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ
السلام کو حکم الہٰی ہوا کہ اے ابراہیمؑ تو نے اسمٰعیل کو جیسا کہ خدا کی راہ میں دیا ہے ویسا ہی
اپنا جمیع مال و متاع بھی دے تو تو میرا بندہ خالص و مخلص زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ
نے فرمایا: اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ ترجمہ۔ جب کہا
اس کو اس کے رب نے حکم بردار ہو بولا میں حکم بردار ہوں اپنے رب العالمین کا۔ بس یہ حکم
سننے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا مال و متاع فقیروں کو لٹا دیا اور حضرت ابراہیم

علیہ السلام اب اولاد کی طرف سے مایوس تھے. اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف نوے برس کی تھی. اور اس وقت تک حضرت سارہ خاتون سے کوئی فرزند نہیں ہوا تھا. اس لیے بدگمان ہو کر گئوسالے کو حضرت سارہ خاتون قلادہ زریں پہنا کر بجائے فرزند کے اس کی پرورش کرنے لگیں. نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے سات رات دن تک مسافروں کے لیے کھانا نہیں کھایا تھا. تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارہ شخص جوان نیک رو مثال غلاموں کے مزین ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے سلام کیا. اس کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وعلیکم السلام سے دیا اور یہ خیال کیا کہ سب آدمی ہیں حالانکہ وہ سب فرشتے تھے. ان کے ہاتھ پکڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر لے گئے. قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ج فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۞ ترجمہ: اور آچکے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام ہو تم پر اور وہ بولے سلام ہو تم پر پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک گائے کا بچہ تلا ہوا. اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سارہ سات دن بعد آج مہمان عزیز و مکرم آئے ہیں جو چیز تم عزیز رکھتی ہو ان کے واسطے بھی وہی چیز لے آؤ. حضرت سارہ بولیں کہ اے حضرت میں اس بچھڑے سے زیادہ عزیز کسی چیز کو نہیں رکھتی ہوں اور اسے بمنزلہ فرزند کے میں نے پالا ہے. اگر آپ فرمائیں تو میں اس کو قربانی کر کے اور تل کر آپ کے مہمانوں کے سامنے لا کر دوں. چنانچہ حضرت نے اسے اسی وقت ذبح کیا اور اس کو بھون کر مہمانوں کے سامنے لا کر رکھا اور آپ خود بھی ان مہمانوں کے ساتھ سر نیچا کیے با ادب کھانے لگے. حضرت سارہ خاتون نے پردے سے دیکھا اور کہنے لگیں اے حضرت آپ تو کھاتے ہیں لیکن آپ کے مہمان نہیں کھاتے ہیں. اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر اٹھا کر مہمانوں کی طرف دیکھا کہ مہمان کھاتے نہیں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں سے پوچھا آپ کیوں نہیں کھاتے. ان مہمانوں نے حضرت ابراہیمؑ کے پوچھنے پر یہ جواب دیا کہ ہم کو اس کی قیمت دیئے بغیر کھانا درست نہیں ہے. حضرت ابراہیمؑ نے ان مہمانوں سے کہا کہ اچھا آپ لوگ اس کی قیمت ادا کر دیجیے. مہمانوں نے عرض کی کہ آپ اس کی قیمت کیا چاہتے ہیں. تب آپ نے ان مہمانوں سے فرمایا کہ اس کی قیمت تو یہ ہے کہ آپ سب لوگ بِسْمِ اللّٰہِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ کہہ کر کھانا شروع کردیں اس کی قیمت ادا ہو جائے گی اور جب کھانے
سے فارغ ہو جاؤ تو پھر الحمدللہ کہنا بھی اس کی قیمت ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے
باآواز بلند کہا اے ابراہیم اس بات سے خدا تعالیٰ تم سے بہت خوش ہوا اور تمہیں اپنا دوست
بنایا اتنا کہنے کے بعد بولے کہ آپ قطعاً ترس نہ کیجیے ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں اور ہم
میں جبرائیل اور اسرافیل، دردائیل اور عقوائیل اور دیگر فرشتے شامل ہیں اور ہم کو اللہ
رب العالمین کا حکم ہوا ہے کہ پہلے آپ کے پاس جاویں کیوں کہ آپ نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ کھانا
مہمان کے ساتھ کھائیں گے۔ ورنہ نہیں کھائیں گے۔ اور آج تقریباً سات دن ہوئے کچھ نہیں
کھایا اور بطور روزدار ہو، اور ہم لوگ محض اسی مقصد کی وجہ سے بصورت انسان بھیجے
گئے کہ آپ مہمان نوازی کریں اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے تو آپ کا روزہ کھل جائے گا اور جو
بوجہ بھوک اور فاقہ کرنے سے پریشانی لاحق ہوئی جاتی رہے گی۔ اس کے بعد اللہ رب العزت
کا ہم کو حکم ہے کہ شہرستان میں حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں جاویں اور وہ بھی پیغمبر مرسل ہے
ان کو وہاں کی بلا سے نجات دلویں گے اور آپ کو ایک بشارت بھی دیتے ہیں کہ آئندہ مستقبل
قریب میں آپ کے یہاں ایک فرزند مبارک تولد ہوگا اور نام اس کا اسحاق اور اس کے بیٹے یعقوب
ہوں گے۔ اس وقت حضرت سارہ خاتون کھڑی تھیں۔ اس بات کے سنتے ہی ہنس پڑیں قولہ تعالیٰ
وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ٥
اور ان کی عورت کھڑی تھیں اور یہ باتیں سنکر ہنس پڑی۔ پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحٰق
کی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی تب حضرت سارہ بولیں قولہ تعالیٰ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ
وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ٥ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ٥ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ
اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ٥ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٥
ترجمہ: بولی اے خرابی، کیا میں جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور خاوند بھی میرا بوڑھا ہے، یہ
تو عجیب بات ہے وہ فرشتے بولے کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے حکم میں، یہ خداوند قدوس
کی حکمت اور مہر ہے اور اسی کی تمام برکتیں ہیں تم پر اور تمہارے تمام گھر پر کہنے لگے اے سارہ
خاتون تم اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں تعجب مت کرو ہم مزید خوشخبری یہ دیتے ہیں کہ تم کو معلوم

ہونا چاہیئے کہ اسحٰق کی پشت سے ستر ہزار پیغمبر اور پیدا ہوں گے یہ سن کر حضرت سائرہ خاتون نے ان فرشتوں سے کہا کہ اس کے کیا آثار ہیں وہ بولے کہ تم کو معلوم نہیں آج تم خدا کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ بھی دیکھ لو کہنے لگے یہ ہڈیاں بچھڑے کی جوکر بڑے طباق میں رکھی ہیں تم اس کی طرف منہ کر کے کہو کہ قُم باذنِ اللہ اسی وقت یہ بچھڑے کا بچہ زندہ جی اٹھے گا اور دوڑتا ہوا اپنی ماں کے پاس جا کر دودھ پینے لگے گا اور دوسری علامت یہ ہے کہ ایک شاخ درخت کی سوکھی نیم سوختہ حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں تھی۔ حضرت جبرائیل نے اپنا پَر اس پر ملا فی الفور وہ سوکھی ہوئی درخت کی شاخ سبز ہو گئی اور اس میں ہری ہری پتیاں بھی لگ گئیں اور میوہ پھلا اور پھر پختہ ہوا تب حضرت سائرہ کو دیا انہوں نے اس کو کھایا۔ بعد ازاں حضرت سائرہ خاتون سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے کہ تم نے خداوند قدوس کی قدرت کاملہ دیکھی کہ کتنے دن کی سوکھی لکڑی سبز ہو گئی اور اس کے میوے پھلے اور تم نے اس کو کھا بھی لیا۔ تو کیا یہ رب العزت کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ تم کو ایسے وقت میں ایک نیک فرزند ارجمند نیک صالح اور پیغمبر عطا فرمائے گا جس کا نام حضرت اسحاق ہو گا اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب ہوں گے جن کی پشت سے ہزاروں انبیاءؑ ہوں گے اور رب العزت کی وحدانیت اور الوہیت کا چرچا چار دانگ عالم میں تسلیم کیا جائے گا تاکہ مخلوق خدا اپنے حقیقی معبود کو پہچان سکے اور دنیا کے معبودان باطل سے منہ موڑ لے بس میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت لوط علیہ السّلام

اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امور سے فارغ ہوئے تو ان فرشتوں نے شہرستان لوط کا قصد روان کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان فرشتوں سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں وہ فرشتے بولے ایک ابراہیم خلیل اللہ ہم لوگ تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس شہر کے باشندوں کو ہلاک کرنے کے لیے جاتے ہیں آپ ہمارے ساتھ نہ چلیں کیوں کہ عذاب الٰہی کے دیکھنے کی طاقت تمہیں نہ ہوگی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا خدا حافظ ہے۔ میں تو تمہارے ساتھ عذاب الٰہی کو دیکھنے چلوں گا جو قوم لوط پر بھیجا گیا ہے یہ کہتے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے

اونٹ پر سوار ہو کر ان فرشتوں کے ہمراہ چل دیئے جب تقریباً ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر جا پہنچے، تو فرشتوں نے باادب عرض کی کہ ابراہیم خلیل اللہ آپ یہیں ٹھہریں آپ کے واسطے آگے جانے کا حکم قطعاً نہیں ہے یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً اپنے اونٹ پر سے نیچے اتر پڑے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور وہ فرشتے اس شہرستان میں قوم لوط کی اس جگہ پر جا پہنچے کہ جس جگہ میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ یہاں کے لوگ بدکردار اور بدفعل ہیں کہ مردوں کے ساتھ مرد اور عورتوں کے ساتھ عورتیں فعل بد کی مرتکب ہوتی ہیں اور رہزنی سے لوگوں کا مال چھین لیتے ہیں۔ اور اسی وقت پر بھی حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ جو لوگ اس فعل بد میں گرفتار ہیں ان پر غضب الٰہی آئے گا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے جائیں گے اور یہ چیز خداوند قدوس اپنے فیصلے میں طے کر چکا ہے کہ جو قوم سرکشی ظلم و تعدی کریگی اور خدا تعالےٰ کے احکاموں سے روگردانی کرے گی۔ اس پر ضرور غضب الٰہی نازل ہوگا اور اسی دنیا میں ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے ہیں اور خداوند کریم اپنے پیغمبروں کی بات کبھی رائیگاں اور مسترد نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے جس چیز کی خبر اس قوم میں دی تھی وہ بہت جلد ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لیے اس صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ چونکہ وہ فرشتے خدا کا حکم لے کر اس قوم لوط کی طرف بھیجے گئے تھے تو انہوں نے اللہ کے حکم سے ان شہروں کو سوائے ایک شہر جس کو سدوم کہتے ہیں اس کو محفوظ رکھا اور باقی تمام شہرستان کو الٹ دیا۔ چونکہ سدوم کے رہنے والے اس فعل میں گرفتار نہیں تھے اور جب انہوں نے ان چھ شہروں کے لوگوں کو دیکھا کہ یہ لوگ اپنی بدکرداریوں اور بدفعلیوں میں مبتلا ہیں تو ان لوگوں نے ان کے ساتھ اپنی شادی بیاہ وغیرہ بھی موقوف کر دیا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اہل سدوم کو ان پر فضیلت دی اور نیات بخشی اور اس شہرستان کے باشندوں میں لاکھوں آدمی بڑے ہیکل اور جنگی تھے سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔ الغرض وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب الٰہی لے کر آئے تھے وہ سب حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے اور ان کی بیٹیوں کو سلام کیا اور ان کی بیٹیوں نے سلام کا جواب دیا۔ بعدہٗ حضرت جبرائیلؑ نے ان سے کہا کہ کوئی آدمی اس شہر میں ایسا ہے کہ ہم مسافروں کو آج کی رات مہمان رکھے اور کھانا کھلائے۔ انہوں

نے جواب دیا کہ سوائے ہمارے باپ کے اس شہر میں تو کوئی نہیں۔ آپ لوگ ذرا صبر کیجئے۔ وہ خدا کی عبادت سے فراغت پائیں تو البتہ وہ تمہاری کچھ خدمت ضرور کریں گے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام نے خدا کی عبادت سے فراغت پائی تو اپنے گھر کے دروازے پر دیکھا کہ بارہ شخص صاحب جمال اور کمسن بال بنائے ہوئے اور کپڑے معطر پہنے ہوئے آئے ہیں آپ ان کو دیکھ کر کچھ اندیشہ کرنے لگے کہ یہ مہمان تو صاحب جمال و کمسن ہیں۔ خدانخواستہ اگر قوم کو معلوم ہوگیا تو یہ قوم ان مہمانوں کے ساتھ بد فعلی کرنے لگے تو ہمارے لیے بڑی ندامت اور شرمندگی کی بات ہوگی اور میں اس سے بہت زیادہ رسوا ہو جاؤں گا اور پھر کہیں بھی اپنا منہ نہ دکھا سکوں گا۔ لوگ مجھ کو بہت ذلیل کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۝ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ۔ ترجمہ اور پہنچے میرے بھیجے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے تو وہ ان کے آنے سے اپنے دل میں رنجیدہ ہوئے اور اپنے جی میں کہنے لگے کہ ہمارے لیے آج کا دن بڑا سخت دن ہے اور آئی اس کے پاس قوم دوڑتی ہوئی اور وہ سب بے اختیار تھے اور وہ بہت زیادہ منتظر تھے اس فعل بد کے کرنے کے۔

فائدہ ۔ درحقیقت وہ فرشتے لڑکے کم سن بن کے گئے تھے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں۔ چونکہ حضرت کو اس قوم کی بد افعالیاں اور بدخوئیاں اچھی طرح معلوم تھیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنے دل میں سخت خفا تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم سے لڑائی کرنی پڑی۔ آخر مجبوری و ناچاری ان مہمانوں کو حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر لے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی۔ اس وجہ سے اس نے جا کر اپنی قوم سے ان مہمانوں کی خبر کر دی اور وہ قوم لوطی تھی۔ بس ناگہاں قوم کے لوگ حضرت لوط کی حویلی پر آئے۔ اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ اے لوط وہ بارہ اشخاص جو خوبرو اور نہایت حسین و جمیل ہیں۔ اور کم سن بھی ہیں اور وہ آج سب تیرے گھر میں مہمان ہوئے ہیں۔ تم انہیں ہمارے پاس بھیج دو حضرت لوط علیہ السلام نے بوجہ خوف کے ان لوگوں سے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ

اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔ ترجمہ: حضرت لوط علیہ السّلام نے کہا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں اور یہ پاک ہیں میں تمہارا نکاح ان سے کر دوں گا پس تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مجھ کو رسوا مت کرو یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں۔ کیا اے قوم میری تم میں سے، ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر گامزن ہو اور وہ نیک بات کے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں فرشتے مہمان بن کر اترے تھے اور قوم ان نوجوانوں اور صاحب جمال مہمانوں کو دیکھ کر دوڑی ہوئی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر آئی اور حضرت لوطؑ نے ان مہمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لیے اپنی بیٹیوں کا نکاح کر دینا اپنی قوم کے ساتھ قبول کر لیا۔ لیکن قوم نے اس پر بھی نہ مانا اور اس وقت شریعت میں زن مومنہ کو کافر سے بیاہ دینا منع نہ تھا۔ پس اس پر بھی اس کافر قوم نے حضرت لوطؑ کی بات تسلیم نہ کی اور حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے توڑ ڈالے اور پھر کہا قولہ تعالیٰ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِکَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۵ ترجمہ: وہ قوم کے لوگ بولے تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے غرض نہیں اور تجھ کو تو اچھی طرح معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں تم اپنے مہمانوں کو ہمارے پاس بھیج دو۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا قولہ تعالیٰ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۵ حضرت لوط علیہ السلام کہنے لگے اگر مجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے میں۔ یعنی اے قوم مجھے قوت ہوتی تو تمہارے ساتھ لڑتا لیکن میں نے صبر کیا اور پناہ چاہی خدا کی تمہارے شر سے میرے مہمانوں کو خدا محفوظ رکھے اور فرشتوں کو خدا کی طرف سے یہی حکم تھا کہ جب تک لوط علیہ السلام تمہار پاس اس بدکاری کی شکایتیں تین دفعہ نہ لادیں۔ اس وقت تک ہرگز اس قوم سے برائی نہ کرنا اور نام بھی اپنا مت بتانا جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے آئے مہمانوں سے کہا کہ میں اپنے اندر اتنی قوت نہیں رکھتا کہ ان کا باقاعدہ مقابلہ کروں اور ان ملعونوں کے شر سے بچوں اور تم کو بھی بچاؤں اور اس ظالم قوم کو اپنے سے دفع کروں۔ حضرت لوط علیہ السلام نہایت آبدیدہ ہو کر اپنے مہمانوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ پھر اس قوم کے لوگوں نے آکر حضرت لوط علیہ السلام پر بے ادبی سے ہاتھ چلایا اور ناچار ہو کر حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کے پاس ناطاقتی

کی صورت میں آئے۔ جب تین مرتبہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں سے اپنی قوم کی شکائتیں کیں اور پھر شدیدا آبدیدہ ہو گئے یہ دیکھ کر مہمانوں نے کہا قولہ تعالیٰ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ ترجمہ! مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے تیرے رب کے اور یہ لوگ ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک سو نکل اپنے گھر سے کچھ رات رہے اور پھر تم میں سے کوئی شخص منہ موڑ کر بھی نہ دیکھے مگر تیری عورت تو ان ہی میں سے ہے اور جو عذاب الٰہی ساری قوم پر آئے گا وہی تمہاری بیوی پر بھی آئے گا، اور عذاب الٰہی کے آنے کا وقت اور وعدہ علی الصبح ہے۔ پھر مہمانوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے اچھی طرح ظاہر کر دیا کہ ہم لوگ سب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور قوم لوط پر عذاب الٰہی لے کر آئے ہیں اور ہم لوگ یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ آج کی شب اس قوم سے بچ کر کسی محفوظ جگہ پر چلے جائیں جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کیوں کہ آج شب کو صبح کے وقت اس قوم پر عذاب الٰہی آئے گا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے مزید معلومات کی صورت میں ان فرشتوں سے پوچھا کہ یہ عذاب الٰہی اول شب آئے گا یا آخر شب اتنے میں وہ مردود بھی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو کھودنے لگے اور کہنے لگے قولہ تعالیٰ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ۔ ترجمہ! اے لوط ابھی تک صبح نزدیک نہیں ہوئی یعنی اے لوط صبح ہو رہی ہے۔ مگر تم نے جو ہم سے کہا تھا وہ اب تک کچھ نہ کیا۔ اور یہ کہتے ہی ان لوگوں نے چاہا کہ فرشتوں پر دست دراز ہوویں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کچھ معمولی سی حرکت کی اور حکم خداوند فی الفور طمس ہو گئے یعنی آنکھ ناک منہ ان کے یکساں ہو گئے جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ۔ ترجمہ! اور بیشک نازل ہوا ان پر عذاب صبح کے وقت سو وہ بہت بڑا عذاب تھا تاکہ تم کو معلوم ہو جائے میرا عذاب اور معیبت چنانچہ پہلا عذاب اس قوم پر یہ ہوا کہ نہ ان کی آنکھیں رہیں اور نہ ناک اور نہ منہ لگے واویلا کرنے اور اسی غصہ میں بولنے کہ لوطؑ نے اپنے گھر میں جادوگروں کو بلا رکھا ہے پھر کہنے لگے اے لوط تو اپنے آئے ہوئے مہمانوں سے کہہ دے

کر وہ ہماری آنکھیں اچھی کر دیں تو ہم ان برے فعلوں سے توبہ کرلیں گے۔ یہ سن کر حضرت جرائیل علیہ السلام نے اپنا پَر ان کے چہروں پر مل دیا۔ اسی وقت ان کی آنکھیں ناک اور منہ بالکل درست ہو گئے پھر جب وہ ٹھیک ہو گئے تو انہوں نے پھر ان فرشتوں پر دست درازی کا قصد کیا تو اس مرتبہ ان کا تمام بدن خشک اور شل ہو گیا۔ پھر توبہ کی۔ پھر حضرت جرائیل علیہ السلام نے اپنا پَر ان کی آنکھوں پر اور بدن پر مل دیا وہ سب اچھے ہو گئے بعدہ وہ لوگ سب کے سب حضرت لوط کے گھر سے نکل گئے اور تمام شہر کے دروازے بند کر دیئے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ کل لوطؑ کے مہمانوں سے اس کا بدلہ لیں گے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوطؑ سے عرض کی کہ تم اپنے اہل وعیال واطفال کو لے کر اس شہر سے نکل جاؤ کیونکہ ان مردوں نے پورے شہر کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت لوطؑ علیہ السلام کو معہ اہل وعیال کے شہر سے نکال کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے گھر تک پہنچا دیا۔ چونکہ حضرت لوط کی بیوی کافرہ تھی اس لیے آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اپنی بیٹیوں کو لے کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے گھر داخل ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوطؑ اور ان کے اہل وعیال کو بڑی چاہت سے رکھا۔ بعد اس کے جب آفتاب طلوع ہوا تو خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پَر زمین کے نیچے دے کر شہرستان لوطؑ کو اس طرح پلٹ دیا کہ ایک پتہ درخت کا اور ایک حلقہ دروازے کا ہلا اور گہوارے بھی بچوں کی لغزش میں نہ آئے۔ بس اسی طرح ہوا پر اڑا دیا، اور آواز ان فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام تک پہنچی اور پھر اس قوم کفار کی کچھ خبر نہ ملی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی ہیبت سے بے ہوش ہو گئے اسی وقت حضرت جبرائیلؑ نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دی اور اپنی گود میں لے لیا۔ قولہ تعالیٰ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ترجمہ: جب پہنچا حکم ہمارا کر ڈالی وہ بستی نیچے اوپر اور برسائیں ہم نے ان پر کنکریاں پتھر کی تہ بتہہ۔ حضرت لوط یہ حال دیکھ کر تاسف وزاری کرنے

سگے اور شہر کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو بہت خراب ہو چکا ہے اور ہر شخص کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا ہوا ہے اور اس طوق پر اس کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ قولہ تعالیٰ مُسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۝ ترجمہ: نشان کیے ہوئے نزدیک پروردگار تیرے کے اور نہیں ہے وہ ظالموں سے دور۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس قوم کا کونسی جگہ ٹھکانہ ہے۔ وہ بولے کہ ان لوگوں کا سات طبق نیچے دوزخ ہاویہ میں ٹھکانہ ہوگا۔ حشر کے دن حساب سے فارغ کر کے ان لوگوں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس بات کو سن کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے تھے۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام بی بی ہاجرہ کے بطن سے اور حضرت اسحاقؑ، مدین اور مداثن بی بی سائرہ خاتون کے بطن سے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صرف ایک بیٹے تھے لیکن تورایت میں لکھا ہے کہ بارہ بیٹے تھے۔ ایک بیٹے کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ان کا نام قیدار تھا اور ان کے جسم کی قدامت چالیس گز لمبے سات گز موٹے اور چوڑے عرب کے سلطان تھے۔ اور تمام عرب ان کا مطیع اور فرمانبردار تھا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عیص اور دوسرے کا نام یعقوب اور مدین کے ایک بیٹے کا نام شعیب تھا اور وہ مدین کے بیٹے عجم کے بادشاہ تھے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تو آپ کو موت آئی اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ موت سے ہر وقت ڈرتے تھے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی موت ان کی مرضی کے موافق کی جائے ناگہاں ایک بوڑھا مہمان حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے کھانا لا دیا۔ مارے ضعف کے وہ کھانا نہ کھا سکا تو پھر حضرت ابراہیمؑ نے اس سے پوچھا کہ آپ کی کیا عمر ہوگی؟ اس نے جواب میں حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ میری عمر اس وقت تقریباً ایک سو بیس سال کی ہے یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ بہت افسوس کرنے لگے کہ مجھ کو بھی شاید اسی سن و سال میں یہ حال گزرے ابھی تو میری عمر اس سے دس سال کم ہے۔ تب آپ نے کہا یا الٰہی میں اپنی عمر اس سے زیادہ نہیں چاہتا ہوں۔ اس کے بعد چاروں بیٹوں کو بلا کر وصیت کی جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اور یہی وصیت کی حضرت
ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی کہ اے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے
تم کو چن کر اپنا دین دیا اور تم کبھی بھی غیر مسلم ہو کر نہ مرنا اللہ تعالیٰ نے اس دین کو دین اسلام
فرمایا اور یہ چیز میں نے تم کو سنادی اور بتادی ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے باپ حضرت
ابراہیمؑ سے عرض کی کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے کس کام کے سبب سے نبوت و خلافت سے سرفراز
فرمایا کہ تین سبب سے مجھے نبوت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا۔ اوّل میں نے کبھی روزی کا غم
نہیں کیا کہ میں کل کیا کھاؤں گا۔ اور دوسرا بغیر مہمان کے کھانے کو نہیں کھایا۔ اور تیسرا یہ کہ
جب کوئی کام دنیا و آخرت کا آپڑتا تو پہلے آخرت کا کام کرتا پیچھے دنیا کا۔ یہ تین کام کے
سبب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو خلافت و نبوت و کرامت بخشی بمصداق اس آیت کریمہ کے قولہ
تعالےٰ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ ترجمہ! اور اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا
دوست بنالیا۔ یہ وصیت کر کے اپنے بیٹوں کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے انتقال فرمایا اور
وہیں مدفون ہوئے بعد انتقال حضرت ابراہیمؑ کے سب بیٹے اپنے اپنے مقام پر چلے گئے
اور وہیں سکونت اختیار کرلی پھر حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت اسحٰقؑ سے کہا کہ مجھے کچھ باپ کی نعمتے
سے حصہ دو تاکہ باپ کا نشان و تبرک ہمارے پاس بھی رہے۔ اس کے جواب میں حضرت اسحٰق
علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے برابر نہیں ہو اس لیے محروم المیراث
ہو اور تمہیں باپ کا حصہ نہیں ملے گا۔ اس بات کو سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام
کچھ رنجیدہ ہوئے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر حضرت اسحاق
علیہ السلام کو کہا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام پر فوقیت مت کر کیوں کہ حضرت
اسماعیل علیہ السلام کی پشت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ جو
سید الانبیاء ہیں اور پھر تمام مومن ان کی پشت سے ہوں گے۔ اور تمہاری پشت
سے تمام جہود اور گمراہ پیدا ہوں گے اور تمہاری اولاد کو ان کی اولاد ہمیشہ خوار رکھیں گے۔
اور بے نکاح لونڈیاں ان پر حلال ہوں گی اور ان کی امت بہت کثیر تعداد میں ہو گی۔

اس بات کو سن کر حضرت اسحٰق علیہ السلام اتنے روئے کہ ان کی آنکھوں تک چھالے پڑ گئے اور وہ اس رونے کی وجہ سے نابینا ہو گئے اس بات کے دو برس گزرنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے اسحٰق علیہ السلام میں تم کو خدا کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تیری پشت سے چار ہزار پیغمبر پیدا ہوں گے اور ایک پیغمبر ان میں حضرت موسیٰ ہوگا جو خداوند کریم سے باتیں کرے گا۔ اور ان کا لقب بھی کلیم اللہ ہوگا اور خدا چاہے تو تمہیں بینا کرے یا ویسا ہی رکھے اگر تم کو خداوند کریم نے نابینا رکھا تو قیامت میں آنکھیں کھلیں گی اور خدا تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ یہ سن لینے کے بعد حضرت اسحٰقؑ نے کہا کہ بس میں اپنی آنکھیں نہیں مانگتا اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اس کے عوض خداوند قدوس مجھ کو اپنا دیدار دکھائے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ان کا نام عیص اور یعقوب تھا جب یہ دونوں بڑے ہوئے تو حضرت اسحٰقؑ نے انتقال فرمایا اور اپنے والد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

بیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

تواریخ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہر سال مکے شریف سے اپنے والد بزرگوار کی زیارت کو ملک شام جاتے تھے اور وہاں حضرت اسحاق اور دوسرے بھائیوں کو دیکھ کر پھر مکہ شریف تشریف لے آتے تھے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی مکے کے شریفوں میں سے تھیں اور ان سے بارہ بیٹے تولد ہوئے ایک روز اچانک حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے اسمٰعیل تم مغرب کی زمین پر جاؤ اور وہاں کے بت پرستوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ اور دعوت الی الحق دو۔ چنانچہ یہ حکم خداوندی پاتے ہی فوراً وہاں گئے اور تقریباً پچاس برس تک خلق اللہ کو ہدایت کی یہاں تک کہ تمام بت پرست مومن ہو گئے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ ترجمہ: اور یاد کر کتاب میں اسمٰعیلؑ کو کہ وہ اپنے وعدے میں سچا تھا اور اپنے رب کے پاس پسندیدہ یعنی

حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تو واپس نہ آوے گا میں اسی جگہ پر ٹھہرا رہوں گا اور وہ شخص تقریباً ایک سال تک نہ آیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایک برس تک اسی جگہ پر اس کے منتظر رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو صادق الوعد فرمایا۔ اور عمر شریف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایک سو تیس برس کی ہوئی تھی آخر عمر تک مکے ہی میں رہے اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ آخر عمر مکے سے ملک شام میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت اسحٰق نابینا ہو گئے اور ان سے دو بیٹے تولد ہوئے ہیں جن کے نام عیصؑ اور یعقوبؑ ہیں اور آپ کی ایک بیٹی بھی تھی اس کا نام تسمیہ تھا۔ حضرت عیصؑ کے ساتھ ان کا بیاہ کر دیا تھا اور اسحاق کو وصیت کر کے پھر مکے میں تشریف لے گئے اور اس واقعہ کے ایک برس بعد انتقال فرمایا اور حضرت کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ بعد اس کے ان کے بیٹے ہر ایک ملک میں متفرق ہو گئے مگر دو بیٹے ایک ثابت اور دوسرے قیدار دونوں مکے میں رہ گئے اور بیشتر اہل عرب اور حجاز انہیں کی نسل سے ہیں۔

بیان حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہما السّلام

روایت کی گئی ہے کہ حضرت اسحاق نے حضرت اسماعیلؑ کے بعد وفات پائی اور حضرت اسحاق کی عمر ایک سو ساٹھ برس کی ہوئی اور حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو اہل کنعان پر پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور حضرت اسحاق کی بیوی بھی اہل کنعان کے سردار کی بیٹی تھیں اور ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے عیص اور یعقوب وجہ تسمیہ یعقوب کی یہ ہے کہ عیص کے عقب یعنی پیچھے تولد ہوئے جب دونوں حضرات بڑے ہوئے تو حضرت اسحاقؑ نے عیص کو حضرت اسماعیل کی بیٹی سے بیاہ دیا اور حضرت یعقوب کو کہا کہ تم کو کنعان کے سردار کی بیٹی سے بیاہ دوں گا اور ان کی ماں نے کہا کہ تمہارے ماموں کی بیٹی سے تمہاری شادی کردوں گی کہ وہ بڑا مالدار ہے ملک شام میں اس کے برابر کوئی نہیں۔ حضرت یعقوب اس بات کو سن کر تعلل کرتے تھے کہ میں شادی نہیں کروں گا۔ اور حضرت عیص کو حضرت اسحاقؑ بہت چاہتے تھے اور وہ اکثر اوقات شکار کیا کرتے تھے لیکن حضرت یعقوب نہیں کرتے تھے۔ ایک روز بحالت ضعیفی میں حضرت اسحاق نے عیص سے کہا کہ آج ایک بکری یا ہرن شکار کر کے لاؤ اور اس کے کباب بنا کر مجھے کھلاؤ تو میں اللہ رب العزت سے

دعا کروں گا کہ خدا تعالیٰ تجھ کو پیغمبری عنایت فرمائے۔ یہ سن کر عیص اپنا تیر و کمان لے کر باپ کے واسطے شکار کے لیے باہر نکلے اور ان کی ماں حضرت یعقوب کو زیادہ پیار کرتی تھیں انہوں نے حضرت یعقوب سے کہا کہ اپنی بکری جو موٹی تازی اور فربہ ہے اس کو لا کر ذبح کر کے کباب بنا کر جلدی سے اپنے باپ کو کھلا وہ تم کو دعا دیں گے۔ حضرت یعقوب نے اپنی والدہ کا فرمان سن کر فوراً ایک بکری ذبح کر کے جلدی جلدی کباب بنا کر لائے۔ حضرت اسحاقؑ تو آنکھوں سے معذور تھے بوئے کباب پا کر کہنے لگے یہ کباب کون لایا ہے حضرت یعقوبؑ کی والدہ نے کہا کہ عیص لایا ہے فرمانے لگے ان کبابوں کو سامنے لاؤ حضرت یعقوب نے سامنے لا کر رکھ دیئے جب حضرت اسحاق ان کبابوں کو کھا کر خوش ہوئے تو حضرت یعقوب کی والدہ نے کہا کہ یا حضرت آپ گوشت کھلانے والے کے واسطے دعا کیجئے ان کے کہنے سے حضرت اسحاقؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور کہا کہ یا رب مجھے جس بیٹے نے یہ گوشت کھلایا ہے اس کو اور اس کی اولاد کو پیغمبر کیجئے۔ اس کے بعد حضرت عیص شکار سے واپس آئے کباب بنا کر حضرت اسحاق کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس وقت حضرت اسحاقؑ کو معلوم ہوا کہ میری بیوی نے حیلہ بنا کر یعقوب کے ہاتھ سے کباب کھلائے تھے اور اس کے حق میں دعا کروائی تھی کیونکہ وہ حضرت یعقوب کو بہت چاہتی تھیں۔ پھر اسحاقؑ نے اپنے بیٹے عیصؑ سے کہا کہ اے عیصؑ تیری دعا تیرے بھائی یعقوب نے لے لی۔ عیص نے اس بات کو سن کر طیش میں آکر کہا کہ میں یعقوب کو مار ڈالوں گا تب اسحاقؑ نے کہا کہ یعقوب کو مت مارنا اور میں تیرے لئے بھی دعا کروں گا کہ تیری نسل سے بہت مخلوق پیدا ہو۔ جب حضرت اسحاقؑ نے حضرت عیص کو دعا دی تو اس کی برکت سے حضرت عیص کی اولاد بہت بڑھی مغرب اور اسکندریہ اور دریا کے کنارے تک ان کی اولاد پھیل گئی۔ ایک بیٹے کا نام روم بھی تھا۔ اب جس شہر کا نام روم ہے اور اسی کو استنبول بھی کہتے ہیں چونکہ یہ شہر انہوں نے ہی بسایا تھا۔ اس لیے اس شہر کی نسبت بھی انہیں کی طرف ہے اور ان کی اولاد بہت ہے اور حضرت اسحاقؑ نے تقریباً ایک سو ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی اور اپنی والدہ حضرت سارہ خاتون کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔ حضرت اسحاقؑ کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب ڈر گئے کہ مبادا عیص مجھے مار نہ ڈالے اسی خوف کی وجہ سے وہ سارا دن چھپے رہتے تھے اور رات میں نکلا کرتے تھے

اسی طرح تقریباً ایک سال گزر گیا۔ یہ حال دیکھ کر ان کی والدہ نے حضرت یعقوب سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ماموں کے پاس ملک شام چلے جاؤ اور وہیں رہا کرو کیونکہ وہ وہاں کا بہت بڑا رئیس اور مالدار ہے اور اس کی بیٹی سے تمہاری شادی بھی کر دوں گی اور تم اپنے باپ کی وصیت بجالاؤ اور یہاں مت رہو اور اس طرح تمہاری جان کی بھی حفاظت ہو جائے گی اور یہ الفاظ اپنی والدہ کے سن کر حضرت یعقوب کنعان سے رات ہی رات نکل کر ملک شام روانہ ہو گئے اور اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کا دوسرا نام اسرائیل رکھا گیا کیونکہ انہوں نے رات ہی رات سفر طے کیا اور وجہ تسمیہ اسرائیل کی شب کو نکلنے کے باعث ہوئی اور یعقوب کا نام بسبب عقب ہونے اپنے بھائی عیص کے ہوا اور یہ پورا حال توریت میں بھی مرقوم ہے۔ پس دونوں ناموں کی وجہ تسمیہ معلوم ہو گئی حضرت یعقوبؑ جب اپنے ماموں کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت یعقوب کو بہت تسلی و تشفی بھی دی اور کہا کہ تم یہاں رہو اور ان کے ماموں ان سے بہت پیار و محبت بھی کرنے لگے۔ حضرت یعقوب کے ماموں کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام لیا اور چھوٹی بیٹی کا نام راحیل تھا۔ لیکن راحیل نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل تھی۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنے ماموں جان سے کہا کہ راحیل کو میرے ساتھ بیاہ دو اور یہی وصیت بھی میرے باپ کی ہے کہ تم اپنے ماموں جان کی بیٹی سے شادی کرنا۔ یہ بات حضرت یعقوب کی سن کر ان کے ماموں نے کہا کہ تمہارے باپ کی کوئی بھی شے تمہارے پاس نہیں ہے میں اپنی بیٹی کی کیونکر شادی کر دوں، دین مہر کہاں سے دو گے۔ جب کہ مجھے دولت چاہیئے حضرت یعقوب نے اپنے ماموں سے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے ہاں مگر ایسا ہو سکتا ہے کہ میں چند سال تمہاری بکریاں چرا کر اس کی مزدوری سے دین مہر ادا کر دوں گا۔ یہ بات سن کر ماموں جان نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون سی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ میں اپنے لیے تو مناسب راحیل کو سمجھتا ہوں حضرت یعقوب کی فرمائش کو ان کے ماموں نے منظور کر لیا اور مابین یہ شرط قائم ہوئی کہ یعقوب سات برس میری بکریاں چرا کر راحیل سے شادی کرینگے۔ جب سات برس پورے ہو گئے تو حضرت یعقوب نے اپنے ماموں سے درخواست کی کہ اب سات برس پورے ہو چکے ہیں اب آپ میرے ساتھ راحیل کی شادی کر دیجئے یہ بات سن کر ماموں نے اپنی بڑی بیٹی کو جس کا نام لیا تھا۔ اس کو خلوت میں حضرت یعقوب کے سپرد کر دیا حالانکہ شرط شادی کی راحیل سے تھی حضرت یعقوب نے دوسرے دن اپنے ماموں سے

جا کر کہا کہ میں لیا کو نہیں چاہتا آپ سے تو میں نے راحیل کی درخواست کی تھی۔ انکے ماموں نے حضرت یعقوب سے کہا کہ ہماری قوم کا دستور ہے کہ پہلے بڑی بیٹی سے شادی کرتے ہیں پھر اس کے بعد چھوٹی بیٹی کی شادی کرتے ہیں اگر ایسا ہم نہ کریں گے تو لوگ ہم پر طعنے کسیں گے کہ دیکھو فلاں رئیس قوم نے اپنی بڑی بیٹی کو تو اپنے گھر میں بٹھا رکھا ہے اور چھوٹی بیٹی کو بیاہ دیا ہے یہ بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی ہے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ راحیل سے شادی ہو جائے تو پھر تم کو سات برس تک بکریاں چرانا ہونگی اور سات برس تک تم اپنے ساتھ لیا کو نکاح میں رکھو، پھر تم کو اختیار ہوگا چاہے دونوں بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھو یا نہ رکھو اور یہ حکم اس زمانہ میں جائز تھا کہ ایک شخص دو بہنوں کو بھی ایک وقت میں نکاح میں رکھ سکتا تھا اور اب شریعت محمدیہ میں بیک وقت دو بہنوں کو ایک نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ چونکہ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے اور اس کے قوانین قیامت تک کے واسطے کارآمد ہونگے اور اس میں کسی وقت بھی کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں ہو سکتی اور دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرنا حضرت ابراہیم سے لے کر تا نزول توریت تک تھا اور قرآن مجید میں دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرنا حرام ہے جیسا کہ حق تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

ترجمہ:۔ اور نہ جمع کرو دو بہنوں کو مگر جو آگے ہو چکا ہے سو ہو چکا پس یہ باتیں سن کر حضرت یعقوب نے اپنے ماموں کی سات برس اور بکریاں چرائیں۔ پھر اس کے بعد حضرت یعقوب کی شادی راحیل سے ہوئی اور ان کے ماموں سے بہت کثیر تعداد میں مال و اسباب دے کر دونوں بیٹیوں اور داماد کو بھی اپنے پاس ہی رکھا بی بی لیا کے بطن سے چھ بیٹے تولد ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ روبین، شمعون، لیوی یہودا، اسخار، زبولون اور یہ نام توریت میں مذکور ہیں اور ایک مدت تک بی بی راحیل سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان کی ایک لونڈی تھی جس کا نام زلفی تھا۔ اسے حضرتؑ کی خدمت میں دیا۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے وان اور نفتالی پھر بی بی لیا نے بھی اس پر رشک کر کے حضرت یعقوب کو ایک لونڈی دی اور اس سے بھی دو بیٹے پیدا ہوئے اور نام ان کا رکھا کاد اور بشریٰ، پھر کچھ روز بعد بیوی راحیل سے حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے۔ حضرت یوسفؑ کی خوبصورتی اور حسن و جمال ایسا تھا کہ جس کا وصف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام سمیت کل گیارہ بیٹے تولد ہوئے اور حضرت یعقوبؑ

اپنے تمام بیٹوں میں یوسفؑ سے زیادہ پیار کرتے تھے اور انہی سے بہت زیادہ محبت وانسیت تھی۔ یہاں تک کہ ایک گھڑی بھی اپنی آنکھوں سے جدا نہ کرتے اور یوسفؑ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنعان چھوڑے ہوئے تقریباً اکیس یا بائیس سال ہو گئے تھے اور حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے مال واولاد بہت عنایت فرمائی تھی۔ اچانک دل میں خیال آیا کہ کنعان جا کر اپنی محترم والدہ صاحبہ کو دیکھیں اور ان کی خدمت سے مشرف ہو ویں۔ پس حضرت یعقوبؑ نے اپنے ماموں جان سے اجازت مانگی انہوں نے بخوشی اجازت دے دی اور مال اسباب بھی بہت سارے کر دونوں بیٹیوں کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ اور حضرت یعقوب اپنی دونوں بیویوں اور ان کے بچوں اور بہت سے مال واسباب اور بہت سے مویشی لے کر کنعان کو چل دیئے اور راستے میں یہ اندیشہ غالب تھا کہ ہنوز عداوت وغصہ عیص کے دل سے نہ گیا ہو۔ شائد مجھ کو مار ڈالے۔ اسی تفکرات میں پورا سفر طے کر کے شہر کنعان پہنچے۔ اتفاقاً حضرت عیص میدان کی طرف شکار کو نکلے تھے راستے ہی میں ملاقات ہو گئی، ان کو حضرت یعقوب نے دور سے ہی پہچان لیا۔ ادھر حضرت یعقوب نے اپنے قافلے والوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر یہ شخص تم لوگوں سے پوچھے کہ یہ مال واسباب کس کا ہے تو تم یہ کہہ دینا کہ یہ عیص کا ایک غلام تھا اس کا نام یعقوب تھا وہ ملک شام میں چلا گیا تھا یہ سب مال و اسباب اسی کا ہے اور حضرت یعقوبؑ مارے ڈر کے اپنے قافلے کے اندر چھپے ہوئے آتے تھے۔ جب بکریوں کے سائبان حضرت عیص کے پاس پہنچے تو عیص نے ان سے دریافت کیا کہ بکری غانہ کس کا ہے سب لوگوں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ عیص کا غلام یعقوب جو ملک شام میں کچھ روز قبل چلا گیا تھا اسی کا ہے۔ جب عیص نے یعقوب کا نام سنا تو آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ عیص کا یعقوب غلام نہیں بلکہ وہ تو اس کا بھائی ہے اور وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے اس بات کو سن کر سب لوگ کہنے لگے کہ حضرت یعقوب ملک شام میں بھی یہی کہتے تھے کہ میں عیص کا غلام ہوں۔ جب حضرت یعقوب نے دور سے دیکھا کہ عیص بہت ہی آبدیدہ ہو رہے ہیں اور نہایت افسوس کر رہے ہیں تو حضرت یعقوب اپنے قافلے سے الگ ہو کر عیص سے بغلگیر ہوئے اور گود میں لے لیا اور دونوں بھائی زار زار خوب روئے۔ ان وجوہات کے سبب آج یہیں منزل کر لی اور پھر دوسرے دن گھر میں تشریف لائے اور تقریباً ایک سال گزرنے کے بعد بل

راحیل سے ایک اور بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نام بنیامین رکھا بعد تولد ہونے کے ان کی ماں نے انتقال فرمایا اور بی بی لیا نے بنیامین کی پرورش کی۔ لیا اپنے بیٹوں اور یوسف سے زیادہ پیار کرتی تھیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے پیغمبری عنایت فرمائی تب کنعان میں بہت مخلوق خدا پر ایمان لائی اور ان لوگوں نے ہدایت پائی اور جب عیص کو ان کی پیغمبری کی دلیل پہنچی تو ان کو بھی یقین ہوگیا۔ پھر ان کو ایک جگہ رہنے کا اتفاق نہیں ہوا اور عیص نے کہا کہ بھائی میں نے یہاں ایک مدت گزاری اور ہنوز غریب ہی رہا ہوں۔ اور تم بھی کچھ روز میرے ساتھ اسی جگہ رہے ہو، اور اب تم یہاں بود و باش اختیار کرو اور تم اس سرزمین کے پیغمبر بھی اور میں کسی دوسری جگہ پر جاکر رہوں گا۔ روایت ہے کہ حضرت عیص یہاں سے رخصت ہوکر اس جگہ جا پہنچے جس جگہ کو اب روم کہتے ہیں اور روم ان کے بیٹے کا نام بھی تھا۔ اور بستی بھی اسی کے نام سے آباد ہوئی تھی اسی واسطے اس جگہ کو روم کہتے ہیں۔ اور وہیں جاکر انہوں نے انتقال فرمایا اور جتنی اولادیں ان کی تھیں وہ سب کی سب وہیں رہیں اور ان کی اولاد کی بہت کثرت ہوگئی، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عیص کی اولادوں میں سے سوائے حضرت ایوب علیہ السلام کے کوئی دوسرا نبی نہیں ہوا اور باقی تمام پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل سے ہوئے تھے۔

بیان حضرت یوسف علیہ السلام

درحقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ نہایت اہم اور نصیحت آموز واقعہ ہے جس کے سننے سے نیک کاموں کی محبت اور گناہوں سے بچنے کی ہدایت و رغبت اور طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جس کو خدا تعالیٰ نے احسن القصص فرمایا ہے اور علمائے متقدمین اور فضلاء متاخرین کی کتابوں میں یہ ذکر آیا ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو قرآن مجید میں احسن القصص کہہ کر بیان فرمایا ہے اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم الشان واقعہ سے خوب واقف فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ ترجمہ:۔ ہم آپ سے بہتر قصوں میں سے

ایک قصہ بیان کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف قرآن اور تو تھا پہلے
اس سے بے خبروں میں سے بعض علماء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حق تعالےٰ
سبحانہ نے اس قصّے کو سب قصوں میں قرآن مجید کا بہتر قصہ کیوں فرمایا، اور بعضوں نے یہ
کہا کہ یہ قصہ سب پیغمبروں کے قصّے سے احسن ہے اور بعضوں نے کہا کہ صبرِ جمیل یعقوب
علیہ السلام کا قرآن مجید میں مذکور ہے اور صبر سب سے بہتر چیز ہے۔ اس لیے اللہ
تعالےٰ نے اس قصّہ کو احسن کہا اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ پہلی باتیں خواب کی تھیں اور
تمام حقیقتیں اس قصہ میں بیان ہوئی ہیں۔ خیر جو کچھ بھی ہو بہر حال یہ قصہ عجیب وغریب
اور نہایت موثر ہے اس کے پڑھنے سے ہر انسان نیک بن سکتا ہے اور دنیا کی تمام برائیوں
سے محفوظ رہ سکتا ہے اور سورۂ یوسف کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک روز سات
یہودیوں نے حضرت عمر ابن الخطاب سے مباحثہ کیا۔ یعنی یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ
ہماری توریت بہتر ہے تمہارے قرآن مجید سے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارا قرآن مجید بہتر ہے
تمہاری توریت سے۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ
توریت میں مذکور ہے اور آپ کے قرآن مجید میں نہیں درآنحالیکہ وہ بہتر قصوں میں سے ہے
حضرت عمرؓ اس بات کو سن کر بہت ہی رنجیدہ وغمگین ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے مناظرہ کا حال بیان کیا۔ رسول خدا یہ سن کر اور حضرت عمرؓ کو غمگین
دیکھ کر بہت زیادہ متفکر ہوئے۔ اتنے میں حضرت جبرائیلؑ امین تشریف لائے بحکم رب العالمین
اور پورا قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان فرمایا اور قصہ کا شروع یہ تھا کہ جب
حضرت یعقوب علیہ السلام بعد مدت کے شہر کنعان میں تشریف لائے اور پھر یہیں مقیم
ہوئے اور بی بی راحیل یعنی والدہ محترمہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بعد تولد
ہونے بنیامین کے انتقال فرمایا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام
کی عمر صرف پانچ برس کی تھی۔ اور اپنے گیارہ بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین و
جمیل تھے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کو سب سے زیادہ پیار کرتے تھے
اور بنیامین اس وقت شیر خوار بچے تھے اور ان کی خالہ لیا نے ان کی پرورش کی تھی

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بہن تھی ایک دن انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر جا کر سب بیٹوں کو دیکھا لیکن ان کو کسی پر پیار نہ آیا مگر حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کثیر الاولاد ہیں اور آپ کی صرف ایک ہی بیوی ہے سب بیٹوں کی خدمت ایک بیوی سے نہیں ہو سکتی لہٰذا! آپ اگر چاہیں تو یوسف کو مجھے دے دیں ہم اس کی پوری خدمت اور پرورش کر لیں گے۔ حضرت یعقوبؑ نے بہن کی فرمائش پر حضرت یوسف کو ان کے سپرد کیا اور وہ حضرت یوسف کو اپنے گھر لے گئیں اور ان کی پرورش بہت ہی ناز و نعمت سے کرنے لگیں۔ ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کو دیکھنے کے لیے ہر گھڑی دل تڑپتا رہتا تھا اور وہ فرط محبت میں اپنی بہن کے گھر جا کر دیکھ آتے تھے اور اسی طرح روز بروز حضرت یعقوب کی محبت یوسف سے زیادہ بڑھنے لگی تب بہن سے کہا کہ میں بغیر یوسف کے ایک ساعت بھی نہیں رہ سکتا ہوں۔ میرے پاس ہی یوسف کو بھیج دو۔ اس بات کو سن کر ان کی ہمشیرہ نے کہا کہ میں بھی بغیر یوسف کے نہیں رہ سکتی۔ اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا ایسا کرو کہ یوسف ایک ہفتہ تمہارے پاس رہے اور ایک ہفتہ میرے پاس۔ انہوں نے کہا اچھا پہلا ہفتہ میرے پاس رہے گا۔ حضرت یعقوب نے یہ بھی منظور کر لیا اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ کا ایک کمر بند تھا حضرت یعقوب کی بڑی بہن کہ وہ کمر بند اپنے دادا کی میراث سے ان کے حصے میں پہنچا تھا اور اسی کمر بند سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بوقت قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پھوپھی کے گھر میں سات دن رہے اس کے بعد حضرت یعقوب نے ان کو طلب کیا۔ تب ان کی بہن نے حیلہ سازی کی تاکہ یوسف کو کسی بہانے سے چور بنا کر پھر اپنے گھر میں لے آؤں اور اس وقت کی شریعت الٰہیہ میں یہ قانون تھا کہ جو کوئی کسی کی چیز چراتا اور وہ پکڑا جاتا تو وہ شخص صاحب مال کا غلام ہو جاتا۔ پس بعد سات دن حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منگوایا، پھر ان کی بہن نے حیلہ کر کے یعقوب علیہ السلام سے آ کر کہا کہ میرے باپ کا کمر بند گم ہو گیا ہے اور یہ یقین ہے کہ یوسف کے ہمراہ جو لوگ تھے انہوں نے چرا لیا ہے لہٰذا آپ سب کو حاضر کیجئے۔ ہر ایک سے

جھوٹ موٹ پوچھ کر حضرت یوسف کے پاس جا کر ان کی کمر سے کمر بند جھٹ کھول ڈالا اور کہا کہ یوسف میرے پاس مجرم ہوا اور وہ دس برس میرے پاس قید رہے گا اور ہماری خدمت کرے گا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے خجالت کی وجہ سے اپنی بہن کو یوسف کے لے جانے کی اجازت دے دی بعد دو برس کے ان کی خواہر نے وفات پائی پھر بعد وفات اپنی بہن سے یوسف کو اپنے گھر واپس لے آئے اور سب فرزندوں سے زیادہ حضرت یوسف کو عزیز رکھتے تھے ایک دن حضرت یوسف نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میں نے شب گذشتہ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آفتاب اور مہتاب اور گیارہ ستاروں نے آسمان سے اتر کر مجھے سجدہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ ترجمہ: جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے میرے ابا جان میں نے خواب دیکھا ہے شب کو کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند نے مجھے سجدہ کیا۔ یعقوب نے جب معلوم کیا کہ بھائی سب ان کو ذلیل کریں گے تب کہا ان سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ ترجمہ: اور کہا یعقوب علیہ السلام نے اے بیٹے میرے مت بیان کر خواب اپنا بھائیوں سے کیونکہ اس خواب کو سن کر وہ تیرے واسطے البتہ کچھ فریب بنائیں گے اور شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے یعنی اس خواب کی تعبیر سنتے ہی وہ سمجھ لیں گے، بارہ بھائی اور ایک باپ اور چاند [illegible] ہے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ سب تیری طرف محتاج ہوئے ہیں۔ اور شیطان لعین ان کے دل میں حسد ڈال دے گا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کو بتائی جیسا کہ فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں۔ وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ ترجمہ: اور اسی طرح نوازے گا تجھ کو ٹھیک اور درست بات یعنی تعبیر خوابوں کی اور پورا کرے گا اپنا انعام تجھ پر اور حضرت

یعقوب کے جیسا کہ پورا کیا تیرے دو باپوں پر جو تجھ سے پہلے تھے یعنی دو دادے ابراہیم واسحاق علیہما السلام پر اور البتہ تیرا رب بہت خبر والا ہے اور حکمت والا ہے۔ جب یہ خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سنی تو وہ بہت ہی حسد کرنے لگے اور بولے قولہ تعالیٰ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ۨ۝ ترجمہ اور جب کہنے لگے ان کے بھائی البتہ یوسف اور اس کا بھائی زیادہ پیارا ہے باپ کو ہم سے اور کہنے لگے ہم لوگ قوت والے ہیں اور ہمارا باپ اپنی اولاد کے معاملے میں صریح غلطی پر ہے اور ہم ہی لوگ ان کے وقت پر کام آنے والے ہیں اور میرا بھائی یوسف ابھی چھوٹا ہے اور دوسرا بھائی بھی جو اس کا سگا ہے وہ ابھی چھوٹا ہے اور ہم سب سوتیلے ہیں اور یہ باتیں یوسف علیہ السلام کی نابالغی میں کہی گئی تھیں حالانکہ یہ باتیں طعنہ زنی پر محمول ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ باتیں بھائیوں کو کہنا کسی طرح درست نہ تھا حالانکہ حضرت یوسف کے سب بھائی نبی ہوئے اور ایک نے اللہ کی طرف سے بڑا مرتبہ پایا۔ لیکن ابتداء میں سب نے رنج اٹھائے اپنے باپ کے بھی اور اپنے بھائی کے بھی اور وہ سب کہنے لگے قولہ تعالےٰ نِ اقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِاطْرَحُوْہُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۝ ترجمہ۔ بھائیوں نے آپس میں صلاح کی کہ بس اب یوسف کو کسی طرح سے مار ڈالو یا کسی ایسی جگہ پھینک آؤ جہاں سے وہ نہ آسکے اور وہ کسی دوسرے ملک میں اکیلا رہتا ہے تاکہ والد محترم کی پوری توجہ تم لوگوں پر رہے اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اگر مناسب خیال کرو تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کہیں جنگل میں جا کر کسی کنوئیں میں پھینک دیں تاکہ وہ اپنے باپ کو دکھائی نہ دے، اور پھر توبہ کر لو اور اپنے باپ کے ہمیشہ مطیع اور فرمانبردار رہو تاکہ یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی ہم کو اس حرکت ناشائستہ سے در گزر فرمائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے ایک بھائی کا نام یہودا تھا اور تمام بھائی اس کے فرمانبردار تھے اس نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ مت مارو یہ ہمارے بھائی ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ؕ ترجمہ۔ ایک بولنے والا بولا کہ مت مارو یوسف کو اور پھینک دو اس کو ایک گمنام کنوئیں میں کہ اٹھا لے جاوے اس کو کوئی مسافر اور یہ باتیں ان کے بڑے بھائی نے کیں کہ اگر تم کو اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کرنا ہے تو بس یہی کرو، اتنا ہی کافی ہے کیونکہ جان سے مار ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے اور میری رائے تو صرف یہ ہے کہ راستے کے کنارے پر کسی کنوئیں میں جو میدان میں واقع ہو اس میں ڈال ایک حد تک درست ہو سکتا ہے تاکہ کوئی راہ چلتا سوداگر یا لڑکے واسطے کنوئیں پر آئے گا اور اسے اٹھا کر اپنے ہمراہ کسی دوسرے ملک میں لے جائے گا۔ اور اسی طرح یوسف اپنے باپ کی نظروں سے دور ہو جائے گا اور ہم کو اسطرح بدنامی بھی کم ہو گی اور خون ناحق سے بھی ہمارا چھٹکارا ہو جائے گا۔ یہ رائے تقریباً سب بھائیوں کو پسند آئی اور سب نے ایک جگہ جمع ہو کر صلاح و مشورہ کیا کہ یوسف کو ان کے باپ سے کس طرح اور کیونکر لیا جائے، اور کب اور کس وقت دور میدان میں لے جایا جائے جو ہمارے دلوں کی غرض و غایت اور مقصد ہے۔ سب بھائی حضرت یوسف کے اپنے والد بزرگوار کو ہر وقت سمجھاتے اور اطمینان دلاتے یہاں تک کہ ان کے بھائیوں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے واسطے عزیز یوسف کو ہمارے ہمراہ کر دیجئے تاکہ کسی اچھے میدان میں جا کر ان کو کچھ کھیل دکھائیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کسی طرح سے قبول نہ کرتے تھے۔ پھر سب بھائیوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ یوسف ہی کو فریب دینا چاہیے کہ وہ خود اپنے باپ سے چلنے کے واسطے اصرار کریں گے۔ یہ مشورہ کر کے بعد ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ اے ہمارے بھائی تم ہمارے ساتھ سیر کو اور تماشہ میدان کا دیکھنے چلو ہم لوگ تم کو خوب تماشہ اور کھیل میدان میں دکھا دیں گے۔ اور وہاں بکری کا دودھ بھی خوب پلائیں گے۔ یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ بیشک میں آپ لوگوں کے کہنے سے اس جگہ جانا چاہتا ہوں لیکن والد کا حکم نہیں۔ اس لیے میں کیونکر جاؤں۔ ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ تم خود ہی اپنے والد صاحب کے پاس جا کر بولو تو البتہ وہ تم کو حکم دے دیں گے پھر ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے سر میں

کنگھی وغیرہ کر کے والد صاحب کے پاس بھیج دیا۔ حضرت یعقوب نے دیکھ کر اپنی گود میں اٹھا لیا اور ان کے سر وچشم پر بوسہ دیا اور حضرت یوسف بھی اپنے باپ کے ہاتھ پاؤں کو چوم کر کہنے لگے اے میرے اباجان میں اپنے بھائیوں کے ساتھ میدان میں جانا چاہتا ہوں تا کہ میں کچھ سیر میدان کی کرلوں اور وہاں تماشہ بھی دیکھوں اور وہیں بکری کا دودھ بھی پیوں گا۔ اگر حضور کی اجازت ہو تو میں ان کے ہمراہ جاؤں اور اپنا دل خوش کر آؤں۔ حضرت یعقوب نے اپنے لخت جگر کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر فرمایا نعم، یہ بات ان کے بھائیوں نے سنی کہ حضرت یوسف کے جواب میں والد صاحب نے نعم کہا ہے اور اذن دیدیا ہے یہ سن کر بڑے بھائی یہودا نے کہا کہ اب تم لوگ والد بزرگوار کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت طلب کر لو اور تم لوگ ہمارے ساتھ عہد و پیمان کر لو کہ اپنے چھوٹے بھائی کو کسی طرح کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ اس کے بعد سب متفق ہو کر اپنے والد بزرگوار کے پاس گئے اور اپنے والد صاحب سے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ بولے اے باپ کہ اعتبار نہیں کرتے ہو ہمارا یوسف پر اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ بھیج دیجئے ان کو ہمارے ساتھ کل کو کیونکہ ہم لوگ وہاں کچھ کھائیں گے اور وہاں جا کر کھیلیں گے اور یہ تو آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ یوسف کی ہر طرح نگہبانی کرنے والے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ اے بیٹو میں ڈرتا ہوں کہ تم جاؤ گے اور یوسف کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور میں اکیلا گھر میں رہ جاؤں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قولہ تعالیٰ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ ترجمہ: جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم لے جاؤ گے اس کو اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اور تم سب کے سب اس سے بے خبر رہو یعنی ان کو بھی بھیڑیئے کا ہی بہانہ کرنا تھا سو وہی حضرت یعقوبؑ کے دل میں اس کا خوف آیا۔ اور حضرت یعقوبؑ نے بھیڑیئے کا تذکرہ اس وجہ سے ان کے سامنے کیا کہ وہ اپنے خواب میں یہ دیکھ چکے تھے کہ بھیڑیئے نے حضرت یوسفؑ پر حملہ کیا ہے اور وہ ہمیشہ اس خواب سے ڈرا کرتے

تھے کیونکہ انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں جھوٹے نہیں ہوتے۔ بہر حال یہ گفتگو حضرت یعقوبؑ کی سن کر حضرت یوسف کے بھائی بولے، جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ وہ سب بولے کہ اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور ہم تو سب پوری جماعت ہیں ایسا نہ ہوگا اور ہم سب صاحب قوت ہیں، اگر پھر بھی وہ کھا گیا تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا یعنی اگر بھیڑیا اس کو کھائے گا تو کیا ہم لوگوں سے اتنا بھی نہ ہوگا کہ ہم دس بھائی ہیں اس کو اپنے بھائی کے کھانے سے روک سکیں اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم سب سخت گنہگار ہوں گے۔ پس حضرت یعقوبؑ نے ان باتوں کا فریب کھا کر یوسف کو ایک روز کی اجازت دے دی اور رخصت کے وقت حضرت یوسفؑ سے فرمایا اے میری جان میرے دیدے سے اپنا دیدہ ملا کر جاؤ اور ذرا میرے پاس آؤ تو میں تمہیں گود میں لے لوں کیا پتہ تمہیں پھر دیکھوں یا نہ دیکھوں۔ بعد اس کے اپنے دیگر بیٹوں سے کہا کہ یوسف کو تمہیں سونپا اب جاؤ پھر اسی پاؤں سے سلامت آؤ میرے پاس یہ کہہ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو رخصت کیا اور وہ سب کے سب ان سے اجازت لے کر چل دیئے قولہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۝ ترجمہ: پھر جب لے کر چلے اور آپس میں متفق ہوئے کہ ڈالیں اس کو گمنام کنوئیں میں پس جاتے جاتے کنعان سے چھ کوس کے فاصلہ پر اپنی بکریوں کی چراگاہ میں جا پہنچے۔ حضرت یوسف کھیل کود کے ساتھ خوشیاں کرتے ہوئے چلے۔ بھائیوں نے ان پر ظلم اور دست درازی اور طمانچے لگانا شروع کر دیئے حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے فریاد وزاری کی اور کہنے لگے کہ میں نے ایسا کونسا گناہ کیا ہے جو تم مجھ پر اتنا ظلم کر رہے ہو کیا میرے باپ نے مجھے تم کو نہیں سونپا ہے، یا تم میرے بھائی نہیں ہو۔ تم لوگ اپنے باپ کی وصیتیں اور نعمتیں مت بھولو اور میری بے مادری اور یسیری پر رحم کرو۔ ہر چند کہ یوسف نے کہا۔ لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ سنا اور برابر مارتے ہی رہے پھر وہ سب کہنے لگے کہ تو نے یہ بات جھوٹ بنا کر اپنے باپ سے کہی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آفتاب اور مہتاب اور گیارہ ستاروں نے آکر مجھے سجدہ کیا ہے شاید تیری یہی آرزو ہے کہ ہم سب تیرے زیر حکم رہیں اور اب تو تیری موت آچکی

ہے اور اس جگہ پر کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ تیری پشت پناہی کر سکے اور تجھ کو ہم لوگوں سے بچا سکے۔ تب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے بڑے بھائی یہودا کے پاس چلے گئے ان سے یہ ماجرا بیان کیا انہوں نے یہ سن کر اپنے بھائیوں کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ تم لوگ اپنے عہد پر قائم رہو اور انہیں مت مارو۔ اس پر وہ سب کہنے لگے کہ اس کو کسی گمنام کنویں میں ڈال چاہیئے۔ پھر اس کے بعد حضرت یوسف کو سب بھائی مل کر ایک گمنام کنویں کے کنارے پر لے گئے اور ان کے تمام کپڑے اتار لیے اور ننگا کر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک ڈول میں بٹھا کر کنویں میں ڈال دیا۔ حضرت یوسف بہت فریاد وزاری کرنے لگے اور کہا کہ آج کوئی ایسا نہیں ہے کہ وہ میرے ضعیف باپ کو خبر پہنچا دے اور وہ آکر دیکھیں کہ ان ظالموں نے ایک گمنام کنویں میں مجھے بے گناہ گرا دیا ہے اور ذرا بھی ان کو ترس نہ آیا۔ حضرت یوسف اس اندھیرے کنویں میں جب آدھی راہ میں جا پہنچے اور رسی ڈول کی اس وقت بڑے بھائی یہودا کے ہاتھ میں تھی۔ تو دوسرے بڑے بھائی شمعون نے آکر رسی کاٹ دی اور اس کا دلی ارادہ یہ تھا کہ جلدی سے کنویں میں جا گرے اور پھر وہیں مر جائے قضاء الٰہی سے ایک نیزہ پانی کنویں میں خالی تھا۔ خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر ان کو کنویں کے اندر پانی کے اوپر ایک پتھر پر بٹھا دیا۔ حضرت یوسف کو پانی کے اندر جانے نہ دیا کہ ان کو کسی قسم کا ضرر نہ ہو۔ محققین نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت یوسف کنویں میں کئی دن رہے۔ بعضوں نے کہا کہ صرف ایک دن رات رہے جب بھائیوں نے آکر ان کو کنویں میں ڈالا تھا تو ان کو یقین ہو گیا تھا کہ یوسف کنویں کے اندر مر گئے اور ہم لوگوں نے نجات پائی۔ آپس میں کہنے لگے کہ اب بہتر یہ ہے کہ ہم سب توبہ کریں اور ہماری توبہ خدا قبول کرے اور اس چیز کا عزم صمیم کریں کہ شب و روز اپنے باپ کی خدمت کیا کریں۔ تاکہ وہ ہم سب سے راضی و خوش رہیں۔ ادھر حضرت یوسف کنویں کے اندر روتے روتے از حد نڈھال ہو گئے قولہ تعالیٰ وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ
ترجمہ۔ اور ہم نے وحی کی اس کو کہ جتاوے گا ان کو ان کا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے۔

فائدہ۔ پھر جب سے کر چلے اور آگے نہ فرمایا کہ کیا ہوا اس واسطے کہ لائق بیان کے

نہیں جو کچھ ان کے بھائیوں نے سلوک کیا اور ڈراتے ہیں بُری طرح مارتے اور بُرا بھلا کہتے ہوئے لے گئے تھے۔ نہ انہوں نے حضرت یوسف کے رونے پر رحم کھایا نہ فریاد پر۔ پھر کنویں میں ڈالا تو وہ کنویں کے کنارے کو پکڑ کر رہ گئے اور بہت روئے۔ مگر بجائے رحم کھانے کے رسی میں باندھ کر اسی کنویں میں لٹکا دیا اور جب آدھی دور پہنچے تھے تو رسی کو کاٹ دیا اور سب بھائیوں نے مل کر ان کے کپڑے اتار لیے تھے بالکل ننگا کر دیا تھا۔ جس آن انہوں نے رسی کاٹی تھی اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ جاؤ میرے پیارے بندے کے پاس حضرت جبرائیلؑ یہ حکم ملتے ہی فوراً حضرت یوسفؑ کے پاس آئے اور حضرت یوسف سے کہنے لگے کہ اے یوسفؑ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تم کچھ اندیشہ مت کرو۔ بلکہ تم کو اپنے بھائیوں کے ظلم سے نجات مل گئی اور خداوند قدوس نے تم کو نہایت ہی برگزیدہ کیا ہے اور ان کے بھائیوں کو ایسا وقت عنقریب آئے گا کہ وہ تیرے سب کے سب مطیع اور فرمانبردار ہوں گے ادھر حضرت یوسف کے سب بھائی آپس میں کہنے لگے کہ اب یہ بتاؤ کہ اپنے باپ کے پاس جا کر کیا جواب دیں گے جو کچھ کرنا تھا وہ تو کر دیا۔ اب کیا کرنا ہے اگر ہمارے باپ نے حضرت یوسف کو طلب کیا تو اس کی کیا تدبیر ہوگی۔ آپس میں مشورے ہوتے رہے لیکن اس کا کچھ جواب سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر ایک بھائی نے مجبوراً کہا کہ بھائی صاحبان ہم سب کو یہی کہنا ہوگا کہ یوسف کو تو بھیڑیئے نے کھا لیا اور ایک بچہ بکری کا ذبح کر کے اس کے خون سے پیراہن یوسف کا جو کہ انہوں نے بوقت کنوئیں میں ڈالتے ہوئے اتار لیا تھا آلودہ کر لیا اور وہی یوسف کا کرتہ حضرت یعقوب کے پاس یعنی حضرت یوسف کے والد بزرگوار کے سامنے لے جا کر رکھا تاکہ ایک حد تک ان کو ایقان و اطمینان ہو جائے اور ان سب بھائیوں نے کچھ مکر بھی کیا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ ترجمہ:۔ اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا ہونے پر اور بہت ہی روتے ہوئے سب کے سب اور نہایت عاجزی سے کہنے لگے اے ہمارے باپ ہم سب دوڑنے لگے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرنے لگ گئے اور چھوٹے بھائی یوسف

کو اپنے سامان واسباب کے پاس چھوڑ دیا اور ہم لوگ ان کی طرف سے کچھ دیر غفلت میں پڑ گئے اتنے میں کوئی بھیڑیا ان کی طرف آ نکلا اور یوسف کو اکیلا اور بچہ سمجھ کر اس پر حملہ کر دیا اور بھر لس کو کھا لیا اور ہم لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ ہمارے کیے ہوئے کو باور نہیں کریں گے اگرچہ ہم سب سچ کہہ رہے ہیں، اسی رات وہ کرتہ بھی جو بکری کے خون سے آلودہ کیا تھا حضرت یعقوب کو پیش کر دیا اور پھر کہنے لگے بعض ان میں سے کہ اے باپ ہم بکریوں کے گلے میں گئے تھے اور یوسف کو اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا ناگہاں بھیڑیا اس طرف آ گیا، اور یوسف کو کھا گیا اور ہمارے باپ ہم کو معلوم ہے کہ ہماری بات کو نہیں مانیں گے، بلکہ تکذیب کریں گے اگرچہ ہم ہزاروں طریقوں پر سچ کہیں۔ لیکن پھر بھی آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے۔ پھر ان لوگوں نے یوسف کا کرتہ جو خون آلود تھا نکال کر دکھایا حضرت یعقوبؑ نے اس بات پر قطعاً یقین نہیں کیا اور بہت متفکر ہو گئے قولہ تعالیٰ وَجَآءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ ترجمہ! اور حضرت یوسف کے کرتے پر لہو لگا کر جھوٹ موٹ لائے۔ پس حضرت یعقوبؑ نے جب اس خون آلود کرتے کو دیکھا اور غور کیا کہ یہ کرتہ خون آلود تو بے شک ہے لیکن کہیں سے پھٹا ہوا نہیں ہے آخر یہ کیا بات ہے۔ بیٹوں سے فرمایا کہ اس پیراہن میں یوسف کے خون کی بو نہیں آتی ہے اور اس بھیڑیے نے کھاتے وقت کرتہ کو پھاڑا بھی نہیں، بالکل ثابت اتار دیا جو تم لوگ میرے پاس لائے ہو۔ شاید بھیڑیا یوسف پر تم سے زیادہ مہربان ہو گا کیونکہ یوسف کو تو کھا لیا اور اس کے پیراہن کو نہیں پھاڑا۔ اگر تم لوگ اپنے کہنے میں سچے ہو تو اس بھیڑیے کو میرے پاس حاضر کرو۔ اس بات کو سن کر اپنے باپ کے حکم کے واسطے ایک بھیڑیے کو پکڑ کر اور اس کے منہ میں لہو لگا کر باپ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت یعقوب نے اس بھیڑیے سے پوچھا کہ تو نے میرے فرزند جگر بند یوسف کو کھایا ہے اور تو نے اس نازک بدن پر کچھ بھی رحم نہیں کھایا اور میری ضعیفی پر تجھ کو کچھ افسوس نہ ہوا۔ بھیڑیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بولا، یا رسول اللہ خدا کی قسم میں نے تمہارے یوسف کو نہیں کھایا۔ کیونکہ گوشت انبیاء صلحاء کا ہم پر حرام ہے اور یا حضرت میں تو ایک بہت بڑی بلا و رنج میں مبتلا ہوں۔ قابل غرض یہ ہے کہ بعض انبیاء کرام کو اللہ رب العزت معجزات عطا فرمائیں گے اور

حضرت یعقوبؑ کو بطور معجزہ کے اس بھیڑیے سے گفتگو کرنے کا معجزہ عطا فرمایا ہے۔ اس بھیڑیے نے جو کہ یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ کے پاس لہو لگا کر حاضر کیا تھا وہ کہنے لگا میرا ایک بھائی تھا چند روز ہوئے مجھ سے جدا ہو کر کہیں نکل گیا۔ میں اس کے واسطے نکلا ہوں اور بوجہ گردش کے جس کو آج تقریباً تین دن ہو رہے کھانا پینا بھی نہیں کھایا پیا۔ بھوکا پیاسا دوڑتا ہوا تین فرسنگ کی راہ سے شب گزشتہ کو اس صحرا میں آ پہنچا ہوں، آج علی الصبح صاحبزادوں نے مجھے پکڑ کر میرے منہ میں بکری کا لہو لگا کر آپ کے حضور پیش کر دیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگرچہ چغلی درست نہیں مگر بسبب بے گناہی کے حضور آپ کی پیغمبری کے لحاظ سے جو جو باتیں سچ تھیں وہ میں نے آپ کے سامنے عرض کر دیں۔ بس آپ مالک ہیں حضرت یعقوبؑ نے اس بھیڑیے کو اپنے پاس سے کھانا کھلا کر اس کو رخصت کر دیا اور اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ میں نے یوسف کو خدا پر سونپا اور اپنے رب العالمین سے صبر مانگتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۝

ترجمہ اور کہا حضرت یعقوبؑ نے کہ کوئی بھی ٹھیک بات تم نے ہم کو نہیں بتائی۔ جس پر تمہارے دل خود گواہ ہیں لہٰذا میں صبر جمیل اور اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتا ہوں، اس بات پر جو تم مجھ سے آ کر بتاتے ہو یعنی کرتہ پر لہو کا لگانا ان کا بالکل جھوٹ ہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے ایک بیت الاحزان بنایا اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے جا بیٹھے اور شب و روز فراق یوسف میں روتے روتے ان کی آنکھیں بھی جاتی رہیں یعنی وہ اس قدر یوسف کے واسطے روئے کہ نابینا ہو گئے اسی وجہ سے حضرت یعقوب کے پاس ایک روز حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے ان سے حضرت یعقوبؑ نے دریافت کیا یا اخی ہمارا یوسف کہاں ملے گا، میں کدھر جاؤں، میرے یوسف کو اللہ رکھے تو بہتر ہے۔ اتنے میں جناب باری تعالیٰ سے الہام ہوا اے یعقوب تیرا بیٹا محفوظ ہے اور اس کی حفاظت وہی کر رہا ہے جس کو تو نے سونپا اور تم ان سے معلوم کرو۔ کہا الٰہی میں قصوروار ہوں میں نے خطا کی ہے مجھ پر رحم فرما۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ملک الموت کو جانتے ہو وہ ہر شخص کی جان کو قبض کرتے ہیں۔ تب حضرت جبرائیلؑ نے ملک الموت سے جا کر پوچھا کہ یوسف سلامت ہیں یا نہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ یوسف

سلامت ہیں اور ان کی روح قبض کرنے کا ابھی تک کوئی حکم نہیں ہے یہ بات سن کر حضرت یعقوبؑ کو تسلی اور بھروسہ ہوا لیکن بوجہ فراق کے آہ وزاری کرتے رہے۔ روایت یوں کی جاتی ہے کہ یوسفؑ کے گم ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک دن حضرت یعقوبؑ نے کسی کی ضیافت کی تھی۔ اسی اثناء میں ایک فقیر محتاج ان کے در پر حاضر ہوا اور اس محتاج نے کھانے کا سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ شاہ جی بیٹھو کھانا حاضر ہے اتنا بول کر حضرت یعقوبؑ کسی کام میں مشغول ہو گئے اور اس آنے والے محتاج کو کھانا نہ کھلا سکے۔ وہ فقیر محروم بھوکا یہ بد دعا کر کے چلا گیا۔ الٰہی تو اس کی آرزوؤں کو اس سے دور رکھیو۔ یہ دعا خدا کے دربار میں قبول ہو گئی۔ پس اگر فقیر کو کھانا کھلاتے تو اس کی قوت چالیس دن تک رہتی۔ اب اس کے عوض تو چالیس برس تک یوسف کے غم میں رہے گا۔ یہ بذریعہ الہام مطلع کیا گیا۔ یہ الہام سنتے ہی حضرت یعقوبؑ نے خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ تو رحیم و کریم عالم الغیب ہے۔ جو خطا مجھ سے ہوئی وہ قصداً نہیں ہوئی غفلت سے ہوئی ہے۔ یہ التجا دربار الٰہی میں حضرت یعقوبؑ کر ہی رہے تھے کہ فوراً جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے یعقوب تم پر جو رنج گزرا ہے اس سے اس بات کو سوچنا چاہیئے تاکہ بندوں کو علم ہو کہ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اس کے کام میں کوئی دخل نہیں۔ مروی ہے کہ جب یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کے بدن سے کپڑے اتار کر ننگا کر کے انہیں کنوئیں میں ڈالا۔ اسی وقت امر الٰہی سے حضرت جبرائیلؑ نے پیراہن حریر کا بہشت سے لا کر انہیں پہنا دیا اور وہ پیراہن خلیل اللہ کا تھا جس کی برکت سے آتش نمرود ان پر گلزار ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے نجات پائی تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کا سن مبارک اس وقت بارہ برس کا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ سترہ برس کا تھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس اندھیرے کنوئیں میں یوسف تین دن رات رہے۔ اتفاقاً مرضی الٰہی سے ایک قافلہ سوداگروں کا مدین سے اسباب تجارت کا مصر کو لے جا رہا تھا۔ ماندگی کے سبب سے راہ بھول کر اس کنوئیں کے پاس آ پہنچا۔ اس جگہ کی آب و ہوا خوشگوار پا کر منزل کی۔ لیکن وہ کنواں سانپ بچھوؤں سے بھرا اور شہر کی آبادی سے دور تھا اور پانی بھی اس کا تلخ اور شور تھا۔ مگر حضرت کے گرتے

سے اس کا پانی شیریں ہو گیا تھا اور سوداگروں کے سردار کا نام مالک زعر تھا اور حبشی زاد
کا ایک غلام تھا وہ بغرض پانی اس کنوئیں پر آیا اور پانی کے واسطے اس کنوئیں میں ڈول ڈالا
تب حضرت جبرائیلؑ نے خدا کے حکم سے آکر کہا اے یوسف تم اس ڈول میں جاؤ۔ جب
اس غلام نے ڈول کھینچ کر اٹھایا دیکھا کہ ایک لڑکا نہایت حسین خوبصورت اس میں بیٹھا ہے
اس نے دیکھ کر کہا کہ ہم نے تو ایسا اور اتنا خوبصورت لڑکا کبھی نہیں دیکھا اور نہ اس وقت میں
اس کا کوئی ثانی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے جملہ حسن کو دو حصوں کو تقسیم
کیا ایک حصہ حضرت یوسفؑ کو بخشا اور دوسرا حصہ سارے جہان کو دیا۔ سوداگروں نے
جب اس کی صاحب جمال و کمال صورت دیکھی تو وہ پوچھنے لگے کہ تم کون ہو۔ بنی آدم ہو یا
فرشتے، وہ بولے میں نسل آدم سے ہوں اور ان کے بھائی بھی اس وقت سب کے سب
کنوئیں کے کنارے پر تھے۔ یہ شور و غل سن کر ان کے پاس آئے۔ یوسف کو انہوں نے
دیکھا۔ تب وہ بولے کہ یہ غلام ہمارے گھر کا ہے مارے ڈر کے گھر سے بھاگ کر اس کنوئیں
میں آگرا ہے۔ حضرت یوسف نے جب جھوٹی بکواس سنی تو چاہا کہ کچھ بولیں۔ ان کے بھائی
شمعون نے عربی زبان میں کہا تم ان سے کچھ کہو گے تو جان سے مار ڈالوں گا۔ پھر حضرت
یوسفؑ نے خوف کی وجہ سے ان سے کچھ نہ کہا، مالک بن زعر نے ان کو سوداگروں
کے قافلے میں لے جا کر چھپا دیا۔ لوگوں نے اپنے سردار سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں
سے آئے ہیں۔ پھر لوگوں نے حضرت یوسف سے پوچھا کہ تم ہی بتاؤ کہ تم کون شخص ہو
اور کہاں سے آئے ہو سردار نے سوداگروں کو جواب دیا کہ بہت قیمتی متاع ہے دوسرے دن
ان کے بھائیوں نے ان سوداگروں سے جا کر کہا کہ اس غلام کو ہم بیچیں گے مالک بن زعر نے
کہا اس کو خرید لوں گا۔ لیکن اس وقت صرف میرے پاس اٹھارہ درہم مصر کے ہیں اور وہ
درہم خرید و فروخت میں چلتے بھی نہیں ہیں تم اگر چاہو تو لے لو۔ بس اس قافلے کے سردار
نے وہ درہم ان کے حوالے کئے اور ایک لطف یہ ہے کہ مصر کے دو درہم کنعان کے ایک
درہم کے برابر ہیں اور اس حساب سے کنعان کے صرف نو درہم ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف
کو اسی قیمت پر بیچا اور ان کے بھائیوں کی غرض یہ تھی کہ کسی طرح سے باپ کی نظروں

سے دور کر ڈالیں ورنہ وہ محتاج نہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۔ ترجمہ! اور بیچ آئے اس کو ناقص مول میں یعنی گنتی کی چونیوں میں اور وہ یوسف سے بیزار ہو رہے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگلے دن حضرت یوسفؑ کے سب بھائی اس کنوئیں پر گئے اور حضرت یوسف کو قافلے میں پایا تو یہ سب بھائی کہنے لگے یہ ہمارا غلام ہے اور ہم اس کو بیچنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہم سے بھاگتا رہتا ہے اگر تم اسے خریدنا چاہو تو خرید سکتے ہو۔ قافلے والوں نے کہا کہ ہم تو اس کو اٹھارہ درہم میں خرید سکتے ہیں۔ اگر تم کو منظور ہو تو ہمارے ہاتھ بیچ دو اور یہ اٹھارہ درہم لے لو۔ چنانچہ سب بھائیوں نے مشورہ کر کے یوسف کو قافلے والوں کو اٹھارہ درہم میں دے دیا۔ پھر وہ درہم انہوں نے آپس میں بانٹ لئے اور ایک بھائی نے اپنا حصہ نہ لیا۔ پھر یوسف کو آگے جا کر مصر میں قافلے والوں نے بیچا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صرف ایک مرتبہ بیچنا مذکور بیان فرمایا اور پھر پردہ پوشی کے لیے دوسری مرتبہ نہیں فرمایا لیکن اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ سستے مول تو پہلی مرتبہ ہی بیچا گیا۔ اور روایت کی گئی ہے کہ مملوک ہونے کا یوسف کے یہ سبب تھا کہ ایک دن حضرت یوسف نے آئینے میں اپنے جمال کو دیکھ کر کہا تھا کہ بوجہ لطافت و نزاکت جو چیز بھی وہ کھاتے گلے سے اترتی ہوئی نظر آتی تھی جب یہ حسن و جمال اپنا دیکھا تو فخر سے کہا اگر میں غلام ہوتا تو کوئی شخص میری قیمت نہیں دے سکتا۔ جب اپنے دل میں تصور کیا تو باری تعالیٰ کو ناپسند ہوا اسی کی پاداش میں ان پر عتاب آیا۔ اور ان کو بتایا گیا کہ اے یوسف تم نے بڑی شیخی کی بات کی ایسی بات کہنا نبی کی شان سے بعید ہے نبی میں غرور و فخر نہیں ہوتا۔ وہ تو اپنے فرض منصبی کے بجا لانے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے تاکہ مخلوق خدا کو ہدایت ہو اور اے یوسف تم نے تو فخر یہاں تک کیا کہ اپنی صورت آئینے میں دیکھ کر خود ہی اپنی قیمت ٹھہرائی اور تم نے اپنے حقیقی مصور کی طرف کچھ بھی خیال نہ کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے جو تو نے فخر کیا کر دیکھ اب تجھ کو کیسا غلام بناتا ہوں اور کتنی معمولی قیمت پر فروخت کراتا ہوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی صورت اور اتنی تھوڑی قیمت پر فروخت ہو رہی ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ سلطنت مصر کی ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی تھی اور یہ دنیا کا دستور

اصول ہے کہ جب تک کسی کی خدمت نہ کرے اس وقت تک خادموں کی قدر دہ کیا جا
اور پھر وہی خادم کسی وقت مخدوم کہلاتا ہے۔ الغرض مالک بن زعر نے یوسف کو بشرط
خدمت مول لیا تھا اور ایک قبالہ اس مضمون کا ان کے بھائیوں سے لکھوایا تھا اور وہ یہ تھے
کہ مالک ابن زعر نے یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیمؑ کے بیٹوں سے ایک عبرانی
اٹھارہ درہم سے خرید کیا ہے۔ یہ گواہی گواہان معتبرین کے مالک بن زعر کے ہاتھوں میں
اسے سپرد کیا اس کے بعد مالک بن زعر نے حضرت یوسف کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر اونٹ
پر سوار کیا اور ایک موٹا پشمینہ اڑھا کر چل دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد جب راستے میں حضرت یوسف
کی والدۂ محترمہ کی قبر آئی تو وہ اونٹ کو روک کر اتر پڑے اور اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور قبر سے
چمٹ کر رونے لگے اور کہتے تھے یا امی بھائیوں نے مجھ پر بوجہ حسد کے بہت ظلم کیا ہے اور اس
قافلے والوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور مجھے ان قافلے والوں نے زنجیروں بیڑیوں سے جکڑ رہا ہے اور
باپ کی خدمت، وطن اور تمہاری زیارت سے مجھے محروم کر دیا ہے اتنے عرصہ میں قافلہ سوداگروں کا
تھوڑی دور وہاں سے نکل چکا تھا ایک شخص اس قافلے سے پیچھے دوڑتا ہوا آیا اور وہ آکر بولا ارے
تو اب تک یہاں ہے سچ ہے تو واقعی بھگوڑا معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ اس شخص نے حضرت یوسفؑ
کو ایک ایسا طمانچہ ملا کہ اس وقت حضرت یوسف کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا ہو گیا یہ حالات
دیکھ کر حضرت یوسف نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہ کی اور رو رو کر کہنے لگے کہ خدایا ان ظالموں
کے شر سے مجھے بچا یہ تکالیف میں برداشت نہیں کر سکتا جو مجھ پر گزر رہی ہیں اور اے میرے
خدا یہ تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں بے قصور ہوں۔ پھر اس کے بعد حضرت یوسف اسی قافلے میں جا
ملے۔ یہ الفاظ اللہ رب العزت نے حضرت یوسفؑ کے قبول فرمائے اور فوراً ایک ابر مہیب
جس میں ہوا بھی سخت تیز تھی وہ ان پر برسنے لگا اور اس ابر میں بجلی کی کڑک و دمک بہت تیز تھی اور
ابر ان پر اتنا شدید برسا کہ وہ سارا کاروان ہلاک ہو گیا اور جو کچھ ان میں سے بچے وہ آپس میں کہنے
لگے کہ دیکھو تو کس کے گناہ سے ہم اس آفت ناگہانی میں مبتلا ہوئے وہ جس نے حضرت کو طمانچہ
مارا تھا ابھی مرا نہ تھا وہی بولا کہ میں نے گناہ کیا ہے جس گھڑی میں نے اس غلام کو طمانچہ مارا تھا تو یہ غلام
آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ بولتا تھا اور اس کے بعد فوراً ہی یہ بلائے مہلک ناگہانی آ پہنچی۔ یہ سنتے ہی

سب نے جو باقی بچے تھے حضرت یوسف کے پاس جا کر اپنی تقصیر کی معافی مانگی، حضرت یوسف نے ترس کھا کر ان کو معاف کر دیا اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی تب وہ فوراً ہی ابر کھلا اور ہوا بھی کم ہو گئی اور حالات معمول پر آ گئے باقی ماندہ جب وہ وہاں سے چلے تو قبل اس کے کہ وہ قافلہ مصر پہنچے وہاں یہ خبر ہو گئی کہ آئی جو قافلہ مالک بن زعر کا آ رہا ہے اس میں مالک بن زعر ایک ایسا غلام عبرانی لا رہا ہے کہ اسکی خوبصورتی اور حسن و جمال لاثانی ہے اور بر روئے زمین پر نہ ایسا آج تک ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ یہ سن کر تمام اہل مصر سوداگر کے استقبال کو آئے تو تمام اہل مصر نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا اور جو صفتیں سنی تھیں اس سے بھی کہیں زیادہ ان میں پائیں۔ مالک ابن زعر نے اپنے گھر کو اچھی طرح سنوارا اور باقاعدہ اپنے گھر میں فرش و فروش دیبائے رومی کے بچھائے اور حضرت یوسفؑ کو لباس فاخرہ پہنا کر تاج زریں سر پر رکھا۔ اسکے بعد مالک ابن زعر نے بورے شہر میں منادی کرادی کہ میں غلام نہایت خوبصورت خوش خلق، عقلمند، دانا، چالاک، فرمانبردار حیادار بیچتا ہوں جس کی خواہش اسکے خریدنے کی ہو وہ وقت مقررہ پر حاضر ہو وے، یہ منادی سن کر اہل مصر اور اعلیٰ مالک ابن زعر کے گھر آ کر جمع ہو گئے۔ اتفاقاً حضرت یوسفؑ نے بھی ان لوگوں کی طرف دیکھا کہ میری قیمت میں یہ لوگ بہت ہی پس و پیش کر رہے ہیں اور حضرت یوسف نے اس وقت اپنے دل میں خیال کیا (کہ یہ مالک میرے بیچنے میں عجب خطا میں پڑا ہے) کہ اس دن میرے بھائیوں کے ہاتھ سمجھو اصل قیمت میری ان سب کو معلوم تھی نو درہم کو مول خرید تھا اور آج مجھ کو کوئی نہیں پہچانتا ہے کیوں نہیں یہ مجھ کو بچاس درہم میں بیچتا اور یہ قیمت حضرت یوسفؑ نے اپنی بڑی انکساری سے ٹھہرائی۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ اے یوسف تو نے ایک روز آئینہ میں اپنی شکل و صورت دیکھ کر فخر سے اپنی قیمت کا آپ ہی مول زیادہ خیال کیا تھا اور آج نہایت عجز و انکساری سے اپنی قیمت کم کہی اور اسی وجہ سے اب تجھ پر فضل خدا ہوتا ہے اور اب تو دیکھ کہ تیری قیمت کس قدر زیادہ ہوئی ہے اور تجھ پر کتنا فضل خدا ہوتا ہے مالک ابن زعر نے حضرت یوسفؑ کو لباس فاخرہ پہنا کر کرسی پر بٹھا دیا اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر بولا مَنْ یَشْتَرِیْ غُلَامًا حَسِیْنًا لَطِیْفًا ظَرِیْفًا لَطِیْفًا لَیْسَ مِثْلُهٗ فِی الدُّنْیَا۔ یہ سن کر حضرت یوسف نے کہا اے مالک ابن زعر یوں مت کہو اور یوں کہو! مَنْ یَّشْتَرِیْ غُلَامًا غَرِیْبًا مَظْلُوْمًا لَیْسَ مِثْلُهٗ فِی الدُّنْیَا یہ سن کر وہ دلال بولے کہ ایسا دستور نہیں ہے کہنے حضرت یوسف نے فرمایا کہ اگر یہاں کہنے کا دستور نہیں ہے تو پھر یوں کہو، مَنْ یَّشْتَرِیْ بُوْسُفَ

صِدِّیقَ اللّٰہِ ابنِ یَعْقُوبَ اِسْرَآءِیْلَ اللّٰہِ ابنِ اِسْحٰقَ صَفِیِّ اللّٰہِ اَخِیْ اِسْمٰعِیْلَ ذَبِیْحِ
اللّٰہِ ابْنِ ابْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ ۔ یہ سن کر تمام دلالوں نے کہا چپ ۔ بیچنے ایسا مت کہو اگر لوگ
سنیں گے تو وہ خریدنے سے انکار کر دیں گے ۔ پھر اس کے بعد پکار لگائی گئی کہ ایک ہزار بدرے اشرفی
اس غلام کی قیمت ہے کیا کوئی ہے اس کو خریدنے کے واسطے تیار ۔ اور لغت میں بدرہ کہتے ہیں ایک تھیلی
کو جس میں ایک ہزار درہم بھی ہوتے ہیں اور دس ہزار درہم بھی ہوتے ہیں اور سات ہزار دینار کو بھی
کہتے ہیں اور اب آپ حضرت خود ہی گن لیجیے کہ کتنی قیمت ہوئی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ سات ہزار
عقد مروارید اور ہزار جامہ اطلس رومی اور ہزار قصب یعنی مصری جامہ اور ایک ہزار غلام خطامی اور ایک ہزار
شمشیر چاہیئے ۔ جب یہ قیمت ٹھہری تو جتنے خریدار تھے سب کے سب چپ رہے عزیز مصر نے
جو بادشاہ مصر کا مختار کل تھا اس نے دونی قیمت ادا کر کے حضرت یوسف کو لے لیا اور اپنے محل میں
لے جا کر زلیخا کے حوالے کر دیا اور اس نے زلیخا سے کہا کہ میں نے یوسف کو بڑی قیمت دے کر خریدا
ہے تم اس کو اچھی طرح رکھنا اور بطور فرزند کے پیار و خدمت کیجیو ، غلام کے طور پر نہ رکھنا ، جیسا
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَالَ الَّذِی اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ
يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۔ ترجمہ : اور کہا جس نے خریدا اس کو مصر سے اپنی عورت کو آبرو
سے رکھ اس کو شاید یہ ہمارے کام آوے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں جب یوسف کو زلیخا نے
دیکھا تو ایسی فریفتہ ہو گئیں کہ ایک دم آنکھوں سے جدا نہ کرتیں اور دن رات ان کی خدمت میں رہا کرتیں
اور ہر چیز ان پر تصدق و نثار کرتی تھیں اور دنیا کی ہر قسم کی نعمتیں ان کو لا لا کر کھلایا کرتی تھیں اور نئے
نئے لباس فاخرہ ہر روز ان کو پہناتی تھیں اور ایک تاج مرصع بھی ان کے سر پر رکھواتی تھیں اور ان کو
اعلیٰ مسند پر بٹھا کر اپنی آرزو مٹاتیں اور ان کی ہر طرح سے دلداری کرتی تھیں ۔ اسی طرح سے تقریباً سات
سال گزرے اور حضرت یوسف کا شغل اکثر یہ تھا کہ اپنے ہاتھ میں ایک عصائے مرصع لے کر ہمیشہ زنگالہ
کے ساتھ کھیلا کرتے تھے ۔ جب کبھی زلیخا اپنی غرض کی باتیں حضرت یوسف سے کرتی تھیں تو وہ اس
کا کوئی جواب نہ دیتے تھے اسی حالت میں حضرت یوسفؑ زلیخا کے پاس تقریباً سات برس رہے
لیکن باوجود اتنی قربت کے انہوں نے کسی وقت بھی فعل شنیع کا خیال نہ کیا اور ہمیشہ اس سے باز
رہے زلیخا اپنی پوری کوشش برابر کرتی رہی ۔ لیکن اپنے ناپاک ارادے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکی زلیخا

ہر تدبیر سے تنگ آگئی اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اسی فکر میں رات دن نڈھال رہنے لگی۔ اتفاقاً ایک بوڑھی عورت ہمسائی نے زلیخا سے کہا کہ زلیخا خیر تو ہے پہلے تو میں تجھ کو بہت خوش و خرم دیکھتی تھی لیکن اب چند روز سے تم کو بہت ہی بیقرار دیکھ رہی ہوں آخر ایسی کون سی خطرناک بات سامنے آگئی ہے جس کی فکر تم کو غمزدہ کیے ہوئے اور تم کو بہت ہی بیقرار دیکھ رہی ہوں۔ اسی غم و فکر میں تیری صورت بھی تبدیل ہو گئی ہے۔ آخر اس میں کیا ماجرا ہے۔ نہایت دبی ہوئی آواز میں زلیخا اس بوڑھی عورت سے بولی کہ ایک غلام عبرانی کے عشق نے مجھ کو رنج و غم میں ڈالا ہے اور اس نے اپنے عشق میں ایسا پھنسا دیا ہے کہ میں ہر وقت اس کے چہرے کو دیکھتی رہتی ہوں لیکن فی الحقیقت وہ ایسا سنگدل ہے کہ میری طرف ایک نظر بھی نہیں دیکھتا اور نہ کچھ بولتا ہے۔ میں تم سے پوچھتی ہوں اے میری خالہ اس کا کیا علاج کرنا چاہیئے۔ زلیخا کے اصرار پر وہ بڑھیا بولی کہ اے زلیخا میں تم کو ایک صورت بتاتی ہوں، اگر اس کو عمل میں لاؤ گی تو تمہارا مقصد پورا ہو گا۔ اور تمہاری جو دلی تمنا ہے وہ بھی پوری ہو گی۔ مگر اس میں کچھ خرچ ہو گا۔ اس بات کو سن کر زلیخا نے کنجی خزانے کی قفل خزانے کا اس کے حوالے کر دیا پس اس خزانے سے رقم خطیر لے کر ایک ہفت خانہ منقش طلا کاری کا خوشنما اور دلچسپ بنایا گیا اور اس کے در و دیوار چھت پردے فرش فروش تک طلا کاری کے اور صورت یوسف و زلیخا کی ایک جگہ باہم تصویر کھینچی اور وہ ہفت خانہ ایسا بنایا گیا کہ اس میں کوئی جگہ ان کی تصویر سے خالی نہ تھی۔ اور زربفت مشجر کپڑے سے تمام گھر آراستہ کیا گیا اور اس میں تخت زریں بھاری مکلل بجواہر کا اس مکان میں رکھ دیا گیا اور فرش بھی گوناگوں بچھولے اور عنبر کی خوشبوؤں سے بسایا گیا۔ الغرض اسباب بادشاہی ہفت خانہ میں سب موجود تھے بالآخر زلیخا مباشرت کے ارادے سے حضرت یوسف کو اس کے اندر لے گئی اور ان کی منصیت پر کمر باندھی تمام مکان کے دروازے مقفل کر دیئے گئے اور پھر حضرت یوسف کو ساتھ لے کر بیٹھی حضرت یوسف نے نظر کر کے دیکھا کر ہفت خانے کے در و دیوار چھت و پردے و فرش و فروش پر تمام تصویریں دونوں کی آویزاں ... ۱، تمام مکان بھی خوشبو سے معطر ہو رہا ہے جس طرف نظر کرتے تو دیکھتے کہ صورت اپنی ... ریخا کی آویزاں ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت یوسف نے سوچا کہ شاید یہ کچھ راز ہے جس کی وجہ سے یہ سب کچھ کیا گیا ہے اور اپنے دل میں پختہ خیال کیا کہ اگر مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے

تب بھی میں اس کے قبضہ میں نہ آؤں گا اور میں اپنی پاک دامنی پر ہی رہوں گا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت یوسف نے خدا کو یاد نہ کیا اس لیے شیطان لعین نے ان کے دل میں زلیخا کے واسطے کچھ وسواس ڈالا[1] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو معصیت سے باز رکھا اور زلیخا اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ج قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۞ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ط وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۞[2] ترجمہ۔ اور پھسلایا اس کو عورت نے اور وہ اس کے گھر میں تھا اپنے جی تھامنے سے اور بند کیے دروازے اور بولی زلیخا حضرت یوسفؑ سے شتاب کر حضرت یوسف نے فوراً کہا کہ خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہے میرا اور میں اس میں البتہ بھلائی نہیں پاتا اور جو لوگ بے انصاف ہیں وہ ایسا کرتے ہیں اور البتہ عورت نے خواہش کی اور پھر اس نے بھی خواہش کی[2] جب یوسفؑ ہفت خانے میں گئے زلیخا کی طرف نظر نہ کی اور آسمان کی طرف دیکھا کہ چھت پر اپنی صورت زلیخا کے ساتھ مصور ہے پھر دائیں بائیں نظر کی پھر وہی تصویر دونوں کی باہم دیکھی الغرض تمام گھر میں فقط تصویریں نظر آئیں۔ پھر ناچار ہو کر حضرت یوسف نے زلیخا کی طرف نظر کی اور زلیخا کو بغور دیکھا اور پھر اپنے دل میں یقین کرنے لگے کہ افسوس گری نے میرے یہ کام کیا ہے۔ پھر یہ دیکھ کر زلیخا بولی کہ اے یوسف مجھ پر ایک نظر کر کہ میں مستغنی ہوں اور غموں سے خلاصی پاؤں حضرت یوسف نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرا خدا مجھے زناکاروں میں کھڑا کرے گا حالانکہ میں پیغمبر زادہ ہوں اور یہ فعل بد مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ خدا نہ کرے جو میں ایسے فعل میں گرفتار ہوں کیونکہ میں نے خداوند قدوس

---

[1] ۔ انبیاء کا لکھنا غلط ہے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور انبیاء کے قلب میں ایسے خطرات کبھی موجزن نہیں ہوتے اور وہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ [2] ۔ یہ بھی ترجمہ غلط ہے اصل آیت یوں ہے وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یعنی یوسف بھی اس کے قصد کرتا اگر نہ دیکھتا دلیل اپنے رب کی ۔ لہٰذا یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قصد نہیں کیا ورنہ آیت پوری کے معنی نہیں ہوئے اور پھر ان کو تو نبی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں اور جو مخلص بندے ہوتے ہیں ان پر شیطان کا بس نہیں چل سکتا جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ ۱۲ عبدہٗ

کو منہ دکھانا ہے۔ پھر زلیخا بولی اے یوسف ذرا مجھ پر نظر کر۔ ذرا تجھے گود میں لوں اور اپنی چھاتی سے لگاؤں، ماہرو کا کل کو میرے ساتھ ملا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ مصور کی طرف دیکھ یہ بال خاک میں ملیں گے۔ پھر زلیخا بولی کیوں مجھے ستاتا ہے آرام جان دے۔ آپ نے کہا کہ مجھے دو باتوں کا غم ہے ایک تو مجھے خدا کا ڈر ہے اور یہ سب سے بڑا ڈر ہے اور دوسرے یہ حق عزیز ہے میں کیسے استعمال کروں اور اس نے مجھے ہر طرح سے آرام میں رکھا ہے میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ میں ایسی حرکت کروں اس بات کو سن کر زلیخا بولی کہ عزیز مصر سے مت ڈر میں اس کو زہر قاتل کھلا کر مار ڈالوں گی اور پھر سارے گھر کی سلطنت بھی تم کو دے دوں گی۔ اور تم تو مجھ کو یہ کہتے ہو کہ میرا خدا تو بڑا رحیم و کریم ہے اور گنہگاروں پر ہمیشہ رحم کرتا ہے اور میں یہ بھی وعدہ کرتی ہوں کہ اگر تو نے میری خواہش پوری کر دی تو جو کچھ کہ گنج و خزانہ میرا ہے سب تیرے خدا کے نام پر صدقہ دکفارہ دوں گی تب تو تیرا خدا خوش ہو جائے گا اور سارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ یہ باتیں سن کر حضرت یوسف نے فرمایا اے زلیخا میرا خدا رشوت نہیں لیتا جو تو ارادہ رکھتی ہے، اے زلیخا یہ تمام خرافات کہلاتے ہیں مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتے یہ سن کر زلیخا بالکل مایوس ہو گئی اور بہت ہی بے تابی کے ساتھ رونے لگی اور حضرت یوسف برابر اس فعل بد سے انکار ہی کرتے رہے اور کسی لمحہ بھی آپ نے اس فعل بد کا ارادہ یا قصد نہ فرمایا اور یہی شان نبی کی ہوتی ہے پس بار بار اصرار پر حضرت یوسف کچھ مائل ہوئے لیکن پھر دل میں سخت اندیشہ کرنے لگے (یہاں پر کچھ اعتراض ہے) حضرت یوسفؑ پیغمبر تھے اور پھر اس فعل قبیح پر قصد کیا۔ جواب اس کا بعض علماء محققین نے یہ دیا ہے کہ حضرت یوسف اس طرف مائل ہونے کے وقت پیغمبر نہ تھے اور حالت شباب میں قصد قبیح کرنا مقتضائے بشریت سے بعید نہیں اور دوسرے یہ کہ جو فعل نہیں کیا ہو اس میں اندیشہ کرنا مواخذہ نہیں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ شاید یوسف اس لئے اندیشہ کرتے تھے کہ اگر شوہر اس کا نہ ہوتا تو میں اس سے نکاح کر لیتا اور مفسرین نے تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے جب زلیخا کو حد درجہ مضطرب دیکھا اور اپنی جان دینے پر مستعد ہوئی تب آپ نے ارادہ کیا کہ میں زلیخا سے رہائی پاؤں اور بعضوں نے کہا کہ دلیل سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ یوسفؑ نے جب دیکھا کہ زلیخا نے ہفت خانے کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور اپنی جان دینے پر مستعد ہوئی تب ناچار اس کے سوا کوئی رہائی نہ دیکھی اور پھر اس کی طرف مخاطب ہوئے اور رضا

دی اور ازار بند میں اپنے سات سات گرہ دے رکھی تھیں تاکہ اس کے کھولنے میں تاخیر ہووے اور حضرت یوسف اللہ کی طرف نظر کئے تھے کہ اتنے میں زلیخا نے خوش و محظوظ ہو کر جلدی سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ متقاضی مباشرت کی ہوئی۔ پس یوسف کے ازار بند کی ایک گرہ کھولنے میں لگتی اور دوسری گرہ ازار بند کی لگ جاتی اور حضرت یوسف کا دھیان بھی اس وقت خدا ہی پر تھا۔ پھر ایک آواز غیب سے آئی کہ اے یوسف مت اس کے قریب آ اور نہ اس کی طرف کوئی توجہ کر، اگر تو نے اس کی طرف توجہ کی تو تو فعل بد کا مرتکب ہو جائے گا۔ اور تیرا نام بھی اس کے ہاں اس جرم کی پاداش میں انبیاؤں کے دفتر سے مٹا دیا جائے گا اور نہ معلوم خدا تیرے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یَا یُوْسُفُ لَوْ وَافَقْتَ الْخَطِیْئَۃَ یَمْحُوا اللّٰہُ اِسْمَکَ مِنْ دِیْوَانِ الْاَنْبِیَآءِ۔ ترجمہ۔ اے یوسف اگر موافقت کی تم نے گناہ کی تو مٹا دے گا اللہ تعالیٰ تیرا نام انبیاؤں کے دفتر سے۔ تب سنتے ہی یہ الفاظ غیبی حضرت یوسف دروازے کی طرف دوڑے باہر نکل جانے کے واسطے اور پیچھے زلیخا دوڑی ان کے پکڑنے کو، خدا کے حکم سے دروازے خود بخود کھلتے چلے گئے اور بعضوں نے کہا کہ حضرت جبرائیل نے آکر یوسف کی پشت پر ایک خط کھینچا خدا کے حکم سے صاف فعل سے بچ گئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ لڑکا دودھ پیتا عزیز مصر کا تھا اور وہ تقریباً چھ ماہ کا تھا وہ اپنے گہوارے پر ہی سے بولا۔ یَا اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ اَتَزْنِیْ ترجمہ۔ اے یوسف صدیق تم زنا کرنا چاہتے تھے اور بعض کا قول ہے کہ زلیخا نے ایک سونے کا بت بنا رکھا تھا جس کو وہ پوجتی تھی اور وہ بھی اسی جگہ رکھا تھا اس کو زری کے کپڑے سے ڈھانکنے لگی اتنے میں حضرت یوسف کی نظر اس پر جا پڑی، پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے جو تو نے پردے کے اندر رکھی ہے وہ فوراً بولی کہ یہ میرا خدا ہے جسے میں سجدہ کرتی ہوں اور اسی واسطے میں نے اس کو پردے میں رکھا ہے کہ وہ مجھ کو دیکھنے نہ پاوے اور میں اس کے نزدیک شرمندہ و گنہگار نہ بنوں یہ سن کر حضرت یوسف نے کہا کہ اے زلیخا اَنْتَ تَسْتَحْیِیْ مِنَ الصَّنَمِ وَاَنَا لَا اَسْتَحْیِیْ مِنَ الصَّمَدِ ط ترجمہ اے زلیخا تو شرم کرتی ہے اپنے بت سے کہ جس میں کوئی حس و حرکت نہیں ہے اور میں کیونکر شرم نہ کروں اپنے اللہ تعالیٰ سے جو بے نیاز خبیر و بصیر رب العالمین ہے۔ پھر حضرت یوسف گھبرا کے وہاں سے اٹھ بھاگے اور فوراً دروازے پر آگئے اور ادھر زلیخا نے اپنے بال و منہ کو پریشان حال

بنا کر ان کے پیچھے سے جا کر کپڑے کا دامن پکڑ کر چیر پھاڑ ڈالا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساتوں دروازوں کے قفل کھل گئے اور حضرت یوسف کی ٹوپی سر سے گر پڑی تھی اور سر کے بال پراگندہ ہو گئے اور زلیخا کے سر کے بال بھی الجھ کر رہ گئے تھے۔ اور خود زلیخا ننگی تھی اور عزیز مصر نے دروازے پر دونوں کو اسی حالت میں بھاگتے ہوئے پایا۔ عزیز مصر کو دیکھ کر زلیخا نے جھوٹی باتیں بنا کر عزیز مصر سے کہا کہ تم نے ایسا غلام اپنے گھر میں رکھا ہے کہ وہ مجھ سے بدفعلی کرنا چاہتا ہے یہ دیکھو میرا حال کیسا ہو رہا ہے۔ قولہ تعالیٰ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ ترجمہ: اور دونوں دروازے کی طرف بڑھے اور عورت نے چیر ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور دونوں کے دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے میں، زلیخا بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید میں پڑے یا دکھ کی مار یہ سن کر عزیز مصر نے کہا حضرت یوسف سے کہ تجھ کو میں نے اپنا بیٹا بنایا تھا اور اپنے گھر کا امین بنایا تھا اب مکافات اس کی یہی ٹھہری کہ تم میری عورت پر نظر بد رکھتے ہو۔ حضرت یوسف نے عزیز مصر سے کہا کہ زلیخا مجھ پر ناحق افترا و تہمت رکھتی ہے اور میری صداقت و دیانت پر جھوٹ و بہتان بناتی ہے اور مجھ کو گنہگار بتاتی ہے اور میں اس سے مبرا ہوں، کیفیت حال یہ ہے کہ جب زلیخا نے مجھ کو پکڑا تو میں دروازے کی طرف بھاگا پھر پیچھے سے میرے کرتے کا دامن پکڑ کر پھاڑ ڈالا۔ عزیز مصر نے جب یہ باتیں سنیں تو اپنے جی میں سوچا کہ یہ غلام جب سے میرے گھر میں ہے کبھی اس سے میں نے خیانت نہیں پائی اور نہ جھوٹ بات کبھی اس نے کہی ہے پھر عزیز مصر نے حضرت یوسف سے کہا کہ میں تیرے قول کو جب سچ جانوں گا کہ تو بہت سچا ہے اور برسر حق ہے اور زلیخا جھوٹی برسر باطل ہے کہ اس بات پر تو گواہ لا تو اس وقت حضرت یوسف نے ایک بچے کو گہوارے پر اشارہ کیا کہ تم اس لڑکے سے پوچھ لو۔ عزیز مصر نے مسکرا کر کہا کہ تو نے جو کیا اب مجھ کو معلوم ہوا گناہ تیری طرف سے ہے تو مجھ کو مغالطہ دیتا ہے کیونکہ چھ مہینے کے لڑکے سے پوچھوں چھ مہینے کے لڑکے نے بھی کبھی سوال جواب کیا ہے جو مجھ کو بتاتا ہے۔ اتنے میں خدا کے حکم سے وہ لڑکا اپنے پالنے میں سے بول اٹھا کہ اے عزیز مصر یوسف صدیق اس بات میں سچے ہیں اور تم میری بات کو جھوٹ نہ جانو۔ جب عزیز مصر نے لڑکے کی زبانی یہ بات

سنی تو بڑا ہی متعجب ہوا اور اس نے اس کے پالنے کے قریب جا کر اس سے دریافت کیا کہ اے
لڑکے تو نے کیا دیکھا ہے تب وہ بولا قولہ تعالیٰ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ
قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ
دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ترجمہ۔ اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت سے تو یہ
جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے تب عزیز مصر نے دیکھا کرتہ یوسف کا پیچھے سے پھٹا ہے قولہ تعالیٰ
فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ پھر جب دیکھا
عزیز مصر نے کرتہ پھٹا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا اور البتہ عورتوں کا بڑا
فریب ہوتا ہے۔ بعد اس کے عزیز مصر نے زلیخا کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا اور یوسف کو قید کرنا چاہا
اس کے لڑکے نے کہا اے عزیز مصر تم نے جو کچھ خیال کیا ہے وہ عقلمند لوگوں کے خیال سے بعید
ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تمام خلائق کے نزدیک آپ ہی رسوا ہو جاؤ گے۔ یہ بات سن کر عزیز مصر
نے یوسف کو کہا کہ اس بات کو جانے دو، اور زلیخا سے کہا کہ میں نے تجھ کو معاف کیا جیسا کہ قرآن
مجید میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا (سکتہ) اور زلیخا کو کہا وَاسْتَغْفِرِي
لِذَنْبِكِ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ اے یوسف جانے دو اس بات کو اور اپنی
عورت سے کہا یعنی زلیخا کو کہا کہ تو بخشوا اپنے گناہ یقین ہے تو ہی گنہگار تھی۔ کہتے ہیں اس وقت
یہ باتیں ہوئی تھیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وہاں حاضر تھے جو کہتے تھے یوسفؑ عزیز مصر
کو قولہ تعالیٰ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي۔ ترجمہ حضرت یوسف بولے کہ اس نے خواہش کی
مجھ سے اور میں اپنے دل کو قابو میں کئے ہوئے تھا اس وقت حضرت جبرائیل بولے کہ اے حضرت
یوسف کیوں اس کا پردہ فاش کرتے ہو۔ حالانکہ اس نے تمہاری محبت کا سچا دعویٰ کیا ہے عقلمند
اور بزرگوں کا یہ مشورہ نہیں ہوا کرتا کہ وہ اپنے محب کا عقدہ کھولے پھر حضرت بولے یا الٰہی تو
نے ناحق مجھے عزیز مصر کے سپرد کیا کہ یہ مجھ کو بے گناہ عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ حضرت
جبرائیل نے کہا، اے یوسف تم نہیں جانتے کہ دوست کی دوستی میں مصیبت اٹھانا ہوتی ہے
اور محققوں نے یوں بھی لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو منع فرمایا تھا کہ حضرت
یوسف زلیخا کا عیب ظاہر نہ کریں۔ اگرچہ زلیخا اس وقت کافر ہی تھی لیکن خدا کو یہ منظور نہ

تھا کہ یوسفؑ زلیخا کی پردہ دری کریں کیونکہ خداوند قدوس کی صفتوں میں سے ایک صفت ستار العیوب بھی ہے اور دوسری صفت غافر الذنوب ہے اس لیے عیب کی پردہ پوشی زیادہ مزدوری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کو پسند نہیں ہے تم کو رنج و غم دینا۔ اگر کوئی شخص جفا کرے تو میں اس کے عوض میں بھی وفا کرتا ہوں۔ بعض محققوں نے کہا ہے کہ حضرت یوسف نے عزیز مصر کے ساتھ بات چیت کرتے وقت اپنے جی میں کہا کہ میری بات عزیز مصر کو باور نہیں ہوتی اور مجھ کو سچا نہیں جانتا حالانکہ اس نے مجھ سے کبھی جھوٹ بات نہیں سنی اور نہ مجھ سے کبھی خیانت پائی ہے حضرت جبرائیل نے فرمایا اے یوسف یہ چیز تم نہیں جانتے کہ قول بے وفا کا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت یوسف نے متفکر ہو کر اپنے جی میں کہا کہ اب کیا کروں۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ جوانمردی اس چھ مہینے کے لڑکے سے سیکھ لو اس نے جو گواہی دی ساتھ دلیل کے وہ تمہارے جیسا نہیں کہ بے تامل کہہ بیٹھے کہ گناہ زلیخا نے کیا ہے لیکن لڑکے نے یہ ظاہر نہ کیا اور گواہی دے دی اور خدا کو بھی یہ کب منظور ہے کہ بندہ مومن کا عیب ظاہر ہو اور تمام مخلوق کے سامنے رسوا ہووے اگرچہ اس سے گناہ ہی صادر کیوں نہ ہوا ہو۔ تب بھی اپنے حکم سے پردہ پوشی کیا چاہیے۔ اس بات میں بعضوں نے اختلاف بھی کیا ہے کہ کسی نے تین مہینے اور کسی نے سات مہینے بعد اس کے یہ ظاہر ہوا کہ یہ بات خلق اللہ کے کان پہنچی کہتے ہیں کہ یہ بات حضرت یوسف کی زبان سے پانچ عورتوں نے سنی تھی جو کہ زلیخا کی ہمراز تھیں۔ وہ سب کی سب زلیخا کو ملامت کرنے لگیں۔ ایک تو ان میں ساقی ملکہ تھی اور دوسری باورچن اور تیسری عورت خوان بردار تھی اور چوتھی بلانے والی اور پانچویں حجامن تھی۔ یہ سب مل کر زلیخا کو ملامت کرنے لگیں ایک۔ ایک روز زلیخا نے دعوت طعام دے کر ان سب کو یک وقت بلایا۔ ایک جگہ مجلس مقرر کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ترجمہ جب سنا تو قریب بلوایا ان کو اور تیار کی ان کے واسطے ایک مجلس اور دی ان کو ہر ایک کے ہاتھ میں چھری اور لیموں اور ادھر حضرت یوسف سے بولی کہ اب نکل ان کے سامنے سے اور چھری کاٹنے کو دے دی گئی اس کے بعد حضرت یوسفؑ کو زربفت کے کپڑے سے اور کمربند مکلل زر و یاقوت سے سجا

کر اس مجلس میں لا کر بٹھایا گیا۔ جب عورتوں نے ایکبارگی ان کی طرف نظر کی سب کی سب بیہوش ہو کر گر پڑیں اور بجائے لیموں تراشنے کے اپنی انگلیاں کاٹ لیں اور حضرت یوسفؑ کی شکل پر سب کی سب عاشق ہو گئیں اور جب مجلس برخاست ہوئی تو بعد اس کے وہ عورتیں اپنے اپنے ہوش میں آئیں اور ہر عورت نے اپنے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کٹی ہوئی دیکھیں اور اپنے کپڑے بھی خون سے آلودہ دیکھے تو یہ کیفیت دیکھ کر بعض ان میں سے کہنے لگیں کہ حضرت یوسف تو بشر نہیں ہیں کوئی فرشتہ معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ط ترجمہ: پھر جب دیکھا حضرت یوسف کو تو دہشت میں آ گئیں اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں ماشاء اللہ یہ شخص تو آدمی معلوم نہیں ہوتا شاید یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے یہ دیکھ کر زلیخا بولی کہ یہ وہی شخص ہے جس کے لیے تم مجھے طعن اور ملامت کرتی ہو۔ وہ عورتیں کہنے لگیں کہ اے زلیخا ہم پر ملامت ہے تجھ پر نہیں بلکہ تجھ پر رحمت ہو کہ تو نے ایسا معشوق پایا۔ اور پھر وہی عورتیں کہنے لگیں کہ تو نے ہمیشہ اپنے گھر میں رکھا اور تو نے اس کو فریب نہیں دے سکی۔ اس کے جواب میں زلیخا نے کہا میں نے بہت کوشش کی اور ابھی تک کر رہی ہوں لیکن وہ شخص میرے ہاتھ نہیں آتا۔ اور اس معاملہ میں وہ میرا کہنا قطعاً نہیں مانتا بمصداق اس آیت مذکورہ کے قولہ تعالیٰ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَؕ وَ لَىٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ترجمہ اور میں نے اس سے چاہا کہ جی پھر لوں مگر وہ اپنی جگہ اپنے ارادہ پر برابر قائم رہا اور اگر اب بھی نہ کرے گا جو میں کہتی ہوں تو البتہ قید خانے میں پڑے گا اور ہو گا وہ بڑا بے عزت، عورتوں نے زلیخا کو صلاح دی کہ دوسری مرتبہ پھر یوسف کو بلا کہ ہم اس کو ملامت کریں اور نصیحت کریں ممکن ہے کہ تیرے کام میں آسانی ہو حالانکہ ان عورتوں کی غرض یہ تھی کہ اس حیلے پھر یوسف کو دیکھیں چنانچہ زلیخا نے پھر یوسف کو بلایا اور سب کے سامنے بٹھا کر ان عورتوں نے حضرت یوسف سے کہا کہ اے صاحب آپ کس واسطے اس بیچاری سیدہ پر بے رحم ہیں۔ اس کے ساتھ کیوں نہیں شوق فرماتے اور ہم لوگ یہ ڈرتے ہیں کہ آپ بلا وجہ اس کے عتاب میں آ کر قید خانہ میں پڑیں۔ اس بات کو سن کر حضرت یوسف نے کہا میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ قید خانہ میں پڑوں، جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَھُنَّ اَصْبُ اِلَیْھِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰھِلِیْنَ o ترجمہ.

حضرت یوسفؑ بولے کہ اے رب مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے جس طرف یہ مجھ کو بلاتی ہے اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ان کا فریب تو شاید میں کبھی مائل نہ ہو جاؤں ان کی طرف اور میں ہو جاؤں بے عقل، یہاں پر ایک اعتراض ہے کہ مصر کی عورتوں نے جمال یوسف کا دیکھ کر بیہوش ہو کر لیموں تراشنے کے عوض انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے لیکن باوجود زلیخا کے عاشق ہونے کے اس کا کوئی ہاتھ نہ کٹا یہ کیا ماجرا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جس شخص کا کسی چیز میں دل لگا ہو اور ہمیشہ اسے دیکھتا ہو تو اسے کچھ خوف و خطر نہیں رہتا اور جس شخص نے کہ وہ چیز نہ دیکھی ہو تو اس پر دہشت ہوتی ہے. چونکہ یوسف پر زلیخا عاشق تھی اور ان کے واسطے بہت محنت اٹھائی تھی اور ان کے ساتھ مدتوں رہی تھی اس لیے صورت ان کی اچانک دیکھ کر اور ان عورتوں نے اس سے قبل حضرت یوسف کو نہ دیکھا تھا. اس لیے صورت ان کی اچانک دیکھ کر بیہوش ہو کر لیموں تراشنے میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے کیونکہ ان عورتوں نے ایسا خوبصورت صاحب جمال شخص کبھی نہ دیکھا تھا اور بعضوں کے اشارے سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو عندالموت فرشتوں کے ہاتھ سے تکلیف دلوادے گا اور پھر ملک الموت سے بھی ڈراوے گا اور قبر کے اندر منکر نکیر سوال و جواب کریں گے اور قیامت کے دن دوزخ کو بھی دکھاوے گا لیکن مومن ان سے نہیں ڈرے گا. جب مومن ایک بار دیکھے گا تو جان لے گا کیونکہ اسی لیے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں تمام احوال عالم ارواح اور بہشت اور دوزخ کو دکھایا تاکہ وہ احوال قیامت کا دیکھ کر حشر کے دن قلب ان کا دوسری طرف مائل و مشغول نہ ہو اور اپنی امت کی شفاعت کرنے سے باز نہ رہیں گے. اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ مصر کی عورتوں نے یوسف کو دیکھتے ہی عاشق ہو کر لیموں تراشنے میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یہ دیکھ کر آتش غیرت نے گریبان عشق سے زلیخا کے سر مارا. وہ مانند مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگیں اور رو رو کے کہنے لگیں کہ میں نے ہے کیا برا کام کیا صد افسوس ہے کہ بیوقوفی سے میں معشوق کے لیے بیچ دریائے رنج و بلا کے غوطے کھاتی ہوں اور ہنوز کشتی مراد کنارے میں مقصود کے نہ پہنچی اور غیروں کو یہ متاع دکھانا محض بے خبری ہے

اور اس سے کوئی فائدہ بھی نہ ہوگا اور اب میری صلاح یہ ہے کہ یوسف کو ان سے چھپایا جائے اور بہتر یہی ہے کہ ان کو جیل خانے میں بھیج دیا جائے۔ یہ سب حقیقتیں جب عزیز مصر کو معلوم ہوئیں کہ مصر کے لوگ اس وقوعہ ماجرے سے آگاہ ہوئے۔ تب نادم ہو کر باتفاق زلیخا کے حضرت یوسف کو قید خانے میں بھیجا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتّٰى حِيْنٍ ؕ ترجمہ: پھر یہ سوجا لوگوں کو ان نشانیوں کے دیکھنے پر قید رکھیں۔ اس کو ایک مدت تک فائدہ اگرچہ نشان سب دیکھ چکے کہ گناہ سب عورت کا ہے تو بھی ان کو ہی قید کیا تاکہ خلق میں بدنامی عورت کی نہ ہو اور یوسف بھی زلیخا کی نظر سے دور رہے پھر حضرت یوسف کو تاج مکلل سر پر رکھ کر اور لباس فاخرہ پہنا کر کمر بندی کا کمر میں باندھ کر بہت اچھا سجا کر قید خانے میں بھیجا۔ قید خانے کے نگہبان و نگران لوگوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو بڑا تعجب کیا اور پھر زلیخا کے پاس آدمی بھیجا کہ قیدی کو اس قدر شان و شوکت سے قید خانے میں نہ بھیجا جائے۔ حکم ہوا کہ سب پوشاک ان کے بدن سے اتروا ڈالیں اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ یوسف قیدی نہیں ہیں بلکہ حصاری ہیں اور میں نے اس لیے وہاں بھیجا ہے کہ کوئی اس کو نہ دیکھے اور لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہے اس اشارے سے ایک اور فائدہ محققوں نے لکھا ہے کہ ہر مومن کو موت کے وقت عمامہ شہادت کا سر پر اور لباس معرفت کا بدن پر اور کمر بند خدمت کا کمر میں اور موزہ اسلام کا پاؤں میں پہنایا جائے گا پھر فرشتے کہیں گے کہ یا حق تعالیٰ اس کی اس لباس عمدہ اور خصائل حمیدہ کے ساتھ کیونکر جان قبض کی جائے گی۔ اگر حکم ہو تو سب اتار لیویں تب حکم ہوگا یہ حصاری ہیں زندانی نہیں ہیں اور لباس اس کا ویسا ہی رہنے دو اور تم جان لو کہ وہ میرے نیک بندے ہیں بد نہیں ہیں اور اس قصے میں آیا ہے کہ زلیخا نے حکم دیا تھا کہ اس بندی خانے کو اچھی طرح سے پاک وصاف اور درست کر کے ایک عمارت عالی شان پر تکلف بنا کر اور اس میں ایک تخت جڑاؤ مرصع کار وہاں رکھوا دو اور دیبائے نفیس اس پر بچھوا دو اور عنبر و عود گوناگوں خوشبو کے لیے جلا دو پھر اس کے بعد حضرت یوسف کو اس تخت پر بٹھا دو اس زمانے میں بادشاہ مصر کا ملک ریان تھا۔ اس کے دو غلام عقلمند صاحب ہوش تھے اور کسی خطا میں بادشاہ نے ان کو قید خانے میں بھیجا تھا، دونوں کے نام یہ تھے ایک

کا نام ساقی اور دوسرے کا نام طباخ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ ترجمہ۔ اور داخل ہوئے اس کے ساتھ بندی خانے میں دو نوجوان تو وہ دونوں یوسف کا حال دیکھ کر ان کے جمال پر متحیر ہو گئے اور سیرت اور عبادت ان کی دیکھ کر ان کے پاس جا بیٹھے اور باتیں کرنے لگے اور ہر ایک ان سے اپنے اپنے قصے بیان کرنے لگے اور سیرت اور عبادت ان کی دیکھ کر ان کے پاس جا بیٹھے اور باتیں کرنے لگے اور طباخ نے دیکھا تھا کہ روٹی سر پر اس کے رکھی ہے اور پرندسب ہوا پر سے آ کے لیجا کے کھاتے ہیں دوسرے دن اس خواب کو آپس میں قیل وقال کرنے لگے۔ تعبیر اس کی یوسف سے پوچھنا چاہئیے دیکھیں وہ اس خواب کی کیا تعبیر بتاتے ہیں یہ خیال کر کے وہ دونوں حضرت یوسف کے پاس گئے اور حضرت یوسف سے کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے رات کو خواب دیکھے ہیں اور ہم لوگ اس وجہ سے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ہم کو اس خواب کی تعبیر بتائیں کہ کیا ہے حضرت یوسف نے ان کے خواب سنے اور سننے کے بعد ان سے فرمایا کہ تم دونوں صاحب ذرا ٹھہرو تب میں اس کی تعبیر بتاؤں گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ؁ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ؁ ترجمہ۔ کہنے لگا ایک ان میں سے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں نچوڑتا ہوں شراب اور دوسرے نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اٹھا رہا ہوں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اس میں سے۔ لہٰذا آپ ہم دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتائیں۔ کیونکہ ہم آپ کو نیک اولاد دیکھتے ہیں حضرت یوسف نے کہا کہ نہ آنے پاوے گا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا تم کو تعبیر اس کے آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے اور میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ یقین نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت سے بھی وہ منکر ہیں یعنی جس نے شراب دیکھی تھی وہ بادشاہ کا شراب ساز تھا اور دوسرا نانبائی تھا لیکن خلاف عادت دیکھا کہ سر پر سے جانور نوچتے ہیں زہر کی تہمت میں دونوں قیدی تھے۔ آخر ان پر جرم ثابت ہوا۔

فائدہ۔ دوسری قید میں حق تعالیٰ نے یہ حکمت رکھی تھی کہ ان کا دل کافروں کی محبت سے ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا اور چاہا کہ اول ان کو دین کی بات سنا دوں اور اس کے بعد خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف نے جب ان دونوں جوانوں کو دیکھا کہ بہت دانا اور عقلمند ہیں تو انہوں نے چاہا کہ اول ان کو اسلام کی دعوت دی اور اسی لیے ان کے خواب کی تعبیر میں تامل کیا اور ان سے آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ چیز تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ وہ خدا نے ہی مجھے سکھائی ہے۔ اس پر وہ دونوں بولے کہ ہمیں بتاؤ کہ تمہارا خدا کون ہے حضرت یوسف علیہ السلام بولے کہ خدا میرا وہی ہے جو سارے جہاں کا پیدا کرنے والا ہے وہی ہر شخص کو روزی دیتا ہے اور وہی مارتا اور جلاتا ہے پھر وہ دونوں بولے کہ آپ ہم کو بتائیں کہ آپ کا کون سا دین ہے جو تم ہمارے بتوں سے بیزار ہو حضرت یوسف نے فرمایا کہ میرا باپ حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ ؑ ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا اور ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ شکر نہیں کرتے ہمارا اس دین پر رہنا سب خلق پر فضل ہے اور ہم سے راہ سیکھیں۔ وہ بولے کہ ہم کس چیز کو پوجتے ہیں حضرت یوسف نے کہا کہ تم ایسی چیز کو پوجتے ہو جو خدائی کے لائق نہیں۔ انہوں نے اس بات کو سن کر کہا کہ تم پیغمبر زادے کہلاتے ہو اور تم غلام کس طرح ہوئے۔ تو پھر حضرت یوسف نے ان دونوں سے کہا کہ میرے بھائیوں نے مجھ سے حسد کر کے مجھے بیچ ڈالا ہے اور بالتفصیل ان کو اپنا پورا واقعہ بیان کر دیا یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہم کو کیا فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے دین پر ثابت قدم رہیں یا اپنے دین سے پھر جاویں۔ حضرت یوسفؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ پہلے تم اپنے دل میں تصور کر کے دیکھو کہ کس کا دین بہتر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ ترجمہ:۔ اے رفیقو بندی خانے کے بھلا سوچو تو کئی معبود جدا جدا بہتر ہیں یا ایک اللہ بہتر ہے پس حضرت یوسف نے فرمایا کہ اے دوستو

بندی خانے میں تمہارے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا. بھلا دیکھو تو تمہارے کتنے خدا ہیں اور تم اپنے ہاتھوں سے بتوں کو بنا کر پوجتے ہو اور انہیں خدا بھی کہتے ہو ان سے نہ کچھ نفع ہو سکتا ہے اور نہ ضرر، ان بتوں کو جو تم اپنے ہاتھوں سے بنا لیتے ہو پوجنا تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا بالکل ہی عبث ہے اور پوجنا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو روا نہیں ہے اور واحد مطلق ہے بمصداق اس آیت کریمہ کے ارشاد ربانی ہے. مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥ ترجمہ: تم نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے مگر نام ہی رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے اور نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند حکومت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی اس نے فرمایا کہ نہ پوجو مگر اس کو یہی ہے راہ سیدھی لیکن بہت لوگ نہیں جانتے. تب وہ دونوں قیدی حضرت یوسف کے دین پر ایمان لائے اور پھر بولے حضرت یوسفؑ سے کہ ہم اپنے دین کو چھوڑ کر تمہارے آباؤ اجداد کے دین پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے ہیں اب تو ہمارے خواب کی تعبیر بیان کر دیجئے تب یوسف نے فرمایا کہ اے رفیقو! بندی خانے کے تم دونوں میں سے ایک نے جو دیکھا ہے شراب بھرتے خواب میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ کل بادشاہ اس کو قید خانے سے خلاص کرے گا اور خوش بھی کرے گا خلعت دے گا اور وہ اپنے خداوند کو بھی پلائے گا شراب اور دوسرے نے جو دیکھا ہے کہ سر پر اپنے روٹی رکھی ہے اور اڑتے جانور اس کو کھا جاتے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کل وہ سولی پر چڑھے گا اور اڑتے جانور اس کے مغز کو کھا دیں گے بمصداق اس آیت شریفہ کے يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ٥ ترجمہ. اے رفیقو! بندی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں میں سے سو پلا دے گا اپنے خداوند کو شراب اور دوسرا جو ہے سو وہ سولی پر چڑھے گا، پھر کھاویں گے جانور اس کے سر سے مغز کو. اب فیصلہ ہو گیا وہ کام جس کی تم تحقیق چاہتے تھے اور حضرت یوسف نے کہہ دیا تھا جس کو خواب کی تعبیر کہی تھی کہ کل قید سے خلاصی پاؤ گے اور اپنے خداوند کو شراب پلاؤ گے

اور ہماری بات بھی تم اپنے بادشاہ سے کہنا کہ ایک نوجوان بے گناہ قید میں پڑا ہے۔ بس اس بات کو اللہ نے ناپسند کیا اور بیزار ہوا کہ ہم کو بھول کر یوسف نے غیر سے نجات مانگی۔ تب ساقی کے ذہن سے اس بات کو بھلا دیا کہ یوسف کی بات اپنے بادشاہ سے کہے جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ وَقَالَ لِلَّذِی ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِی عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؁ ترجمہ: اور کہہ دیا حضرت یوسف نے اس کو جو بچے گا ان دونوں میں سے میرا ذکر کرنا اپنے خداوند کے پاس سو بھلا دیا شیطان نے ذکر کرنا اپنے خداوند سے پھر رہ گیا یوسف قید میں کئی برس اکثر مورخ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف اس قید میں تقریباً سات برس رہے۔ مروی ہے کہ جبرائیل نے کئی دفعہ قید خانے میں آکر دیکھا حضرت یوسف کو عبادت کرتے اور دعا مانگتے تب ان سے کہا کہ حضرت یوسف تم نے کیوں نہیں نجات مانگی تھی اللہ تعالٰی سے اس سے پہلے اور تم نے مخلوق سے اپنی نجات چاہی کہ میرا ذکر کرنا اپنے بادشاہ سے اور پر گزر چکا ہے۔ اب اس کے بدلے سات برس تک قید خانے میں رہو گے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ میرا خدا جس پر راضی ہے اسی پر میں بھی شاکر ہوں اور بولے اے حضرت آپ تو سب مخلوق سے برتر ہیں اور آپ کیوں کر قید خانے کثیف میں تشریف لائے حضرت جبرائیل نے فرمایا۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا اے حضرت جبرائیل کس گناہ سے مجھ کو اللہ نے اس قید خانے میں ڈالا اور اپنی شفقت اور رحمت سے اس ذلت و خرابی میں رکھا حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ تم نے شوق سے ذلت کو اختیار کیا ہے اور اپنے کام کو خدا کے توکل پر نہ چھوڑا حالانکہ وہی قاضی الحاجات ہے جو اس سے مانگو کے سو پاؤ گے۔ اور در حقیقت تم نے قید ہی مانگی تھی وہی تم کو مل گئی۔ قولہ تعالٰی قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ؁ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؁ ترجمہ۔ بولے یوسف اے رب ہمارے مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے کہ مجھ کو بلاتی ہیں طرف اس کے اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ان کا فریب تو شاید میں مائل ہو جاؤں ان کی طرف اور ہو جاؤں میں بے عقل، یہ دعا اس کے رب نے قبول کر لی۔ پھر دفع کیا ان سے ان کا فریب وہ ہے سننے والا خبردار بس ظاہر

ہوتا ہے کہ اپنے مانگنے سے قید میں پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا فریب جو وہ حضرت یوسف پر چلانا چاہتی تھی چل نہ سکا اور حضرت یوسف کی دعا کو رب العزت نے قبول فرمالیا اور ان کا فریب حضرت یوسف سے دفع کردیا اور قید ہونا ان کی قسمت میں تھا وہی ہوا۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آدمی کو گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگنی چاہیے بلکہ اس کو لازم ہے کہ ہر وقت بھلائی طلب کرتا رہے پھر جبرائیل سے حضرت یوسف نے پوچھا اے جبرائیلؑ هَلْ عِنْدَكَ خَبَرُ وَالِدِي اے جبرائیل میرے والد بزرگوار کی خبر تم کو کچھ معلوم ہے حضرت جبرائیل نے کہا دَخَلَ بَيْتُ الْأَحْزَانِ وَهُوَ كَظِيمٌ وَعَمَىٰ کہا جبرائیل نے وہ اپنے گھر بیٹھے غم کرتے ہیں اور روتے روتے ان کی آنکھیں بھی جاتی رہی ہیں اور مشغلہ ان کا رات دن عبادت کرنا ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی کام نہیں کرتے۔ پھر پوچھا کہ میرے باپ کو حق تعالیٰ نے اس میں کیوں مبتلا کیا ہے کہا کہ تمہاری محبت نے ایسا کیا ہے اور یہ چیز خدا کو پسند نہیں کہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے یاری و مدد طلب کرے۔ حضرت یوسف نے کہا کہ اس قدر رنج اٹھاتے ہیں آخر ان کو کچھ فلاح ہوگی یا نہیں تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ان کو ہر روز ایک شہید کا درجہ ملے گا۔ یہ سن کر حضرت یوسف نے کہا کہ پھر کوئی مضائقہ نہیں روایت کی گئی ہے کہ حضرت یوسف نے جب تعبیر خواب کی ان دونوں نوجوانوں کو بتادی اس کے ایک دن بعد ملک ریان نے ان دونوں نوجوانوں کو قید سے خلاص کیا تو ساقی کو قید سے نوازش فرمائی اور خلعت بخشا اور باورچی کو سولی پر چڑھادیا۔ تمام جانوروں نے آکر اس کا مغز اور گوشت اور آنکھیں اس کی کھالیں اور ساقی کے دل سے وہ بات جو حضرت یوسف نے کہی تھی شیطان نے بھلادی اور وہ بات حضرت یوسف کی اپنے بادشاہ سے نہ کہہ سکا اس لئے حضرت یوسفؑ قید خانے میں تقریباً سات برس تک رہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت یوسفؑ قید خانے میں نو برس تک رہے اسی قید بند کی حالت میں بھی شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور ہر وقت درس دیتے رہتے تھے اور ادھر زلیخا ان کے لیے غم و اندوہ میں رات دن پیچ و تاب کھاتی رہتی اور وہ پانچ عورتیں جو حضرت یوسف پر عاشق تھیں وہ حضرت یوسف کے لیے کھانا دونوں وقت قید خانے میں پہنچایا کرتی تھیں حضرت یوسفؑ اس کھانے میں سے کچھ تو کھالیتے اور جو باقی بچتا وہ قید خانے کے قیدیوں کو دے

دیتے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک شب ملک ریان نے خواب میں دیکھا کہ سات گائیں فربہ موٹی
ان کو سات گائیں دبلی کھا گئیں پھر اس کے ساتھ ہی سات بالیاں غلے کی ہری تازی دیکھیں کہ ان کو سات
بالیاں سوکھی آ کر کھا گئیں۔ صبح کو بادشاہ بہت ہی متحیر ہوا اور اپنے ملک کے تمام نجومیوں کو طلب کیا۔
جب تمام نجومی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو گئے تو بادشاہ نے بہت زیادہ متحیر ہو کر اپنے خواب کا پورا
ماجرا ان نجومیوں کے سامنے پیش کر دیا اور تمام نجومی اس خواب کی تعبیر بتانے سے حیران ہو گئے آخر
کار کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ تو الٹے اچنبھے کا خواب ہے اور ہم لوگ اس خواب کی تعبیر
نہیں بتا سکتے۔ اس بات کو سن کر بادشاہ اور بھی حیران ہو گیا کہ آخر کار اس خواب کی تعبیر کون بتلائے
گا۔ ہم کس سے پوچھیں وہی ساقی جو دو نوجوانوں میں ایک بچا تھا وہ بادشاہ کے پاس اس وقت
حاضر تھا اس وقت اس کو وہ بات جو حضرت یوسفؑ نے اس کی خواب کی تعبیر بتانے کے وقت
کہی تھی وہ اتنی مدت کے بعد اس کو یاد آ گئی پھر اس نے اس وقت اپنے بادشاہ سے کہا کہ اس خواب کی
تعبیر ایک شخص بتا سکتا ہے اس نے بادشاہ سے کہا کہ ایک دن ہم دونوں نے خواب دیکھا کہ میں تو جام
شراب کا بھرتا ہوں خم سے پیالے میں اور باورچی نے دیکھا تھا سر پر اپنے روٹی کا خوان اور اڑتے جانور آ کر
اسے کھاتے ہیں۔ چنانچہ بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے۔ بادشاہ سلامت یوسف نامی ایک شخص ہے اس کے
پاس ہم نے یہ بیان کیا چنانچہ اس نے خواب کی جو تعبیر کہی تھی وہ تو ہاتھوں ہاتھ بالکل صحیح پائی۔ اگر حکم عالی
ہو تو اسے بلا دیں۔ وہ خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا اس خواب کی تعبیر معلوم کی
جائے ساقی نے حضرت یوسف کے پاس جا کر بہت عذر خواہی کی کہ میں آپ کی بات بادشاہ کو کہنا بھول
گیا تھا یہ سن کر حضرت یوسف نے کہا اس ساقی سے کہ یہ بھول چوک ہونا تمہارا ہمارے لیے باعث گردش
تھی اور میرے لیے ابھی قید خانے میں رہنا تھا اس نے کہا کہ بعد مدت کے تمہاری مجھ کو یاد آئی۔ حضرت جی
بزرگیاں آپ کی میں نے اپنے بادشاہ سے بیان کیں تو بادشاہ نے خوش ہو کر مجھ کو تمہارے پاس بھیجا،
اور کہا ہے کہ اس خواب کی تعبیر معلوم کر لیجئے۔ قولہ تعالٰے وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ
سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا
الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ۝ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا
نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۝ ترجمہ اور کہا بادشاہ نے میں نے خواب دیکھا سات گائیں

موٹی کو سات گائیں دبلی کھاتی ہیں اور اسی طرح دیکھا کہ سات بالی ہری تازی کو سات بالیں سوکھی کھاتی ہیں۔ اے میرے درباریو اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر ہو تم تعبیر بتانے والے وہ کہنے لگے یہ تو اڑتے ہوئے خواب ہیں۔ ہم لوگوں کو ان خوابوں کی تعبیر نہیں معلوم۔ پھر یہ سن کر حضرت یوسف نے اس آنے والے ساقی سے کہا کہ میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا دوں گا وہ تم اپنے بادشاہ سے جا کر کہہ دینا اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس ملک میں سات برس تک ارزانی رہے گی اور کھیتی خوب رہے گی اور پھر اس کے بعد بڑا زبردست قحط ہوگا اور زراعت بہت ہی کم ہوگی اور لوگ شدید تکالیف میں مبتلا ہوں گے اور دکھ اذیت اٹھائیں گے سارے لوگ جو بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے یہ سن کر حیرت میں آگئے۔ پس ملک ریان نے کہا کہ اس کی کیا تدبیر کرنی چاہئے۔ اے ساقی تم بتاؤ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ اس شخص کے پاس پھر جاؤ اور اس سے پھر اچھی طرح سے پوچھ آؤ۔ بادشاہ کے کہنے سے ساقی پھر حضرت یوسف کے پاس گیا اور جا کر پوچھا قولہ تعالیٰ۔ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: ساقی نے جا کر کہا اے یوسفؑ سچی بات مجھ کو بتا دو اس خواب کی سات گائیں موٹی کو سات گائیں دبلی کھاتی ہیں۔ اور سات بالی ہری تازہ کو سات بالی سوکھی کھاتی ہیں۔ یہ بات سن کر ساقی نے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تم کو لوگوں کے پاس لے چلیں تاکہ تمہاری ان کو قدر معلوم ہو لیکن حضرت یوسف نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس ساقی سے فرمایا کہ جا کر کہہ دو کہ سات برس کھیتی کرو گے خوب غلہ ہوگا پھر اس کے بعد سات برس تک اس ملک میں قحط رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ

کہا یوسف نے تم کھیتی کرو گے سات برس محنت سے پس چھوڑ دو اس کو بیچ بالوں اس کی کے مگر تھوڑا سا اس میں سے جو کھاؤ تم آویں گے اس کے پیچھے سات برس سختی کے پھر کھاؤ گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھو گے پھر آئے گے اس کے پیچھے ایک برس اس میں بارش یا دیں گے اور اس خوشی میں شرابیں بنائیں گے اور یہ بھی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ سات برس کا غلہ

رکھنا ذخیرہ جمع کر کے اور بہتر یہ ہے کہ ذخیرہ بالیوں میں ہی لگا رہنے دینا تاکہ زمین میں گل نہ جائے اور کیڑا نہ لگے سات برس تک کیونکہ وہ قحط پورے سات برس تک رہے گا بس ساقی نے جو تعبیر سنی حضرت یوسفؑ سے وہ سب اپنے بادشاہ ملک ریان کو جا کر سنادی اور باقی جو لوگ وہاں مصری باشندے موجود تھے سب کے سب یہ تعبیر خواب سن کر حیرت میں آگئے اور اس بات کی بادشاہ نے بھی تصدیق کردی اور بادشاہ نے کہا کہ یہ شخص تو بڑا عقلمند اور دانا ہے اور قابل وزارت ہے اس کے بعد اسی ساقی سے پوچھا کہ وہ شخص کیسا ہے اور اطوار اس کے کیسے ہیں ساقی بولا وہ عقلمند عالم ہے اور بہت سی صفتیں اس کی بیان سے باہر ہیں عزیز مصر نے اس کو مالک ابن زعر سوداگر سے مول لے کر بطور غلام کے اپنا گھر رکھا ہے. بادشاہ نے پوچھا کہ اس کو قید میں کیوں رکھا ہے -
ساقی بولا وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں کسی کا غلام نہیں ہوں میرے بھائیوں نے مجھے حسد اور دشمنی سے بیگناہ مالک ابن زعر سوداگر کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے یہ حال ساقی نے جب بادشاہ سے بیان کیا تو بادشاہ نے یہ حال سن کر بہت افسوس کیا اور قید خانے کے امین سے اور داروغہ کو بلا کر پوچھا کہ یوسف جو تمہارے قید خانے میں ہے وہ کیسا آدمی ہے اور عادت وخصلت اس کی کیسی ہے کیا تم لوگ اس کی عادات وغیرہ سے واقفیت رکھتے ہو اور رکھتے ہو تو صاف بتاؤ. تب انہوں نے کہا کہ وہ ایسا نوجوان آدمی ہے کہ اس جیسا خوبصورت آج تک پیدا نہیں ہوا بلکہ ہمارے باپ دادا نے بھی کبھی دیکھا نہیں، وہ تو مثل ماہ چہاردہم کے شب و روز وعاد تسبیح و تہلیل وعبادت میں مشغول رہتا ہے اور تمام قید خانے والوں کو درس و تدریس دیتا ہے اور ہر شخص کی غمخواری کرتا ہے اور جتنی چیزیں اس کے کھانے کے لیے آتی ہیں وہ سب کی سب محتاج اور فقیروں کو دے ڈالتا ہے اور وہ بہت تھوڑا کھاتا پیتا ہے اور وہ شخص کسی کو ایذا و تکلیف بھی نہیں پہنچاتا اور وہ پیغمبر زادہ کہلاتا ہے پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بتاؤ اس کو کھانا پینا کون دیتا ہے اور وہ کھانا کہاں سے آتا ہے وہ بولے کبھی کبھی تو زلیخا اور کبھی مصر کی فلاں فلاں پانچ عورتیں محبت مخفی رکھتے ہوئے بھیج دیتی ہیں لیکن وہ جوان کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور نہ اس کو صحیح طور پر کھاتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو دے دیتا ہے اور بعض دفعہ تو دیکھا گیا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کھاتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عزیز مصر نے اس بے گناہ کو عورت کی تہمت کی پاداش میں اس

جوان کو قید میں ڈال رکھا ہے۔ پھر یہ سن کر بادشاہ نے کہا اچھا اب عزیز مصر کو بلاؤ جب عزیز مصر بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو اس سے بادشاہ نے پوچھا کہ تم اس صالح نیک مرد کو کس واسطے قید خانے میں ڈالا ہے۔ تم ناحق مرد خدا کو اذیت دیتے ہو۔ اور تم مجھے بتاؤ کہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو۔ عزیز مصر نے باادب عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہوگا میں نے اس مرد خدا کو مالک ابن زعر سوداگر سے خریدا ہے اور اس کو تو میں نے اپنا بیٹا بنا کر رکھا تھا اور اپنے سارے گھر کا مالک و مختار بنا رکھا تھا اور میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ میری خیانت کرے گا اور میرے گھر میں بدنظر رکھے گا اس لیے میں نے اس بارے میں پکڑ کر اسے قید کر رکھا ہے یہ ساری کیفیت بادشاہ سن چکا تو بادشاہ نے اسی ساقی سے کہا کہ تم عزت و احترام کے ساتھ اسے گھوڑے پر بٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ تب بادشاہ کے کہنے سے ساقی نے حضرت یوسف کے پاس جا کر وہ تمام باتیں بیان کردیں جو بادشاہ اور عزیز مصر کے درمیان ہوئی تھیں۔ یہ باتیں حضرت یوسف نے سن کر ساقی سے کہا کہ تم بادشاہ کے پاس جا کر بولو کہ بے رضا عزیز مصر کے میں نہیں آسکتا۔ مجھے اس کی رضا ضروری چاہیے اور ان عورتوں سے پوچھنا چاہیے کہ جنہوں نے مجھے دیکھ کر بے ہوش ہو کر لیموں تراشنے میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے کہ میں گنہگار ہوں یا کون اور گنہگار ہے اس بات کی تحقیق کرنی چاہیے بموجب فرمان بادشاہ کے ساقی نے حضرت یوسف سے کہا اور حضرت یوسف نے جو کہا وہ بادشاہ سے آکر بیان کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ ترجمہ۔ اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس پھر جب پہنچا اس کے پاس قاصد کہا اس نے پھر جا تو اپنے بادشاہ کے پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان عورتوں کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے۔ تحقیق میرا رب تو فریب ان کا بہت اچھی طرح جانتا ہے اور وہ سب عورتیں اس حقیقت پر شاہد ہیں اگر بادشاہ پوچھے تو پورا قصہ کھول کر بیان کر دیں تاکہ حقیقت واضح اور تقصیر کا بھی پتہ چلے کہ اصل تقصیر کس کی ہے۔ پھر ساقی نے حضرت یوسف سے یہ ماجرا سن کر بادشاہ سے جا کر کہا بادشاہ نے زلیخا اور سب عورتوں کو بلا کر پوچھا، قولہ تعالیٰ۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ترجمہ۔ پوچھا

بادشاہ نے ان عورتوں سے کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اس کے جی سے
بولیں حاشا للہ ہم کو نہیں معلوم اس پر کچھ برائی بولی عورت عزیز مصر کی کہ اب کھل گئی ہے سچی بات، میں
نے یوسف کو پھسلایا اس کے جی سے، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل سچا ہے۔ دیکھا حضرت یوسف
نے بادشاہ کو سب کا فریب دکھلایا اس واسطے کہ ایک ہی مجرم تھی مگر اس کی سب مددگار تھیں اور فریب
دینے والی کا نام لیا کیونکہ انہوں نے ہر طرح سے مذمت کی فکر کر رکھی تھی۔ پھر بادشاہ نے ان تمام عورتوں
کو بلوایا اور پوچھا کہ تم نے یوسف کی خواہش کی تھی یا اس نے تمہاری خواہش کی تھی تم سب سچ کہہ دو۔ وہ
بولیں کہ ہم نے کبھی ایسا حسن و جمال نہ دیکھا تھا جب ہم نے اس نوجوان کو دیکھا تو ایکبارگی بیہوش ہو کر اپنے
ہاتھ کاٹ ڈالے اور یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے اس کو طلب کیا تھا اور وہ بے گناہ قید میں پڑا تھا ادھر
زلیخا نے جب دیکھا کہ اپنا حال سب منکشف ہوتا ہے تب بادشاہ سے کہنے لگی اے بادشاہ تم ان
سے کیا پوچھتے ہو جو کچھ خطا ہوئی ہے مجھ سے ہوئی ہے اور جو شخص فکر مند ہوتا ہے تو حاکم اس کو گواہ سے
ثابت کرتا ہے لیکن میں تو آپ ہی اقرار کر رہی ہوں کہ یہ گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے اور حضرت یوسف کو بے گناہ
قید میں ڈالا اور میں اس کے عشق میں بیقرار ہو رہی ہوں اب آپ مجھے جو چاہیں سزا دیں میں سزاوار ہوں زلیخا
کی آہ و زاری سن کر لوگ بڑے متعجب ہو رہے تھے اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عزیز مصر نے
یہ حال زلیخا کا دیکھ کر اس کو چھوڑ دیا اور نہایت شرمندہ اور پشیمان ہو رہا تھا اور وہ چند روز اسی غم میں
مبتلا رہا پھر اس کے بعد اس نے انتقال کیا۔ بادشاہ حضرت یوسف کے لیے مضطرب ہوا پھر فرمایا کہ
یوسف کو میرے پاس لاؤ تو اس نے حضرت یوسف کو بہت عزت سے بٹھایا اور وہ سارا حال عزیز مصر
کا سنا دیا حضرت یوسف نے کہا میں نے جو کہا تھا وہ عزیز مصر کو شرمندہ کرنے کے لیے نہیں کہا تھا بلکہ
اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اس کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ مجھ سے کوئی کسی قسم کی خیانت نہیں ہوئی
قولہ تعالیٰ۔ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝
ترجمہ:۔ کہا یوسف نے یہ تحقیقات اس واسطے کی ہے تا کہ جانے خاوند اس کا عزیز یہ کہ میں نے
کوئی خیانت نہیں کی اور تحقیق اللہ نہیں ہدایت دیتا خیانت کرنے والوں کو۔ خبر ہے کہ جس وقت
یوسف نے کہا کہ میں بے گناہ ہوں اور میں نے خیانت نہیں کی اس وقت جبرائیلؑ موجود تھے اور
کہا کہ یا یوسف اَوَلَا هَمَمْتَ۔ ترجمہ اے یوسف کیا تو نے قصد نہیں کیا تھا حضرت یوسف

اس بات سے نادم ہوئے اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے قولہ تعالیٰ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَ مَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ترجمہ۔ اور میں نہیں پاک کہتا اپنی جان کو تحقیق البتہ جی حکم کرنے والا ہے ساتھ برائی کے مگر جو رحم کرے پروردگار میرا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ راویوں نے روایت کی ہے کہ ملک ریان نے حضرت یوسف کے ساتھ چالیس زبانوں میں باتیں کی تھیں اور سب زبانوں کا جواب حضرت یوسف نے فوری طور پر بادشاہ کو دیا تھا اور بادشاہ نے عزیز مصر کے سامنے ہی یہ کہا تھا کہ میں نے اس کو تم سے زیادہ امین اور صاحب قوت گویائی پایا قولہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝ ترجمہ! پھر باتیں کی اس نے تحقیق تو آج نزدیک ہمارے مرتبہ والا ہے بس عزیز مصر کا علاقہ سرکاری موقوف ہوا اور حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھا بادشاہ نے حضرت یوسف سے کہا کہ میں تم کو خدمت وزارت دوں گا۔ آپ نے بادشاہ سے کہا میں وزارت نہیں مانگتا ہوں کیونکہ لوگوں کی خبرگیری مجھ سے نہ ہو سکے گی، پھر بادشاہ بولا اچھا میں تم کو عزیز مصر کا کام دوں گا۔ پھر حضرت یوسف بولے نہیں کیونکہ حق عزیز کا مجھ سے بہت زیادہ ہے وہ اپنے مقام پر قائم رہے، اس کا کام لینا مجھ سے بہت بدنامی ہے پھر بادشاہ بولا کہ تم کیا چاہتے ہو حضرت یوسف بولے کہ مجھے سارے ملک کے اناج اور غلہ کا مختار کر دو تو میں اس کام کو انجام دوں گا۔ اور پھر آپ کا کام بھی آسان ہو جائے گا اور تمام رعایا کا کام بھی آسانی سے ہوتا رہے گا۔ اور تمام رعایا آپ سے خوش رہے گی کیونکہ میں رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لوں گا۔ اور اس کام سے حضرت یوسف کی غرض تھی کہ اس زمانے میں جو بادشاہ رعیت پر ظلم کرتا تو آدھا حصہ غلے کا رعیت سے لے لیتا۔ اس لیے حضرت یوسف نے بادشاہ سے سارے غلے کی مختاری مانگی تاکہ رعیت پر نظر عدل کی کی جائے پھر بادشاہ نے آپ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت یوسف کو اس کام پر مقرر فرما دیا اس سے تمام خلق خوش و راضی ہوئی اور پھر غلہ بھی بہت جمع کیا۔ جب سال تمام ہوا بادشاہ اس کے اطوار دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اپنی رعیت سے بھی معلومات کی تو آپ کو رعیت پرور ہی پایا۔ یہ کیفیت معلوم ہوتے ہی بادشاہ نے اپنا تاج شاہی ان کے سر پر رکھ دیا اور اپنی تلوار بھی اپنی کمر سے کھول کر ان کی کمر میں باندھی اور تخت مرصع زر و یاقوت سے جڑا ہوا کہ طول اس کا تیس گز اور عرض اس کا دس گز تھا۔ لباس زرق برق بیش قیمت ان کو پہنا کر اسی تخت پر بٹھا دیا اس وقت

چہرۂ مبارک حضرت یوسفؑ کا ایسا تھا جیسا چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے جو شخص بھی ان کی طرف نظر کرتا تو مانند آئینے کے اپنا چہرہ اس کو اس میں سے نظر آتا تھا اور حضرت یوسف کے چہرے کی لطافت و صفائی اس قدر تھی کہ اسے دیکھ کر آفتاب بھی شرمندہ ہوتا تھا۔ اور جملہ ارکان دولت اور اعیان سلطنت بادشاہ کے ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور پھر تمام کاروبار بھی مصر کا ان کے سپرد ہوا اور سارے مصر میں ان کا سکہ جاری ہوا اور بعد فوت ہو جانے عزیز مصر کے تمام خزانے اس کے حضرت یوسف کی ملک میں آگئے اور بادشاہ بھی اپنی تمام سلطنت سے ہاتھ اٹھا کر خانہ نشین ہو گیا۔ اور بادشاہ نے ان کو اپنا ولی مقرر کر دیا۔ تب حضرت یوسف نے تمام غلہ و اناج مصر میں لا کر جمع کیا۔ الغرض اسی طرح سات برس گزر گئے اس کے بعد حضرت یوسف کو حضرت جبرائیل نے آکر خوشخبری دی کہ فلانی شب فلاں گھڑی میں قحط نازل ہو گا۔ حضرت یوسف یہ خبر سن کر اسی کے انتظار میں اسی شب سے رہے۔ اب وقت آ پہنچا تب سب کو فرمایا کہ اناج غلہ سب میرے پاس لا کر جمع کرو کیونکہ مخلوق خدا پر قحط نازل ہوا ہے۔ جب قحط کی مصیبت نازل ہوئی تب خلائق شہروں کی بادشاہ کے پاس آکر حاضر ہوئی اور اپنی زبانوں میں فریاد کرنے لگی۔ اَلْجُوْعُ اَلْجُوْعُ یہ خبر حضرت یوسف کو پہنچی کہ خلائق بھوک سے سخت تکلیف میں مبتلا ہے اور بھوک سے عاجز آگئے ہیں تب وہ غلہ جو جمع کیا تھا وہ سب کو بانٹنے لگے یہ دیکھ کر لوگوں کو کچھ تسلی خاطر ہوئی اور پھر جان میں جان آئی اور ادھر زلیخا بوجہ قحط کے آہ و زاری کرنے لگیں۔ جو شخص بھی یوسف کا نام زلیخا کے پاس لیتا وہ انعام و اکرام دے کر رخصت کرتی اور بہت کچھ اس کو رقم بھی دیتی تھی جتنی دولت تھی سب نے لٹا دی یہاں تک کہ خود محتاج اور فقیرنی ہو گئی اور شب و روز حضرت یوسف کے لیے روتے بڑھیا اور ضعیف ہو گئی اور دونوں آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہی آخر میں یہاں تک نوبت پہنچی کہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی۔ چند روز اسی آتش فراق میں گزرے۔ حضرت یوسف کی حشمت و دبدبہ بادشاہی کا اس قدر تھا کہ جس وقت حضرت یوسف گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے تو چالیس ہزار جوان مسلح پوش اور چار ہزار جوان کمر بند زریں اور ایک ہزار صاحب ہوشمندان کے ہمراہ چلتے تھے۔ خبر ہے کہ ایک دن حضرت یوسف سوار ہو کر مرضی الٰہی سے اس راستے سے گزرے جس راستے پر زلیخا تھیں۔ لونڈیوں نے ان کو دیکھ زلیخا کو جا کر خبر دی کہ اے زلیخا آج یوسفؑ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یہ سنتے ہی زلیخا بے تماشا دوڑی ہوئی آئیں اور حضرت یوسف

کو پکارنے لگیں اے کریم ابن کریم ذرا تو ٹھہر جا اور اس ضعیفہ کا کچھ حال زار تو سن لے حضرت یوسف نے یہ سن کر فوراً اپنا گھوڑا وہیں روک دیا اور بولے کہ اے زلیخا یہ کیا حال ہے تیرا کہاں ہے وہ حسن وجمال اور خوبی تیری۔ بولی کہ تیرے عشق نے برباد کر دیا۔ اس کے جواب میں حضرت یوسف نے فرمایا کہ ابھی تک وہی عشق تیرا موجود ہے۔ وہ بولی کہ ہاتھ کا چابک میرے منہ کے پاس لا کر دیکھ حضرت یوسف نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور زلیخا نے یکایک ایک ایسی آہ آتشیں دل سوزاں سے چھوڑی کہ اس سے حضرت کا چابک جو ہاتھ میں تھا ایکدم گرم ہو گیا مارے تپش کے حضرت یوسف نے اس چابک کو اپنے ہاتھ سے زمین پر چھوڑ دیا۔ زلیخا بولی اے یوسف آج تقریباً چالیس برس ہوئے یہ شعلۂ آتشیں میرے دل پر جلتا ہے اور میں تیرے عشق میں جل گئی ہوں۔ دیکھا ذرا شعلۂ آتش میرے دل کا تجھے برداشت نہ ہوا۔ اور فوراً ہی اپنا چابک زمین پر ڈال دیا۔ اے یوسف میں کیونکر تیرے شب و روز پیچ و تاب کھاتی رہوں۔ حضرت یوسف رحم کھا کر اور یہ حال تباہ زلیخا کا دیکھ کر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور وہیں زمین پر بیٹھ کر بولے کہ اے زلیخا تو میرے خدا پر ایمان لے آ۔ یہ کہتے ہی زلیخا فوراً مشرف بہ اسلام ہوئی۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اے زلیخا تو کیا مانگتی ہے۔ وہ بولی اے یوسف خدا کے دربار میں میرے واسطے دعا کیجیے کہ وہی جمال و جوانی اور بینائی چشم کی پھر مجھ کو عنایت ہو تو باقی عمر اپنی تیری خدمت میں صرف کروں اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہوں یہ سن کر حضرت نے اپنے سر کو نیچا کر لیا اور کچھ دیر تامل میں رہے اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے یوسف تو کیا مانگتا ہے مانگ تیری ہر دعا قبول ہو گی تب حضرت یوسف نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور پھر سجدے میں چلے گئے اور کافی دیر تک خداوند قدوس سے دعا مانگی ابھی آپ نے اپنا سر سجدے سے نہ اٹھایا تھا کہ زلیخا نے آواز دی کہ اے یوسف اپنا سر اٹھاؤ سجدے سے جو تم نے چاہا تھا وہ حاصل ہو گیا۔ ان کے کہنے سے حضرت یوسفؑ نے اپنا سر سجدے سے اٹھا کر زلیخا کی طرف دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ صورت جوانی اور بینائی چشم اسے خدا نے عنایت فرمائی ہے۔ زلیخا نے جب اپنی صورت کو آئینے میں دیکھا تو خدا کا شکر بجا لائی اور پھر ایمان میں ترقی بھی ہو گئی اور پھر حضرت یوسف کی طرف خیال نہ کیا اور چلی گئی ان کے جانے کے بعد حضرت یوسف فرمانے لگے اے زلیخا تم کہاں جاتی ہو مجھے چھوڑ کر۔ وہ بولیں کہ جس نے یہ شکل و صورت و بینائی چشم کی مجھ کو بخشی ہے اس کو چھوڑ کر ناحق

یوسف سے کیوں اپنے کو برباد کرو اور مجھے چاہیے کہ میں اسی پر خیال کروں۔ کہتے ہیں کہ حضرت
یوسف نے زلیخا پر بہت خواہش کی مگر وہ بھاگتی رہی۔ غیب سے آواز آئی اے یوسف صبر کر جلدی
مت کر اس کے بعد زلیخا غم خانے میں جا بیٹھی اور حضرت یوسف نے خواستگاری میں اس کی
لوگوں کو بھیجا لیکن وہ قبول نہیں کرتی تھیں۔ تقریباً چالیس روز اسی طرح پر گزرے کہ اس چالیس
دن کے اندر حضرت یوسف نے اتنا درد زلیخا کے لیے کھینچا کہ زلیخا نے چالیس برس میں بھی ایسا درد
نہ اٹھایا تھا۔ ادھر ملک ریان نے زلیخا کے پاس پیغام بھیجا تھا اور بہت سے لوگ جا کر اس کو وعظ و
نصیحت کرتے تھے، بعدہٗ اس نے چند روز کے نکاح قبول کر لیا۔ جیسا کہ شب زفاف کو سلاطین
اور ملوک کا رسم شرعی ہوتا ہے ویسا ہی زفاف کتخدائی ہوا اور زلیخا کو دوشیزہ یعنی باکرہ پایا اور کچھ
عرصے کے بعد حضرت یوسف نے حضرت زلیخا سے گزشتہ حال معلوم کیا وہ بولیں کہ عزیز مصر ضعیف ہو
تھا اور میں اس وقت جوان تھی جو کام زن و شوہر کا تخلیہ میں ہوتا ہے وہ میرے اور عزیز مصر کے بیچ
نہ ہوتا تھا اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف کے لیے زلیخا کو بچا کر رکھا
تھا اس لیے ایک شیطان آکر اللہ کے حکم سے عزیز مصر اور زلیخا کے درمیان سو رہتا تھا اور عزیز
مصر کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ زلیخا ہے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ پس حضرت یوسف اور زلیخا
نے مل کر اپنے گھر کو بنایا اور رہن سہن شروع کر دیا تھا کچھ عرصے کے بعد ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے
ملک ریان جب بالکل بوڑھا ہو گیا تو تمام کاروبار بادشاہی کا حضرت یوسف کو دے دیا اور خود
گوشہ نشینی اختیار کی حضرت یوسف کو جب اپنی سلطنت کے کل اختیارات مل گئے تو وہ خلق اللہ
کی پرورش کرنے لگے بقدر حاجت کے غلہ کو رعیت کے ہاتھ بیچتے اور صدقہ بکثرت فقیروں اور محتاجوں
کو دیتے۔ کچھ مدت کے بعد قحط سالی آئی۔ یہاں تک کہ ایک من غلہ کا نرخ دو دینار ہو گیا اور تمام
گرد و نواح اطراف سے مصر کی رعیت آکر جمع ہوئی پھر تمام اہل مصر مجتمع ہو کر کہنے لگے کہ سارا
غلہ غیروں کے ہاتھ نہ بیچا جائے۔ اگر ایسا کیا جاتا رہا تو وہ وقت قریب ہے کہ ہم لوگ بھوکے
مریں گے یہ سن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ تمام خلق اللہ کا اس میں حق ہے اگر ہم نہ دیں گے
تو لوگ محتاج ہو جائیں گے لہٰذا ان کو دینا لازمی ہے اور غلہ سے محروم رکھنا سخت گناہ ہے اگر ان
لوگوں کے ہاتھ نہ بیچوں گا تو یہ بھوکے مر جائیں تب بقدر حاجت کے بیچتے رہے یہاں تک کہ سارے

ملک میں کسی کے ہاتھ میں پیسہ درہم دینار نہ رہا اور سب کا سب حضرت یوسف کے خزانے میں داخل ہو گیا۔ پھر جب دوسرا سال آیا تو تمام مویشی لوگوں کے بعوض غلے کے حضرت یوسف کے پاس بک گئے اور تیسرے سال میں تمام لونڈی باندی بعوض غلے کے حضرت یوسف کے پاس بک گئے اور چوتھے سال میں تمام کپڑے وغیرہ اور جو کچھ تھا حضرت یوسف کے ہاتھ بیچ کھایا اور پانچویں سال میں جو کچھ زمینیں تھے بیچ ڈالیں اور چھٹے سال میں لوگوں نے اپنے بیٹے بیٹی کو بعوض غلے کے ہبہ کر دیا اور ساتویں سال لوگوں نے اپنی ذات کو حضرت یوسف کے پاس اجرت میں دے دیا اور کوئی آدمی ایسی سارے ملک میں ایسا نہ رہا کہ تمام نوکر چاکر خدمتگار لونڈی باندی حضرت یوسف کے نہ ہو گئے ہوں۔ یہ حال دیکھ کر تمام خلائق تعجب میں تھی اور کہتی تھی کہ ہم نے کبھی اتنا بڑا بادشاہ نہیں دیکھا اور نہ کبھی سنا۔ حضرت یوسف نے جب خلق اللہ کو غریب و ناچار دیکھا تو پھر بادشاہ ریان بن ولید سے کہا کہ شکر اس خدا کا ہے کہ اس نے مجھ کو کیا کیا نعمتیں بخشی ہیں اگر ہر بال کے منہ میں سو سو زبانیں بھی ہوں تو شکر نعمت کا اس کے ادا نہ ہو سکے گا۔ یہ سن کر ریان بن ولید نے کہا کہ حق ہے جواب فرماتے ہیں۔ میں کلیتہً دستبردار ہوں اور میں حضرت یوسف کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ جوان کی مرضی مبارک میں آئے وہی کام خلق اللہ بن کریں۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں نے اہل مصر کو خدا کی راہ پر آزاد کر دیا اور تمام مال و اسباب جس جس کا تھا اسی کو واپس دیدیا۔ روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام ہرگز کھانا سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے اور تمام خلق اللہ کی موافقت کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کیوں آسودہ ہو کر نہیں کھاتے اور بھوکے رہتے ہیں۔ اور آپ کے ملک مصر میں خزانہ و انبار اس قدر ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں اگر میں سیر ہو کر کھاؤں تو باقی جو لوگ بھوکے پیاسے ہیں میں ان کو بھول جاؤں گا اور ان کو نظر انداز کر دوں گا اور سیر ہو کر کھانا کھانا یہ کام ملک کے سرداروں کا نہیں ہے اور آئندہ خدا کو کیا جواب دوں گا۔ جب ساتواں سال تمام ہوا اور تقریباً چالیس دن اور باقی تھے اور کچھ اناج و غلہ مصر میں باقی نہ رہا تو لوگ شدید بھوک کی وجہ سے حضرت یوسف کے پاس آکر ملتجی ہوئے حضرت یوسف لوگوں کے حال دیکھ کر متردد ہوئے اور آدھی رات کو اٹھ کر تضرع وزاری کی کہ اے رب العالمین تیرے بندے بھوک کی وجہ سے مرے جاتے ہیں۔ اگر تو رحم نہ کرے گا تو تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی تب خدا کا رحم ہوا اور ایک آواز غیب سے

آئی اے یوسف تو میرا پیارا ہے تو کچھ بھی غم مت کر کہ تیری صورت ہی کو لوگوں کی غذا کر دوں گا۔
یعنی تیری صورت و جمال کو دیکھ کر لوگ آسودہ پیٹ ہو جائیں گے بس اس حکم کو پاتے ہی حضرت
یوسف ایک میدان میں جا بیٹھے اور تمام لوگوں کو وہاں بلایا اور چہرہ مبارک کو دیکھتے ہی اللہ
تعالیٰ کے فضل و کرم سے لوگوں کی بھوک پیاس جاتی رہی اور پھر ان کو کھانا کھانے کی حاجت نہ رہی۔
چالیس دن کا قحط اسی طرح سے گزر گیا اور آٹھویں سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لوگوں
کی کھیتی بہت اچھی ہوئی اور اناج بے شمار پیدا ہوا اور تمام مخلوق خدا نے اس قحط سے نجات پائی اور
ایک روایت میں ہے کہ ایک لڑکا اندھا مادر زاد اس کو حضرت یوسف کے پاس لائے تا کہ حضرت
یوسف اس کے واسطے خداوند قدوس سے دعا کریں کہ اس کی آنکھیں اچھی ہو جائیں تو حضرت یوسف
نے اپنا چہرۂ مبارک اس لڑکے کی طرف کیا اور اپنے روشن چہرے کی شعاعیں اس پر ڈالیں تو خدا کے
فضل و کرم سے اس لڑکے کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ اکثر راویوں نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے
کہ ملک مصر و شام میں جب قحط پھیل گیا اور کسی ملک میں اناج و غلہ نہ رہا سوائے حضرت یوسف کے اور
تمام مخلوق خدا اطراف میں غلہ حاصل کرنے کے لیے جاتی تھی اور مختلف جگہ سے معمولی غلہ لے کر آ جاتی تھی
حضرت یعقوبؑ بھی اسی قحط سالی کا شکار تھے اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ تم بھی مصر جاؤ
اور عزیز مصر سے غلہ لے آؤ۔ حضرت یعقوبؑ کے حکم کو سن کر ان کے دس بیٹوں نے مصر جانے کا قصد
کیا اور ایک چھوٹا بھائی بنیامین جس کا نام تھا اس کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ہی خاطر
جمع کے لیے چھوڑ دیا اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کے پاس جو کچھ مال و متاع پشمینہ تھا وہ اپنے
اونٹ پر لاد کر مصر کو چل دیے جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے۔ جَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ
فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ترجمہ اور آئے بھائی حضرت
یوسف کے پھر داخل ہوئے اس کے پاس تو انہوں نے ان کو پہچانا اور ان کے بھائیوں نے
ان کو نہیں پہچانا۔ حضرت یوسف جب ملک مصر کے مختار ہوئے موافق سات برس تک۔ خود آبادی
کی اور تمام ملکوں کا اناج بھرنے اور جمع کرتے گئے۔ پھر سات برس قحط سالی میں رہے۔ اس
قحط سالی میں ایک ہی بھاؤ میانہ باندھ کر غلہ بکوایا۔ اپنے ملک والوں اور غیر ملک والوں کو برابر
ایک ہی بھاؤ سے فروخت کروایا مگر پردیسیوں کو ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہ دیتے تھے

اس اصول سے تمام خلائق کو سہولت رہی اور قحط کی مصیبت سے بچی رہی اور حضرت یوسفؑ کا سارا خزانہ مال و دولت سے بھر گیا اور ہر ملک میں یہ خبر تھی کہ مصر میں اناج و غلہ سستا ہے۔ یہ خبر سن کر حضرت یوسفؑ کے بھائی بھی غلہ خریدنے کے واسطے مصر میں آئے۔ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو دور سے پہچان لیا تو فرمایا کہ ان سب کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ سب بھائی حضرت یوسف کے پاس آئے تو حضرت یوسفؑ نے اچھی طرح یقین واثق سے ان کو پہچان لیا اور ان کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو نہ پہچانا اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت یوسف اس وقت بادشاہی ٹوپی اپنے سر پر رکھ کر اور لباس شاہانہ پہن کر طوق زریں پہن کر تخت شاہی پر متمکن تھے اس لیے ان کو بھائیوں نے نہیں پہچانا۔ اور بعض محققوں نے کہا ہے کہ انہوں نے یوسف پر ظلم کیا تھا اور ظالموں کے دل سیاہ ہوتے ہیں اس لیے وہ حضرت یوسف کو نہ پہچان سکے پھر جب حضرت یوسف نے ان کی طرف دیکھا تو زبان عبرانی میں اپنے بھائیوں سے بات چیت کرنے لگے۔ پھر اسی گفتگو میں حضرت یوسف نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو اور کیا کام کرتے ہو۔ مجھے تمہاری شکل و صورت سے پیار معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے کہ ہم کنعان سے آئے ہیں چنانچہ ہمارا شبانی ہے چونکہ ہماری ولایت میں قحط ہوا ہے اس لیے اناج و غلّہ خریدنے کو ہم لوگ یہاں آئے ہیں۔ حضرت یوسف نے ان لوگوں سے کہا کہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ جاسوس ہو اور اس شہر میں جاسوسی کو آئے ہو یہاں کا حال معلوم کر کے دشمنوں کو خبر دوگے یہ سن کر وہ بولے کہ ہم دس بھائی ہیں۔ ایک ہی باپ سے ہیں اور ہمارا یہ کام نہیں ہے اور ہمارے باپ بھی پیغمبر ہیں جن کا نام حضرت یعقوب ہے۔ پھر حضرت یوسف نے پوچھا کہ تم کتنے بھائی ہو وہ فوراً بولے کہ حضرت جی ہم اپنے باپ کے کل بارہ بھائی تھے اور ہم میں سب سے چھوٹا بھائی جو تھا وہ ایک دن ہمارے ساتھ بکریاں چرانے گیا۔ ہم اس سے غافل ہو گئے اتنے میں اسے بھیڑیا کھا گیا اور اس کا ایک ماں کے بطن سے ایک بھائی اور ہے اس کو باپ نے اپنے پاس رکھا ہے واسطے تسلی خاطر کے کیونکہ وہ اس وقت اکیلے ہیں۔ حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ تمہاری اس بات کی کیا سند ہے جو تم کہتے ہو۔ اس پر کون گواہ ہے وہ بولے اے عزیز ہم لوگ بعید الوطن مسافر ہیں اور کوئی ہم کو پہچانتا بھی نہیں ہے۔ اس کا ثبوت ہم کیونکر دیں

گے. حضرت یوسف نے کہا کہ اگر تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں تو جو بھائی تمہارے باپ کے پاس
ہے اسے لے آؤ تو ہم جانیں گے کہ تم سچے ہو. انہوں نے کہا کہ اے باپ نہیں چھوڑیں گے اور
وہ اپنی نظر سے اس کو ایک ساعت بھی علیحدہ نہیں کرے گا. بہت اچھا ہم لوگ اپنے باپ سے
کہیں گے اور اس کو آئندہ لانے کی کوشش کریں گے اگر ہو سکا تو اس کو ضرور آپ کے پاس لائیں
گے. حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ اس وقت تم سب جاؤ صرف ایک بھائی تمہارا بطور قید
کے رہے گا کیونکہ تم اس کو یہاں لاؤ گے. تب سب نے آپس میں مل کر تبادلہ خیال کیا کہ یہاں
کون رہے گا سب کے نام سے قرعہ اندازی کی گئی اور وہ قرعہ شمعون کے نام پر نکلا وہی حضرت
یوسف کے پاس بطور قید کے رہا. پھر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اناج ایک ایک شتر کا بوجھ دے
کر رخصت کر دو اور قیمت اناج کی ان کو پھیر دو، تب ملازمان بادشاہ نے ویسا ہی کیا. پس ان کو
حضرت یوسفؑ نے فرمایا اگر تم اپنے چھوٹے بھائی کو اب کی دفعہ لاؤ گے تو اور بھی اناج تم کو ایک
ایک شتر کا بوجھ زیادہ دوں گا خبر ہے کہ جو مال حضرت یوسف کے بھائی اپنے ہمراہ لائے تھے
اناج و غلہ خریدنے کو وہ مال بھی حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو واپس کر دیا وہ اس واسطے کہ
معلوم ہو ان کو باپ کے پاس سوائے اتنے مال کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ بھی مصلحت تھی تاکہ
ان کو دوبارہ بھیجیں اور ایک روایت میں ہے کہ مال بھائیوں کو اس واسطے پھیر دیا کہ باپ معلوم کریں
کہ میرا مال پھیر دینا یہ کام کسی کا نہیں ہے سوائے یوسف کے پس شمعون کا مقید رہنا کچھ مضائقہ
نہیں ہے یہ سمجھ بوجھ کر پھر اپنے بیٹوں کو بھیجیں. خبر ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو
دیکھا دل میں چاہا کہ ان کو کچھ سزا دیں. اسی وقت جناب باری تعالیٰ سے آواز آئی کہ اے یوسف
اگر اپنے بھائیوں سے تم نے مکافات لی تو ان میں اور تجھ میں کیا فرق رہے گا بلکہ عفو کرنا موجب
حسنات کا ہے اور اپنے کو ان سے چھپا اور ان کو مت اپنی پہچان دے تاکہ وہ تجھ سے شرمندہ ہو کر
اپنی حاجات سے محروم نہ جاویں اور صاحب استطاعت کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنے ڈر سے
ان کی ضروریات سے محروم رکھے، اے یوسف ان واقعات کو جانے دو کیونکہ وہ تیرے در پر
محتاج بن کر آئے ہیں خوش ہو کر ان کو اپنے سے رخصت کر دو. حضرت یوسف نے بموجب خطاب
الٰہی کے اپنے بھائیوں سے کچھ مواخذہ نہ کیا اور ان کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ تم کہاں سے آئے

ہو اور کس جگہ کے رہنے والے ہو۔ وہ بولے کہ ہم کنعان سے آئے ہیں اور حضرت یعقوبؑ جو پیغمبر ہیں ان کے بیٹے ہیں۔ پھر حضرت یوسف نے ان سے پوچھا کہ تمہارے باپ ابھی حیات ہیں بولے ہاں ابھی حیات ہیں۔ پھر پوچھا کہ کس شغل میں ہیں۔ وہ بولے سوائے عبادت کے اور کچھ کام نہیں کرتے ان کو تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری دی ہے شہر کنعان میں اور وہ بہت ضعیف اور اپنی آنکھوں سے معذور ہیں۔ پھر حضرت یوسف نے ان سے پوچھا کہ ان کی آنکھیں کیوں جاتی رہیں۔ وہ بولے کہ ایک بیٹا ان کا تھا اور وہ اس کو خوب چاہتے تھے اور نام اس کا یوسف تھا وہ نہایت حسین و جمیل تھا ایک لحظہ نظروں سے جدا نہ کرتے تھے اللہ کی مرضی ہوئی اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ اس لیے اتنا روئے کہ آنکھیں ان کی جاتی رہیں۔ پھر حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ اتنے بیٹے رکھتے ہوئے کیوں ایک کے لیے ایسا حال ہوا۔ وہ بولے ایک اور بھی اس کا سگا بھائی ہے اس کا نام بنیامین ہے اور اس کی چھ بہنیں موجود ہیں لیکن یوسف ان میں بہت ہی خوبصورت تھے انہیں کے غم میں شب و روز روتے روتے اپنی آنکھیں کھودیں اور ایک مکان شہر کے باہر بنا کر نام اس کا بیت الاحزان رکھا اسی مکان میں عبادت کرتے ہیں اور وہیں یوسف کی جدائی میں ہر وقت روتے رہتے ہیں۔ پھر حضرت یوسف نے پوچھا کہ شاید وہ عمر میں تم سے زیادہ تھا۔ وہ بولے نہیں ہاں البتہ وہ اپنے حسن اور خوبصورتی میں زیادہ تھا۔ دانائی اور عقلمندی میں بھی ہم سے زیادہ تھا۔ الغرض اس کی صفتیں بیان سے باہر ہیں۔ یہ سن کر حضرت یوسف نے اپنے دل میں سوچا کہ ان کو اس وقت معاف کیا جائے اگرچہ ان لوگوں نے مجھ کو بہت ستایا اور مجھ پر ظلم بھی کیا ہے مگر یہ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ حضرت یوسف نے اپنے خدمتگاروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ دیکھو یہ بیچارے مسافر بعید از وطن غریب اس ملک میں کبھی نہیں آئے ان کو کوئی جگہ دو اور ان کو کھانا بھی لطیف اور پاکیزہ کھلایا کرو اور جب تک یہ لوگ اس شہر میں رہیں اس وقت تک ان کو لباس بھی اچھا اور اعلیٰ قسم کا پہننے کو دو اور جب دوسرا دن ہوا تو حضرت یوسف نے ان کو بلا کر پوچھا کہ تم اس شہر میں کیوں آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہمارے شہر میں قحط پڑا ہے اور ہم نے سنا ہے کہ آپ کی سرکار میں اناج سستا بکتا ہے اس کو خریدنے کو آئے ہیں۔ حضرت یوسف نے فرمایا کہ تم لوگ کیا مال لائے ہو اناج لینے کے واسطے اس مال کو حاضر کرو۔ تب وہ اپنا

لایا ہوا مال پیش کرنے لگے۔ وہ مال قسم پشمینہ وغیرہ کا تھا اور اس کی قیمت دو سو دینار تھی لیکن وہ مال قابل خرید نہ تھا کہ اس کو خرید اجائے حضرت یوسف نے ان سے کہا کہ اگرچہ مال تمہارا ہمارے لینے کے لائق نہیں ہے پھر بھی ہم نے تم کو اس کے عوض اناج دے دیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۔ ترجمہ۔ پھر جب داخل ہوئے اس کے پاس بولے اے عزیز! پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پوری دے ہم کو پورا پورا دینا یعنی تم خیرات کرو ہم پر کیونکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو۔ بس حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو کئی دن کھلا پلا کر ایک ایک شتر کا بوجھ اناج دے کر رخصت کیا اور فرمایا کہ تمہارا مال اگرچہ دو سو دینار کے قابل نہ تھا تو بھی میں نے تم کو گندم دے دیا۔ اگر اب کی دفعہ آؤ تو اپنے چھوٹے بھائی کو ضرور لے آنا اور بھی ہم ایک ایک شتر کا بوجھ دے کر تم کو خوش کریں گے اور مصر والوں کو کسی کو بھی ہم نے اس قدر گندم نہیں دیا سوائے تمہارے بمصداق اس آیت شریفہ کے قول تعالیٰ۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ .... اور جب تیار کیا ان کو اس کا اسباب اور کہا لے آیئو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے کیا نہیں دیکھتے ہو تم کہ پورا پورا ماپ دے رہا ہوں اور میں سب سے زیادہ ماپ کر دینے والوں میں سے ہوں۔ جس بھائی کی طرف حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کی توجہ دلائی تھی وہ حضرت یوسف کا چھوٹا سگا بھائی تھا۔ اس کو اپنے پاس ان بھائیوں کے ذریعہ بلوایا اور نیز یہ بھی حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اگر تم اس کو نہ لاؤ گے تو پھر آئندہ میرے پاس نہ آنا کیونکہ میں آئندہ گندم تم کو نہ دوں گا یہی ان کو ہدایت دے کر حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو رخصت کیا اور وہ بولے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ ترجمہ۔ کہا انہوں نے کہ ہم سب خواہش ظاہر کریں گے اپنے باپ سے اس کے لانے کی اپنے ہمراہ اور یہ کام ہم

کو کرنا ہے مزدوری پس حضرت یوسف نے اپنے ملازموں کو کہہ دیا کہ جو پونجی ان کی دو سو دینار کی ہے اس کو بھی جا کر ان کے بوجھوں میں جا کر رکھ دو. چنانچہ ان کے بھائی یہودا کے اونٹ کے بوجھ میں چھپا کر رکھ دی گئی اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے. قَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ اور کہہ دیا اپنے خدمتگاروں کو کہ ان کی پونجی کو ان کے اونٹ کے بوجھوں میں رکھ دو شاید وہ اپنے گھروں میں پہنچنے پر ان کو پہچانیں اور شائد اسی وجہ سے پھر واپس ہمارے پاس آویں یعنی حاصل مطلب یہ ہے کہ جو قیمت وہ دے کر آئے تھے سو اس کو چھپا کر ان کے اونٹوں کے بوجھوں میں رکھ دی گئی. بطور احسان کے تاکہ وہ اس احسان کے بدلے پھر دوسری مرتبہ آویں اور اپنے ہمراہ اس چھوٹے بھائی کو بھی لاویں جس کی ہدایت چلتے وقت حضرت یوسف نے کی تھی بروئے ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں پر بہت مہربانی کی لینے دینے میں تب یہودا کو کمال یقین ہوا کہ یہ میرا بھائی یوسف ہے کیونکہ ہم کو کھلانا پلانا اور اتنی خاطر مدارت کرنا اور باپ کا حال احوال پوچھنا یوسف کے سوا اور کون کر سکتا ہے اور ان کی بول چال اور آواز بھی اسی طرح پر ہے اور اگر فی الحقیقت یہ یوسف نہ ہو تو اغلب ہے کوئی ہمارے خاندان میں سے یا اہل بیت نبی سے ہوگا یہ سن کر ان کے بھائیوں نے آپس میں کہا کہ اگر واقعی یہ ہمارا یوسف ہے تو اس کو اتنی بڑی مملکت کس طرح سے ملی ہے اور اس نے یہ دولت و لشکر اور اتنا اعلیٰ مرتبہ کیسے پایا. پھر وہ آپس میں تعجب سے کہنے لگے کہ کیا یوسف ابھی تک زندہ ہے، ابھی وہ تو کبھی کا مر چکا ہوگا اور اب تو اس کا نام و نشان بھی نہ ہوگا اور بعض ان بھائیوں میں سے کہنے لگے اے بھائی اگر واقعی یوسف ہوتا تو یہ سلوک ہمارے ساتھ کیونکر کرتا بلکہ وہ تو ہم سے مزید انتقام لیتا پھر یہودا بولا کہ اگر یوسف نہ ہوتا تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو کیوں طلب کرتا، البتہ جو میں کہتا ہوں یہی سچ ہے یہ شخص ہی یوسف ہے اور یہودا کے بھائیوں نے یہ غور نہ کیا اور جلدی میں وہ یوسف سے رخصت ہو کر ملک مصر سے چلے گئے اور اپنے ملک کنعان میں جا پہنچے حضرت یعقوبؑ اور کنعان کے باشندے بہت خوش ہوئے، حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ اے بیٹو مصر کا احوال اور سفر کی حقیقت جو تم پر گزری وہ مجھ سے بیان کرو. تب انہوں نے

احوال راستہ کا اور مصر کے عزیز کی ضیافت و مہربانی کی کیفیت بیان کی۔ یعقوب نے کہا اے بیٹو ذرا یہ تو بتاؤ تمہیں کہیں میرے یوسف کی بھی خبر ملی ہے وہ سب کہنے لگے اے ابا جان تعجب ہے یوسف کو بھیڑیا کب کا کھا گیا اور اس کو بہت دن گزر گئے اور یہ خبر ہم کس سے پوچھیں اور اگر ہم لوگوں سے معلوم بھی کریں تو لوگ کہیں گے یہ کہاں کی بات ہے اور کب کی بات ہے۔ ہاں ایک بات ضروری عرض کرنی ہے کہ عزیز مصر بنیامین کو دیکھنا چاہتا ہے اور وہاں اس کے لے جانے سے ایک ایک شتر کا بوجھ گندم ہم کو زیادہ ملے گا اور اگر ہم اس کو وہاں نہ لے جاویں گے تو ہم کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس بات کو سن کر حضرت یعقوب نے اپنے دل میں سوچا کہ وہاں میرا یوسف ہے اگر میرا یوسف وہاں نہ ہوتا تو بنیامین کو کیوں دیکھنا چاہتا۔ یہ سمجھنے کی بات ہے کہ عزیز مصر کو بنیامین سے کیا مطلب وہ سب بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو آئندہ ضرور اپنے ہمراہ لانا ورنہ گندم نہ ملے گا۔ مجھے اس کے دیکھنے کا بہت شوق ہے کیونکہ وہ آپ لوگوں سے سب سے چھوٹے ہیں۔ بمصداق اس آیت شریفہ کے قولہ تعالیٰ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۝ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۝ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ترجمہ۔ پس جب پھر آئے طرف باپ اپنے کے کہا انہوں نے اے ہمارے باپ منع کیا گیا ہے ہم سے پس بھیج ساتھ ہمارے بھائی کو ہمارے درمیان تاکہ ہم اس کی نگہبانی کریں حضرت یعقوب نے کہا کیا اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا کہ اعتبار کیا تھا اس کے بھائی پر پہلے۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ بہتر نگہبان ہے اور سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے جب وہ لوگ سب کے سب اپنے باپ کے پاس آئے اور اپنا لایا ہوا اسباب کھولا تو اس اسباب میں اپنا مال بھی پایا جو رکھ دیئے گئے تھے قولہ تعالیٰ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۝ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۝ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ۔ ترجمہ۔ اور جب کھولا انہوں نے اسباب اپنا اپنی پونجی جو تھی وہ اس میں پائی اور انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ

جو ہم لوگ لے کر گئے وہ سب واپس آگئی ہے اگر آپ نے چھوٹے بھائی کو ہمارے ہمراہ روانہ کیا تو آئندہ بھی ہم سب کو غلہ ایک ایک بوجھ اونٹ کا ملے گا ورنہ ہم سب کو محروم کر دیا جائے گا. پھر یہ بات سن کر حضرت یعقوب نے کہا کہ ہرگز نہ بھیجوں گا اپنے چھوٹے بیٹے کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ قسم دو اللہ تعالیٰ کی میرے روبرو کہ اس کو لے آؤ گے واپس میرے پاس. پس جب دیا انہوں نے ان کو عہد اپنا کہا اللہ تعالیٰ اس بات پر شاہد ہے اور جو کچھ ہم لوگ آپ سے کہتے ہیں وہی ہمارا اور آپ کا کارساز ہے. پھر سب بھائیوں نے اپنے باپ کے سامنے عہد کیا اور پھر قسم کھائی. تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا حافظ ہے اور شاہد ہے تمہارے قول و قرار پر اور یہ بھی خبر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنی پونجی پائی اونٹوں کے بوجھوں میں جو مال بھیجا تھا اناج کے لیے مصر میں پس حضرت یعقوبؑ کو کامل یقین ہوا کہ مصر میں میرا یوسف ہے اگر یوسف نہ ہوتا تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو مصر میں کیوں بلاتا اور میں نے بھی یقین کیا اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو اپنے چھوٹے بیٹے بنیامین کو اپنے بیٹوں کے ساتھ مصر کیوں بھیجتا اور جو اناج مصر سے آیا تھا اس میں سے آدھا اپنے خویش و اقارب کو دیا اور آدھا ملک شام میں بھیج دیا. اور بنیامین کو اپنے بیٹوں کے ہمراہ مصر روانہ کر دیا اور چلتے وقت یہ وصیت کی کہ تمام یکبارگی ایک ہی دروازے سے شہر مصر میں داخل مت ہوں بلکہ سب مختلف دروازوں سے داخل ہوں ممکن ہے کسی کی بد نظر تم پر پڑے اور جو میری پونجی وہاں سے بذریعہ شتر کے بوجھ میں واپس آگئی ہے یہ تم لیتے جاؤ اور یہ وہاں دے دینا ہو سکتا ہے شاید بھول میں چلی آئی ہو اور یہ چیز اناج کی قیمت میں دی گئی ہے تمہیں واپس رکھنا حلال نہیں یہ وصیت فرمائی اور پھر کہا جاؤ میں نے تمہیں خدا پر سونپا تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ کہہ کر رونے لگے اور اہل کنعان نے آپ کو روتے دیکھا تو وہ لوگ بھی آپ کے ساتھ رونے لگے. ادھر حضرت یوسف اپنے چھوٹے بھائی کے لیے بہت منتظر تھے کہ دیکھیں کب آویں گے. غرض یہ کہ وہ سب لوگ چند ہی روز میں مصر جا پہنچے اور حضرت یوسف کو خبر دی گئی کہ آپ کے پاس کنعان سے گیارہ آدمی آئے ہیں. یہ خبر سن کر حضرت یوسف بہت خوش ہوئے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ گیارہ آدمی بنیامین کو لے کر آئے ہیں اور سب بھائی بموجب وصیت اپنے باپ کی

علیحدہ علیحدہ دروازے سے متفرق صورت میں مصر میں داخل ہوئے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا قول تعالیٰ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیۡهِ تَوَکَّلۡتُ ۚ وَعَلَیۡهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۝ ترجمہ:۔ اور حضرت یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو مت داخل ہونا ایک دروازے سے اور تم داخل ہونا مختلف علیحدہ علیحدہ دروازوں سے اور میں کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا کہ میں کسی چیز سے بچا سکوں بجز حکم خداوندی کے اور حکم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نہیں اور اور اسی پر مجھ کو بھروسہ ہے اور یہ بھی مجھے کامل یقین ہے کہ اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے بھروسہ کرنے والوں کو..... یہ درحقیقت لوگوں کی ٹوک کا بچاؤ بتایا اور پھر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ پر اور ٹوک لگنی غلط نہیں ہے اور اس کا بچاؤ کرنا بھی جائز ہے۔ وَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلٰی یُوۡسُفَ اٰوٰۤی اِلَیۡهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیۡۤ اَنَا اَخُوۡکَ فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝ ترجمہ۔ اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس، اپنے پاس رکھا اور اپنے بھائی کو کہا میں ہوں بھائی تیرا اور تم کسی طرح پر غمگین مت ہو۔ ان کاموں سے جو کرتے رہیں سب بھائی مل کر اور وہ سب شہر میں جا کر ایک جگہ اترے۔ بعد اترنے کے ایک ملازم شہر کا ان کو سیدھے راستے سے حضرت یوسف کے پاس لے گیا سب بھائیوں نے بروقت ملاقات کے حضرت یوسف کو باادب سلام علیک عرض کیا اور ایک دستار جو حضرت یعقوب کو اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میراث میں ملی تھی وہ انہوں نے اپنے باپ کے کہنے کے مطابق حضرت یوسف کو پیش کردی اور حضرت یوسفؑ سے کہا کہ یہ ہمارے باپ کا دیا ہوا ہدیہ ہے

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کی بھیجی ہوئی دستار دیکھ کر ازحد خوش ہوئے کیونکر یہ دستار جس کسی کو پہنچی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوا اور معلوم کیا کہ جو پوچھی اپنے بھائیوں کو پھیر دی تھی کہ تم لوگ اس کو لے جا کر لے اپنے خرچ وغیرہ میں لانا پھر اس کو ویسا ہی باپ نے واپس کر دیا یہ دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو کچھ افسوس ہوا لیکن مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا ضروری تھا۔ فوراً اپنے خادموں اور خانساماں کو حکم دیا کہ کھانے جلدازجلد تیار کرو اور باقاعدہ دسترخوان لگاؤ۔ چنانچہ آپ کے کہنے کے مطابق کھانے نہایت نفیس اور مختلف قسم کے دسترخوانوں پر چن

دیئے گئے۔ پھر حضرت یوسف نے اپنے مہمانوں کو طلب کیا اور ان سے فرمایا کہ اس وقت کھانا تیار ہے آپ حضرات دسترخوان پر بیٹھ کر کھا لیجئے لیکن ایک بات ضروری کہنی ہے کہ جو جو بھائی ایک ہی ماں کے بطن سے ہوں تو وہ ایک ہی جگہ پر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ یہ بات حضرت یوسف کی سن کر سب بھائی ایک ہی جگہ پر بیٹھ گئے صرف بنیامین ہی اکیلے رہ گئے اور وہ یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت یوسف نے بنیامین سے کہا کہ بھائی تم کیوں روتے ہو اور تمہارے رونے کا سبب کیا ہے، بنیامین نے روتے ہوئے کہا کہ میرا ایک سگا بھائی تھا اور اس کا نام یوسف تھا میرے بھائیوں کی غفلت سے اس کو بھیڑیے نے کھا لیا اور میں اپنی ماں سے اکیلا بھائی ہوں اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر وہ ہوتا تو وہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ اس بات کو سن کر حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے چھوٹے بھائی یعنی بنیامین کو اجازت دو کہ وہ میرے ساتھ اس وقت بیٹھ کر کھانا کھائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ یوں نوازش وکرم فرماتے ہیں تو یہ ہماری سرفرازی ہے اس بات کو طے کر کے حضرت یوسف نے ان کے سامنے کھانا نہ کھایا اور بنیامین کو اپنے ساتھ لے کر خلوت سرا میں چلے گئے اور اپنے شاہانہ چہرہ کا نقاب اٹھا کر بنیامین کو اٹھایا۔ بنیامین حضرت یوسف کی شکل وصورت دیکھ کر بے ہوش ہو گئے پھر حضرت یوسف نے ان کے چہرے پر عرق گلاب چھڑکا جس کی وجہ سے وہ ہوش میں آ گئے۔ حضرت یوسف نے بنیامین سے کہا کہ تم کو کیا ہوا، شاید تم کو مرگی کی بیماری ہے پھر بہت ہی غم خواری اور دلاسا دینے لگے بنیامین نے کہا کہ میں پیغمبر زادہ ہوں، ہم کو مرگی کی بیماری نہیں ہوتی ہے میں تو آپ کو دیکھ کر بیہوش ہو گیا تھا۔ آپ تو میرے بھائی جو گم ہو گئے ہیں جن کا نام یوسف ہے انہیں کے مثل ہیں۔ بنیامین کی یہ بات سن کر حضرت یوسف نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ میں وہی تمہارا گم ہوا یوسف ہوں۔ اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور خاطر جمع رکھو یہ بات سن کر بنیامین پھر بیہوش ہو گئے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اٹھ کر بیٹھے اور ہوش میں آ گئے پھر حضرت یوسف بنیامین سے اپنے والد بزرگوار کا حال پوچھنے لگے کہ ہمارے والد اب کیا کرتے ہیں اور وہ کس حال میں رہتے ہیں۔ وہ بولے تمہارے فراق میں بیت الاحزان میں بیٹھے عبادت کرتے رہتے ہیں اور تمہارے لیے شب و روز روتے روتے دونوں آنکھیں جاتی رہی ہیں اور

تمہارے غم میں ان کی زندگی تلخ ہو گئی ہے حضرت یوسف بنیامین کی یہ باتیں سن کر بہت
رونے لگے اور کہا تم کھانا کھاؤ اے میرے پیارے چھوٹے بھائی! میں اپنی مصیبت کا
قصہ جو جو ظلم بھائیوں نے مجھ پر کیا تھا وہ میں تم سے بیان کرتا ہوں. سب سے پہلی بات ظلم کی
یہ کی کہ میرے باپ سے بہانہ بنا کر جنگل میں لے گئے اور وہاں جا کر مجھے اندھیرے کنویں میں
ڈال دیا اور کچھ دن بعد گزرنے والے قافلے نے ہم کو اس اندھیرے کنویں سے نکالا تو پھر ہمارے
انہی بھائیوں نے اسی قافلہ کے سردار کے ہاتھ ہم کو بیچ دیا ہم نے کنویں میں بہت تکلیف اٹھائی
اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس تکلیف و مصیبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سلطنت کی
دولت سے نوازا ہے اور تم اس بات کو میری بطور امانت رکھنا اور یہ بات کسی سے نہ کہنا اور اپنے
بھائی یہ بات سننے نہ پائیں میں کسی حیلے سے تم کو اپنے پاس رکھوں گا اور بہت اچھی طرح سے
میرے پاس رہو گے، پھر یہ باتیں کر کے بنیامین اس خلوت سرا سے باہر نکل آئے حضرت یوسف
نے اپنے بھائیوں کو برابر تین دن تک کھانا پینا کھلایا پھر چلتے وقت ہر ایک کو ایک ایک شتر
کا بوجھ اناج دے کر رخصت کیا اور ایک حیلہ سازی کر کے چپکے سے ایک پیالہ چاندی کا اپنے پانی
پینے کا جو جواہر سے جڑا ہوا تھا، ایک کنعانی غلام کو کہہ دیا کہ اس پیالے بے بہا کو بنیامین کے
شتر کے بوجھ میں چھپا کے رکھ دینا چنانچہ اس غلام نے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس کو حکم دیا گیا تھا۔
اور وہ سب تقریباً ایک منزل کی راہ نکل چکے تھے. اس کے بعد حضرت یوسف نے اپنے چند
سواروں کو ان کے پیچھے بھیجا کہ پیالہ پانی پینے کا مع بنیامین کے ہمارے پاس لائیں یہ خبر سنتے
ہی چند سوار فوراً ان کے پیچھے روانہ کئے اور انہوں نے اس قافلہ کو دور جا کر پا لیا اور اس قافلہ کو
پکارا اے قافلہ والو! ذرا ٹھہرو تم کہاں جا رہے ہو. ہماری ایک قیمتی چیز گم ہو گئی ہے بہت ممکن
ہے کہ وہ تم لوگوں کے پاس ہو پہلے تو تم لوگ اپنی تلاشی دے دو شاید وہ چیز تمہارے پاس
سے نکل آئے اور ممکن ہے کہ تم بے قصور ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُم
بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ
لَسَارِقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ
وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا

لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ اِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ۝ ....

ترجمہ. اور پھر جب تیار کر دیا ان کو اسباب ان کا اور رکھ دیا پانی پینے کا پیالہ جان بوجھ کر اپنے بھائی (بنیامین) کے بوجھ میں پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلے والو یقیناً تم چور ہو، کہنے لگے اپنا منہ کر کے ان کی طرف کیا تم نہیں پاتے وہ بولے کہ ہم نہیں پاتے بادشاہ کا ماپ یعنی پیالہ اور جو کوئی وہ پیالہ لاوے گا تو اس کو ایک اونٹ کا بوجھ انعام میں ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ بولے قسم ہے اللہ کی تم کو معلوم ہے کہ ہم شرارت کرنے نہیں آئے تھے اس ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے اور نہ ہم لوگوں نے کبھی چوری کی ہے ان لوگوں نے ان سے کہا کہ پھر کیا سزا ہے اس کی اگر تم جھوٹے ہوئے تو وہ سب کہنے لگے اس کی سزا بس یہی ہے کہ جس کے بوجھ میں پاوے وہی جاوے اس کے بدلے میں اور ہم تو یہی سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو خلاصہ یہ ہے کہ ایک پیالہ بادشاہ کے پانی پینے کا تھا اور وہ بادشاہ کی پیاس کا نایا ہوا تھا یا پیالہ تھا اناج ناپنے کا۔ حضرت یوسف نے ان کو چور کہلوایا یہ جھوٹ نہیں ہے اس لیے کہ انہوں نے حضرت یوسف کو اپنے باپ کے سامنے سے لے جا کر چوری سے بیچ ڈالا تھا اور حضرت یعقوب کے دین میں یہ حکم تھا کہ جو کوئی چوری کرتا وہ مال والے کا غلام ہو رہتا صرف ایک برس تک اور ان کے بھائیوں نے کہا بھی تھا کہ تم جسے چوری میں پاؤ اسے غلام بنا لینا۔ یہ کہہ کر وہ لوگ قافلہ والوں کا مال و اسباب تلاش کرنے لگے۔ سب بوجھوں کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کی اور سب سے آخر میں چھوٹے بھائی بنیامین کے شتر کے بوجھ کی تلاشی لی بالآخر بنیامین کے شتر کا شلیتے میں وہ پیالہ نکلا جیسا کہ قولہ تعالیٰ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۔ ترجمہ۔ پھر شروع کیں اس نے دیکھنا خرجیاں ان کی پہلے اپنے بھائی کی خرجی سے آخر کو وہ برتن نکالا ایک خرجی سے اپنے بھائی کی پھر سب کو حضرت یوسف کے پاس حاضر کیا ان کے بھائی بہت طاقتور تھے اگر وہ اپنی طاقت سے کام لیتے تو وہ نہ پکڑے جاتے۔ لیکن چھوٹے بھائی بنیامین کی وجہ سے سب پکڑے اور حضرت یوسف کے پاس حاضر کیے گئے اور جب حضرت یوسف کے پاس پہنچ گئے تو وہ آپس میں مشورے کرنے لگے کہ عزیز مصر سے یہ بات کہنا چاہیئے کہ ہمارے چھوٹے بھائی کے عوض میں کسی

دوسرے بھائی کو ایک سال کے واسطے غلام رکھ لیجئے تاکہ ہم لوگ اپنے کئے ہوئے وعدے کے مطابق اپنے باپ کے پاس اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو لے جائیں اور ان کے سپرد کر دیں ورنہ ہم اپنے باپ کو کیا جواب دیں گے اور باپ ہم سے سخت ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ بنیامین کو بھی یوسف کی طرح گم کردیا ہم لوگ اگرچہ ہر چند یقین دلائیں گے لیکن وہ کبھی ہماری بات کو باور نہ کریں گے اپنے جی میں یہ مشورہ طے کر کے وہ بارہ نوہمراہ نے کر حضرت یوسف کے حضور میں حاضر ہوئے اور حضرت یوسف سے بولے اے عزیز مصر آپ نے ہم پر بہت مہربانی کی اور شفقت فرمائی اور اس سے بھی زیادہ آپ سے نوازشات کی امیدیں ہیں لیکن ایک مؤدبانہ التماس ہے کہ آپ اپنے لطف و کرم سے ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو چھوڑ دیں تاکہ ہم لوگ اپنے کئے ہوئے وعدے کے مطابق اپنے باپ کے پاس لے جائیں اور ہم لوگوں کو کامل یقین ہے کہ آپ ضرور ہماری گزارشات پر توجہ فرمائیں گے اور ہم لوگوں کو تشکر و امتنان کا موقع دیں گے۔ یہ سن کر حضرت یوسف نے کہا کہ حکم شرعی تمہارے دین میں یہی ہے اور تم نے بھی یہ چیز پہلے قبول کر لی تھی کہ چور پکڑا جاوے بموجب شرع کے وہ ہماری قید میں ایک سال تک رہے گا اور تم لوگوں نے بھی یہ کہا تھا کہ ہم سب پیغمبر زادے ہیں اور نیک مرد ہیں بھلا بتاؤ کیا یہ درست ہے کہ تمہارا بھائی میری چوری کرے وہ بولے کہ آپ سچ فرماتے ہیں، چوری کرنا اس کے حق میں عجب نہیں۔ کیونکہ اس کا بھائی بھی چور تھا، چنانچہ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت بیان فرمائی ہے قولہ تعالیٰ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ ترجمہ۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس نے چرایا تو چوری کی اس کے بھائی نے بھی پہلے۔ تب حضرت یوسف نے یہ سن کر دل میں کہا قولہ تعالیٰ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ ترجمہ۔ تب آہستہ کہا یوسف نے اپنے جی میں اور ان کو نہ جتایا اور بولا کہ تم بدتر ہو درجے میں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو۔ مروی ہے کہ اگرچہ وہ چوری کا ذکر کرتے تو بنیامین کو لے جا سکتے تھے۔ چونکہ انہوں نے چوری کا ذکر کیا اس بات کو سن کر حضرت یوسف نے غصہ میں ہو کر اپنے دل میں کہا کہ تم نے ایسی چوری کی کہ اس کے بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا اور میری چوری کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے ان پر چوری کے طعن کا قصہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کو پھوپھی

نے بچپن میں پالا۔ جب بڑے ہوئے تو باپ نے چاہا کہ اپنے پاس رکھوں۔ پھوپھی کو بھی محبت تھی اس لیے انہوں نے چھپا کر ایک پٹکا ان کی کمر سے باندھ دیا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ اس کو ڈھونڈنے لگیں۔ آخر لوگوں میں چرچا ہوا آخر وہ پٹکا یوسف کی کمر سے نکالا گیا۔ بایں سبب موافق ان کے دین کے ایک برس تک ان کی پھوپھی نے اس حیلہ سے حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھا اور حضرت یوسف نے کہا کہ بھائیوں نے مجھ پر اتنا ظلم کیا اور ستایا یہاں تک کہ مجھ کو بعید الوطن کیا پھر بھی یہ لوگ چوری کی تہمت دیتے ہیں یہ سب لوگ عجیب آدمی ہیں۔ بالآخر بھائیوں نے حضرت یوسف سے عرض کی اے عزیز مصر ان کے والد بزرگوار بہت ضعیف اور نابینا ہیں اور ان کی مفارقت میں اور بھی زیادہ پریشان ہوں گے۔ آپ ہمارے بھائیوں میں سے ایک بھائی کو رکھ لیجئے اس کا بدلہ ہو جائے گا اور ہم میں سے آپ کی خدمت بھی بخوبی کر سکے گا قولہ تعالیٰ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ ترجمہ۔ کہنے لگے اے عزیز مصر اس کا باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو آپ ہم میں سے اس کے بدلے دوسرے کو رکھ لیں اور ہم آپ کو بہت احسان والا دیکھتے ہیں۔ حضرت یوسف نے اس کے جواب میں کہا قولہ تعالیٰ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ ترجمہ بولے یوسف اللہ تعالیٰ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی اپنی چیز اگر ہم اس کے خلاف کریں گے تو بہت بے انصاف ہوں گے یعنی حضرت یوسف نے فرمایا کہ معاذ اللہ ہم بیگناہ کو پکڑیں گے لیکن اس کو ہم گرفتار کریں گے کہ جس کے پاس پائی گئی ہماری چیز اور اگر ہم تمہارے کہنے سے کسی بیگناہ کو پکڑیں تو پھر ہم تو بہت ظالم ہوں گے اور اس جملہ میں حضرت یوسف نے ایک اشارہ فرمایا ہے جو آخرت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف نے فرمایا کہ ہم بے گناہ کو نہیں پکڑیں گے مگر ہم پکڑیں گے اس کو جس نے چوری کی ہے ایسا ہی قیامت کے دن جو شخص چاہے کہ کسی کو بخشوا دے اللہ تعالیٰ سے حق سبحانہ تعالیٰ اس وقت فرمائے گا کہ جس بندے نے میرے حکم کو مانا اور مجھ کو واحد جانا اسی کو بخشوں گا۔ حاصل کلام، ہر چند بھائیوں نے چاہا کہ حضرت یوسف سے اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو چھڑا لیں لیکن وہ کسی طرح سے چھڑا نہ سکے اور بہت ہی مایوس ہو گئے اور سب کے سب شہر کے دروازے پر جا بیٹھے اور آپس

میں صلاح و مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے اور بعض ان میں سے کہنے لگے کہ نہ ہم ادھر جا سکتے ہیں اور نہ ادھر۔ اور بنیامین کو یہاں چھوڑ کر کہاں جاویں، کہنے لگے عجب شامت ہم پر آئی آخر باپ کو جا کر کیا جواب دیں گے۔ قولہ تعالیٰ۔ فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّاؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ترجمہ: جب ناامید ہوئے اس سے تو اکیلے بیٹھے مصلحت سمجھنے کو پھر بولا ان کا بڑا بھائی جس کا نام شمعون تھا اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے باپ نے تم سے لیا ہے عہد اللہ تعالیٰ کا اور اس سے پہلے جو قصور یوسف کے بارے میں کر چکے ہو اس کا حال تم کو اچھی طرح معلوم ہے لہٰذا میں اس ملک سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک میرا باپ اس ملک پر روانگی کی اجازت نہ دے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ حکم کرے میرے واسطے اور وہ البتہ بہتر حکمت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد تمام بھائیوں کو بڑے بھائی نے رخصت کر دیا اور خود وہیں رہ گیا اس امید پر کہ شائد مہربان ہو کر بنیامین کی خلاصی کر دیں۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ سب بھائیوں نے کہا کہ اے عزیز مصر ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو نہ چھوڑو گے تو ہم اپنے زور و طاقت سے لے لیویں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسی طاقت دی ہے اور ہر ایک ان میں سے بولا کہ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک بھائی ایک ایک کو لے سکتا ہے۔ پس کیوں ہم اس معاملہ میں نامردی کریں اور ایک بھائی نے فخر سے جس کا نام یہودا تھا کہا کہ میں اکیلا ہی ملک مصر کو لے سکتا ہوں یہ کہہ کر وہ سب بھائی لڑنے کو مستعد ہو گئے اور آپس میں مشورہ کیا ہر ایک بھائی ہر دروازے پر جا کر جنگ کا نعرہ مار دو اور حضرت یوسف ان کی قوت سے خوب اچھی طرح سے آگاہ تھے ایک جاسوس پوشیدہ طور پر ان کی خبر کو بھیجا اور وہ جاسوس ان لوگوں کی خبر لایا کہ کنعان کے باشندے حضرت یوسف عزیز مصر سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس خبر کو سن کر حضرت یوسف نے چالیس ہزار مرد جنگی سلاح پوش تیار کئے اور تمام اہل مصر کو خبر دی کہ لڑائی کا سامان تیار کرو اور ہر وقت بہت زیادہ ہوشیار رہو یہ خبر ملک ریان تک پہنچی اس نے کہا کہ یہ خبر کیا ہے تو مصریوں نے اس کے جواب میں ملک

ریان سے کہا کہ کنعانیوں نے ایک پیالہ سرکاری چوری کیا تھا اور عند التحقیق وہ پیالہ ان کے شلیتوں میں سے نکلا اس جرم میں ان کا ایک بھائی بموجب آئین وقانون مقید ہے اور وہ کنعانی اس لیے ہم سے لڑنا چاہتے ہیں ملک ریان نے کہا کہ میں بھی حاضر ہوتا ہوں تمہاری مدد کے لیے معہ تمام لشکر کے حضرت یوسف نے ملک ریان سے کہا کہ ابھی میں کافی ہوں اور ابھی آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ جب ضرورت ہوگی آپ کو یاد کر لیا جائے گا۔ آپ اپنی جگہ آرام کریں چنانچہ دوسرے دن قافلے اور لشکر نے شہر کے اندر آ کر حملے شروع کر دیئے اور ان کے بھائیوں میں سے ایک بھائی یہودا نے دروازے پر جا کر ایک ایسا نعرہ مارا کہ چالیس ہزار مرد کارزار مصر کے یکبارگی بے ہوش ہوگئے اور شمعون نے بھی دوسری راہ سے آ کر اپنی شجاعت دکھائی۔ مصر کے لشکریوں نے جب یہ حال دیکھا سب شکست پا کے پسپا ہوئے اور حضرت یوسف چالیس ہزار مرد سپاہ کے بیچ میں تھے دیکھا کہ ان کے بڑے بھائی نے ایک پتھر اٹھا کر قلعہ کے کوشک پر پھینکا اس سے مکان کی تمام کھڑکیاں ٹوٹ گئیں اور یہ بھی دیکھا کہ تمام لشکر مصر کا ہیبت سے پسپا ہو گیا ہے تب انہوں نے وہ دستار جو بھائیوں نے باپ سے لا کر دی تھی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دستار تھی جو بطور معجزے کے ان کو لا کر دی تھی وہ ان کو دکھائی۔ پھر سب بھائیوں نے اس دستار کو دیکھا تو دیکھتے ہی سب بھائی سست اور کمزور ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت یوسف نے ایک ہی حملے میں ان کو پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر اہل مصر کو بہت تسلی ہوئی اور بادشاہ ریان نے حضرت یوسف کی جوانمردی دیکھی تو بہت تعریف کی حضرت یوسف نے ان لوگوں سے کہا کہ شاید تم نے اپنے اپنے دل میں یہی بات ٹھہرائی ہوگی کہ ملک مصر میں تمہارے مقابل کا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی یہی مرضی تھی کہ آخر میں ہم تمہارے ہاتھ سے گرفتار ہو جائیں، لیکن ہم کو اس جنگ سے یہ بخوبی اندازہ ہو گیا کہ مصر میں ہمارے مقابل نہیں ہے۔۔ پھر اس کے بعد حضرت یوسف نے ان لوگوں کو اونٹوں کے بوجھ سمیت اپنے پاس بلوا لیا تاکہ لوگ یہ جانیں کہ ان پر ضرور

سزا مقرر کی جائے گی اور وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ یہ کوئی ہمارے خاندان سے تعلق رکھتا ہے یا ہمارے آباؤ اجداد سے کچھ بزرگی پائی ہوگی کہ ہم سے مقابل ہو کے لڑے اور ہم اس کے ساتھ نہ لڑ سکے۔ اس پر یہودا نے کہا کہ میری بات سچ ہے جو کچھ عرصہ پہلے میں نے کہا تھا کہ یہ میرا بھائی یوسف ہے پھر اس کے بھائیوں نے کہا اگر ہمارا بھائی یوسف ہوتا تو ہم پر اس طرح احسان نہ کرتا ہم لوگوں کو تو اسی وقت مار ڈالتا۔ الغرض حضرت یوسف نے ان سب لوگوں کو تین دن تک قید میں رکھا تاکہ شہر کے لوگوں کو خاطر جمع رہے۔ جب تین دن قید کے گزر گئے تو انہوں نے ان لوگوں کو بلوا کر کہا کہ تم پر بادشاہ کی طرف سے حکم تھا کہ فوراً جان سے مار دیا جائے لیکن میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی کی اور تمہاری رہائی دلائی۔ کیونکہ تم لوگ نیک آدمی ہو اور ہم ایسے لوگوں کو پسند کرتے ہیں اور پیار کرتے ہیں۔ پس میں نے تم کو معاف کیا اور اس قید سے تم کو خلاصی دی اب تم لوگ جہاں طبیعت چاہے وہاں جاؤ۔ شمعون نے کہا کہ اے بھائیو! میں یہاں رہوں گا اور تم سب لوگ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور یہ حقیقت و ماجرا جا کر بیان کر دو۔ پھر دیکھو کہ کیا وہ جواب دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ اِرْجِعُوْا اِلٰی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰاَبَانَا اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ ترجمہ: شمعون نے کہا کہ تم سب بھائی اپنے باپ کے پاس جاؤ۔ اور ان سے کہو کہ ہمارے ابا جان آپ کے ایک بیٹے نے چوری کی ہے۔ پس بموجب کہنے شمعون کے نو بھائی کنعان میں گئے اور یہاں شمعون اور بنیامین رہے اور ادھر حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کے واسطے اندیشے میں تھے اور بوجہ فکر کے لوگوں کو راستے میں بٹھا رکھا تھا کہ بیٹوں کے آمد کی خبر ہم تک جلد پہنچے۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان لوگوں نے ان کے بیٹوں کی آمد کی خبر دی اور کہا مصر سے صرف نو بیٹے آئے ہیں اور ان کے ہمراہ نہ اونٹ ہیں اور نہ ان کے بوجھ ہیں یعنی ان کے ساتھ کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام بہت فکر مند ہونے اور رونے لگے اور جب بیٹے ان کے پاس آئے تو انہوں نے ساری حقیقت اپنی جو جو حال ان پر گزرا تھا وہ کہہ سنایا اور کہا گندم ناپنے کا ایک صاع چوری ہو گیا تھا اس کے عوض بنیامین کو

قید میں رکھا اور وہاں کے عزیز مصر یوسف سے لڑائی ہوئی اور ہم سب بھائیوں کی عزیز مصر یوسف نے بہت اچھی ضیافت کی اور بہت ہی اچھی طرح سے ہم لوگوں کو رکھا اور اے ہمارے ابا جان اگر آپ کو ان باتوں میں ذرا بھی شک معلوم ہو تو ہمارے قافلے کے دوسرے لوگوں سے معلوم کر لیجئے۔ اور ہم نے جو کچھ آپ سے عرض کیا ہے بالکل سچ ہے ذرا بھی اس میں فرق نہیں ہے اور اس معاملہ میں ہم لوگ بے گناہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ ترجمہ۔ اور پوچھ اے میرے باپ ان بستی والوں سے جس میں ہم تھے اور اس قافلے والوں سے بھی جس قافلے میں ہم لوگ واپس آئے ہیں اور بیشک ہم لوگ سچ کہتے ہیں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جو تم کہتے ہو اور تم لوگوں نے اپنے دل سے یہ بات بنا لی ہے اور اب مجھے سوائے صبر کے کچھ بھی نہ بن آئے گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ط إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۔ ترجمہ۔ بولا کوئی نہیں بنائی ہے تمہارے جی نے یہ بات، اب صبر کرنا ہی بہتر ہے۔ شاید لے آوے اللہ تعالیٰ میرے پاس ان سب کو وہی ہے خبردار حکمت والا۔

الغرض حضرت یعقوبؑ نے جب اپنے بیٹوں سے یہ دروغ آمیز باتیں سنیں تو ان سے مزید معلوم ہوا اور قیاس ان کی باتوں کا کیا کہ بہت ممکن ہے میرا یوسف مصر میں ہے پھر ان سے توجہ ہٹالی، اور پھر کہا قولہ تعالیٰ۔ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۔ ترجمہ۔ اور منہ پھیرا ان سے اور کہا اے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہو گئیں ان کی آنکھیں یوسف کے غم سے کیونکہ وہ یوسف کے غم میں بھرے ہوئے تھے بیٹوں نے جب اپنے باپ کو دیکھا کہ یوسف کے غم میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں، اور ضعیف و ناتوانی سے پشت بھی خم ہو گئی۔ تب وہ کہنے لگے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ط ترجمہ۔ کہا انہوں نے قسم ہے خدا کی کہ ہمیشہ رہے گا تو یاد کرتا یوسف کو یہاں تک کہ ہو جاوے تو مضمحل یا ہو جاوے ہلاک ہونے والوں سے یعنی بنیامین کے جانے سے پھر یوسف کا غم

تازہ ہوا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا قولہ تعالیٰ قَالَ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط ۔ کہا سوا اس کے نہیں کہ شکایت کرتا ہوں اپنی بیقراری کی اور اپنے غم کی اللہ کی طرف اور میں جانتا ہوں خدا کی طرف سے جو کچھ تم نہیں جانتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے ۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ بے صبر وہ ہے جو خلق کے آگے شکایت کرے مخلوق کی اور میں اسی خدا سے کہتا ہوں جس نے مجھے یہ درد اور دکھ دیا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے مجھ پر آزمائش ہے ۔ دیکھو یہ آزمائش کہاں تک بس ہوتی ہے جس وقت حضرت یعقوبؑ نے بنیامین کے قید ہو جانے کی خبر سنی اس زور کی آہ ماری کہ آنکھیں الٹ گیئں ۔ اسی وقت جبرائیلؑ نے آکر فرمایا اے یعقوب ! اگر تم خدا کو یاد کرو گے اور نہ روؤ گے تو تم کو راحت ملے گی ورنہ اور زیادہ پریشانی ہو گی اور یہ آہ و بکا عبث ہو گی یہ ارشاد حضرت جبرائیل کا سن کر حضرت یعقوبؑ کو تسلی ہوئی اور کچھ دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرا یوسف اب مصر میں ملے گا پھر اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے جس چیز کو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور فرمایا قولہ تعالیٰ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ ط اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ۝ ترجمہ ۔ اے بیٹو ! جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اس کے بھائی کی اور مت ناامید ہو نا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیشک ناامید نہیں اللہ کے فضل و کرم سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں ۔ خبر ہے کہ حضرت یعقوبؑ پانچ برس تک حضرت یوسف کے لئے روتے رہے اور ان فراق یوسف کے دنوں میں سوائے عبادت الٰہی اور ذکر یوسف کے اور کچھ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ بھوک و پیاس کی حالت میں یہی ذکر رہا کرتا تھا ایک طرح سے یہ ذکر ان کی زندگی کی غذا بن گیا اسی لیے شب و روز یہی کام تھا اور کوئی دوسرا کام کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا یہ تھی فرط محبت اپنے بیٹے سے ۔ ایک روز جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یعقوبؑ سے آکر کہا کہ خدا تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر تم اس سے زیادہ یوسف کے لیے گریہ و زاری کرو گے تو بھی مرضی الٰہی کے سوا تم کو کچھ نہ مل سکے گا اور نام بھی تمہارا پیغمبروں کے دفتر سے مٹا دیا جائے گا ۔ یہ باتیں سن کر حضرت یعقوبؑ نے حکم الٰہی پر دھیان کیا پھر ان کو رب العزت

نے اپنے حکم سے ملوادیا۔ اگر معترض یہ کہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو ناحق چور بنا کر کیوں پکڑا تھا تو انہوں نے بھی حضرت یوسف کو ناحق چور کہلوایا تھا۔ اس کی مکافات دنیا میں یوں ہوئی بمصداق اس آیت کے قولہ تعالیٰ قَالُوْا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ ترجمہ اگر اس نے چرایا تو چوری کی اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے یعنی حضرت یوسف کی شان پر تہمت لگائی ان کے بھائیوں نے پھر اگر کوئی کہے کہ بنیامین تو یوسف کا سگا بھائی تھا۔ ایک بطن سے اس پر کیوں چوری کی بدنامی لگائی اس سے تو ان کو کچھ بھی برائی نہ پہنچی تھی یہ سچ ہے مگر یہ یاد رہے کہ بدنامی اس کی اس کے بھائیوں کے سبب سے تھی ظاہراً لیکن حقیقتاً وہ بالکل صاف تھے اس کے پیچھے معلوم ہوا وہ سب کے سب بے گناہ تھے۔ پھر تو کسی کو بھی ایذا نہیں پہنچی۔ الغرض پھر حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو مصر بھیجا اور لکھے کہ اپنے بھائی بنیامین کو لے آؤ اور خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ کیونکہ اس کی درگاہ سے کوئی محروم نہیں رہتا وہ سب کو منہ مانگی مرادیں عطا فرماتا ہے اور جو اس چیز سے انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔ یہ باتیں اپنے والد بزرگوار کی بیٹوں نے سنیں تو اپنے والد محترم سے عرض کی کہ ایک خط آپ ہم کو عزیز مصر یوسف کے نام پر لکھ دیجئے اور ہم یہ اچھی طرح سے معلوم کر چکے ہیں کہ عزیز مصر مرد معزز ہیں ممکن ہے آپ کے خط کو پڑھ کر بنیامین کو چھوڑ دیں۔ تب ان لوگوں کے کہنے سے حضرت یعقوب نے ایک خط مندرجہ ذیل مضمون پر لکھا جو نہایت ہی جامع کلمات سے پر تھا تاکہ عزیز مصر یوسف اس خط کو دیکھتے ہی بنیامین کو اپنے قید خانے سے چھوڑ دے۔ خط یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَنَا یَعْقُوْبُ اِسْرَآئِیْلُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ اِسْحَاقَ صَفِیِّ اللّٰهِ اَخُ اِسْمٰعِیْلَ ذَبِیْحِ اللّٰهِ ابْنُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ اَکْتُبُ اِلٰی عَزِیْزِ ابْنِ الرَّیَّانِ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُمْ اَهْلُ الْبَیْتِ فِی الْاَرْضِ مُبْتَلَاءٌ بِالْبَلَاءِ اَمَّا جَدِّیْ اِبْرٰهِیْمُ ابْتَلَی اللّٰهُ تَعَالٰی بِالنَّارِ فَاَنْجَاهُ وَاَمَّا عَمِّیْ اِسْمَاعِیْلُ فَابْتُلِیَ بِالذَّبْحِ وَاَمَّا اَنَا فَکَانَ قُرَّةَ عَیْنِیْ فِیْ جَمِیْعِ الْاَوْلَادِ ابْتُلِیَ فِیْ مُفَارَقَتِهٖ حَتّٰی عَمِیْتُ وَکَانَ لَهٗ اَخٌ وَهُوَ الْمَحْبُوْسُ لِشَامَتِهٖ عِنْدَکَ لِعِلَّةِ السَّرِقَةِ فَاعْلَمْ اَنَا لَا نَکُوْنُ

لَہٗ اَخٌ وَّلَا اَبِیْ اَنْ فَمَنَّتُ یَدَّرٍ بِمَنِّکَ الاَجْرُوَالثَّوَابُ عِنْدَ یَوْمِ الْحِسَابِ ط
اتنا ہی لکھ کر اپنے بیٹوں کے حوالے کیا اور بیٹے اپنے باپ سے رخصت ہو کر مصر جا پہنچے اور والد
بزرگوار کا نامہ مبارک بڑی تعظیم و تکریم سے پڑھا اور اس نامہ مبارک کو پڑھتے ہی زار و زار
رونے لگے اور پھر فوراً ہی اس خط کا جواب لکھ کر اپنے محترم والد صاحب کو بھیجا جس کا مضمون
یہ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ کِتَابُکَ وَصَلَ اِلَیَّ وَشَرَّفْنَا مِمَّا وَصَفْتَ
مِنْ مَحْزَنِ اٰبَائِکَ وَبَلِیَ بِفِرَاقِ اَوْلَادِکَ وَفَهِمْنَا عَلَیْهِ وَعَلَیْکَ بِالصَّبْرِ
الْجَمِیْلِ فَاِنَّ مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ کَمَا صَبَرَ اٰبَاءَکَ فَظَفَرُوْا۔ فقط یہ خط جب حضرت
یعقوبؑ کے پاس پہنچا تو اس کو دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے لوگوں کو بلا کر کہا کہ اس
خط میں تو مجھے یوسف کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ حضرت جی یہ آپ کو کس
طرح معلوم ہوا اس کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ میرے خط کا جواب
لکھنا سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو ادراک و فہم ممکن نہیں پھر اس کے بعد حضرت یعقوبؑ
نے اس خط کا جواب لکھ کر قاصد کے حوالے کیا اور ساتھ ہی ساتھ ایک خط بیٹوں کے پاس بھی لکھا
کہ اے میرے بیٹو تم عزیز مصر یوسف کے پاس جا کر عجز و انکساری سے اپنے بھائی بنیامین کو طلب
کرو۔ شاید وہ مہربان ہو کر میرے بیٹے بنیامین کو چھوڑ دے اور ساتھ ہی اس کے گیہوں سے ایک
اونٹ کا بوجھ بھی دے کیونکہ یہاں پر قحط روز بروز بڑھ رہا ہے اور لوگ بوجہ بھوک جاں بلب ہیں یہ
خط جب یہودا کو ملا تو وہ فوراً اس خط کو لے کر حضرت یوسف کے پاس گیا اور ان کے پاس جا کر
گریہ وزاری کرنے لگے اور کہنے لگے اے عزیز مصر یوسف ہم بیچارے غریب پردیسی اس
ملک میں آئے ہیں۔ تمہارے پاس اور باپ ہمارے بوڑھے گھر میں ہیں اور ہمارے لیے تڑپتے
ہیں اور جو کچھ مال ہم لوگ آپ کے پاس لائے ہیں وہ آپ ہم سے لے لیجئے اور بقدر اس کے
ہم کو اس کے عوض میں کچھ گندم دے دیجئے اور ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنا تصدق
کر کے چھوڑ دیں اور ہم لوگ یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ تمام اہل ملک آپ کے قبضہ میں ہو رہے
ہیں اور آپ کے واسطے ایک قیدی کو چھوڑنا کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے، ہم کو امید ہے
کہ آپ ضرور ہماری طرف توجہ فرمائیں گے اور پھر کہنے لگے۔ قَالُوْا یٰاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗ

اَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۞ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۞ اور کہنے لگے اے عزیز مصر یوسف اس کا ایک باپ ہے بہت بوڑھا بڑی عمر والا سو اس کے بدلے میں ایک ہم میں سے رکھ لیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے اور ہم کو یہ معلوم ہے کہ آپ بہت احسان کرنے والے ہیں یہ سن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی اپنی چیز، اگر ہم اس اصول کے خلاف کریں گے تو پھر ہم بے انصاف ہوئے یہ باتیں عزیز مصر یوسف کی سن کر جب وہ ناامید ہوئے پھر اکیلے بیٹھ کر مصلحت کو سوچنے لگے لیکن کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی اور وہ سب ہر چند غور و فکر کرتے تھے۔ ان میں سے جو سب سے بڑا تھا وہ بولا کیا تم نہیں جانتے کہ چلتے وقت باپ نے تم سے کیا عہد لیا تھا اور وہ عہد بھی معمولی عہد نہیں ہے، کیونکہ اس عہد میں اللہ کو گواہ کیا گیا ہے اور پھر اس سے پہلے حضرت یوسف کے بارے میں زبردست قصور کر چکے ہو اس حال کو بھی غور کرو آخر اس کا کیا جواب ہوگا اور میں تو یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس جگہ سے ہرگز نہ جاؤں گا۔ جب تک حکم نہ دے میرا باپ یا پھر آسمان سے اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ چکانے والا حضرت یوسف نے اپنے بھائی یعنی بنیامین کو عمدہ لباس پہنا رکھا تھا اور ان کی خدمت میں نوکر لگا رکھے تھے اور ایک مکان نہایت عالیشان بھی ان کی رہائش کے واسطے دیا تھا اور ہر روز اپنے ساتھ سیر کو لے جاتے تھے اور ہر وقت اور ہر لحظہ اپنے باپ کا ذکر ان سے کیا کرتے تھے اور بنیامین اپنے دل میں کہتے تھے کہ اس حال کی خبر جلد از جلد باپ کو کر دینا چاہیئے تاکہ وہ جلد از جلد یہاں آ جائیں کیونکہ یہ جگہ بہت آرام و سکون کی ہے۔ ادھر بھائیوں نے بنیامین کو دیکھا لباس شاہانہ پہن کر تخت پر برابر یوسف کے بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ شاید یہ عزیز مصر نہیں ہے بلکہ یہ یوسف ہیں ورنہ ایسی شفقت سے اپنے برابر تخت پر بٹھانا سوائے حقیقی بھائی کے کون کسی کو بٹھاتا ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم لوگوں

کو کچھ مصیبت پڑے تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو شفیع پائیں گے حضرت یوسف نے جب ان لوگوں کا
چہرہ متغیر دیکھا تو فرمایا کہ کم ازکم تم یاد کرو انکے بھائی یوسف پر تم لوگوں نے کیا کیا ظلم کیا تھا قولہ تعالیٰ
قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ۔ ترجمہ! کہا حضرت یوسف نے کیا کیا
تھا یوسف سے اور اس کے بھائی سے جب تم کو سمجھ نہ تھی وہ بولے قولہ تعالیٰ قَالُوْٓا ءَ اِنَّكَ
لَاَنْتَ يُوسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ ترجمہ: کہا انہوں نے کیا سچ تو ہی یوسف ہے؟ تو
اس کے جواب میں حضرت یوسف ؑ نے کہا میں ہی یوسف ابن یعقوب ہوں اور یہ میرا حقیقی بھائی
ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور وہ پرہیزگاروں پر احسان کرتا ہے البتہ جو کوئی پرہیز
گاری کرے اور پھر بھی صبر کرے بس تحقیق اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا اور احسان
کرنے والوں کو احسان کا بدلہ ضرور دیتا ہے یعنی حاصل مطلب یہ ہے کہ جس پر کچھ تکلیف پڑے
اور وہ حدود شرع سے باہر نہ ہو اور نہ وہ ان مصائب کو دیکھ کر گھبرائے اور اس کو صبر شکر کے
ساتھ برداشت کرے تو بالآخر اس کو اللہ رب العزت ضرور اس کا نعم البدل عنایت فرمائے گا حضرت
یوسف سے جب ان کے بھائیوں نے یہ بات سنی تو یکبارگی ناچار ہو کر گر پڑے اور زار زار رونے لگے
اور اپنی زبانوں سے کہنے لگے ۔ قولہ تعالیٰ ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۞
ترجمہ کہا انہوں نے قسم ہے خدا کی کہ تحقیق پسند کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے اوپر ہمارے اور تحقیق تھے
ہم البتہ خطاوار یعنی تمہارا خواب سچ اور ہمارا حسد غلط اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل کیا اور اب
ہم سب گنہگار ہیں اور اب ہم نے توبہ کی اپنے گناہوں سے اور اس کے بدلے میں جو کچھ بھی تم
سزا مقرر کرو وہ سب جائز ہے اور اگر تم بنظر عفو معاف کر دو تو یہ آپ کی بزرگی کے لائق ہے اور اگر
سزا دو تو وہ ہمارے تقصیروں کے لائق ہے حضرت نے یہ عاجزانہ کلام جب اپنے بھائیوں سے سنا تو
فرمانے لگے قولہ تعالیٰ ۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
ترجمہ ۔ کہا یوسف نے کہ کچھ بھی الزام نہیں تم پر آج اور اللہ تعالیٰ تمہاری تقصیرات کو بخشے اور وہ
ہے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو کوئی آدمی گناہ اور تقصیر سے
توبہ کرے اور معافی چاہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے معاف فرما دیتے ہیں اسی اشارات

پر حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے بسبب کو بیدا انکساری کے معاف کیا اور اگر ایسا یہاں نہ ہوتا تو حشر میں انصاف کے دن خدا کے پاس یہ معاملہ پیش ہوتا اور اللہ تعالیٰ انصاف کرتا تو اس کی پاداش میں نہ معلوم کیا خداوند قدوس سزا مقرر فرماتا اس لیے حضرت یوسفؑ نے تمام تقصیرات کو اپنے بھائیوں سے درگزر فرمایا۔ الغرض حضرت یوسف نے اس وقت اپنے بھائیوں سے کہا کہ تم سب کو میں نے خطا، معاصی سے معاف کیا اور اب تم لوگ کچھ غم نہ کرو اور میں دعا کرتا ہوں کہ تم پر اللہ رحم کرے اور میں نے تمہاری ساری تقصیریں معاف کیں اور اللہ تعالیٰ بھی تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اب تم کو لازم ہے کہ ہماری ملاقات جلد ہمارے باپ سے کراؤ۔ تب تو تمہارا چھٹکارا ہے۔ بھلا یہ تو مجھے بتاؤ کہ میرے باپ کی آنکھیں کس طرح جاتی رہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا پیراہن آنکھوں پر رکھ کر شب و روز روتے روتے اندھے ہو گئے۔ تب حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اچھا اب یہ میرا دوسرا پیراہن لے جاؤ اور میرے باپ کے منہ پر ڈال دو۔ انشاءاللہ وہ بینا ہو جائیں گے ان کا علاج یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ ترجمہ حضرت یوسف بولے جاؤ یہ کرتہ میرا اور میرے باپ کے منہ پر ڈالو انشاءاللہ وہ اپنی نظر کے ساتھ دیکھتے ہوئے چلے آویں گے اور یہ بھی کہو کہ سارا گھر میرے پاس لے آؤ یہ بات کہہ کر مع اپنے بھائیوں کے کھانا کھایا اور پھر ان سب کو اچھی اچھی پوشاکیں پہنائیں جو نہایت قیمتی تھیں اور پھر ان سے کہنے لگے کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ جو میرے باپ کو جلد اس امر کی خبر پہنچا دے تاکہ جلد ان کو میری طرف سے تسلی خاطر ہو۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام زائز تھا ہر روز اس کو تقریباً ڈیڑھ سو کوس چلنے کی عادت تھی اس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تم جاؤ اور میرے باپ کو یہاں آنے کا مژدہ دو اور ایک پیراہن کو جس کی برکت سے حضرت خلیل اللہ نے آگ سے نجات پائی تھی اور آگ گلزار ہو گئی تھی۔ وہ پیراہن حضرت یوسف کے بازو میں تھا جب ان کے بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا تھا تو اسی پیراہن کو کھول کر آپ نے یہودا کے ہاتھ میں دیا اور پھر بولے کہ یہ باپ کے منہ پر لے کر ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے آویں گے میرے پاس اور یہ بھی تاکید کی کہ جب تم مصر کے دروازے سے باہر ہو جاؤ تو

اس پیراہن کو کنعان کی طرف ہوا کے رُخ پر رکھنا تاکہ بو میرے پیراہن کی جلد میرے باپ کو پہنچے۔ اسی تاکید کے مطابق یہودا نے مصر کے دروازے کے باہر جا کر اس پیراہن کو ہوا کے رُخ پر رکھا اور بادِ صبا نے بوئے پیراہن یوسف کی فوراً حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچائی اس وقت حضرتؑ نے کہا کہ اپنی اولاد کو جوان کے پاس اس وقت حاضر تھی یعنی حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کے پاس بیٹھے تھے تو ان سے کہنے لگے اے بیٹو اب تو یوسف کے پیراہن کی بُو پاتا ہوں تم مجھ کو دیوانہ مت کہنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝ ترجمہ اور جب جدا ہوا قافلہ مصر سے کہا ان کے باپ نے میں پاتا ہوں بو یوسف کی کبھی ایسا نہ ہو کہ تم کہنے لگو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ یہ بات حضرت یعقوبؑ کی سن کر لوگ کہنے لگے قولہ تعالیٰ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ط ترجمہ لوگ کہنے لگے قسم خدا کی تحقیق تو البتہ بیچ دگمان اپنے قدیم کے ہے اس بات کو کہے ہوئے کچھ ہی ساعت گزری کہ نزاثر پیک نے حضرت یعقوبؑ کو جا کر حضرت یوسف کی طرف سے بشارت دی یہ سنتے ہی حضرت یعقوبؑ نے جلدی سے اٹھ کر اس کو گود میں لے لیا اور پھر بہت ہی مشتاق ہو کر اس سے پوچھنے لگے یہ تو مجھے بتاؤ کہ میرا یوسف اس وقت کہاں ہے وہ بولا کہ یوسف کو ہم نے مصر میں پایا ہے اور ملک مصر کے بادشاہ ہیں۔ بنیامین اور جو دوسرے بھائی وہاں موجود ہیں وہ سب اچھی طرح آرام سے ہیں اور میرے پیچھے یہودا بھی آ رہے ہیں اور وہ اپنے ہمراہ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیا ہوا ایک کرتہ لے کر آ رہے ہیں اور حضرت یوسفؑ نے چلتے وقت یہ تاکید فرمائی تھی کہ یہ کرتہ میرے باپ کے منہ پر ڈال دیجئے گا اللہ کے حکم سے وہ بینا ہو جائیں گے۔ لہٰذا وہ کرتہ لا کر آپ کے منہ پر ڈالیں گے تاکہ آپ کی بینائی ٹھیک ہو جائے گی اور ایک اور بات کی بھی تاکید کی تھی کہ سب اہلبیت کو یہاں لے آ۔ یہ سن کر حضرت یعقوبؑ نے کہا بہت اچھا اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ میرا یوسف اس وقت کس کے دین پر ہے اپنے باپ دادوں کے دین پر ہے یا نہیں اس میں مجھ کو اندیشہ ہے اس نے کہا کہ ابھی تک وہ اپنے باپ دادوں کے دین پر قائم ہے یہ بات سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام سجدے میں چلے گئے اور شکر خدا بجا لائے اور تمام کنعان کے لوگ خوش ہوئے اتنی دیر میں یہودا بھی حضرت یعقوبؑ کے پاس آ پہنچے اور آتے ہی یہودا نے

وہ پیراہن جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیا تھا وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دیا۔ اس پیراہن کے ڈالتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور وہ ہر چیز کو دیکھنے لگے۔ پھر اس پر یہ کہنے لگے اپنے بیٹوں سے کہ کیا ہم نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھے یوسف کے پیراہن کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ۔ بس آیا خوشخبری لانے والا تو اس نے ڈال دیا اس کرتے کو اوپر منہ اس کے بس ہو گئے وہ بینا، پھر بولے کہ میں نے یہ نہ کہا تھا تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے، اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت یوسف کے پیراہن کی بو مصر سے حضرت یعقوب کو پہنچی تھی اور کسی دوسرے کو نہیں پہنچ رہی تھی اس میں کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عاشق اپنے معشوق کا ہو تو ضروری ہے کہ بو محبوب کی اسی کو آئے گی اور کسی دوسرے کو کیوں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مومنو! تمام عالم مخلوقات میں میں نے کوئی ایسا نہیں پیدا کیا کہ اس کی رنگ و بو میری نہ ہو اسی طرح سے چونکہ حضرت یوسف حضرت یعقوبؑ کی اولاد تھے اس لیے ان کو اپنے بیٹے کی بو لمبی مسافت سے بھی آ رہی تھی اسی طرح سے بندۂ مومن خدا کا دوست ہوتا ہے اس کو بھی موت کے وقت راحت اور اپنی خدا دوستی کی بو آتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ موت کے وقت جو مومن حالت نزاع میں ہو گا خدا تعالیٰ فرما دے گا کہ وہ میرا دوست ہے چنانچہ اس وقت اس کو اس دوستی کی بو آتی ہے جب جان اس کی نکلنے کی ہو گی تو خدا کی طرف سے بشارت دی جائے گی کہ اے روح خوشی سے نکل جا تب فرشتے بھی اس سے کہیں گے اے مومنو! تم کو بسبب عصیاں کے اور غفلت کے راہ امر و نہی خدا کی نہیں سوجھی تھی۔ اب جاتے وقت تکلیف کھینچتے ہو اور روتے ہو۔ اس لیے پیراہن مغفرت کا اللہ تعالیٰ نے تم کو بھیجا تاکہ آنکھوں میں تمہارے روشنی آ جائے اور اپنی جگہ بھی بہشت میں پاؤ۔ الغرض حضرت یوسف نے بعد رخصت کرنے تراڑ پیک کے اور بھی تین جائیوں کی تدبیر میں رہے ان کو اچھے اچھے عمدہ کپڑے چن چن کر اور ہر بھائی کو علیحدہ علیحدہ دے کر اور اہل کنعان کے لیے ایک ہزار اونٹ معہ بوجھ گندم کے اور اقسام اقسام کے کھانے کی چیزوں اور اچھے اچھے گھوڑے بطور ہدیہ باپ کے پاس بھیجے تاکہ تمام اہل کنعان کو حصہ پہنچے اور تمام اہل کنعان میرے باپ کے حق میں دعا کریں۔ یہ

بچیز یں کئی دن کے بعد شہر کنعان پہنچ گئیں پھر اس کے بعد حضرت یعقوبؑ تمام اپنے اہلبیت کو
لے کر مصر کے قریب پہنچے۔ اس خبر کو سن کر بادشاہ ریان بہت خوش ہوا اور حضرت یوسفؑ سے
کہا کہ ادائے شکر تم کو واجب ہے اپنے ماں باپ سے اور تمام اہلبیت سے تمہاری ملاقات ہوئی۔
اور جتنا مال پہلے سب کے واسطے تم نے اپنے والد بزرگوار کے پاس بھیجا تھا ہم اس سے بہت ہی
خوش ہوئے اور بھی اتنا ہی مال خزانے سے لے کر ادائے شکر میں فقیروں محتاجوں کو خیرات کرو اور
پھر ملک ریان نے بھی ہدیہ خاص حضرت یعقوبؑ کے واسطے بھیجا اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے فرمایا
کہ تمام مصر کو دیبائے رومی سے آراستہ کرو اور مکانات نئے نئے جداگانہ تیار ہوئیں، حضرت یوسف مع
اپنے لشکر بادشاہت کے مصر سے نکل کر دو منزل آگے باپ کے استقبال کو آئے اور ادھر حضرت یعقوب
علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ جب کسی سے راستے میں ملاقات ہوتی تو اس سے پہلے یہی بات دریافت
کرتے کہ بتاؤ میرا یوسف کہاں ہے، کیا تم لوگوں میں ہے یا نہیں۔ وہ لوگ اس کے جواب میں کہتے
کہ وہ ہم لوگوں میں کیسے ہو سکتے ہیں ہم لوگ تو ان کے غلام ہیں۔ چنانچہ اسی راستے میں تقریباً اسی سوار
اونٹ پر گزرے ان سب سے حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کا حال دریافت کیا اس کے بعد
حضرت یوسف بذاتِ خود نہایت با حشمت و دبدبہ لشکر کے ساتھ آ پہنچے اور حضرت یعقوبؑ اس
شتر کی عماری پر تشریف لائے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے خاص اپنے والد محترم کے واسطے بھیجا
تھا۔ چنانچہ راستے ہی میں باپ بیٹے میں ملاقات ہو گئی اور بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ملک ریان نے
حضرت یوسف سے کہہ دیا تھا کہ جب اپنے والد بزرگوار سے ملاقات ہو گئی تو تم اپنے گھوڑے
سے نیچے نہ اترنا اگرچہ اپنے باپ کی تعظیم واجب ہے لیکن بادشاہوں کا پا پیادہ ہونا مناسب نہیں
تب حضرت یوسف یہ بات سن کر یہ تجویز عمل میں لائے کہ بادشاہ ریان کے حکم کی بھی تعمیل ہو
جائے اور اپنے والد محترم بزرگوار کی تعظیم بھی بجا لاؤں تو وہ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جا
تے اور اس کے بعد وہ فوراً مشاہدے میں گئے غیب سے ایک ندا آئی کہ اے یوسف جو جس کا
محب جانی ہوتا ہے تو اس کی ماں جیسی محبت ہوتی ہے یہ آواز سنتے ہی حضرت یوسف نے جانا کہ
یہ ہدایت منجانب اللہ ہے اور حضرت یعقوب حضرت یوسف کو دیکھتے ہی اپنی سواری سے اتر پڑے
اور محبت و تعظیم سے یوسف کو اپنی عماری پر اٹھا لیا اور پھر دونوں مل کر بہت روئے، اور یہ حال

دیکھ کر تمام اہل لشکر بھی رو دیے ان کے رونے سے سب بھائی اور تمام لشکر پاپیادہ مصر میں آئے۔ بعد
اس کے مزید گوہر نثار یکے خبر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جب لشکر یوسف کے ساتھ آئے اور ان
میں جتنے نشان تھے وہ سب پست ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا سر سب سے بلند ہوا یہ دیکھ
کر سب بہت حیران و متعجب ہوئے اور اسی اثنا میں دیکھا گیا کہ کبھی حضرت یعقوب علیہ السلام ہنستے تھے
اور حضرت یوسف علیہ السلام روتے تھے اور کبھی یوسف علیہ السلام ہنستے تھے تو حضرت یعقوب علیہ
السلام روتے تھے اس میں ایک اشارہ ہے جو در حقیقت عاشقانہ کہلاتا ہے یعنی عاشق روتے ہیں
تو معشوق ہنستے نظر آتے ہیں اور کبھی معشوق روتے ہیں تو عاشق ہنستے نظر آتے ہیں۔ پھر اس کے بعد
حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے تمام اہل بیت کو لے کر اس قصر معلی میں جاتے جو کہ خاص حضرت یعقوب
علیہ السلام کے لیے بنایا گیا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو لے کر جا کر شاہی تخت
پر بٹھا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ
اور بلند کیا تخت شاہی کے اپنے ماں باپ کو بٹھایا اور پھر سب کے سب بھائی اس کے آگے
سجدہ تعظیمی میں گر گئے۔ یہ سجدہ تعظیمی اس وقت شریعت میں جائز تھا اب منع کر دیا گیا۔ پھر سجدے
سے اٹھ کر حضرت یوسف نے اپنے باپ کہا قولہ تعالیٰ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ
قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ۚ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ
مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ۚ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ هُوَ
الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۚ ترجمہ اور کہا یوسف نے اے میرے باپ یہ بیان ہے میرے اس پہلے خواب
کا اس کو میرے رب نے سچ کیا اور اس نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا کہ مجھ کو قید خانے سے
نکالا اور پھر تم سب کو میرے پاس لے آیا۔ بعد اس چیز کے کہ جھگڑا اٹھایا مجھ میں اور میرے بھائیوں
میں شیطان مردود نے اور میرا رب ہر کام کو بذریعہ تدبیر کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے بیشک وہی
ہے خبردار حکمت والا۔ اگلے زمانے میں سجدہ کرنا بڑوں کی تعظیم سمجھی جاتی تھی اور فرشتوں نے
بھی حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا اور اس شریعت محمدیہ میں وہ رواج بالکل موقوف کر دیا بلکہ سجدہ
کرنا کسی مخلوق کو حرام کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ۚ ترجمہ تحقیق مساجد اللہ تعالیٰ
ہی کی ہیں جن میں سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور سوائے اس کے کسی کو روا نہیں ہے۔ چونکہ

کچھ احکام خداوندی پہلے کی شراعتوں میں جاری کئے گئے تھے۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام
کے زمانے میں بہنوں سے نکاح جائز تھا پھر وہ موقوف کردیا گیا اسی طرح سے یہ سجدۂ تعظیمی کا حکم
پہلے تھا۔ مگر شریعت محمدیہ میں ہمیشہ کے لیے موقوف کردیا پس حضرت یوسف نے کہا کہ اے میرے
ابا جان! یہ وہی خواب ہے جو میں نے دیکھا تھا کہ آفتاب اور مہتاب اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ
کرتے ہیں اب میرا اللہ تعالیٰ نے وہی خواب سچا کر دیا۔ بعد اس کے دوسرے دن تمام اہل مصر
نے لپنے اپنے بر... خداوند نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پیش کیے جو بے حقیقت حساب و
گنتی سے باہر ہیں اور وہ سب مال حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو دے ڈالا اور پھر ملک
ریان بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھنے آیا خدا کے فضل و کرم سے ان کی صحبت کی برکت
سے وہ دین اسلام سے مشرف ہوا پھر اس کے کئی لوگ آئے اور مشرف باسلام ہوئے حضرت
یعقوب علیہ السلام کو جو دیکھنے جاتا تھا جنھیں کا ایک نوران کی پیشانی پر چمکتا ہوا دیکھتا اور وہ
نہایت ہی متحیر ہوتا اور پھر وہ دین اسلام قبول کر لیتا۔ اس کے بعد ملک ریان نے حضرت
یعقوب علیہ السلام سے پوچھا اے حضرت کیا یوسف آپ ہی کے صاحبزادے ہیں بولے
جی ہاں وہ میرے بیٹے ہیں۔ تب بادشاہ ریان نے کہا کہ میں ان سے بہت خوش ہوں اور
میں نے ہی اس خوشی میں اپنی سلطنت کا کل اختیار ان کو دے دیا ہے یہ سنکر حضرت یعقوب علیہ
السلام نے فرمایا کہ اے ملک ریان یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اسی کو کل جہان کا اختیار
ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ راویوں نے روایت کی ہے کہ اس وقت بادشاہ کے گھر
میں سات چکیاں رنگین طلائی تھیں اور ہر ایک چکی وزن میں پانچ ہزار من کی تھی۔ ایک دن حضرت
یعقوب علیہ السلام کے پاؤں میں ایک چکی کی ٹھوکر لگی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام
نے اکراسی چکی کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اور یہ طاقت حضرت یوسف علیہ السلام
کو نبوت کے سبب حاصل تھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام
کے واقعہ کو مختصر کر دوں تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو اور میرے واسطے دعا خیر کرتے
رہیں۔ الغرض حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دریائے نیل کے کنارے
پر اپنے رہنے کے واسطے عمارت بنوائی اور پھر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ روایت ہے

کہ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ سے کہا کہ تم کو معلوم تھا میں کنعان میں ہوں تو کیوں تم نے مجھ کو اپنے حال سے خبر نہ دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے مودبانہ عرض کی کہ ابا جان میں نے بہت خطوط آپ کی خدمت میں لکھے اور وہ سب کے سب اب تک ایک صندوق میں رکھے ہوئے ہیں اور کہا کہ جب میں آپ کو خط لکھ کر بھیجنے کا ارادہ کرتا تو اسی وقت جبرائیل آتے، اور مجھ کو بھیجنے سے منع فرماتے اور مجھ سے یہ فرماتے کہ اے یوسف خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابھی تمہاری ملاقات کا وقت نہیں آیا اور ابھی کچھ عرصہ باقی ہے۔ اب تم اس وقت یہ خط اپنے والد بزرگوار کو مت بھیجو یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ تمہارے بھائیوں نے تمہارے ساتھ کیا بدسلوکی کی ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام خاموش رہے اور کچھ نہ کہا۔ لیکن تمام بھائیوں نے خود ہی آکر کہا کہ اے ابا جان ہم سب ان کے بدخواہ تھے اور ہم ہی گنہگار ہیں اور اب ہم سب معافی چاہتے ہیں آپ سے اور امید قوی کرتے ہیں کہ آپ ضرور ہماری غلطیوں کو درگزر فرمائیں گے قولہ تعالیٰ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

ترجمہ۔ کہا انہوں نے اے میرے باپ بخشواؤ ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے خطا کرنے والے۔ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو تسلی دیتے ہوئے ان سے کہا کہ اے بیٹو! عنقریب بخشواؤں گا تمہارے گناہ اپنے رب سے کیونکہ وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے (سوال) اس میں کیا بات تھی جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹوں نے اپنی خطا کی معافی مانگی جو انہوں نے حضرت یوسف کے بارے میں خطا کی تھی۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وعدہ میں رکھا اور کہا میں عنقریب بخشواؤں گا۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ وعدہ جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کیا تھا وہ علی الصبح کیا تھا کیوں کہ صبح کی دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں مستجاب ہوتی ہے اور بعضے مورخین حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے حق میں دعا کرنے میں

اس واسطے تاخیر کی تھی کہ حق تعالیٰ کسی کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ اس شخص کو راضی نہ کرے جس کے حق میں غلطی اور گناہ کیا گیا چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا گناہ اور ظلم حضرت یوسف کے حق میں تھا اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت تک تاخیر کی جبتک آپ نے حضرت یوسف سے ان کے بھائیوں کی معافی کا تذکرہ نہ کیا جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف سے پوچھا کہ تم اپنے بھائیوں سے راضی و خوشی ہو یا نہیں حضرت یوسف نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ میں اپنے تمام بھائیوں سے راضی ہوں اور ان کی پچھلی تمام غلطیوں کو معاف کرتا ہوں یہ سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی فرمائشی دعا اللہ تعالیٰ قدوس سے مانگی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے وہ قصور جو انہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف کے حق میں کیے تھے معاف کر دیے۔ اس دعا کے چند ہی روز بعد حضرت یعقوب علیہ السلام انتقال فرما گئے۔ اس کے بعد شمعون نبی ہوئے اور بعض معتبر روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام تقریباً چوبیس برس تک نبوت کے فرائض انجام دیتے رہے جب آپ کی عمر ستر برس کی ہوئی تو موت بالکل قریب آ گئی تو اس وقت آپ نے دربار اللہ تعالیٰ میں دعا مانگی اور کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ ترجمہ: اے پروردگار میرے دی تو نے میرے تئیں کچھ بادشاہی اور سکھائی تو نے میرے تئیں تعبیر خوابوں کی اے پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے تو ہی ہے دوست یعنی کارساز میرا دنیا و آخرت میں اور میں امید کرتا ہوں کہ میری موت بھی نیک بختوں میں کر اور بعد مرنے کے میرے مجھے صالحین میں ملا دے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ہمارا بھائی یوسف بادشاہ ہے اور وہ قیامت کے دن بادشاہ کے زمرے میں اٹھے گا اور وہ پسندیدگی کی نگاہ سے نبیوں میں نہیں دیکھا جائے گا۔ اس بات کو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی سن لیا تھا تب ہی تو موت کے وقت اللہ کی درگاہ میں دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو نے میرے تئیں بادشاہی دی دنیا میں اور موت دے مجھ کو ایمان کے ساتھ اور آخرت میں انبیاء صالحین کے ساتھ ملا دے۔ اور ستر برس کی عمر میں

رحلت فرمائی اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے تمام بھائی نبی ہوئے اور اسی طرح سے انتقال ہوتا رہا۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک بارہ قوموں پر مشتمل تھے قرآن شریف میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو اسباط فرمایا ہے اور اسباط کہتے ہیں بنی اسرائیل کو یعنی اولاد یعقوب کو اور دوسرے بنی اسرائیل کو قبائل کہتے ہیں تاکہ تمیز ہو سکے ان دونوں فریقوں میں یہاں تک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم :

بیان حضرات اصحاب کہف

ایک روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ملک روم میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام دقیانوس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت بڑی سلطنت دے رکھی تھی اور فوج و لشکر بہت کثیر تعداد میں تھا۔ اتفاقاً ایک روز کسی قاصد نے آ کر اس بادشاہ سے کہا کہ فلاں بادشاہ تیرے ساتھ لڑنے کو تیاری کر رہا ہے اور اپنی کثیر تعداد میں تیرے مقابلے کے لیے آنا چاہتا ہے اس خبر کو سن کر روم کا بادشاہ دقیانوس مشتعل میں آ گیا اور اپنی تمام فوج و لشکر لے کر اس دشمن کے مقابلہ کے لیے میدان جنگ ہی کو دوڑ پڑا اور وہ بادشاہ جو اس پر چڑھائی کر کے آیا تھا آخر کار دقیانوس کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کے جتنے بیٹے تھے وہ سب کے سب گرفتار ہو گئے بعضے مورخین نے لکھا ہے کہ اس بادشاہ کے چھ بیٹے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ بیٹے تھے بادشاہ روم دقیانوس نے سب کو اپنی خدمت خاص ہی میں رکھا صرف ان میں سے ایک کو عہدہ جائے ضرور کا دیا تھا جب بادشاہ دقیانوس جائے ضرور کو جاتا تو اس سے آبدست کر والیتا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ ایسا جوان فربہ موٹا تھا کہ اس کا ہاتھ جائے مقعد پر نہیں پہنچتا تھا بڑا عظیم البدن تھا۔ اور یہ بھی بعض مورخین لکھتے ہیں کہ وہ ملعون خدائی کا دعویٰ بھی کرتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان شہزادوں کو خطاب اصحاب کہف کا دیا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا، اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۔ ترجمہ: کیا تو خیال رکھتا ہے کہ غار والے اور کوہ والے ہماری قدرتوں میں اچنبھا تھے جب جا بیٹھے وہ جوان اس کوہ میں پھر بولے اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے مہر اور بنا ہمارے کام کو درست۔ یہی شہزادے مذکور سب کچھ تدبیر اور حیلہ کرنے لگے

کہ کیونکر اس ظالم بدبخت کے ہاتھ سے ہم خلاصی پائیں اور اللہ کی عبادت کریں ایک روز دقیانوس
اپنی جائے ضرور کو گیا تھا اور اس غلام کو جسے اس نے اس کام کے واسطے خادم مقرر کیا تھا نہ پایا کہ اس کی
مقعد کو دھلائے تب اس ظالم ملعون نے خفا ہو کر حکم کیا کہ اس کو اس کے سب بھائیوں کو ایک ایک سو
درے مارے جائیں اور ان کو تاکید کر دو کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہونے پائے اور آئندہ سے اپنے کام پر
برابر حاضر رہیں اور اپنے کام سے غفلت نہ ہونے پائے اس حکم کو سننے کے بعد وہ شہزادہ کو جس کا عہدہ
جائے ضرور کا تھا جب رات ہوئی تو سب بھائیوں کو لے کر بیٹھا وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو کر صلاح و
مشورہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ملعون ہم کو ہر روز ستاتا ہے اور خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور
سب سے اپنے کو سجدہ کرواتا ہے۔ اب ہم کو واجب ہے کہ اس کی خدمت کرنے سے باز رہیں اور یہاں
سے کسی طرف نکل جائیں اور اپنے خالق ارض و سما کی عبادت کریں جو آخرت میں ہمارے مرنے کے بعد
کام آوے۔ یہ بات ایک بھائی نے اپنے مشورے سے بتائی تھی سب بھائیوں نے اس بات کو بسر و
چشم قبول کیا اور کہا کہ بھائی بات تو بڑی اچھی ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ اب کسی صورت و تدبیر سے یہاں
سے نکل جانا چاہیے تب باقی بھائی بولے کہ ایک تدبیر ہے کہ وہ ملعون میدانِ چوگان کھیلنے کو جائیگا
البتہ ہم کو بھی لے جائے گا جب ہم لوگوں کو کھیلنے کو کہے گا تب ہم لوگوں کو ایسی چستی و چالاکی سے چوگان
کھیلنا چاہیے کہ وہ خوش ہو جائے اور تعریف کرنے لگے جب شام قریب ہوگی تب میں چوگان میدان
سے باہر پھینکوں گا اس وقت تم لوگ بھی ہمارے پیچھے میدان سے باہر نکل آنا اور سب ایک جگہ
جا کر میلے اور پرانے کپڑے پہن لینا اور پاؤں پاؤں چلے جانا اس طرح سے کوئی ہم کو دیکھے گا بھی
نہیں اور ہم لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے چنانچہ سب بھائیوں نے اپنا ارادہ مضبوط کر لیا
اور عزم بالجزم اپنے حصول مقصد میں لگ گئے۔ دوسرے دن دقیانوس بادشاہ کے پاس سب حاضر
ہوئے اور اپنے اپنے عہدے پر جا کھڑے ہوئے اور وہ ملعون تخت شاہی پر بیٹھا خدائی کا دعویٰ
کرتا تھا لعنۃ اللہ علیہ۔ اتفاقاً اسی وقت ایک بلی بالاخانے پر سے اس کے پاس اچانک آ گری اس
کے گرنے سے وہ ملعون چونک پڑا اور بہت ڈرا۔ تب وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ ملعون خدا
ہوتا تو بلی سے کیوں ڈرتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملعون جھوٹا ہے اور دعویٰ اس کا باطل ہے اسی
گھڑی ایک شیطان بصورت انسان اس کے آگے آکر کہنے لگا اے ملعون اگر تجھ کو دعویٰ خدائی کا ہے

تواد نیٰ ترین ایک ذی روح جانور مکھی ہے اس کو تو پیدا کر تب ہم جانیں گے تیرا دعویٰ حق ہے۔ اس مردود نے ایک بہانہ کر کے کہا کہ ایسے بدجانور کو ہم پیدا نہیں کرتے۔ شیطان بولا اللہ نے تو اس کو پیدا کیا ہے البتہ کچھ حکمت ہو گی۔ وہ ملعون بولا اس میں کیا حکمت ہو گی۔ اس کے جواب میں شیطان بولا اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے البتہ کچھ حکمت ہو گی۔

اس کے جواب میں شیطان بولا جب تو جائے

ضروری میں جا بیٹھتا ہے وہ مکھی تیری گندگی میں بیٹھ کر اپنے ہاتھ پاؤں میں نجاست آلودہ کر کے تیری داڑھی پر جا بیٹھتی ہے۔ یہ بھی ایک کار حکمت ہے یہ کہہ کر وہ شیطان غائب ہو گیا اور وہ ملعون یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا۔ پس دوسرے دن دقیانوس چوگان کھیلنے کو میدان میں گیا اور ان شہزادوں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ پس جب وہ میدان میں پہنچ گئے تو چوگان کا کھیل کھیلنے لگے۔ دقیانوس ان شہزادوں کے کھیل سے بہت زیادہ محفوظ ہوا اور بولا صبح کو تم سب کو خلعت دے کر خوش کروں گا۔ جب شام ہوئی اور دن بھی آخر ختم ہو ہی گیا۔ شہزادے اپنے مشورہ کے مطابق چوگان میدان میں پھینکنے لگے اور اسی طرح آہستہ آہستہ کھیلتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ دقیانوس ان لوگوں کو کھیل میں مشغول چھوڑ کر اپنے محل کی طرف چل دیا اور وہ شہزادے سب فرصت کمال پا کر اللہ کو یاد کر کے وہاں سے نکل پڑے میدان کی طرف گھوڑا اٹھا کے رات ہی رات چلے گئے۔ جب صبح ہوئی اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر کسی شہر کے کنارے جا پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ چند آدمی پاسبان بکری وغیرہ کے تھے ان سے ملاقات ہوئی وہ سب کہنے لگے کہ اے عزیزو! تم کہاں جاتے ہو! انہوں نے ان کو جواب دیا کہ ہم لوگ خالق ارض و سما کی طلب کو جاتے ہیں اور وہ کہنے لگے کہ وہ کیسا ہے جسے تم لوگ چاہتے ہو وہ بولے کہ وہ اللہ زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ سب کا پروردگار ہے تمام کائنات کو ملک عدم سے ملک وجود میں لانے والا وہی اللہ ہے پس ان سب باتوں سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور وہ آپس میں کہنے لگے۔ کہ یہ سب لوگ سچ کہتے ہیں۔ تب وہ بھی اپنی پاسبانی چھوڑ کر شہزادوں کے ساتھ مل گئے اور ان کی صحبت اختیار کر لی اور ایک کتا بھی ان کے ساتھ تھا وہ بھی ان کے ہمراہ ہو لیا شہزادے

ان لوگوں سے بولے کہ تم لوگ اس کتے کو واپس کر دو تو بہت اچھا ہے ورنہ ہمارے ساتھ رہیگا
تو کبھی بھونکے گا اور اس کی آواز سن کر لوگ ہم کو آ کر پکڑ لیں گے۔ ان شہزادوں کے کہنے سے ان
پاسبانوں نے اپنے کتے کو مارا پیٹا اور یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پاؤں بھی توڑ ڈالے اور سارا
بدن اس کا زخمی کر دیا تو بھی اس کتے نے ان لوگوں کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر وہ کتا بھی ان لوگوں
کے ساتھ رہ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی سکھائی تو کتے نے کہا کہ اے یارو مجھے
مت مارو۔ تم جس کے بندے ہو میں بھی اس کا فرمانبردار ہوں اور تم جس کی یاد کو جاتے ہو میں
بھی اسی کو چاہتا ہوں لہٰذا مجھ کو بھی تم اپنے ہمراہ لے چلو۔ یہ کتے سے یہ باتیں سن کر اصحاب کہف
کو ترس آ گیا اور اسے پیار کر کے اپنے ہمراہ لے چلے۔ تمام رات چلتے چلتے جب صبح نمودار ہوئی
تو ایک پہاڑ کے اندر کھوہ میں جا گھسے اور بولے یہاں ذرا دم لینا چاہیے کہ رات کی ماندگی دور
ہو جائے آخر وہاں ٹھہر گئے اور آرام کرنے لگے اور وہ اسی آرام کی رات میں تھے کہ نیند کا غلبہ
ہوا اور وہ سو گئے قولہ تعالیٰ اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً
وَّھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِھِمْ فِی الْکَھْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰھُمْ
لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝ ترجمہ: جب جا بیٹھے وہ جوان اس
کھوہ میں پھر وہ بولے اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے مہر اور بنا دے ہمارے کام۔ پس پردہ ڈال
دیا ہم نے اوپر کانوں ان کے یعنی سلا دیا ہم نے ان کو بیچ غار کے کئی برس گنتی کے پھر اٹھایا
ہم نے ان کو کہ وہ معلوم کریں ہم دو فرقوں میں سے کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ سوئے رہے
تھے۔ الغرض دقیانوس نے اس کھیل کے میدان میں ان شہزادوں کو نہ پا کے بہت تاسف کیا
اور فوراً ہی اپنے ہوشیار چند سواروں کو ان کے پیچھے دوڑایا تفحص و تجسس کرتے ہوئے اسی کھوہ کے
قریب جا پہنچے اور اللہ کے فضل و کرم سے اس غار کا منہ بھی چیونٹیوں کے سوراخ جیسا بن گیا اور
وہ سوار اس پر برابر تلاش کرتے رہے لیکن وہ ان کا نام و نشان تک نہ پا سکے آخر مجبوراً واپس
چلے آئے۔ اور بعض روایت میں یوں آیا ہے کہ اس کھوہ کے کنارہ پر ان سب کو مردہ پایا تھا تو وہ
لوگ اسی کھوہ میں ڈال کر چلے آئے تھے اور اسی دن سے ان سب کا نام و لقب اصحاب کہف ہوا
اور بعضوں نے اس روایت کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ وہ بادشاہ کے باورچی کے بیٹے تھے

اور بعض ان میں نانبائی کے بیٹے تھے۔ اور بادشاہ دقیانوس نے ان میں سے ایک کو جادو سیکھنے کو جادوگر کے پاس بھیجا تھا۔ ایک دن اس لڑکے کی اثنائے راہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی راہب نے اس لڑکے سے پوچھا تم کہاں جاتے ہو وہ بولا میں جادو سیکھنے جاتا ہوں۔ راہب بولا بیٹا جادو سیکھنا تو کفر ہے تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا۔ تب وہ راہب کے کہنے سے اور اللہ کے فضل وکرم سے اسی وقت ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ دقیانوس اس بات کو سنکر بہت خفا ہوا اور اس لڑکے کو پھانسی کا حکم دیدیا۔ روایت میں ہے کہ اس لڑکے کو پانچ مرتبہ سولی پر چڑھایا تو بھی نہ مرا اور اللہ کے فضل سے سلامت رہا اور کہا اٰمَنْتُ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ آخر اس بادشاہ دقیانوس نے قید شدید میں رکھا اس کے ہم جنس اور پانچ چھ لڑکے دقیانوس بادشاہ کے ملازم تھے انہوں نے باہم صلاح ومشورہ کر کے کسی حیلہ سے اس کو قید سے چھڑا لیا اور اس کے بعد وہ متفق ہو کر اس ظالم بادشاہ کے قبضہ سے اس شہر سے باہر اللہ کی عبادت کو نکلے اور ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر ایک کھوہ میں بیٹھ گئے اور وہیں سو گئے اور ان پر اللہ کی طرف سے ایسی نیند ڈالی گئی کہ وہ تقریباً تین سو برس تک سوتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ ترجمہ: اور وہ اس کھوہ میں سوتے رہے تین سو نو برس۔ اور اصحاب کہف کے نام میں اور ان کے اعداد میں بہت اختلاف ہے۔ یہ سب کے سب اہل روم تھے اور ان کا غار بھی ارض روم میں ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دین میں تھے۔ اور قاموس میں لکھا ہے اور ابن قتیبہؒ نے روایت کی ہے کہ اصحاب کہف کا دین و مذہب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ فقط وہ لوگ صرف توحید پر قائم تھے اور وہ کسی نبی کی شریعت کے ساتھ منسلک نہیں ہوئے مگر جس نے اس کی خبر پائی معتقد ہوئے اور ان کے پاس مکان زیارت بنا دیا۔ وہ نصاریٰ تھے۔ اور نام ان کے یہ ہیں: مکسلمینا۔ وامليخا۔ ویکسر۔ مرکوش۔ نواس۔ ساینوش۔ سلططوس۔ اور بعضوں نے کہا ہے۔ مکسلمینا۔ بلیخا۔ ویکسر۔ مرطونس۔ بینوس۔ سابونس کیفططوس۔ ذونواس اور بعضوں نے کہا ہے مکسلمینا۔ یلیخا۔ مرطوس۔ بینوس۔ دواس۔ کسفیطط۔ اور بعضوں کے نزدیک یہ نام ہیں مکسلمینا۔ ایلخا۔ مرطونس۔ بسارنوس۔ بطنوس۔ کشفوطط۔ ذواس اور آٹھواں انکا کتا۔ کہ کتے کا نام قطمیر تھا قاموس میں بھی لکھا ہے لیکن شمار ان کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو

معلوم نہیں کہ وہ کتنے آدمی تھے۔ اسی واسطے ان کے اعداد وشمار میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔
بمصداق آیت مذکورہ کے۔ قولہ تعالیٰ: سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ
سَادِسُهُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا
یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ۔ ترجمہ: البتہ کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور یہ بھی کہیں گے
کہ وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا۔ بغیر دیکھے نشانی کے پتھر چلانا اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات ہیں
اور آٹھواں ان کا کتا ہے تو کہہ کہ پروردگار میرا خوب جانتا ہے کہ کتنے آدمی ان کے ہیں کچھ
صحیح خبر ان کی نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ۔ جب وہ لوگ تین سو نو برس کے بعد نیند سے بیدار
ہوئے اصحاب کہف آپس میں پوچھنے لگے ایک دوسرے سے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ
بَعَثْنٰهُمْ لِیَتَسَآءَلُوْا بَیْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ
یَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِیْنَةِ
فَلْیَنْظُرْ اَیُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْیَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْیَتَلَطَّفْ وَلَا یُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۔
ترجمہ: اور اسی طرح ان کو جگا دیا ہم نے پھر وہ آپس میں پوچھنے لگے۔ ایک بولا ان میں سے کہ کتنی
دیر سوتے رہے تم وہ بولے کہ ہم سوتے رہے ایک دن یا اس سے بھی کم۔ پھر کہنے لگے کہ تمہارا رب
بہتر جاننے والا ہے کہ جتنی دیر تم لوگ اس غار میں رہے۔ اب تم بھیجو اپنے میں سے ایک کو کہ یہ
اپنا روپیہ لے کر شہر کو جائے اور وہاں سے کوئی کھانا پاکیزہ لے کر آئے اور نہایت ہوشیاری سے
جائے اور اپنا بھید بھی کسی کو نہ بتائے اور نہ اپنی رہائش کی خبر کسی کو بتائے۔ چونکہ وہ تقریباً
تین سو برس بعد نیند سے بیدار ہوئے تھے تو تمام اصحاب کہف پر بھوک کا غلبہ تھا ان میں سے یملیخا کو
شہر میں روٹی لانے کو نانبائی کی دکان پر بھیجا۔ اس کے پاس دینار دقیانوس بادشاہ کی حکومت کا
تھا وہی لے کر وہ روٹی لینے کو گیا۔ روٹی والے نے یملیخا سے پوچھا کہ میاں یہ دینار کہاں سے
لائے ہو کیا تم نے کوئی گڑا ہوا دفینہ پایا ہے۔ کیونکہ میں اس دینار پہ دقیانوس بادشاہ کا نام
دیکھتا ہوں اور اس بادشاہ کو تو قرنوں ہوئے گزرے ہوئے اور وہ تو کبھی کا مر چکا ہے اور اس کا
تو کوئی نام ونشان بھی نہیں۔ اب تم ایسا کرو کہ مجھے بھی اس کا کچھ حصہ دو۔ ورنہ میں تجھے موجودہ
بادشاہ کے حضور لے جاؤں گا اور وہ دیکھتے ہی تم سب سے روپیہ سارا چھین لے گا۔ آخر مجبور ہو کر

یملیخا نے اس سے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ سنتے ہی بہت سے آدمی ایک جگہ پر مجتمع ہو گئے اور یملیخا کا قصہ سننے لگے یہاں تک کہ یہ خبر ہوتے ہوتے بادشاہ تک پہنچی۔ بادشاہ بہت عادل مزاج تھا اس نے یملیخا کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔ اور یملیخا سے اس کی گزری ہوئی ساری حقیقت پوچھی۔ بادشاہ کے پوچھنے پر یملیخا نے کہا کہ ہم لوگ کئی آدمی ہیں۔ اور بادشاہ دقیانوس کے ظلم سے بھاگ کر فلانے پہاڑ کی کھوہ میں جا رہے ہیں اور بعد ایک مدت کے جب ہم لوگ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو بھوک سے بیتاب ہوئے اور برداشت نہ کر سکے اور باقی لوگوں کو وہیں بٹھا کر میں اکیلا روٹی لینے کے واسطے شہر آیا ہوں۔ بادشاہ یہ سُن کر بہت متعجب ہوا اور علماء تواریخ جاننے والوں کو بلوایا اور پھر ان سے پوچھا کہ کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ بادشاہ دقیانوس کون سے زمانے میں گزرا ہے۔ ان علماء تواریخ نے متفق ہو کر بادشاہ سے کہا کہ جہاں پناہ جو باتیں یملیخا نے آپ سے عرض کی ہیں وہ سب سچ ہیں ہم لوگوں نے تواریخ عالم میں پڑھا ہے کہ بادشاہ دقیانوس بڑا ظالم تھا اور زمانہ سابقہ میں گزر چکا ہے۔ پس یہ بادشاہ عادل اور منصف مزاج تھا یہ حقیقت سن کر یملیخا کے ساتھ اس غار میں جانے کا عزم کیا اور نہایت شان و شوکت سے سوار ہو کر اس غار پر جا پہنچا۔ یملیخا نے بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ اس شان و شوکت اور دبدبے کے ساتھ ان کے پاس جائیں گے تو وہ لوگ آپ کو دیکھ کر ڈریں گے اور کسی دوسری جگہ جا کر چھپ جائیں گے اور پھر آپ سے کچھ بھی بات چیت نہ کریں گے مناسب ہے کہ یہاں ذرا ٹھہریں اور میں جا کر ان لوگوں کو آپ کے آنے کی خبر دوں اور یہ بھی ان سے جا کر کہہ دوں کہ بادشاہ دقیانوس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے تاکہ ان کو خاطر جمع ہو جائے۔ اور ان سے کہہ دوں کہ اب مسلمان بادشاہ ہے آؤ شہر میں چلیں یہ بات کہہ کر یملیخا اس غار میں چلا گیا اور تمام احوال جو اس پر گزرا تھا وہ ان لوگوں سے جا کر بیان کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم کو اب کھانے پینے کی کچھ حاجت نہیں اور ہم کو دنیا سے بھی کچھ غرض نہیں ہم کو تو اپنے اللہ ہی سے کام ہے۔ یہ کہہ کر پھر وہ لوگ سو گئے بعض راویوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ اب تک سو رہے ہیں اور وہ اسی طرح قیامت تک سوتے رہیں گے۔ یملیخا پھر بادشاہ کے پاس نہیں آیا اور بادشاہ کے ساتھیوں نے کافی دیر تک انتظار کیا۔ اور پھر بادشاہ نے اس کھوہ میں جانے کا ارادہ کیا لیکن وہ اس غار میں جانے سے قاصر رہا اور اب اس کو کوئی راہ جانے کی

نہ مل سکی ناامید ہوکر وہ بادشاہ اور اس کے ساتھی واپس آ گئے۔ اور اس پہاڑ کے کنارے
بستی میں ایک عبادت گاہ بنا کر وہیں رہ گئے۔ اور یہ ایک روایت ہے کہ اصحاب کہف کے لیے
حق تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں جو ان کو پہلو بہ پہلو سلاتے ہیں اور کروٹیں دلاتے رہتے
ہیں اور بہشت کے پنکھے سے ہوا کرتے ہیں اور گرمی اور سردی وغیرہ ان کو نہیں لگتی۔ چنانچہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ
وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ
اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا
ترجمہ: اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کے جاتی ہے ان کے کھوہ سے داہنے کو اور جب
ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو تاکہ اثر گرمی اور سردی کا ان پر نہ پڑے اور وہ سب لوگ
میدان میں ہیں اور یہ اللہ کی قدرتوں کی ایک نشانی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی
سیدھی راہ پاتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو پھر اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں" اگرچہ
اس کے قریب ہی رفیق کیوں نہ ہوں اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ سب سوتے ہیں لیکن
ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تاکہ اس سے کوئی دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے
اس جگہ پر دہشت رکھی ہے تاکہ لوگ اس جگہ کو تماشہ نہ بنا سکیں اور وہ اس سبب سے بے آرام
ہو جائیں۔ اور ان کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا وہ بھی ان ہی کے ساتھ ہے۔ مروی ہے کہ
وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہی غار میں گھسے تھے اور وہ لوگ انجیل پر ایمان لائے
تھے لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ دین و مذہب ان کا بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کا لقب خطیب الانبیاء رکھا ہے کیونکہ وہ فصیح اللسان اور فصاحت و
بلاغت کے ماہر تھے اور وہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث کیے گئے تھے اور حقیقت میں
اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی گروہ کے دو نام ہیں۔ اور یہ لوگ باوجود بت پرستی کے ناپ تول

میں بھی انصاف سے کام نہ لیتے تھے اور مسافروں کا راستہ بھی منقطع کیا کرتے تھے اسی قوم کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قادر الکلامی سے سرفراز کیا تھا اس لیے آپ اپنی قوم کو اعلیٰ پیمانے پر دعوت الی الحق دیتے تھے۔ اور شہر مدین آپ کا وطن تھا جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۔ ترجمہ: اور شہر مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو وہ جا کر بولے اے قوم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی۔ کوئی نہیں کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول میں اور تم کو اس سبب سے آسودہ دیکھتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں ایسے عذاب سے کہ وہ جب آوے گا تو تمام کو اپنے گھیرے میں لے لیگا اور کوئی بھی اس گھیرے سے نکل بھی نہیں سکتا، اور اے قوم پورا کرو تم اپنے ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور مت کم دیا کرو لوگوں کو اُن کی چیزیں اور نہ مچاؤ اس کے سبب سے فساد زمین پر۔ یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام کو کافروں نے جواب دیا اے شعیب تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ مال ہمارا ہے خواہ ہم اس کو زیادہ میں بیچیں خواہ اس کو گھٹا کر فروخت کریں اور تم کو ہمارے وزن اور ناپ تول سے کیا کام ہے اور ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنی سمجھ سے کرتے ہیں کہ ہماری تجارت کے کاموں میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے آپ تو اسی کام کو کیے جاؤ جس کام کی لوگوں کو دعوت دیتے ہو اور ہم لوگوں کی تجارت کی طرف تو خیال بھی نہ کرو اس سے تمہارے کام میں رکاوٹ پڑے گی۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اگر تم بندگی نہ کرو گے اور اپنے وزن ناپ تول اور میزان کو درست نہ رکھو گے تو یقیناً تم کو عذاب اللہ تعالیٰ کا پہنچے گا جیسا کہ عذاب پہنچا قوم نوح پر اور قوم ہود اور قوم صالح پر اور قوم لوط پر۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ۔ ترجمہ: اے میری قوم نہ برانگیختہ کرے تم کو میری مخالفت کی ضد میں اللہ کی نافرمانی کرتے رہو جیسا کہ ضد میں نافرمانی کرتی رہی قوم نوح اور

قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ تم لوگ پروردگار کی طرف رجوع ہو اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو بے شک میرا رب بہت مہربان ہے محبت والا۔ یہ فرمان حضرت شعیب علیہ السلام کا سن کر ان کی قوم نے جواب میں کہا قولہ تعالیٰ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ترجمہ: اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم لوگوں میں کمزور ہے اور نہ ہوتے تیرے بھائی بند تو تجھ کو ہم سنگسار کر ڈالتے۔ اور یہ بھی نہیں ہے تو ہم پر کوئی سردار ہے۔ اس کے بعد پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے قوم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو اور مجھے اللہ کی جانب سے آیا ہوا نبی تسلیم کرو اور میں جس چیز کو حکم دوں اس کو بجالاؤ اور ہر امر میں میرا کہنا مانو۔ ہر چند اور ہر وقت حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہ مانا اور برابر سرکشی اور اپنی ضد پر مصر رہی تو بہت ہی مجبور و مایوس ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس قوم کے واسطے بددعا کی اس بددعا کے کرتے ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام فوراً حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے اے شعیب قریب ہے کہ تمہاری قوم پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرے گا۔ لہٰذا تم ہوشیار رہو۔ اور جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں ان سب کو لے کر شہر سے باہر نکل جاؤ اور اب اس قوم سے دور رہو اس فرمان الٰہی کو سن کر حضرت شعیب علیہ السلام اپنے اہل و عیال اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے وہ سب ملا کر ایک ہزار سات سو آدمی تھے ان سب کو لے کر شہر سے باہر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر تمام کافر لوگ ہنسنے لگے اور بولے اے شعیب تم پر کیا مصیبت آپڑی ہے کہاں جاتے ہو یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شہر والو میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور یہ حکم مجھ کو میرے اللہ نے دیا ہے اب بعد اس کے حق تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔ یہ فرمان حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو سنایا اور پھر وہاں سے چل دیے۔ تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر نکل گئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے آکر خبر دی کہ کل صبح تمہاری قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا جب صبح ہوئی تو حضرت شعیب علیہ السلام عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور جتنی قوم کفار کی تھی وہ سب

اپنے اپنے گھروں میں سوتے تھے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور اللہ کے حکم سے ایک ایسی چیخ ماری کہ تمام کافر شہر میں ہلاک ہو گئے یہاں تک کہ کوئی مویشی بھی نہ رہا اور ایک ایسی آگ نمودار ہوئی کہ تمام لاشوں کو جلا گئی۔ اس عذاب الٰہی کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے دربار الٰہی میں التجا کی کہ میرے پروردگار میں کہاں جاؤں اور کس جگہ رہوں۔ غیب سے ندا آئی کہ میرے پیغمبر تم اپنے اپنے گھروں میں جاکر رہو۔ یہ حکم الٰہی سن کر حضرت شعیبؑ اپنی ساری قوم جو آپ پر ایمان لاچکی تھی اور آپ کے ہمراہ تھی ان سب کو لے کر شہر میں آئے اور دیکھا کہ سارے مردود جل بھن کر خاک ہو گئے ہیں۔ پھر شعیب علیہ السلام کے دوبارہ آجانے سے شہر مدین آباد ہوا اور وہاں کے اشجار و درخت از سر نو پھر تر و تازہ ہوئے اور خوب پھول و پھل پھلنے لگے اور کثرت سے پیدا ہونے لگے۔ روایت ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو بارہ برس تک شریعت سکھائی اور اپنی قوم کے ہلاک ہونے میں اپنی بد دعا سے بہت افسوس کرنے لگے اور اسی غم میں روتے روتے آنکھیں جاتی رہیں۔ مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر حضرت شعیب سے کہا اے شعیب تم اپنی قوم کا کیوں غم کھاتے ہو۔ اور اگر تم اپنی آنکھوں کے لیے روتے ہو تو تم کو آنکھیں دیدی جائیں گی اور اگر تم کسی اور کام کے واسطے روتے ہو تو وہ بھی حاصل ہو جائے گا اور اگر تم کو دوزخ کا ڈر ہے تو کچھ اندیشہ مت کرو اور اگر تم دنیا کے لیے روتے ہو تو تم کو دنیا بھی دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر بہت مہربان ہے۔ یہ سنکر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اے جبرائیل علیہ السلام میں کچھ نہیں چاہتا ہوں۔ بس ایک آرزو میری ہے کہ اللہ کا دیدار ہو جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ سنکر باری تعالیٰ سے عرض کی کہ الٰہی تو دانا و بینا ہے شعیب جو کہتا ہے تجھ کو خوب معلوم ہے۔ ندا آئی اے جبرائیل تم اس سے جاکر میری طرف سے کہو کہ ہمارا دیدار تو قیامت کو ملے گا الغرض حضرت شعیب علیہ السلام بارہ برس تک دنیا میں نابینا رہے اور اسی حالت میں پیغمبری کے فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آپہنچا اور اس کی شرح بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں عرض کروں گا اور یہ بھی ایک روایت ہے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کے آنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام صرف چار برس اور چار مہینے زندہ رہے اور بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آٹھ برس تک جئے پھر اس کے بعد انتقال فرمایا میں حضرت شعیب علیہ السلام کے بیان کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام بہت مشہور پیغمبروں سے تعلق رکھتے ہیں حق تعالیٰ نے انہیں شہر نینوا میں جس کو آج کل دمشق کہتے ہیں پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو اتم درجہ تک پہنچانے کی کوشش کی اور دعوت الی اللہ میں ہمہ تن مصروف رہے اور اللہ قدوس کی مہربانیوں وانعام اکرام سے لوگوں کو امیدیں دلائیں اور غضب الٰہی سے بھی ہر طرح ڈرایا لیکن کسی نے بھی فرمانبرداری نہیں کی اور ہمیشہ آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے رہے بلکہ دست وزبان سے بھی رنج واذیت دینا شروع کر دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دمشق میں نبی بنا کر بھیجا اس جگہ قوم ثمود آباد تھی اور وہ سب کے سب بت پرست تھے۔ ایک روز ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کتنی تھی آپ نے فرمایا ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور وہ سب کے سب نافرمان تھے چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا وَاَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۔ یعنی اور بھیجا اس کو ایک لاکھ آدمی یا اس سے کچھ زیادہ پر۔ فائدہ یعنی اگر عاقل بالغ شمار کیے جائیں تو ایک لاکھ تھے اور سب چھوٹے بڑوں کو شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زائد تھے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو چالیس برس تک اللہ کی دعوت دی۔ اور ہمیشہ کہتے رہے اے قوم کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یُوْنُسُ نَبِیُّ اللّٰہِ ۔ وہ مردود قوم کبھی اس کلمہ کو اپنی زبان پر نہ لائی اور حضرت یونس علیہ السلام سے یہ کہتی رہی کہ اے یونس اگر ہم کو پارہ پارہ بھی کر دیا جائے تو بھی ہم کو نبی اللہ نہ کہیں گے۔ حضرت یونس علیہ السلام اس بات سے بہت مغموم و مایوس ہوئے اور ساری قوم بت پرستی میں مدہوش تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ایک دن اپنی قوم کے بڑے مجمع میں جا کر قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قوم اپنے خالق ارض وسما کو چھوڑ کر کیوں بت پرستی کرتے ہو اور اس میں تمہارے واسطے کوئی بھی نفع کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ نہ ضرر کے اختیار رکھتے ہیں۔ اور نہ فائدے کے وہ تمہارے خود تراشیدہ بت ہیں۔ لیکن پھر بھی قوم نے قطعاً اس بات پر توجہ نہ دی اور ساری قوم حضرت یونس علیہ السلام سے کہنے لگی کہ ہم تیرے اللہ کو نہیں مانتے۔ اور پھر ضد میں آکر حضرت یونس علیہ السلام کو اذیت دینے

لگے لیکن باوجود اس قدر اذیت وتکلیف کے حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کو برابر ہدایت کرتے رہے اور ہر وقت ان سے کہتے کہ اے میری قوم اللہ واحد کی عبادت کرو اور تم لوگوں نے جو راہ ضلالت اختیار کر رکھی ہے اس کو فوراً چھوڑ دو اگر تم نے راہ ضلالت نہ چھوڑی تو کہیں اللہ تعالیٰ اپنا عذاب تم پر نہ نازل کر دے اور مجھے اس بات سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے جب یونس علیہ السلام سے یہ تہدید آمیز الفاظ سنے تو کہنے لگے اے یونس یہ بتاؤ کہ عذاب کیا چیز ہے اور وہ کیسا ہوتا ہے یہ تمسخر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ہر وقت کیا کرتی تھی اور حضرت یونس نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عذاب آتش دوزخ ہے یہ جواب سنکر تمسخر کے لہجے میں ان مردودوں نے کہا بھلا اس میں کچھ مضائقہ نہیں آخر حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور ضد سے عاجز آگئے۔ پھر جب کوئی ایسی امید نہ رہی کہ قوم کسی وقت بھی دعوت الی الحق کو قبول کرے گی اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہو جائے گی تو پھر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے اللہ قدوس سے اس ظالم قوم کے واسطے بد دعا کی تو ندا آئی اے یونس آپ عذاب طلب کرنے میں جلدی مت کرو جب وقت آئے گا تو اس قوم پہ عذاب نازل کر دیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت یونس کچھ خفا ہو کر اس شہر سے اپنی قوم کو چھوڑ کر بے رضا الٰہی چل دیئے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا میں مبتلا کیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۝ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ، مچھلی والے کو دیکھو جب چلا گیا غصہ سے لڑ کر اور پس وہ سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے پس پکارا بیچ اندھیروں کے کہ وہاں کوئی حاکم نہیں تیرے سوائے تو بے عیب ہے بیشک میں تھا گنہگاروں میں، پس قبول کی اس کی پکار اور نجات دی ہم نے اس کو غم سے اور اندھیرے سے اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو حضرت یونس علیہ السلام عبادت کے بہت بڑے شوقین تھے اور وہ دنیا سے بالکل الگ تھے۔ حکم ہوا ان کو وہ فوراً پہنچیں شہر دمشق میں تاکہ وہاں کے مشرک باشندوں کو بت پرستی سے منع کریں اور یہ خفا ہو کر چلے راہ میں ایک ندی آئی ایک بیٹے کو کنارے پر چھوڑ کر ایک بیٹے کو کندھے پر لے لیا اور عورت کا ہاتھ پکڑا اور جب وہ پانی میں پہنچے تو ندی کے پانی نے زور کیا تو اتفاقاً اس زور کی وجہ سے عورت کا ہاتھ چھوٹ گیا اور دیکھتے کے دیکھتے وہ گئے

اور جو لڑکا کنارے پر لیا تھا وہ کسی طریقے سے پھسل گیا اسی گھبراہٹ میں ندی کے کنارے پر آئے تو وہاں آکر
کیا دیکھتے ہیں کہ جس لڑکے کو کنارے پر چھوڑا تھا اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ ناچار مجبور ہو کر جب اس شہر میں پہنچے
تو وہاں کے سرداروں سے ملے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا وہ ٹھٹھا کرنے لگے
اور پھر وہ ایک مدت تک وہاں رہے آخر پھر خفا ہو کر اس قوم کے واسطے اللہ تعالیٰ سے
بد دعا کی اور خود وہاں سے تین دن کا وعدہ کر کے اس شہر سے دور نکل گئے تیسرے دن
جب اس قوم پر عذاب الٰہی آیا تو اس شہر کے سب لوگ جنگل سے نکلے اور سب نے اللہ سے
توبہ کی اور بہت ہی گریہ و زاری کی اور تمام اپنے بنائے ہوئے بت توڑ ڈالے اس وجہ سے
آیا ہوا عذاب ٹل گیا شیطان نے حضرت یونس علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ قوم تو اچھی بھلی ہے
اور اس پر کوئی عذاب نہیں آیا۔ یہ خبر سن کر حضرت یونس علیہ السلام اپنے دل میں بہت خفا
ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا۔ اور میں اپنی قوم سے جھوٹا ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ کسی طرف چل
دیئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا چلتے چلتے وہ دریا کے کنارے پہنچے اور وہ ایک
کشتی پر سوار ہو گئے جب وہ کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی تو بھنور کے چکر کھانے لگی۔ یہ
کیفیت دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ بھائی اس کشتی میں کسی کا غلام ہے جو اپنے مالک سے خفا ہو کر
بھاگا ہوا ہے کشتی والے نے بہت معلومات کی کچھ پتہ نہ چلا آخر قرعہ اندازی کی گئی تو اس قرعہ میں
یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ چنانچہ کشتی والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال
دیا تاکہ کشتی بھنور سے بچ سکے۔ جب حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا گیا تو اسی وقت
ایک بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ میرے پیارے بندہ یونس کو ثابت نگل جا اور کسی طرح سے کوئی
گزند نہ پہنچے یہ سنتے ہی ایک بڑی مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کے قریب آئی اور وہ ثابت
نگل گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں پہنچے تو وہاں خدا بڑا اندھیرا تھا
اسی اندھیرے میں اپنے رب کو پکارا توبہ قبول ہوئی اور وہی مچھلی اس دریا کے کنارے
آئی اور حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دیا۔ جس جگہ اس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو
اگل دیا تھا تو اس جگہ پر کوئی سایہ وغیرہ نہ تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل کو اگایا
اور اس بیل نے حضرت یونس علیہ السلام کو سایہ کر دیا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک ہرنی کو حکم

دیا گیا کہ وہ روزانہ حضرت یونس علیہ السلام کو اپنا دودھ پلایا کرے۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کے بدن میں قوت وطاقت آ گئی تو پھر اسی قوم میں جانے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ اور وہ قوم حضرت یونس علیہ السلام کی آمد کی آرزومند تھی۔ اور ان کی عورت کو اور لڑکے کو لوگوں نے دریا سے نکال لیا تھا اور ایک لڑکے کو بھیڑیے سے بھی چھڑا لیا تھا۔ اب اسی دمشق میں حضرت یونس علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔

سوال اگر کوئی پوچھے کہ حضرت یونس پیغمبر کو مچھلی نگل گئی تھی وہ کیسا ماجرا تھا تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ اللہ کو منظور یہی تھا کہ اپنے بندوں کو دکھلا دے کہ میں ناطہ و رشتہ کسی سے نہیں رکھتا، مگر جو میری اطاعت و فرمانبرداری کرے گا وہ میرا بندہ ہے اور میرا بھیجا ہوا نبی تھا اس نے میرا کہنا نہ مانا اور خفا ہو کر بے حکم میرے چلا گیا اس لیے میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں رکھا تھا تاکہ میرے بندوں کو معلوم ہو جائے کہ بندۂ بے حکم کو اسی طرح سزا ملتی ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اللہ کی مرضی نہ دریافت کر کے جلدی غصہ ہوئے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی عبرت کے لیے مچھلی کے پیٹ میں ان کو چند روز رکھا اور اس میں حکمت یہی تھی کہ مومن بندوں کو دکھلا دے کہ عبرت دکھلانے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندے اور پیغمبر کو بھی نہ چھوڑا۔ آخر ان کو بھی سزا کا مستحق ٹھہرایا اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں میں رکھا پھر یہ سزا دینے کے بعد ان کو نجات دی۔ پس مومن بندوں کو لازم ہے کہ مرضی الٰہی سے کسی امر میں سرکشی نہ کریں اور ہر آن اس کا شکریہ ادا کریں۔

الغرض حضرت یونس علیہ السلام کچھ عرصہ وہیں رہے اور پھر چلتے چلتے کسی ندی کے کنارے پر جا پہنچے دیکھا کہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر پار اترتے ہیں آپ بھی جا کر سوار ہوئے تین شبانہ روز کشتی پر رہے چوتھے روز تمام دریا میں ایک بارگی اندھیرا ہو گیا اور بڑی بڑی مچھلیاں آ کر کشتی کو حرکت دینے لگیں۔ لوگوں نے کہا کہ کوئی گنہگار بندہ کشتی پر سوار ہے۔ اس کو کشتی سے نکال کر دریا میں ڈال دو اور اس کو مچھلی نگل جائے گی۔ شاید ہم لوگ اس ناگہانی آفت سے بچ سکیں کبھی ایسا نہ ہو کہ اس گنہگار کی وجہ سے پوری کشتی ہی دریا میں غرق

ہو جائے اور ہم سب دریا میں ڈوب جائیں. حضرت یونس علیہ السلام اس بات کو سنتے ہی کشتی پہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کشتی والوں سے کہنے لگے کہ بس میں ہی ایک بندہ ہوں مجھ کو ہی دریا میں ڈال دو اور مجھے مچھلی نگل جائے گی. سب اہل کشتی نے آپ کی طرف نظر کی اور پھر کہا کہ ہم تو آپ کو درویش صفت دیکھتے ہیں اور عقلمند لوگ کبھی آپ پہ بد گمانی نہیں کر سکتے بلکہ بہ نسبت آپ کے ہم لوگ آپ سے کہیں زیادہ گنہگار بندے ہیں. حضرت یونس علیہ السلام نے ان کشتی والوں سے کہا کہ میں اپنے مالک اللہ تعالیٰ سے خفا ہو کر اس شہر سے چلا آیا ہوں جس شہر کی طرف مجھے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا یہ سن کر اہل کشتی نے ناچار ہو کر اس دریا میں حضرت یونس علیہ السلام کو ڈال دیا اور فوراً ایک بڑی مچھلی نے حضرت یونس کو نگل لیا. جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ترجمہ: پس نگل لیا اس کو مچھلی نے اور وہ ملامت میں پڑا ہوا تھا. اور تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام سے یہ بات کہی کہ اے پیغمبر اللہ کے مجھ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو اچھی طرح پیٹ میں رکھوں اور کسی طرح سے اذیت نہ دوں اور میرا پیٹ اب آپ کے واسطے زندان ہوا جب اللہ چاہے گا. تو یہاں سے نکال دے گا اور میرا پیٹ بھی غلاظت سے پاک ہے کیونکہ میں ہر وقت اللہ کی یاد میں لگی رہتی ہوں اور میرا کام تسبیح و تقدیس میں مصروف رہنا ہے اور تمہارے واسطے ہی میرا پیٹ عبادت گاہ بنا اے مومنو! ذرا غور تو کرو کہ مچھلی کس طرح اللہ کی عبادت کرتی تھی اور حضرت یونس پہ غور کرو کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اللہ کی عبادت کرتے رہے اور تم لوگ دنیا کے پیچھے اپنے اوقات برباد کرتے ہو. کیوں اللہ کی عبادت نہیں کرتے اور ہر آن آلائش دنیا میں اپنے کو ڈباتے ہو اور اللہ سے دور ہوتے ہو اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہو. یاد رکھو جو مومن اللہ کا پیارا ہو گا وہ البتہ اس کی عبادت میں کثرت سے مصروف رہے گا اور اپنے کو معصیت سے باز رکھے گا. الغرض بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو نگل گئی تھی اس مچھلی نے چالیس دن تک اپنا منہ کھلا رکھا تھا کہ کہیں منہ بند کرنے سے حضرت یونس علیہ السلام کو کوئی اذیت نہ پہنچے کیونکہ بندۂ خاص اللہ تعالیٰ کے ہیں اور مسلسل چالیس روز تک حضرت یونس علیہ السلام نے کچھ کھانا پینا نہیں کھایا پیا! اس وجہ سے بدن کی تاب و طاقت جاتی رہی اور نہایت نحیف و کمزور

ہو گئے لیکن اس کمزوری کے باوجود بھی وہ عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے اور اسی ذکر و اذکار کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ان کو اس مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے نجات دی جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ ترجمہ: پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ تھا وہ تسبیح کرنے والوں سے البتہ رہتا مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک کہ جب اٹھائے جاویں مردے" یعنی حضرت یونس علیہ السلام پیغمبر اگر مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو یاد نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ پھر انہوں نے کثرت سے اپنے معبود برحق کو یاد کیا اور اسی کی عبادت کی اور ہر وقت تسبیح و تقدیس میں لگے رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات بخشی تو کیا عجب ہے کہ اگر تم بھی اللہ کی عبادت و بندگی کرو گے تو البتہ آتش دوزخ سے نجات پاؤ گے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دریا کی تمام مچھلیاں بیمار ہو گئی تھیں تسبیح و تہلیل سے وہ اچھی اور ٹھیک ہو گئیں اور پھر جناب باری تعالیٰ سے مچھلیوں نے عرض کی یا رب العالمین تیرے بندے جب بیمار ہوویں تو تیری رحمت کے علاج سے آرام پائیں اور ہم کو بھی اپنے لطف و کرم کے شفاخانے سے دار و شفا کی بتلا دے تاکہ ہم بھی اس سے بھلے اور ٹھیک ہو جائیں۔ تب باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا کہ اے مچھلیو! یونس جس مچھلی کے پیٹ میں تھا تم اسے جا کر سونگھا کیجو! تو ہر مرض سے شفا پاؤ گی" اور پھر کبھی بیمار نہ ہو گی۔ چونکہ اس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کی صحبت پائی ہے اور چالیس روز تک حضرت یونس کو اپنے پیٹ میں رکھا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے تئیں جمیع امراض مچھلیوں کی دوا گردانی یعنی جو مچھلی بیمار ہو جائے وہ اس مچھلی کے پاس جا کر اس کو سونگھے بفضل اللہ اس کو آرام ہو جائے گا لہٰذا یہاں پر یہ ضروری گزارش ہے کہ اے مومن بھائیو! جو شخص اللہ اور رسول کی محبت اور رضا پر رہے گا اور اس کا حکم بجا لائے گا تو امید قوی ہے کہ عذاب دوزخ سے وہ نجات پائے گا اور حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں جانے کی وجہ یہ تھی کہ دریا کی مچھلیاں اپنی تسبیح و تہلیل سے فخر کرتی تھیں کہ ہم تسبیح پڑھنے میں اور عبادت کرنے میں تیری فاضل مخلوق ہیں یہاں تک وہ اپنے آپ کو بنی آدم سے بہتر سمجھتی تھیں۔ اس چیز کو دکھانے کے لیے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں قید فرمایا اور پھر کہا اے مچھلیو دیکھو تو یونس کیسی جگہ تنگ و تاریکی میں ہمارا نام لیتا ہے اور تم

تو جائے آرام میں رہ کر ہمارا ذکر کرتی ہو پس دیکھو اس کی عبادت فضیلت رکھتی ہے تمہاری عبادت پر۔ جب یونس علیہ السلام کے حال عبادت سے دریا کی مچھلیاں آگاہ ہو گئیں تو پھر اللہ کی درگاہ میں شرمندہ ہوئیں خبر ہے کہ جو پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے سخت آزمائشوں میں مبتلا کیا تھا تو بھی انہوں نے اپنی حالت مصیبت میں اپنے خالق کی بندگی نہ چھوڑی اور تمام ارض و سما کے فرشتے اور بنی آدم کو اللہ رب العزت نے دکھلایا اور تنبیہ کی کہ دیکھو کیسی کیسی مصیبت میں ہمارا بندہ مبتلا رہا پر ہم کو نہ بھولا یاد کرتا رہا تو اس کے صلے میں ہم نے اس کو نجات دی۔ چنانچہ پہلے حضرت نوح پیغمبر کو ان کی قوم کے سبب سے رنج و بلا میں گرفتار کیا تھا اور پھر ان کو اس سے نجات دی۔ اور دوسرے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ نمرود میں ڈالا۔ دوستی اور صدق اعتقاد ان تمام فرشتوں اور خلائق کو دکھلایا پھر ان کو بھی ہم نے نجات دی۔ تیسرے حضرت یونس علیہ السلام پیغمبر کو مچھلی کے پیٹ میں رکھا تھا پھر ان کو نجات بخشی۔ چوتھے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں اور زندان میں اور غلامی میں ان سب بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا تھا تو بھی انہوں نے ان مقامات میں برابر اللہ کی عبادت کی اور اللہ کی عبادت سے کبھی غفلت نہ برتی۔ پھر ہم نے ان تمام مصائب سے نجات دی اور پانچویں حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا تھا۔ ایسا کہ ان کے بدن میں آبلے پڑ کر ان میں کیڑے پڑ گئے تھے باوجود اس سخت تکلیف کے حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کی عبادت نہ چھوڑی۔ پھر اللہ تعالیٰ قدوس نے اپنی کرم نوازی سے ان تکالیف سے نجات بخشی اور چھٹے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا اور غار میں رہے اور شب معراج میں ساتویں آسمان میں سے لامکاں پر تشریف لے گئے یہ صدق محبت ان کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہفت آسمان کے فرشتوں کو دکھائی۔ اس حالت میں بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ قدوس کی اطاعت نہ چھوڑی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو مقرب پر مقرب اور مکرم پر مکرم بین سے کیا تاکہ عالم بالا کو معلوم ہو کہ سب سے زیادہ بزرگی اور شرافت اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو دی ہے اور کسی کو نہیں دی! الغرض اس مچھلی نے حضرت یونس کو اپنے پیٹ میں لے کر سات سمندر پھیلایا اور تمام قدرت الٰہی کو دربار میں دیکھی اور تقریباً چالیس دن کے بعد حضرت یونس علیہ السلام نے خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اور بہت ہی گریہ و زاری کی، ان الفاظوں کو اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں نقل فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ یوں ہے: فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ترجمہ: پس پکارا یونس نے ان اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں ہے سوائے تیرے تو بے عیب ہے اور بیشک میں گنہگاروں میں سے ہوں۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام اس وقت چار تاریکیوں میں تھے ایک تاریکی ذلت وخواری کی اور دوسری رنج و عذاب اور تیسری قعر دریا اور چوتھی تاریکی مچھلی کے پیٹ میں تھے بمصداق اس آیت شریفہ کے: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ترجمہ! پھر سن لی ہم نے اس کی پکار اور نجات دی ہم نے اس کو اس غم سے اور ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو چالیس دن کے بعد دریا کے کنارے سوکھے پر آ کے اگل دیا۔ پھر جب حضرت یونس علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ سے باہر خشکی پر آ گئے اور اس نصیحتانہ آلائش سے نجات ہو گئی تو حضرت یونس نے اس کے شکرانہ میں چار رکعت نماز ادا کی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ چار رکعت جو حضرت یونس نے بطور شکرانہ ادا کی تھیں وہ عصر کی نماز تھی اور اس نفل نماز کو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے واسطے فرض کر دیا۔ اور جب قوم سے حضرت یونس علیہ السلام خفا ہو کر شہر سے نکل گئے تھے پیچھے ان کے اللہ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ اچانک ایک آگ غضبناک آسمان سے مثل آب سرخ کے نازل ہوئی اور وہ آناً فاناً ان کے سروں پر آ موجود ہوئی اور وہ مارے خوف کے سب کے سب ایک میدان میں جا کر دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے یعنی ایک فرقہ بوڑھے اور جوانوں کا اور دوسرا فرقہ عورتوں اور لڑکوں کا اور ایک جگہ پر تمام مویشیوں کو جمع کر دیا۔ اس کے بعد سب نے اپنے اپنے سروں کو ننگا کیا اور پھر سب کے سب سجدے میں گر گئے اور بہت ہی زیادہ اللہ کے دربار میں تضرع وگریہ وزاری کی اور اللہ سے دعا مانگی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اقرار کرتے جاتے تھے کہ یا الٰہی اب ہم تیرے پیغمبر کی باتیں ضرور مانیں گے اور ہم نے اب توبہ کی تو اب ہم کو اس بلائے ناگہانی سے نجات دے اگرچہ ہم سب عذاب کے مستحق ہیں تو ہی ہماری توبہ قبول کرنے والا ہے اور ہم کو عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ جب اس طرح انہوں نے تضرع وگریہ زاری کی تو اللہ تعالیٰ نے

ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس بلا و عذاب سے نجات دی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ ترجمہ: سو نہ ہوئی کوئی بستی کہ یقین لاتی پس کام آتا ان کو یقین لانا مگر یونس علیہ السلام کی قوم جب وہ یقین لائی کھول دیا ہم نے ان سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور کام چلایا ان کا ایک وقت تک دنیا میں حالانکہ عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونس علیہ السلام کو اس واسطے کہ ان پہ عذاب کا حکم نہ پہنچا تھا، حضرت یونس علیہ السلام کی شتابی سے صورت عذاب نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ لوگ حضرت یونس علیہ السلام پہ ایمان لے آئے اس وجہ سے وہ عذاب سے بچ گئے اور اس کے بعد پوری قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو بہت تلاش کیا انہوں نے کہیں نہیں پایا اور ساری قوم نے مل کر اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ پھر اس پیغمبر کو ہماری قوم میں بھیج، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی دعا کو قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم دیا کہ میرے محبوب بندے کو دریا کے کنارے خشک زمین پہ جا کر اگل دے۔ یہ حکم سن کر مچھلی فوراً دریا کے کنارے پر گئی اور خشک وسوکھی ہوئی زمین پہ حضرت یونس علیہ السلام کو اس مچھلی نے اگل دیا اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کے تمام اعضاء نازک و ضعیف ہو رہے تھے کچھ کھا نا بھی نہیں کھا سکتے تھے اور آپ کو سایہ کی سخت ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنے فضل و کرم سے ایک درخت کدو کا پیدا کر دیا حضرت یونس علیہ السلام اسی کو کھاتے اور اسی کے سایہ تلے دھوپ سے بچا ؤ پا کر آرام کرتے۔ چنانچہ اسی طرح پر حضرت یونس علیہ السلام مسلسل چالیس دن لب دریا کدو کی بیل کے نیچے آرام کرتے رہے پھر کچھ جسم میں قوت آئی۔ بعد اس کے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق پھر اسی قوم کی طرف تشریف لے گئے۔ ارشاد ربانی ہے: فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ ترجمہ: پس ڈال دیا ہم نے اس کو بن گھاس زمین میں اور وہ بیمار تھا اور اگایا ہم نے اوپر اس کے ایک درخت بیل والا یعنی کدو کا درخت اور بھیجا ہم نے

اس کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف بلکہ اس سے بھی زیادہ کی طرف پس وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان لوگوں کو ایک مدت تک فائدہ دیا اور یہی وہ قوم تھی جو حضرت یونس علیہ السلام کی ہدایت سے روکتی تھی اور پھر جب ایمان لے آئے وہ لوگ تو یہی قوم حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرتی تھی پھر کچھ عرصہ میں حضرت یونس علیہ السلام ان کے پاس جا پہنچے تو ان کو بڑی خوشی ہوئی اور حضرت یونس علیہ السلام کو اس شہر کے داخلے کے وقت ساری قوم بڑے تزک واحتشام سے لے گئی اور پھر حضرت یونس علیہ السلام سے ان لوگوں نے شریعت سیکھی تقریباً حضرت یونس علیہ السلام اس قوم میں اکتیس برس تک رہے پھر حضرت یونس علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور وہ پیغمبر مرسل تھے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ترجمہ: "تحقیق یونس البتہ پیغمبر رسولوں میں سے تھے" جناب باری تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں الفاظ ارشاد فرمایا: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ترجمہ: "اور راہ دیکھ اپنے رب کے حکم کی اور مت ہو ناس جیسا کہ مچھلی والے نے جب پکارا تو وہ غم میں بھرا ہوا تھا" پس اے مومنو! چونکہ یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب حوت فرمایا یعنی مچھلی کے یار پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چالیس روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور وہ یار غار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے یعنی مکے کے کافروں نے جب حضرت کا پیچھا کیا تو پھر آپ مجبوراً حضرت ابوبکر صدیق کو لے کر مکے کے نزدیک پہاڑ پر جا کر ایک غار میں ٹھہر گئے اور ایک رات اور ایک دن گزارنے کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ ابوبکر صدیق کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ترجمہ "جس وقت ان کو نکالا کافروں نے دونوں تھے غار میں تو ان میں سے ایک کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا کیونکہ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے" پس رفیق غار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جس دن ہجرت کی مکے سے مدینہ منورہ میں اور بعضے اصحاب حضرت کے آگے نکل گئے اور بعضے حضرت کے پیچھے تھے۔ اے ایمان والو! اپنا پیشوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانو تاکہ ہم سب نجات پاسکیں۔

بیان حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام بھی بہت مشہور پیغمبروں میں سے ہیں اور ان کے سلسلے نسب سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت قریب ہی رشتہ میں حضرت عیص کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی طبیعت نہایت حلیم الطبع اور نیک صالح اور اعلیٰ درجہ کے صابر تھے آپ کا ملک شام تھا۔ افرائیم بن یوسف کی بیٹی سے شادی ہوئی تھی اور یہ ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے بغیر وہ خود بھی کھانا نہ کھاتے تھے اور اسی طرح سے وہ جب کوئی کپڑا استعمال کرنا چاہتے تھے تو وہ پہلے دس مسکینوں کو کپڑا پہناتے پھر خود پہنتے تھے۔ کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہونے سے قبل وہ صرف نبی بنائے گئے تھے لیکن اس ابتلا کے بعد وہ رسل بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و فرزند عنایت کیے تھے غرضیکہ وہ دنیاوی زندگی میں ہر طرح سے خوش تھے اور وہ کثرت سے اللہ قدوس کی شب و روز عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے چنانچہ ایک دن شیطان مردود نے یہ دیکھ کر اللہ کی درگاہ میں عرض کی اے رب تیرا بندہ ایوب جو اتنی عبادت کرتا ہے اور لوگوں سے جو سلوک کرتا ہے صرف یہ دولت اور فرزندوں کے باعث ہے کیونکہ تو نے اس کو بہت دولت اور فرزند دیے ہیں اگر ایسا نہ کرتا تو وہ تیری عبادت اتنی زیادہ کبھی نہ کرتا بس ہم کو اس کے پاس جانے کی اجازت دی جائے پھر دیکھیں کہ تیری عبادت و بندگی کیونکر کرتا ہے اور پھر کس طرح ثابت قدم رہتا ہے ہم اس کو کسی راستے سے گمراہ کریں گے یہ سنکر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان کے پاس جانے کی اجازت دیدی تاکہ حضرت ایوب کو آزمایا جائے شیطان لعین خوش ہو کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرت ایوب عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ بہر صورت شیطان لعین نے چاہا کہ میں حضرت ایوب کو کسی طرح سے مغالطہ دوں مگر وہ کسی طرح سے حضرت ایوب کو مغالطہ نہ دے سکا۔ آخر منہ موڑ کر مردود لعین چلا گیا۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ فرشتوں نے ان کی عبادت و بندگی دیکھ کر تعجب کیا اور جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ حضرت ایوب علیہ السلام مال و دولت اور فرزند پانے کے سبب تیری بندگی کرتے ہیں اور تو نے ان کو دنیا میں ہر طرح سے آرام دے رکھا ہے اسی لیے وہ ادائے شکر کرتے ہیں تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! اطاعت و بندگی اس کی عوض دولت کے نہیں، بلکہ وہ تو خاص میرے لیے ہے اور جو جو نعمتیں میں نے اس کو دی ہیں اس کے شکریہ میں وہ ضرور میری بندگی کرے گا اور وہ ہر حال

میں ہماری رضا پر خوش رہ کر صابر ہے اور یہ بھی تم یاد رکھو کہ جس طرح وہ اس وقت میرا مطیع و فرمانبردار ہے حالت فقیری میں اس سے زیادہ وہ میرا مطیع و فرمانبردار ہوگا۔ روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بذات خود برائے آزمائش کے بلاو مصیبت اپنے اوپر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر لی تھی تاکہ پریشانی کی حالت میں اور زیادہ اپنے رب کا شکر ادا کروں اور مجھے میرا پروردگار صابروں میں شامل کرے اور میں بہت زیادہ ثواب عظیم کا مستحق ہو جاؤں بذریعہ وحی کے حضرت ایوب علیہ السلام کو بتایا گیا اے ایوب تو مجھ سے صحت و تندرستی مانگتا بجائے اس کے تو نے رنج و بلا طلب کیا۔ حضرت ایوب نے اپنے پروردگار سے مؤدبانہ عرض کی کہ اے میرے رب میرے لیے مصیبت تیری بہتر ہے صحت و عافیت سے پس بخواہش اپنی مرضی مرض میں گرفتار ہوئے مرضی الٰہی سے ان کے تمام بدن میں پھپھولے پڑ گئے اور پھر ان میں کیڑے بھی پڑ گئے اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام کو کسی نے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال و فرزند اور دنیاوی نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس کے جواب میں حضرت ایوب علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بھائی ہم تو اس کے عوض میں بہت زیادہ اس کی عبادت و بندگی کرتے ہیں یہ کلام حضرت ایوب کا اللہ تعالیٰ کو ناگوار اور برا معلوم ہوا۔ چنانچہ اسی کلام کی پاداش میں حضرت ایوب کو زخموں کے کیڑوں کے مرض میں مبتلا کیا۔ اور یہ بھی بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اول نقصان مال و اسباب کا ہوا اور اس کے بعد فرزندوں کی جدائی ہوئی اور پھر یکایک یہ تمام آرام و آسائش کی چیزیں جاتی رہیں کیونکہ ان کی اولاد تو چھت کے تلے دب کے مرگئی ہے اور پھر اس کے بعد چالیس ہزار بھیڑ بکری ہاتھی گھوڑے اونٹ گائے بیل مویشی وہ سب مرگئے۔ پھر اس کے بعد پاسبانوں نے آکر حضرت ایوب علیہ السلام کو خبر دی تو آپ اس وقت عبادت الٰہی میں مشغول تھے، بعد فراغت عبادت الٰہی سے ان لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ کی بھیڑ بکریاں میدان میں جتنی تھیں غیب سے آگ آئی وہ سب کو جلا گئی حضرت ایوب نے اس کے جواب میں کہا کہ میں کیا کروں جس کی چیز تھی اس نے اس کو جلا دیا یہ کہہ کر وہ پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ پھر اس کے بعد ایک آگ آئی تو اس نے جتنے گائے بیل تھے وہ سب کو جلا دیا چرواہے نے آکر حضرت ایوب کو خبر دی کہ اے اللہ کے نبی آپ کے گائے بیل جتنے میدان میں تھے۔ وہ سب نذر آتش غیب ہوگئے یہ سنکر حضرت ایوب علیہ السلام پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے اس کے بعد شتربانوں نے آکر حضرت ایوب علیہ السلام کو خبر دی کہ اے حضرت جتنے ہزار اونٹ آپ کے تھے وہ سب کے

سب جل گئے۔ یہ سنکر حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا مرضی الٰہی یہی ہے میں کیا کروں۔ پھر کچھ دیر کے بعد ہی سائیسوں نے آکر کہا اے حضرت جتنے آپ کے گھوڑے تھے وہ سب مر گئے کوئی بھی نہ بچا۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تو اسی میں راضی ہیں جس میں ہمارا اللہ راضی ہے سوائے مشیت الٰہی کے کوئی چارہ نہیں بعد اس کے تمام اسباب و اثاث گھر دروازے فرش فروش چھت پردے سب آگ سے جل گئے۔ غرضیکہ کوئی چیز باقی نہ رہی اور اس وقت حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کی عبادت میں مشغول تھے، شعلے آگ کے ان کے سامنے آکر گرے لوگوں نے گھبرا کر حضرت ایوبؑ سے کہا کہ اے حضرت آپ کیا دیکھتے ہیں اب تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ یہ سنکر آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا لوگو! اللہ کا شکر ہے کہ ہنوز جان باقی ہے بہر حال جو ہے وہ بہت بہتر ہے پھر دوسرے دن چار بیٹے تین بیٹیاں معلم صاحب کے پاس پڑھتی تھیں اتفاقاً معلم صاحب کسی کام کو مکتب سے باہر گئے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد جب واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ لڑکے و لڑکیاں چھت کے گرنے سے دب کر مر گئے۔ حضرت معلم صاحب نے جاکر حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کی کہ اے حضرت آپ کی اولاد سب کی سب چھت گرنے سے دب کر مر گئی۔ یہ سن کر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ سب شہید ہوئے۔ غرض زن و فرزند مال و متاع گھر بار سب جاتا رہا کوئی چیز باقی نہ رہی بغم فرزنداں سے صبر کرتے اور اپنی بیوی کو سمجھاتے اور یہ کہتے تھے کہ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ یعنی صبر کشادگی کی کنجی ہے پھر ایک ہفتہ کے بعد حالت نماز میں ہی ان کے جسم میں ایک پھوڑا نکلا اور اس سے زخم پیدا ہو گیا اور یہاں تک کہ تمام بدن کا گوشت سڑ کے کیڑے پڑ گئے اور باوجود اتنی سختی تکلیف اور پریشانی کے پھر بھی اللہ کی عبادت و بندگی میں سستی نہ کرتے تھے بلکہ اور زیادہ عبادت میں مصروف رہتے اور حالت اس درجہ خراب ہو گئی کہ ایک ہی جگہ پڑے رہتے اٹھنے بیٹھنے ہلنے جلنے کی طاقت نہ تھی۔ اسی طرح چار برس تک ذی فرش رہے یہاں تک کہ آنکھوں میں بھی کیڑے پڑ گئے تھے۔ خویش و اقربا اپنے بیگانے محلے والے ان سے نفرت کرنے لگے سب سے رشتہ چھوٹ گیا، چار بیویاں تھیں وہ بھی مطلقہ ہو گئیں۔ صرف ایک بیوی جس کا نام رحیمہ تھا۔ وہ بہت نیک بخت تھیں وہ ہر وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت کیا کرتی تھیں اور انہوں نے حضرت ایوب سے کہا کہ جس طرح میں آپ کی صحت و تندرستی میں اور دولت و نعمت کھانے پینے میں شریک حیات تھی اب اس مصیبت میں بھی انشاء اللہ ہر وقت آپ کی شریک حیات رہوں گی اور آپ کی خدمت جہاں تک

ہو سکے گی کروں گی۔ اور جو کچھ رنج و مصیبت ہو گی اس کو برداشت کروں گی۔ اور مجھے امید ہے کہ آخرت میں میری نجات کا سبب ہو گا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پس اسی پریشانی و مصیبت میں سات برس گزرے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو اسی مرض میں تقریباً اٹھارہ سال گزرے یعنی ان کے تمام بدن کے زخموں میں کیڑے پڑ گئے تھے اور ان زخموں کی بدبو کی وجہ سے محلہ میں نہیں رہ سکتے اور ہم یہ بھی ڈرتے ہیں کہ خدانخواستہ اگر ان کی بیماری ہم میں سرایت کر گئی تو ہم سب بھی اسی مرض میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ان وجوہات کے سبب حضرت ایوب کو اس قریہ میں رہنے نہ دیا اور خویش و اقربا کسی نے بھی نہ پوچھا صرف حضرت ایوب علیہ السلام کی ایک بیوی جن کا نام رحیمہ تھا۔ اور دو شاگرد ان کے پاس رہے ان لوگوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں لے جا کر رکھا۔ پس یہ حالت دیکھ کر بہت روتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ ہماری سرداری کہاں گئی اور زن و فرزند اور میرے عزیز و اقارب کہاں گئے آج کوئی کام نہیں آتا مگر صرف تو ہی میرا مالک اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خرابی میرے اندر ہے کہ لوگ اپنے گاؤں سے مجھے دور کرتے ہیں پھر وہاں سے اٹھا کر تیسرے گاؤں میں رکھا تو وہاں کے لوگوں نے جب حضرت ایوب علیہ السلام کو دیکھا تو نفرت کرنے لگے۔ اور پھر اپنے گاؤں سے بھی نکال دیا۔ آخر دونوں شاگرد دوانے ان کو ناچار ہو کر ایک میدان میں لے جا کر ایک درخت کے سایہ تلے رکھا اور وہ دونوں شاگرد کچھ روز کے بعد واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ صرف ان کی بیوی رحیمہ ان کی خدمت میں رہیں۔ کہتے ہیں کہ بی بی رحیمہ ہر روز حضرت کو اس میدان میں اکیلا چھوڑ کر محلے میں محنت و مشقت کر کے اور جو کچھ ملتا وہ لا کر کھلاتیں اور پھر دست بستہ خدمت میں رہتی تھیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اپنی عادت کے موافق گاؤں میں نکل گئیں کہ کچھ محنت و مشقت کر کے اپنے معذور شوہر کو کھلائیں اس دن کسی نے بھی مزدوری میں نہ بلایا۔ آخر شام کے وقت نہایت حیران پریشان مایوس ہو کر اپنے دل میں کہنے لگیں کہ آج خالی ہاتھ کس طرح شوہر کے پاس جاؤں گی اور ان کو کیا کھلاؤں گی اللہ آج مجھ کو کہیں سے کچھ دے۔ یہ کہہ کر ایک عورت کے پاس گئیں سوال کیا کہ اے بی بی مجھ کو آج کھانے پکانے کو کچھ نہیں ہے تم مجھ کو کچھ دے دو تاکہ میں اپنے شوہر کی جا کر خبر لوں کیونکہ وہ شدید مرض میں مبتلا ہے اس کو کھلاؤں گی اور کل جو مزدوری ہو گی اس سے میں ادا کر دوں گی وہ کافرہ

عورت بولی کہ کل مل کچھ کام نہیں ہے مگر تیرے سر کے بال مجھ کو بہت خوش نظر آتے ہیں تھوڑے سے
کاٹ کر مجھ کو دے جا تب تجھ کو کھانے کو دوں گی۔ بی بی رحیمہ یہ سن کر مدو ہو گئیں اور نہایت عاجزی و
انکساری سے کہنے لگیں اے بی بی اس بات سے مجھ کو معاف رکھ شوہر میرا بیمار ہے طاقت بالکل
نہیں ہے بجائے عصا کے میرے ان بالوں کو پکڑ کر نماز کے لیے اٹھتا بیٹھتا ہے آخر بہتیرا سمجھایا
لیکن اس کافرہ عورت نے یہ بات نہ مانی اور بی بی رحیمہ نے ناچار ہو کر اپنے سر کے بال کاٹ کر
اس کافرہ عورت کو دیدیے اور اس کافرہ عورت سے اپنے شوہر کے واسطے کھانے کو لائیں۔
اس وقت شیطان مردود نے بصورت پیر مرد کے حضرت ایوب علیہ السلام سے جا کر کہا کہ تیری بیوی
کو فلاں عورت نے بدکاری کی چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹ ڈالے ہیں۔ حضرت ایوبؑ یہ سنکر
بہت غمگین ہوئے اور اس پریشانی کی حالت میں بہت روئے۔ کہتے ہیں کہ اس بات کو سن کر جس
قدر روئے تھے وہ اٹھارہ سال کی بیماری میں ایسا کبھی نہ روئے مگر شیطان علیہ اللعنۃ کی
تہمت دینے سے اپنی بیوی پر روئے اور قسم کھا کر عہد کیا کہ میں اگر اس بیماری سے آرام پاؤنگا
تو اپنی رحیمہ کو سو درے ماروں گا اور بعضے علمائے مورخین لکھتے ہیں کہ بال کاٹنے کا کوئی ثبوت
نہیں بلکہ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ بی بی رحیمہ گاؤں سے محنت و مشقت کر کے حضرت ایوب
علیہ السلام کے لیے کچھ نہ کچھ لے آتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ راستے میں شیطان مردود
سے ملاقات ہو گئی شیطان بولا تم کون ہو کہاں سے آتی ہو اور کہاں جاؤ گی ایسی پریشان خاطر
کیوں ہو۔ بی بی رحیمہ نے کہا کہ میرا شوہر سخت بیمار ہے اور اس قدر نحیف ہے کہ اس میں حس و حرکت
کی بھی طاقت نہیں بلکہ صاحب فرش ہے اس لیے میں سخت پریشان ہوں کیا کروں بس شیطان
لعین نے ان سے کہا کہ میں ایک دوا تم کو بتاتا ہوں اگر تم اس کو اپنے عمل میں لاؤ گی تو تمہارا شوہر
بہت جلد اچھا ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ اگر سور اور شراب استعمال میں لاؤ گی تو البتہ بہت
جلد آرام ہو جائے گا اور مرض بالکل جاتا رہے گا اور یہ بہت اچھی دوا ہے۔ بس بی بی رحیمہ حضرت
ایوب سے جا کر بولیں کہ اے حضرت ایک شخص پیر مرد سے میری ملاقات راستہ میں ہوئی تو میں نے
تمام حال آپ کا ان سے ظاہر کیا اور انہوں نے مجھ کو ایک دوا بتلائی ہے حضرت ایوب علیہ السلام
نے یہ بات سن کر کہا کہ وہ دوائی کیا بتائی ہے۔ وہ بولیں اگر آپ شراب اور سور کے گوشت کو

استعمال میں لاویں گے تو فوراً آرام ہو جائے گا۔ یہ بات سن کر حضرت ایوب علیہ السلام بی بی رحیمہ پر بہت غصہ ہوئے اور کہا اے رحیمہ تو مجھ کو گنہگار کرنا چاہتی ہے! اس وقت حضرت ایوب علیہ السلام قسم کھا کر بولے کہ اگر میں آرام پاؤں گا اور بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا تو تجھ کو سو لکڑی ماروں گا کیوں تو نے ایسی بات کہی۔ اس کے بعد دربار الٰہی میں بہت ہی تضرع و زاری کی اور کہا یا اللہ میں نے اتنے دن بیماری میں برداشت کیے اور صبر کیا اب مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی اور اے میرے مولا تو مجھے اس مصیبت و بلا سے نجات دے اور میں بہت زیادہ غم اٹھا چکا ہوں اب تجھ پر کرم کر اور اپنا رحم فرما۔

سوال: حضرت ایوب علیہ السلام نے اتنے برس صبر کیا آخری درجہ میں کیوں رو دیئے؟

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس میں کئی روایات ہیں بعضوں نے کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے رونے کا سبب یہ تھا کہ ان کے دو شاگرد تھے قرابتیوں میں سے جو ہمیشہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عیادت و تیمارداری میں آیا کرتے تھے ایک روز کہنے لگے کہ حضرت ایوب اگر کوئی گناہ نہ کرتے تو اللہ ان کو مرض میں کیوں گرفتار کرتا اور اللہ تعالیٰ عادل ہے بے گناہ کو نہیں پکڑتا ہے تب حضرت ایوب اس بات کو سن کر بہت غمگین ہوئے اور رو کر کہنے لگے یا الٰہی تجھ کو خوب معلوم ہے میرے گناہوں کا حال۔ اور دوسری ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک دن دو کیڑے ان کے زخم سے باہر نکل گئے تو حضرت ایوب علیہ السلام نے دونوں کیڑوں کو پکڑ کر اسی گھاؤ میں رکھ دیا اور کہا کہ اپنی جگہ میں رہو تب وہ ایسا کاٹنے لگے کہ ابتدائے بیماری سے اٹھارہ برس تک ان کو کبھی ایسا درد نہ پہنچا تھا جناب باری تعالیٰ میں فریاد کی قولہ تعالیٰ: وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ ترجمہ: اور ایوب نے پکارا جس وقت اپنے رب کو الٰہی بیشک پہنچا ہے مجھ کو درد اور تو ہے مہربان رحم والوں سے رحم والا تب حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے عرض کی کہ اے ایوب تم کیوں روتے ہو تو انہوں نے کہا کہ میں اس کیڑے کے کاٹنے سے بیتاب ہوا ہوں اور اس کا کاٹنا برداشت نہیں کر سکتا اور میں نے اٹھارہ برس سے ایسی تکلیف نہیں ہوئی اس کے جواب میں حضرت جبرئیل نے ان سے کہا کہ اے ایوب تم نے تو آپ سے آپ اس مرض کو اللہ سے مانگا ہے اور جو کیڑا آپ کے زخم سے

باہر ہو گیا تھا اس کو بھی تو نے اپنے آپ اٹھا کر اس گھاؤ میں رکھا ہے یہ تکلیف اسی کی وجہ سے ہو رہی ہے اور خدا بے گناہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور نہ اس نے کسی امر میں کسی کو اختیار دیا ہے مگر جو جیسا اللہ سے مانگتا ہے وہ ویسا ہی پاتا ہے۔ اور بعض روایات میں یوں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک روز سوداگروں کے قافلے حضرت ایوب کے دروازے پر آئے انہوں نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے اور اس میں کون رہتا ہے لوگوں نے کہا کہ اس مکان میں حضرت ایوب پیغمبر اللہ رہتے ہیں وہ بولے اگر نیک بندہ اللہ کا ہے تو وہ اس بلا میں کیوں گرفتار ہے شاید وہ اللہ کے نزدیک گنہگاروں میں ہوگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس بات کو سنکر زار زار رونے لگے اور کہنے لگے کہ وہ سچ کہتے ہوں گے اور مجھ کو تو معلوم نہیں کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک آواز آسمان سے آئی اے ایوب اب تم اندیشہ مت کرو اور جس مصیبت و بلا میں گرفتار ہو اس میں گھبراؤ مت اس میں تو اللہ رب العزت کی رحمت مضمر ہے۔ پس یہ سنکر حضرت ایوب نے جانا کہ ضرور مجھ پر کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا عتاب آیا ہے پھر حضرت ایوب علیہ السلام نے روح الامین کو پکارا تم کہاں ہو آواز آئی میں روح الامین نہیں ہوں میں ایک فرشتہ ہوں فرشتوں میں سے اللہ کی طرف سے یہ خبر عتاب لے کر آیا تھا تب ایوب علیہ السلام نے در دسے اپنے معبود برحق کو پکارا قولہ تعالیٰ: وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝ ترجمہ: اور پکارا ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو تحقیق مجھ کو پہنچی ہے ایذا اور تو بہت مہربان ہے سب مہربانی کرنے والوں سے پھر ہم نے سن لیا اس کی پکار کو۔ اٹھا دی ہم نے جو اس پر تھی تکلیف اور اس کو دیا ہم نے اور اس کی گھر والی کو اور ان کے برابر ساتھ ان کے اپنے پاس کی مہر سے اور نصیحت دی ہم نے بندگی والوں کو۔ مروی ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بلا و تکلیف اللہ تعالیٰ نے دور کی اور اس مرض مہلک سے شفا دیدی اور اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمایا اے حضرت ایوب علیہ السلام قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی رَحِمَکَ وَفَرَّجَ عَنْکَ مِنَ الْغَمِّ ترجمہ یعنی اٹھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ نے رحم کیا تجھ پر اور راحت دی تجھ کو غم سے۔ بولے اے جبرائیل ابھی کیونکر اٹھوں اس حال میں کہ مجھ میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے کہ آپ اپنے پاؤں کو زمین پر مارو۔ چنانچہ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے: اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ھٰذَا

مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ؕ ترجمہ: فرمایا لات مار اپنے پاؤں سے یہ ہے چشمہ نہانے کا اور پانی پینے کا
تب حضرت ایوب علیہ السلام نے لات ماری اس سے چشمہ نکلا، حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے اس میں نہاؤ
اور پانی پیو، اللہ کے فضل و کرم سے آرام پاؤ گے یہ بات سنکر حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا یعنی
اس چشمہ جاریہ سے نہائے اور اسی سے پانی پیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل چنگے ہو گئے اور
اتنے خوبصورت ہو گئے کہ مانند چاند چودھویں رات کے روشن ہو گئے۔ اور ایک چادر بھی بہشت
سے اُڑھادی گئی۔ اور اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام ایک ٹیل پر جو قریب ہی تھا۔ اس پہ جا بیٹھے۔
چند ہی ساعت کے بعد بی بی رحیمہ گاؤں سے محنت و مشقت کر کے حضرت ایوب کے لیے کچھ کھانے
کو لائیں آکر دیکھتی ہیں کہ جس جگہ پر حضرت ایوب علیہ السلام کو چھوڑ گئی تھیں وہاں پر نہیں۔ یہ دیکھ کر بہت
حیران ہوئیں اور پکار پکار کر روتی ہوئی کہنے لگیں وائے افسوس صد افسوس اس ضعیف بیمار پہ کاش
کہ میں اگر جانتی تو یہاں سے نہ جاتی تم کہاں ہو کیا تم کو شیر کھا گیا ہے یا بھیڑیا لے گیا ہے۔ اگر میں ہوتی
تو میں بھی تمہارے ساتھ ہی جان دیدیتی اور اس بلا اور محنت کی جلائی سے تمہاری خلاصی پاتی اگر تمہاری
ہڈی بھی ملتی تو اس کو تعویز بنا کر اپنے گلے میں رکھتی تو اس سے تمہاری یادگار رہتی۔ اب میں کہاں جاؤں
اور کس سے پوچھوں کچھ بھی بن نہیں آتی غرض اسی طرح میدان میں چاروں طرف تفحص کرتی پھر تیں اور
زار و زار روتی رہیں۔ جب وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قریب پہنچیں اور حضرت ایوب علیہ السلام نے
ان کو اس طرح روتا ہوا دیکھا تو ان سے اجنبی ہو کر پوچھا اے بی بی تم کیوں روتی ہو اور تمہاری کیا چیز
گم ہو گئی ہے۔ وہ بولیں یہاں ایک بیمار تھا میں ان کو تلاش کرتی ہوں۔ اگر تمہیں معلوم ہو تو مجھے بتا
دو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کہ اس بیمار کا کیا نام تھا۔ اور اس کی شکل و صورت کیسی تھی۔ وہ
بولیں بس شکل و صورت تو آپ کی سی تھی جب وہ تندرست تھے اور ان کا نام ایوب تھا اور وہ پیغمبر
اللہ بھی تھے او۔ حال ان کا ایسا تھا کہ آفتاب کی دھوپ بھی ان کے پہلو میں تپش کرتی تھی کیونکہ تمام
بدن کا سڑ گیا تھا اور ان کے گوشت پوست رگوں میں کیڑے پڑ گئے تھے اور وہ بہت ناتوان و
ضعیف تھے اور ان میں کروٹ بدلنے کی طاقت بھی نہ تھی۔ یہ سنکر حضرت ایوب علیہ السلام مسکرائے
اور پھر کہا کہ میرا نام ایوبؑ ہے تم پہچانتی ہو۔ پس رحیمہ بی بی نے ادنیٰ تامل میں ہی پہچان لیا اور صورت
و شکل ان کی بدل گئی تھی۔ پس رحیمہ بی بی نے جلدی سے ان کو گود میں بٹھا لیا اور خوش و محظوظ ہو کر

پوچھنے لگیں کہ اے حضرت یہ تو بتاؤ مجھے کہ آپ کس طرح سے صحت یاب ہوئے۔ ان کے پوچھنے پر حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا حال بیان کیا اور وہ چشمۂ آب شفا کا دکھایا۔ بی بی رحیمہ وہ چشمہ دیکھ کر اللہ کا شکر بجا لائیں۔ پھر اس کے بعد دونوں اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو بیٹے بیٹیاں چھت سے دب کر مر گئے تھے سب کو جلا دیا۔ یہ انبیاء کرام کو معجزے دیے گئے ہیں اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ بھی واپس سب مل گئیں اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دنیا میں سب طرح سے آسودہ رکھا تھا کھیت اور مویشی اور لونڈی غلام اولاد صالح اور عورت موافق مرضی کے اور بڑی شکر گزار تھی، پھر آزمانے کے لیے ان پر شیطان کو مسلط کیا کھیت جل گئے۔ مویشی مر گئے، اولاد اکٹھی چھت کے نیچے دب کر مری اور جو دوست دار تھے وہ بھی الگ ہو گئے اور سارے بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے۔ اس موقعہ پر صرف ایک عورت رفیق رہی۔ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ ایک کرن گزرنے کے بعد توبہ کی اور دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کی دبی ہوئی اولاد کو پھر زندہ کر دیا اور اس کے علاوہ اور بھی نیک اولاد عطا فرمائی اور زمین سے چشمہ نکالا اسی چشمے سے پانی پینے اور نہاتے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صحت مند تندرست کر دیا اور ان پر سونے کی ٹڈیاں برسائیں اور ہر طرح سے درست کر دیا۔ الغرض جو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے طور پر لی تھیں وہ پھر بلکہ اس سے زیادہ نعمتیں عنایت فرما دیں اور جو بیبیاں چلی گئی تھیں وہ بھی واپس آ گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو نیک اور صابر بندے ہوتے ہیں ان کو اللہ قدوس اپنی بیشمار نعمتیں بخشتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ ترجمہ: اور دیا ہم نے اس کو اس کی گھر والیاں اور ان کے برابر ان کے ساتھ اپنی طرف سے مہر سے اور یادگاری واسطے عقلمندوں کے"۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو چنگا کرے ایک چشمہ نکالا ان کے لات مارنے سے وہ اسی چشمے سے نہایا کرتے اور پیتے ہی ان کی شفا ہوئی اور جو ان کے بیٹے بیٹیاں چھت کے نیچے دب کے مرے تھے ان کو زندہ کیا اور اتنی ہی اولاد اور عنایت فرمائی اور رسول بنایا ان کو پھر وہ اپنی قوم کو ہدایت کرتے اور شریعت سکھاتے اور حالت بیماری میں جو قسم کھائی تھی کہ جب میں تندرست ہو جاؤں گا تو اپنی زوجہ رحیمہ کو

سو لکڑی ماروں گا۔ چاہا کہ اس کی ادائیگی کروں حضرت جبرائیل نے آکر اللہ کے حکم کے تحت ان کو منع فرمایا اور کہا اے ایوب زوجہ رحیمہ مستوجب سزا نہیں ہیں تم اس کو رنج مت پہنچاؤ کیونکہ تمہاری باقی عورتیں تمہاری بیماری میں ساتھ چھوڑ گئی تھیں صرف بی بی رحیمہ ہی تمہاری تیمارداری میں رہی ہیں ان کو حقیقی معنی میں رفیقۂ حیات جانو۔ کیونکہ وہ جس طرح تیری صحت و تندرستی میں شریک حیات رہیں ویسے ہی تمہاری بیماری میں ہر وقت تیمارداری کرتی رہیں اس لیے وہ تمہاری صحیح معنی میں شریک حیات ہیں ان کو کسی طرح سے رنج و غم نہ دو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں نے حالت بیماری میں قسم کھائی تھی کہ اس کو سو لکڑی ماروں گا یہ سنکر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ایک مٹھا سینکوں کا لو جس میں سو خوشے گندم کے ہوں وہ مارو صرف ایک دفعہ تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور وہ چونکہ سو خوشے کا ہوگا اس لیے تمہاری قسم کی تصدیق ہو جائیگی اور پھر اپنی قسم کی وجہ سے گنہگار بھی نہ ہو گے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ ترجمہ: اور پکڑ اپنے ہاتھوں میں سینکوں کا مٹھا پس مارا سے اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو۔

سوال: حضرت ایوب علیہ السلام بڑے صابر تھے آخر صبر کی جزا میں صحت پائی کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا: إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ترجمہ: تحقیق پایا ہم نے اس کو صبر کرنے والا اچھا بندہ تحقیق وہ رجوع کرنے والا تھا۔ آخر اس میں کیا حکمت تھی اللہ کو معلوم ہے کہ بندہ کو کسی امر میں صبر نہیں ہے اس لیے ایوب علیہ السلام کو بلا میں مبتلا کر کے مخلوق اللہ کو عبرت دلوائی تاکہ گناہ سے باز رہے اور وہ چشمہ پیدا کرتے کا یہ ماجرہ تھا کہ جو شخص گناہ کے مرض میں مبتلا ہو تو اپنا بدن آب ندامت سے دھوکر توبہ استغفار کرے تاکہ اس کا گناہ جاتا رہے اور وہ اللہ کے نزدیک پاک صاف ہو جائے جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن سے کیڑے جاتے رہے۔ اس چشمہ میں نہا کر اور پانی پی کر اور اللہ کے فضل و کرم سے صحت و شفا پائی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے حضرت ایوب تم اس سے نہاؤ اسی پانی کو پیو تاکہ اللہ کی مخلوق کو معلوم ہو کہ عبادت بھی کرے اور شکر بھی کرے اپنے پروردگار کا۔ پس اے ایمان والو! ہم سب کو بھی ہر وقت اللہ قدوس سے ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ سمیع و بصیر ہے یعنی وہ ہماری ہر حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اس لیے ہم سب کو

لازم ہے کہ ہر وقت اس کا شکر ادا کریں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کی قدردانی کریں اور اس کے حکم کو بجا لانے کی ہر ممکن کوشش کریں اور یہ دنیا کے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ وہ اپنے نیک و صالح بندوں پر آزمائش کے مواقع پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ابتدائے دنیا سے آج تک بحوالہ تواریخ پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ رب العزت نے اپنے نیک بندوں کی آزمائش کی اور اس کے صلہ میں اپنی نعمتوں سے بھی نوازا جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا اور پھر اپنی بھرپور نعمتوں سے بھی نوازا چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی رسالت اور نبوت میں اٹھتالیس برس اور زندہ رہے پھر انتقال فرمایا۔

بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا احوال اسکندر ذوالقرنین کا

معتبر راویوں سے یہ چیز واضح ہوگئی ہے کہ کئی وجہ انہیں اسکندر ذوالقرنین کہتے ہیں کہ وہ قاف سے قاف تک گئے یعنی وہ مشرق سے مغرب تک اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت دی تھی اور انہوں نے اپنی بادشاہت کے طول و عرض میں سیر کی اور قرن کہتے ہیں تیس برس یا اسی برس یا ایک سو بیس کو کہتے ہیں یہی صحیح ہے حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ایک مرد عش تو نا۔ اور اس مرد کی عمر اس وقت سو برس کی تھی اور ایک میں قرن گوشہ جہان کو بھی کہتے ہیں یعنی ایک گوشہ جہاں کا وہ ہے کہ جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور دوسرا گوشہ وہ ہے جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے پس اسکندر ذوالقرنین دونوں گوشوں تک پہنچے تھے اور ذوالقرنین اسی لیے کہتے ہیں کہ ان کے دو شاخ تھیں اور اسکندر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا تولد شہر اسکندریہ میں ہوا تھا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابوجہل اور مکے کے کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور بطور شرارت بدذاتی کر کے حضرت کی پیغمبری آزمانے کے لیے ایک شخص کو ملک یثرب میں علماء یہود کے پاس بھیجا کہ ہمارے درمیان ایک شخص ہے اور وہ دعویٰ نبوت کا کرتا ہے ہم نہیں سمجھتے یہ شخص سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ تم کو علم توریت خوب معلوم ہے لہٰذا ہمارے لیے چند مسئلے قدیم زمانہ گذشتہ کے جس کا وہ جواب دے سکے اپنی کتابوں سے چن چن کر ہمارے پاس بھیج دو یہاں آکر ہم کو سوالات اس کے سکھا دو کہ ہم اس سے پوچھیں اور سوال کریں پھر دیکھیں وہ اس کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں تب یہودیوں نے کئی سوالات مشکل ترین اپنی کتاب توریت و زبور سے دیکھ دیکھ کر نکالے مثلاً ان سے پوچھو کہ

روح کیا چیز ہے اور اصحاب کہف کون لوگ ہیں اور ان کا حال کیا تھا اور اسکندر ذوالقرنین کون ہے اور ان کا کیا حال تھا یہ مشکل سوالات یہودیوں کے بہت نامور عالموں نے اپنی کتاب سے نکالے تھے اور یہ سب سوالات و مسائل ابوجہل کے پاس لکھ کر بھیجے تب اس ملعون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر سوالات مذکورہ شروع کیے۔ سب سے پہلے اس نے یہ کہا کہ: اِنْ اَتَیْتَ الْکِتٰبَ بِمِثْلِ مَا اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ اٰمَنَّا بِكَ ترجمہ: یعنی اگر لائے تم کتاب کے ساتھ مثل اس کتاب کے کہ دی گئی موسیٰ کو یعنی توریت تو البتہ ہم ایمان لاویں گے۔ جیسا کہ توریت پر لائے۔" حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا جواب میں کل دوں گا۔ اور یہ جملہ اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ کل جبرائیل علیہ السلام آویں گے تو ان سے پوچھیں گے اور اس کا مکمل جواب دیدیں گے لیکن یہ جملہ کہتے وقت آپ نے انشاءاللہ نہ کہا اس لیے گیارہ دن تک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام نہیں آئے۔ اور آپ ان سوالوں کا جواب بھی گیارہ دن تک نہ دے سکے۔ یہ دیکھ کر کافروں نے آکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمدؐ! تیرے اللہ نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے یہ بات کافروں کی سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی غمگین ہوئے اور پھر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ کافر لوگ ہم پر طعنے دے رہے ہیں اور سوال کر رہے ہیں میں ان کا کیا جواب دوں یہ آپ کی معروضات سنکر اللہ رب العالمین نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جمعہ کے دن ظہر کے وقت نازل فرمایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام پہنچایا اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ بھی اپنے ساتھ لائے قولہ تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۝ ترجمہ: اور نہ کہو تم کسی کام کو کہ میں یہ کروں گا کل کو مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ اور اگر بھول جاؤ تو یاد آوے، اگرچہ وقت گزر چکا ہو تو بھی پھر انشاءاللہ کہنا چاہیے۔ اور کافروں نے جو کہا تھا کہ اللہ نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ تو بد دشمنی سے کہتے تھے بلکہ وہ خود منفعل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم کھا کر: وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝ ترجمہ: قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جاوے نہ رخصت کیا تیرے رب نے تجھ کو اور نہ بیزار ہوا تجھ سے یعنی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی دن تک وحی نہ آئی دل میں بڑا تفکر پیدا ہوا اور دل کے مکدر ہونے کی وجہ سے تہجد کو نہ اٹھے۔ یہ دیکھ کر کافروں نے شور کیا کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کو ان کے مذہب نے چھوڑ دیا ہے اور وہ چند سوالوں کے جوابات نہ بتا سکے پس یہ سورۃ
نازل ہوئی۔ پہلے قسم کھائی دھوپ کی اور رات اندھیری کی یعنی ظاہر میں بھی اللہ تعالیٰ کی دو قدرتیں
ہیں اور باطن میں بھی چاندنی ہے اور کبھی اندھیرا اور وہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور بندہ
سے اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی دور نہیں اور یہ فوائد کتب تفاسیر میں سے لکھے ہیں اور اگر اے نبی سوال
تجھ سے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قولہ تعالیٰ: وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ
اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ط ترجمہ: اور اے نبی اگر تجھ سے پوچھیں روح کے
بارے میں تو تم کہہ دو کہ وہ تو میرے رب کے حکم سے ہے اور میں نے تھوڑی سی خبر دی ہے۔ یعنی
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزمانے کو یہود نے آپ سے پوچھا سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ
ان کو اتنی سمجھ کا حوصلہ اور صلاحیت نہیں ہے اور اس سے قبل کسی پیغمبر کی امت نے ایسی باتیں نہ پوچھی
تھیں۔ خیر بس اتنا ہی لوگوں کا جاننا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی وہ
بدن زندہ ہو گیا اور جب وہ چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس بدن سے نکل گئی تو وہی بدن پھر مردہ ہو گیا
اور یہ بھی ایک تفسیر کا مضمون ہے۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ کافر لوگ تجھ سے سوال کریں سکندر
ذوالقرنین سے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْکُمْ
مِّنْهُ ذِکْرًا ط اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ط فَاَتْبَعَ سَبَبًا ط حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ هَا قَوْمًا ط قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ
وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ط قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ
عَذَابًا نُّکْرًا ط وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰی ط وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ط
ترجمہ: اور سوال کرتے ہیں تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں تو آپ کہہ دیں کہ عنقریب پڑھوں گا میں
اوپر تمہارے اس میں سے کچھ مذکور بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے قوت عطا کی تھی زمین میں اور اس میں
دنیا کے ہر رستے پر چلنے کی صلاحیت دی تھی یعنی سرانجام سفر کا کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جب پہنچا
سورج ڈوبنے کی جگہ پر تو اس نے سورج کو ڈوبتا ہوا پایا ایک دلدل کی ندی میں اور اس نے
اس جگہ پر ایک قوم کو بھی پایا یعنی اللہ تعالیٰ نے کہا اے ذوالقرنین یا یہ کہ عذاب کرے تو ان کو
یا یہ کہ پکڑے تو ان میں بھلائی۔ یہ سنکر ذوالقرنین بولا جو شخص ظالم ہے پس البتہ عذاب کریں گے ہم

ان کو پھر پھیرا جاوے گا اپنے پروردگار کی طرف پس عذاب کرے گا اس کو عذاب بڑا اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے پس ان لوگوں کے واسطے بطریق جزا کے نیکی ہے اور البتہ ہم کہیں گے اسکو اپنے سے کام آسان فائدہ: پس جو حکم عادل ہو اس کی یہی راہ ہے کہ بُروں کو سزا دے ان کی برائی کی اور بھلے لوگوں سے نرمی اختیار کرے پس اسکندر ذوالقرنین نے یہ بات کہی یعنی اس نے یہ طریقہ اختیار کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ اسکندر ذوالقرنین نے یہ بات کی زمین میں اپنے لشکر کے ساتھ کئی برس رہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے اس دعوت الی الحق کا یہ اثر ہوا کہ وہاں کے سب لوگ ان کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور ان لوگوں کو نوازشیں بھی کیں اور جو لوگ ان کے باغی رہے تو ان لوگوں کو جہنم دکھائی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اسکندر ذوالقرنین کی نبوت اور بادشاہت میں بعض حضرات کو اختلاف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ اوّل بادشاہ تھے پھر اس کے بعد وہ نبی ہوئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اوّل وہ نبی تھے پیچھے بادشاہ ہوئے اور بعضوں نے اسی پر دلیل قائم کی ہے کہ اگر اسکندر ذوالقرنین نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ قُلْنَا یَا ذَا الْقَرْنَیْنِ کر کے خطاب کیوں فرماتا لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ وحی الہامی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو حق تعالیٰ نے فرمایا: وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ الہام نے فرمایا تھا بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اور ان کی بادشاہی تھی مشرق سے مغرب تک اور تمامی روئے ملک کی سمجھائی تھی مشرق اور مغرب اور مختلف جزائر اور دیگر شہروں میں جا کر خلق اللہ کو اللہ کی دعوت پہنچا تا یہاں تک کہ زمین مغرب میں جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے جا پہنچے تو وہاں جا کر ایک شہر ایسا بھی پایا کہ اس کی چار دیواری رانگ کی تھی اور اس کے اندر کسی طرف سے جانے کے واسطے کوئی راہ تھی آپ کا تمام لشکر اس کے اردگرد پڑا رہا اور آپس میں کہہ رہے کہ آخر اس کے اندر کس طرح جائیں۔ بہر تقدیر کسی حکمت عملی سے رسی اور کمند دیوار پر ڈال کر ایک آدمی کو اس پار کر دیا اور وہ پھر نہ آیا۔ کچھ دیر کے بعد اسی حکمت عملی سے دوسرے آدمی کو بھی دیوار پر چڑھایا اور اس سے کہا کہ شاید اس طرف بہشت یا اور کچھ ہو گا لہٰذا تم آگے مت جانا اور پھر کر ہم کو خبر دو تا کہ ہم کو معلوم ہو کہ اس کے پیچھے کیا ہے لیکن باوجود اس تاکید کے وہ بھی پھر واپس نہ آیا یہ کیفیت حال دیکھ کر اسکندر ذوالقرنین نے سمجھا کہ میں جس کو بھی بھیجوں گا وہ واپس نہیں آئے گا پس ملک کی حد

بناکر واپس مشرق کی طرف چل دیے، چلتے چلتے ایک جزیرے میں جا پہنچے۔ وہاں بھی ایک شہر آباد دیکھا لیکن بغیر کشتی کے وہاں جانا بالکل محال تھا اور اس جگہ پر دانا عقلمند اور حکیم تھے جب ان لوگوں کو جو اس شہر میں آباد تھے اسکندر ذوالقرنین کے آنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے تمام کشتیاں جزیرے سے چھپا دیں۔ عنقریب اسکندر ذوالقرنین مع اپنے لشکر کے بلب دریا چند روز تک ٹھہرے اور یہ سوچتے رہے کہ کسی حکمت عملی سے دریا عبور کر کے اس جزیرے میں جا اتریں وہاں کے جو لوگ ان کو ملتے وہ اپنے جسمانی اعتبار سے بہت ہی دُبلے تھے ان سے پوچھتے کہ تمہارے دبلا پتلا ہونے کا کیا سبب ہے، اس کے جواب میں ان لوگوں نے اسکندر سے کہا کہ یہ ہمارے شہر کی غذا اور آب و ہوا کا اثر ہے۔ ہم لوگ بڑی حکمت سے غذا کھاتے ہیں چنانچہ اس کی خاصیت بھی یہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پس ان لوگوں نے اسکندر ذوالقرنین کی دعوت طعام کی اور اس ضیافت میں اپنی حکمت عملی سے غذا تیار کر کے ایک خوان میں جواہرات سجا کر اسکندر ذوالقرنین کے سامنے لا رکھا اور پھر وہ سب کے سب الگ ہو گئے اور اسکندر ذوالقرنین سے کہنے لگے کہ آپ تناول کیجیے۔ اسکندر ذوالقرنین نے لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ بھی آویں اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر کھانا تناول کریں اور اسکندر ذوالقرنین نے ان سے یہ بھی کہا کہ بھئی یہ تو ہماری غذا نہیں ہے اور ہم یہ غذا کس طرح سے کھائیں اس کے جواب میں ان لوگوں نے اسکندر ذوالقرنین سے کہا کہ تم اسی لیے یہاں تک آئے ہو اور تمہاری یہاں تک آنے کی غرض و مقصود ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو چیزیں آپ کے سامنے ہم لوگوں نے پیش کی ہیں وہ بھوک کو نفع دیتی ہیں۔ پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ جب یہ باتیں اسکندر ذوالقرنین نے ان لوگوں سے سنیں تو پھر وہاں سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنا ایک قاصد بھی شاہ ہند کے پاس روانہ کر دیا کہ وہاں جا کر کہو کہ ہمارے ساتھ بہت لشکر بھی ہے اور ہم یہ بھی چاہتے کہ تمہارا ملک برباد نہ ہووے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم سے لڑائی کریں پس تمہیں لازم ہے کہ اس خبر کو پاتے ہی سب کے سب ہماری اطاعت میں آجاؤ اور جو خراج ہم مقرر کریں اس کو قبول کرو۔ چنانچہ اسکندر ذوالقرنین کے قاصد نے یہ باتیں شاہ ہند سے جا کر کہیں کہ آپ ہمارے شہنشاہ اسکندر ذوالقرنین کی اطاعت قبول کریں اور ایک ایلچی بھی اپنی

طرف سے ان کے پاس بھیج دیں تاکہ وہ شہنشاہ کو شاہانہ استقبال کے ساتھ لائے یہ سنکر شاہ ہند نے نہایت تعظیم و تکریم سے ایک ایلچی معہ تحفہ و ہدایا دے کر اسکندر ذوالقرنین کے پاس بھیجا جب شاہ ہند کا ایلچی اسکندر ذوالقرنین کے پاس پہنچا تو اس نے بادشاہ ہند کا بھیجا ہوا تحفہ و ہدایا اور نذرانہ ان کے سامنے پیش کیے تو اسکندر ذوالقرنین نے اپنے کارندوں کو حکم دیا اس ایلچی کو لے جاؤ اور اچھی طرح رہنے کو جگہ دو اور تین دن کے بعد اس ایلچی کو میرے پاس حاضر کرنا چنانچہ حسب الحکم ملازموں نے اس کو لے جا کر اچھی طرح سے ایک جگہ پر رکھا اور تین دن کے بعد حضرت اسکندر ذوالقرنین کی خدمت میں حاضر کیا اسکندر ذوالقرنین نے اس کو دیکھ کر اپنا سر نیچا کیا اور اس ایلچی نے اسکندر ذوالقرنین کو دیکھ کر اپنی ایک انگلی ناک کے نتھنے میں ڈالکر پھر نکال لی اور بغیر کہے کسی کے اپنی جگہ پر چلا گیا۔ خاص لوگوں نے یہ حال دیکھ کر اسکندر ذوالقرنین سے عرض کی اے بادشاہ آپ نے شاہ ہند کے ایلچی کو دیکھ کر اپنا سر نیچا کیا اور اس ایلچی نے حضور کو دیکھ کر اپنی انگلی ناک کے سوراخ میں ڈال کر پھر نکال لی اور بغیر کہے سنے یوں ہی اپنی جگہ پر چلا گیا اس میں کیا راز ہے اسکندر نے فرمایا کہ میں نے اس کو دراز قد دیکھ کر اپنا سر نیچا کیا اور یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ لمبے قد کا آدمی احمق اور بیوقوف ہوتا ہے کہ یہ مثل مشہور ہے کہ کُلُّ طَوِیْلٍ اَحْمَقُ اِلَّا عُمَرَ رضؓ وَکُلُّ قَصِیْرٍ فِتْنَةٌ اِلَّا عَلِیُّ رضؓ یعنی دیکھا گیا ہے کہ آدمی دراز قد والے زیادہ تر احمق ہوتے ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہر پستہ قد آدمی فتنہ ہوتا ہے مگر حضرت علیؓ نہیں ہیں۔ اور اس نے جو اپنی ناک کے سوراخ میں انگلی رکھی تھی کہ یہ میرا طالع اسکندری دیکھیے پھر جاؤ اور اس کو میرے پاس سے آؤ اور اس کو کھانا کھلاؤ وہ بزرگ آدمی ہے۔ پھر اس کو واپس لے آئے اور اس کے کھانے کے واسطے صرف روٹی اور گھی بھیج دیا تاکہ اس کی عقل کی آزمائش ہو جائے چنانچہ وہ روٹی اور گھی کھا گیا اور اس نے ایک سوئی میں رکھ کر اسکندر ذوالقرنین کے پاس بھیجی اور اسکندر ذوالقرنین نے اسی سوئی کو سیاہ رنگ کر کے اسی روٹی اور گھی پر رکھ کر پھر اس کے پاس بھیج دی اور اس نے پھر ایک ٹکڑا آئینہ کا اس پر رکھ کر اسکندر ذوالقرنین کے پاس بھیج دیا پس یہ ماجرا بھی خاص خاص لوگوں نے دیکھا اور پھر ان لوگوں نے اپنے بادشاہ اسکندر ذوالقرنین سے عرض کی کہ اے جہان پناہ اس میں کیا حکمت ہے بادشاہ بولے کہ روٹی اور گھی دینے کا مجھ کو یہ مطلب تھا

کہ مرد علم و حکمت میں خوب ہوتے ہیں جیسے روٹی ساتھ گھی اور جو اس نے روٹی اور گھی پر سوئی رکھ کر بھیجی تھی
یہ سمجھ کر کہ وہ علم و حکمت میں خوب ہے۔ پھر میں نے اس کی سوئی کو سیاہ رنگ کر کے جو بھیجا تھا اس کا یہ
مطلب تھا کہ اس کا علم اور حکمت مانند آئینہ کے صاف روشن ہے اور ہم نے اس سے معلوم کر لیا کہ لمبے
آدمی حقیقتاً بیوقوف ہوتے ہیں۔ پس ہم دونوں میں یہی اشارات میں گفتگو جاری تھی پھر ہند سے
ذوالقرنین مشرق کو جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے وہاں پہنچے حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا
حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا پھر لگا
ایک اسباب کے پیچھے یعنی سفر کا سرانجام کیا۔ یہاں تک کہ پہنچا ذوالقرنین سورج نکلنے کی جگہ پر تو اس نے
پایا کہ سورج نکلتا ہے اور اسی جگہ پر ایک قوم کو بھی پایا کہ نہ ان کے لیے کوئی گھر ہے اور نہ سایہ اور
نہ کپڑا اور وہ لوگ بیابان ریگستان میں رہتے تھے کیونکہ ریگستان میں گھر وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ روئی کی
کھیتی ہو سکتی ہے کہ اس سے کپڑا بنا دیں اور وہاں جاڑا بہت ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے کھانے کو دوسرے
شہروں سے لا کر کھاتے ہیں اور زن و مرد سب ننگے رہتے ہیں اور مثال جانوروں کے جماع وغیرہ کی کرتے
رہتے ہیں اور جب دھوپ نکلتی ہے تو ان کے بدن میں قوت آتی ہے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے
تو سخت سردی پڑتی ہے یہ دیکھنے کے بعد پھر اسکندر ذوالقرنین دوسری جگہ پر جا پہنچے چنانچہ اللہ
رب العزت بایں الفاظ ارشاد فرماتا ہے قولہ تعالیٰ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ
مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ترجمہ: پھر پیچھے چلا اسکندر ذوالقرنین اور راہ کے
یہاں تک کہ جب پہنچا درمیان دو دیواروں کے تو پایا اس نے ان دیواروں کے پاس ایک قوم کو جو
ان دیواروں کے نزدیک تھی اور وہ یہ بات نہ سمجھتے تھے۔ **فائدہ:** حد مشرق میں دو پہاڑ بلند
ہیں اور درمیان ان پہاڑوں کے زاہد حکیم بہت تھے اور وہ ایک دوسرے کی بولی کو نہیں سمجھتے تھے
کیونکہ ان کے درمیان دو پہاڑ حائل تھے اور وہی دو پہاڑ یاجوج ماجوج کے ملک کے درمیان
آمد و رفت کو روکے ہوئے تھے لیکن درمیان میں کچھ کھلا تھا۔ چنانچہ اس راہ سے یاجوج ماجوج آتے اور ان لوگوں کو لوٹ
مار کر کے چلے جاتے پس ذوالقرنین نے وہاں کے زاہدوں اور حکیموں کو وعظ و نصیحت کی اور راہ اللہ
قدوس کی راہ بتلائی اس کے بعد وہ ان دونوں پہاڑوں کی طرف گئے وہ دونوں نہایت ہی عظیم الشان
پہاڑ تھے جانے کی راہ اس میں کسی طرف نہ تھی اور اس میں آدمی دو گروہ ان کی تعداد بے حد و شمار

سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور ان کو قوم یاجوج ماجوج کہتے ہیں اور ایک اولاد یاجوج کی ایک پہاڑ میں رہتی ہے اور دوسرے پہاڑ میں اولاد ماجوج کی رہتی ہے اور یہ دونوں بھائی یافث بن نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہ لوگ طوفان نوحؑ کے بعد وہاں رہ گئے اور نسل ان کی بیحد ہے اور بصورت آدمی ہیں لیکن قد و قامت کم و بیش ہیں۔ یعنی بعضے تو دراز قد اور بعضے ایک گز اور بعضے ایک بالشت کے ہیں اور کان ان کے اتنے بڑے ہیں کہ وہ زمین پر لٹکتے ہیں اور جب وہ لوگ سوتے ہیں تو اپنا ایک کان زمین پر بچھا لیتے ہیں اور دوسرا کان بطور چادر کے اوڑھتے ہیں اور مثل حیوانات کے ایک سے ایک جماع کرتا ہے ان میں کچھ شرم و حیا نہیں ہے اور مثل بہائم کے بول و براز کرتے ہیں اور ان کے کھیتوں میں سوائے تل کے اور دوسری کوئی چیز بھی پیدا نہیں ہوتی۔ لہٰذا اسی کو وہ روزانہ کھاتے ہیں اور کسی دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کو بھی نہیں جانتے اور نہ مانتے ہیں اور وہ مرتے بھی نہیں ہیں کافی عرصہ سے زندہ ہیں اور اپنی اسی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ پس وہ پہاڑ سے نکل کر ان زاہدوں اور حکیموں پر آ کر ظلم کیا کرتے اور جس کو بھی پاتے مار ڈالتے کھیت و مویشی ان کے لوٹ مار کر کھا جاتے اور وہ سب اس قوم وحشی سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ جب اسکندر ذوالقرنین وہاں تشریف لے گئے تو ان زاہدوں اور حکیموں پر بڑی نوازش فرمائی۔ چنانچہ ان سب نے مل کر اسکندر ذوالقرنین سے عرض کیا کہ یاجوج اور ماجوج کے ظلم سے ہم لوگ یہاں نہیں رہ سکتے اور ان پر جو جو احوال گزرے تھے وہ سب اسکندر ذوالقرنین کے سامنے بیان کیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ؕ ترجمہ: کہا انہوں نے اے ذوالقرنین تحقیق یاجوج اور ماجوج فساد کرنے والے ہیں زمین میں پس کر دلویں ہم واسطے تیرے کچھ مال اوپر اس بات کے کہ کر دیوے تو درمیان ہمارے اور درمیان ان کے دیوار کہ وہ ہماری طرف نہ آ سکیں پس خراج گزار بھی ہمیشہ ہم تمہارے ہوں گے۔ یہ سنکر اسکندر ذوالقرنین نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۙ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ؕ فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ

رَبِّیْ حَقًّا ۝ ترجمہ: کہا اسکندر ذوالقرنین نے جو مقدر دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے بیچ اس کے پس مدد کرو میری ساتھ قوت کے کہ کر دوں میں درمیان تمہارے اور درمیان یاجوج وماجوج کے ایک دیوار موٹی اور کہا تم لے آؤ میرے پاس تختے لوہے کے یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دونوں پہاڑوں تک پہاڑ کی گھاٹیوں کو یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو آگ ذوالقرنین نے کہا لے آؤ میرے پاس کہ ڈالوں اس پر تانبا پگھلا ہوا پس تاکہ نہ چڑھ سکیں کہ آویں اوپر اس کے اور نہ سوراخ کر سکیں اس میں کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے اور پس جب آوے گا وعدہ میرے پروردگار کا تو کر دے گا اس دیوار کو ریزہ ریزہ اور ہے وعدہ میرے پروردگار کا سچ ہے۔

فائدہ اول لوہے کے بڑے بڑے تختے بنائے ایک پر ایک دھرتے گئے کہ دو پہاڑوں کے برابر بلا دیا پھر تانبا پگھلا کر اس کے اوپر ڈالا اور وہ تانبا درزوں میں بیٹھ کر جم گیا سب مل کر ایک پہاڑ کے مانند ہو گیا ہمارے پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں سد سکندری تک گیا ہوں اور میں نے اس کو دیکھا بھی ہے۔ یہ سنکر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی کیفیت بیان کرو۔ اس نے کہا کہ وہ دیوار ایسی ہے کہ جیسا چارخوانہ لنگی آپ نے سن کر فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے کیونکہ اس دیوار میں لوہے کے تختے لگے ہیں۔ اور ان کی دیواروں میں تانبا پگھلا کر بھر دیا گیا ہے اس لیے وہ چارخانے کی شکل بن گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝ یہاں تک کہ کھولے جاویں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہوں گے یعنی جب روز قیامت نزدیک آوے گی یاجوج ماجوج سد سکندری سے نکلیں گے اور تمام روئے زمین پر منتشر ہوں گے جہاں جہاں جو چیزیں پاویں گے کھا جاویں گے اور پھر اللہ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا اس کی آواز سے ساری مخلوق مرجائے گی۔ اور ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ ہر روز یاجوج اور ماجوج کوشش کرتے ہیں کہ سد سکندری کو توڑ کر باہر آویں لیکن بحکم اللہ وہ توڑ نہیں سکتے۔ صبح سے شام تک اس دیوار کو سب چاٹتے ہیں مثل پوست بیضہ کے کر ڈالتے ہیں۔ بس تھوڑی سی باقی رہ جاتی ہے۔ پھر وہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ کل سب توڑ دیں گے اور پھر آسانی سے باہر نکل جائیں گے مگر وہ انشاء اللہ اپنی زبان سے نہیں بولتے اس لیے وہ توڑ نہیں سکتے۔

بس صبح سے شام تک ان کا یہی معمول ہے۔ اور جب ان کا خروج ہوگا قیامت کے نزدیک تو اس قوم میں ایک لڑکا مسلمان پیدا ہوگا اور جب وہ بڑا ہوگا تو انہیں لوگوں کے ساتھ مل کر بسم اللہ کہہ کے دیوار چاٹنا شروع کرے گا اور پھر شام کو انشاء اللہ پڑھے گا۔ کہ کل انشاء اللہ اس کو توڑ ڈالوں گا۔ جب وہ اللہ کے حکم سے سد سکندری ٹوٹے گی۔ اور پھر اس کے بعد سب قوم اس دیوار سے باہر نکل آوے۔ روایت ہے کہ طول اس دیوار کا چھتیس کوس کی راہ ہے اور عرض اس کا تین کوس کی راہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس دیوار کا طول تین سو کوس کی راہ ہے اور عرض اس دیوار کا ڈیڑھ سو کوس کی راہ ہے اور اونچائی ستر گز اور یہ بھی خبر ہے کہ جب وہ دیوار توڑ کر باہر نکلیں گے تو سب سے پہلے ملک شام میں آویں گے اس کے بعد بلخ میں پس اسکندر ذوالقرنین نے یہاں سے مشرق کی طرف جانے کا قصد کیا موجودہ علماء و حکماء سے پوچھا کہ تم نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ درازی عمر کس چیز کے سبب ہوتی ہے ان میں سے ایک حکیم صاحب نے اسکندر ذوالقرنین سے عرض کی کہ اے جہاں پناہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے وصیت نامہ میں دیکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک چشمۂ آب حیات ظلمات میں کوہ قاف کے اندر پیدا کیا ہے کہ پانی اس کا دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے نرم اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے جو اسے پیئے گا تو اس کو موت نہ آوے گی اور وہ قیامت تک زندہ رہے گا اور اس کا نام بھی آب حیات ہے۔ یہ سنکر حضرت اسکندر ذوالقرنین کو اس کا شوق پیدا ہوا۔ کہ اس چشمہ آب حیات کا پانی پینا چاہیئے اور علماؤں سے بھی سکندر ذوالقرنین نے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ اس کوہ قاف کے ظلمات میں چلو۔ انہوں نے کہا کہ آپ جائیے اور ہم تو یہاں کے قطب ہیں۔ دنیا کی آفت سے ہم لوگ کس طرح جائیں اس لیے ہم نہیں جا سکتے۔ اسکندر ذوالقرنین نے کہا کہ تم لوگوں کا ہمارے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ اور تم لوگ یہ بھی بتاؤ کہ سواری میں سب سے زیادہ کونسا جانور چست و چالاک ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ گھوڑی کہ جس نے ابھی تک بچہ نہ جنا ہو تو وہ نہایت چست و چالاک ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے چند اعلیٰ قسم کی گھوڑیاں چن چن کر مخصوص کر لیں اور راہبر حضرت خضر علیہ السلام کو بھی اس لشکر کا پیشوا مقرر کیا اور ان سے کہا کہ جب ہم اس کوہ قاف کے ظلمات میں جا پہنچیں گے تو یقین ہے کہ کوئی کسی کو نہ پاوے گا تو اس وقت کیا ہوگا اس وقت

حکماء نے کہا کہ لعل و گوہر شب چراغ حضور کی سرکار میں ہو تو دے دیجیے جب ایسی کوئی نوبت آوے گی تو اس کی روشنی سے راہ چلیں گے پھر ایک گوہر شب چراغ خزانہ عامرہ سے نکال کر حضرت خضر کے حوالے کیا اور تخت و تاج اور سلطنت ملازموں سے اپنے ایک دانا عقلمند کے سپرد کیا اور بارہ برس کے وعدہ پر رخصت ہو کر اور کھانے پینے کا توشہ سرانجام لے کر ظلمات کوہ قاف کی طرف آب حیات کی تلاش میں روانہ ہو گئے راہ بھول کر ایک برس مسلسل گھومتے رہے اور حضرت خضر بھی لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک اندھیرے میں جا پڑے اس وقت اس گوہر شب چراغ کو جیب سے نکال کر زمین پر رکھ دیا تو اس کی روشنی سے تاریکی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے چشمہ آب حیات کا ان کو ملا پھر حضرت خضر نے منہ ہاتھ دھو کر آب حیات پی لیا اور اللہ کا شکر بجا لائے لیس اس وجہ سے حضرت خضر کی عمر دراز ہوئی پھر وہاں سے مراجعت کر کے دوسری تاریکی میں آپڑے پھر اسی گوہر شب چراغ کو نکال کر زمین پر رکھ دیا اس کی وجہ سے سب میں اجالا ہو گیا اور جتنے لشکر اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے سب حضرت کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور اسکندر ذوالقرنین اپنے لشکر سے کہہ رہے تھے کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو میں آگے چل کر کچھ تماشہ عجیب و غریب دیکھ آؤں یہ کہہ کر جب وہ آگے بڑھے ایک بالاخانہ نظر آیا اور چاردیواری اس کی ہوا پر معلق ہے اور اس میں مرغ بے حد بہت دیکھے مرغوں نے حضرت سے کہا کہ اس ظلمت میں بستی چھوڑ کر کیوں آئے ہو اس کے جواب میں حضرت اسکندر ذوالقرنین نے کہا کہ میں آب حیات پینے کو آیا ہوں پھر ایک مرغ جوان میں شاہ تھا وہ حضرت اسکندر ذوالقرنین سے کہنے لگا کہ اے ذوالقرنین اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ مرد سب لباس حریر کا پہنیں گے اور اچھے اچھے مکان بنا کر دنیا کے پیچھے لہو و لعب عیش نشاط میں مصروف رہیں گے یہ کہہ کر پھر وہ اسی بالاخانہ کو چلا گیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالاخانہ تمام کا تمام جواہرات کا بن گیا پھر کہا اے ذوالقرنین اب وقت آگیا ہے کہ چنگ و رباب اور بربط طنبورہ بجنے کا پھر تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ تمام بالاخانہ لعل و یاقوت کا بن گیا ہے پھر تو یہ دیکھ کر بہت حیران رہ گئے اس مرغ نے پھر حضرت اسکندر ذوالقرنین سے کہا اے مرد مجاہد تو مت ڈر کہ یہ تمام کارخانہ ابلیس لعین کا ہے۔ پھر اس مرغ نے پھر کہا کہ اب بتا دو ظاہر ہو گا مجھے یہ بتاؤ کہ اس وقت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ باقی ہے یا نہیں۔ یہ سنکر حضرت اسکندر ذوالقرنین نے کہا کہ ہاں وہ باقی ہے پھر پوچھا خلق اللہ میں ہنوز دیانت بجا ہے یا نہیں اس کے جواب میں حضرت اسکندر نے کہا بجا

ہے پھر وہ مرغ اس جگہ سے دوسری جگہ پر چلا گیا۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اس مرغ نے کہا کہ تم اس بالاخانہ پر جا کر دیکھو وہاں کیا چیز ہے تب ذوالقرنین وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پاؤں پر کھڑا اپنے منہ میں صور لیے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے کہتے ہیں کہ وہ اسرافیل تھے۔ ذوالقرنین تو اپنی سلطنت اور روشنی ملک کی چھوڑ کر اس ظلمات میں کیوں آ پڑے۔ کیا وہ تجھ کو بس نہ تھا آپ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں آب حیات پینے آیا ہوں تا کہ آب حیات پینے سے زندگی زیادہ ہو اور اللہ کی عبادت زیادہ کروں۔ اس بات کو سنکر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اسکندر ذوالقرنین کے ہاتھ میں ایک پتھر مثل بلی کے سر کے برابر دیا اور کہا کہ میں نے تجھ کو غفلت سے ہوشیار کیا اور اب تم یہاں سے چلے جاؤ اتنے حریص مت ہو۔ یہ سنکر اسکندر ذوالقرنین وہاں آب حیات نہ پا کر اپنے لشکر میں آ گئے پھر سب اکٹھے ہو کر چلے آتے تھے اندھیری رات میں ٹکڑے ٹکڑے سنگ ریزوں کے گھوڑوں کے پیر کے تلے مثال لعل شب چراغ کے چمکتے دیکھ کر پوچھا کہ یہ سب کیا چیز ہے جو حکما اس وقت ان کے ہمراہ تھے وہ بولے یہ پتھر ہیں جو شخص بھی اس کو اٹھائے گا وہ پچھتائے گا اور جو شخص اسکو نہ اٹھائے گا تو وہ بھی پچھتائے گا آخر کسی نے ان کو چن لیا اور کسی نے ان کو نہ چنا جب ظلمات سے نکل آئے تو کیا دیکھے ہیں کہ وہ پتھر جن لوگوں نے چن لیے تھے وہ تمام جواہرات لعل اور زبرجد اور یاقوت اور فیروزہ اور زمرد ہیں یہ دیکھ کر وہ بہت پچھتانے لگے جنہوں نے ان کو نہ چنا تھا اور جن لوگوں نے ان کو چن لیا تھا وہ اس لیے پچھتائے کہ کیوں نہیں زیادہ چنے اسکندر ذوالقرنین نے حکما سے پوچھا کہ جو پتھر اسرافیل نے مجھے دیا ہے اس میں کیا ماجرا ہے حکما نے کہا کہ تم اپنا پتھر ایک ترازو میں ایک طرف رکھو اور پھر سب پتھر ایک دوسری طرف رکھو کہ کس کا پتھر وزن میں بھاری ہوتا ہے جب ایسا کیا گیا تو دیکھا کہ اسکندر ذوالقرنین کا ہی وہ پتھر وزن میں بھاری تھا جو ان کو حضرت اسرافیل نے دیا تھا پھر اسکندر ذوالقرنین نے پنے حکما سے دریافت کیا کہ اس میں کیا اسرار ہے وہ بولے کہ اب سب پتھر اتار کر اس پلے میں ایک مشت خاک رکھ دو جب ایک مشت خاک کو پلے میں رکھا تو دونوں پلے ترازو کے برابر آئے۔ دونوں طرف برابر رہے پھر پوچھا کہ اس میں کیا بھید ہے حکما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق سے مغرب تک بادشاہت دی ہے تو بھی تم کو سیری نہیں مگر تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا پیٹ اور کھوپری کی خواہش ایک مٹھی خاک سے بھرے گی جو گورستان میں نصیب ہو گی۔ جب اسکندر ذوالقرنین نے یہ بات سنی تب تمام لشکروں کو اپنے پاس سے رخصت کیا اور سب اپنے اپنے ملک میں واپس چلے گئے اور اسکندر ذوالقرنین یہیں رہ گئے اور پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور پھر چند روز بعد ہی انتقال کیا اور سونے کے تابوت میں وہیں مدفون ہوئے اور یہ بھی

بذریعہ ایک خبر کے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے اپنے مرنے کے وقت اپنی ماں کو وصیت کی تھی کہ بعد موت کے میری روح کو ثواب بخشیو اور یتیم، اسیر، غریب، مسکین، بیوہ، بیکس محتاجوں کو خوب کھانا کھلانا اور ان سے میری مغفرت کی دعا کرانا جب ان کی ماں کو یہ خبر پہنچی تو وہ زار زار رونے لگیں اور بعد مرنے کے ان کی وصیت کو پورے طور سے بجا لائیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احوال اسکندر ذوالقرنین کو اور سوالات مذکورہ سے ابوجہل اور مکے کے کافروں کو اور وہاں کے یہودیوں کو جواب دیا سب کافر سنکر متحیر ہوئے اور بولے یہ سچ کہتے ہیں اور بالکل توریت اور زبور کے یہ جوابات بتاتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں ہے پس سوائے ابوجہل کے اور سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور ابوجہل سے حضرت نے فرمایا کہ اب تم کو معلوم ہوا یا اب بھی شک میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں یا نہیں۔ اور اگر تم کو کچھ اب بھی شک ہو تو پھر پوچھو تب اس لعین نے کہا کہ تم تو ایک ساحر ہو اور دوسرا ساحر موسیٰ تھا۔ ہرگز تمہارے دین میں نہیں آؤں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان کافروں کے بارے میں: فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ترجمہ: پس جب پہنچی ان کو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہا انہوں نے کیوں نہ ملی پیغمبری جیسی ملی تھی موسیٰ کو یہ بات کہی اور راہ ضلالت اختیار کی۔ پس اے میرے محترم بھائیو مومنو ہم سب کو لازم ہے کہ اللہ اور رسول کی رضا مندی پر راضی رہیں اور ان کے جملہ احکام شرع کو بجا لائیں اور کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان فرعون علیہ اللعنۃ

بعض تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون کے باپ کا نام مصعب اور دادا کا نام ملک ریان تھا اور بعض مورخ نے لکھا ہے کہ فرعون کا مصعب بن ولید بن ریان تھا اور عمر بھی تقریباً چار سو برس کی ہوئی اس عرصہ میں وہ کبھی بیمار نہ ہوا تھا اور نہ اس کے سر میں درد ہوا تھا اور نہ کوئی غنیم و دشمن اس پر غالب ہوا اور فرعون بھی اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾ ترجمہ: کہا فرعون نے لوگوں سے میں ہوں تمہارا رب سب سے بڑا اور اونچا۔ پس پکڑا اس کو اللہ تعالیٰ نے سزا میں پچھلی اور پہلی کی اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور اس نے

دنیا میں بھی عذاب پایا۔ اول اچھا تھا۔ اس ملعون نے جب دعویٰ خدائی کا کیا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سی بلاؤں میں گرفتار کیا۔ اور تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پیدائش بلخ میں ہوئی تھی جب وہ بڑا ہوا وہ سیر و سیاحت کو نکلا بیو شخنہ ایک شہر کا نام ہے سیر کرتا ہوا وہاں پہنچا۔ اس جگہ ہامان بے ایمان سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ ہامان اسی جگہ کا باشندہ تھا جب آپس میں ربط و ضبط قائم ہوا تو ہامان نے فرعون سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ سیر کو چلوں گا اور دنیا کے حالات معلوم کروں گا۔ چنانچہ دونوں ملعون مصر شہر میں آئے اور وہ ایام خربوزے پھل کے تھے ان دونوں نے کھیت والے کے پاس جا کر کھانے کا سوال کیا خربوزے والے نے ان دونوں سے کہا کہ بھائی ایسا کرو کہ تم دونوں ہمارے یہاں خربوزے بازار لے جاؤ اور وہاں جا کر فروخت کرو، جب یہ مال سارا تم لوگ فروخت کر دو گے تو پھر ہم تم دونوں کو کھانے کو دیں گے یہ سنکر فرعون نے ہامان سے کہا کہ تم یہیں رہو اور میں یہ مال خربوزے لے کر بازار جاتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا یعنی فرعون خربوزے لے کر بیچنے کو شہر گیا اور دکانداروں نے اس سے کہا ہم تو سودا ادھار خریدتے ہیں اور نقد میں پھل ترکاری نہیں خریدتے اور جس کو جو قیمت ہوتی ہے اس کو مال اپنا فروخت کر کے بعد میں دے ڈالتے ہیں ہمارے شہر کا تو یہی دستور ہے۔ فرعون کچھ عرصہ تک سوچتا رہا اور پھر وہ خربوزے اسی دعدہ پر بیچ کر واپس اسی جگہ آ گیا اور مالک خربوزے سے جا کر کہا کہ یہ کام اچھا نہیں اتنا بول کر وہ وہاں سے چل دیا اور پھر شاہ مصر کو جا کر ایک درخواست پیش کر دی کہ میں بعید الوطن غریب ہوں۔ اور کھانے پینے سے بھی عاجز ہوں، فدوی کو کوئی کام اسی شہر مصر میں جہاں پناہ کی سرکار عالی میں موافق گذارے کے ہو تو غلام کو اس جگہ پر مامور فرما کر سرفراز فرمائیں اس بد بخت کا نصیب بلند تھا یہ دیکھتے ہی بادشاہ مصر کا حکم ہوا کہ تو کون سا کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ بولا داروغی مقبرہ اسی کی چاہتا ہوں کہ بے اجازت میری کوئی وہاں مردہ نہ گاڑنے پائے یہ سنکر بادشاہ مصر نے اس کو گورستان کی داروغی دیدی تب دروازے پر گورستان کے جا بیٹھا قضا الٰہی سے ایسا ہوا کہ اسی سال میں مصر میں وبا پھیل گئی اور بہت آدمی مرنے لگے۔ فرعون نے جب یہ دیکھا تو اس نے ہر ایک لاش کے وارثوں سے ایک ایک درہم سونے کا لینا شروع کر دیا۔ اس طریقہ سے تھوڑے ہی دنوں میں اسکے پاس بہت سارا روپیہ جمع ہو گیا پھر اس روپے سے مقربان بادشاہ کو دے کر تمام شہر کی داروغی لے لی اور شاہ مصر اپنے جہل سے اس کو پیار کرتا اور خلعت بھی دیتا اتفاقاً قضائے الٰہی سے وزیر مصر مر گیا اس کے بعد فرعون ہی کو بادشاہ مصر نے وزیر مقرر کر دیا۔ اس وقت فرعون نے ہامان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ

میں خدائی کا دعویٰ کر دوں۔ تاکہ ساری مخلوق مجھ کو اپنا معبود جانے اور میری پوجا کرے یہ سنکر ہامان نے کہا کہ اگر تو خدائی چاہتا ہے تو یہ کام آہستہ آہستہ کر کے سب سے پہلے تو مخلوق اپنے ہاتھ میں لے تو فرعون نے کہا اسیا کرنے کی کیا تدبیر ہے کیونکہ تمام لوگ تو اسوقت یوسف یعقوب کے دین پر مستحکم ہیں کس طرح ان کو اپنا بناؤں آخر اس کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ہامان نے اسی بات کو سنکر کچھ جواب نہ دیا پھر فرعون نے یہ ٹھہرائی کہ بادشاہ مصر سے درخواست کروں میں چاہتا ہوں کہ ایک برس تک مصر کی رعیت کے واسطے خزانہ سے معاف فرمائیں پوری کی جائیں اور فدوی اپنی طرف سے سرکاری خزانہ میں ایک سال کا جو کچھ خرچ ہوگا دے گا بادشاہ نے کہا کہ میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارا نقصان ہو اور میرا نفع اچھا میں اجازت دیتا ہوں کہ اس سال کا جزیہ رعیتوں پر تیری خاطر سے معاف کیا۔ فرعون نے جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ سرکار عالی کا خزانہ کسی طرح کم ہو پس بادشاہ نادان اور کم فہم تھا۔ فرعون کی خاطر رعیتوں سے ایک سال کا جزیہ نہ لیا اور کہا کہ اپنے دل کی مراد پوری کر تب فرعون نے اپنے دیوان اور خزانچیوں کو بلا کر پوچھا کہ مصر کا جزیہ رعیتوں سے کتنا وصول ہوتا ہے وہ سب بولے کہ اتنا ہوتا ہے پس فرعون نے روپیہ اپنی طرف سے ہامان کے ہاتھ بادشاہ کی سرکار میں داخل کر دیا اور مزید دو سو برس کی معافی کے واسطے بھی ہم نے سرکار عالی میں عرض کی سو وہ بھی قبول ہوئی پھر تو تمام رعایا مصر کی یہ بات سنکر بہت خوش ہو غریب و مساکین جتنے تھے سب نے فرعون کی ترقی کیواسطے دعائیں کیں اور سب کے سب اللہ کا شکر بجا لائے پس تین سال کا جزیہ موقوف ہونے سے مصر کی رعایا کو فراغت ہو گئی اور پھر چند ہی روز بعد بادشاہ مصر خود اپنی موت مر گیا اور کوئی بھی اس کا والی وارث نہ تھا جو اس کے تخت شاہی پر بیٹھے۔ چنانچہ بادشاہ مصر کی تجہیز و تکفین کے بعد تین دن تک تعزیت کی گئی اور چوتھے روز تمام شہر کے لوگ قاضی مفتی عالم فاضل امراء وغیرہ چھوٹے بڑے سب بادشاہی دربار میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بادشاہ کے تخت پر کسی کو بٹھانا چاہیے کیونکہ ملک بے سر نباشد۔ چونکہ مصر کے لوگوں نے فرعون سے نیکی دیکھی تھی کہ تین برس کا خزانہ مصر کا معاف کیا تھا اور اپنے پاس سے تین برس کا روپیہ بادشاہ کو دیا تھا اس لیے سب اس سے خوش تھے یہ خیر خواہی دیکھ کر سبھوں نے اس فرعون مردود کو تخت پر لے جا کر بٹھا دیا جب یہ ملعون مصر کا بادشاہ ہوا اور پھر اس ہامان بے ایمان کو اپنا وزیر بنایا اس کے بعد کہنے لگا کہ اب ملک مصر پورا ہمارے ہاتھ میں آیا ہے یعنی ہم اس ملک کے بادشاہ مقرر ہو گئے ہیں ہامان سے اس نے کہا کہ اب کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ تمام ملک مصر کے باشندے اور تمام خلائق مجھ کو خدا کہے اور مجھ کو ہی معبود جانے اور میری

پرستش کرے۔ اس کے مقرر کردہ وزیر ہامان نے فرعون ملعون کو یہ صلاح دی کہ پہلے مصر میں یہ حکم دیا جائے کہ اس وقت تمام علماء و فضلا جتنے ہیں ہمارے قلمرو میں درس و تدریس نہ دینے پائیں اور اپنے تمام تدریسی سلسلے کو بالکل ختم کر دیں۔ اس تدبیر سے آہستہ آہستہ لوگ اپنے دین سے بے خبر ہوتے رہیں گے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے وہ سب کے سب بغیر علم کے جاہل ہوں گے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ یہ ہامان کی سنکر فرعون ملعون نے اپنے ملک مصر میں تعلیم و درس و تدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا کہ میرے اس ملک میں کوئی بھی نہ علم سیکھنے پائے فوراً درس و تدریس کو بند کر دیں ورنہ ہم ان سب کو قتل کرا دیں گے فرعون بادشاہ کا یہ حکم سنکر اور اس کے قتل کرانے کے خوف سے سب نے درس و تدریس کا سلسلہ موقوف کر دیا اور بالکل لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا۔ چنانچہ چند ہی روز گزرے تھے کہ سارا ملک جاہل بن گیا اور اپنے حقیقی اللہ کو بالکل ہی بھول گئے اور وہ مثل چوپائے و حوش کے ہو گئے اس کے بعد فرعون نے حکم کیا کہ تمام لوگ اپنے اپنے بتوں کو سجدہ کیا کریں پس ایک قوم قبطی جو کثیر تعداد میں تھی اس نے بت پرستی شروع کر دی اور یہ سلسلہ تقریباً بیس برس تک رہا پھر اس کے بعد فرعون ملعون نے اعلان کرایا اور اس اعلان یہ الفاظ لوگوں کے کانوں تک پہنچائے جس کو قرآن مجید نے نقل فرمایا فَحَشَرَ فَنَادٰی ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ۝ ترجمہ اس لوگوں کو جمع کیا پھر ان لوگوں سے کہا کہ میں ہوں رب تمہارا سب سے بڑا اور بلند۔ اور اس حالت پہ چالیس برس گزر رہے۔ اس کے بعد تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ پھر اسی قوم قبطی نے فرعون کو پوجنا شروع کر دیا۔ اس قوم پر فرعون ملعون بہت نوازش کرتا اور دوسری قوم جو بنی اسرائیل تھی اس کو خدا نہیں مانتی تھی اس کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتا کیونکہ بنی اسرائیل قوم تو دین یوسف پر قائم تھی۔ اور بعوض جزیہ کے فرعون ملعون ان سے قبطیوں کی خدمت کروا تا اور ان کو ہر وقت تحقیر کرتا اور جن کاموں کو وہ ناچیز سمجھتا تھا مثل محنت اور بوجھ اٹھانا لکڑی چیرنا اور چنا دلنا اور گھاس کاٹنا۔ جھاڑو کشی کرنا۔ اور گوبر پھیکنا علیٰ ہذالقیاس ان سب کاموں پر مقرر کیا تھا۔ اور کچھ لوگوں کو بنی اسرائیل قوم سے محنت شہروں اور دیہات میں اپنے تابعین کی خدمت میں بھیج دیتا۔ اور ان کی عورتوں سے اپنی عورتوں کی خدمت لیتا۔ غرضیکہ بنی اسرائیل قوم کی عزت و قار نہیں کرتا تھا مگر صرف ایک عورت کہ جن کا نام آسیہ تھا وہ بنی اسرائیل کی قوم سے تھیں اور بڑی ہی حسین و جمیل تھیں لیکن وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پہ ہی تھیں اور ان کے خصائل بھی شہرۂ آفاق تھے اس وجہ سے فرعون ملعون ان کو اپنے نکاح میں لایا تھا۔ اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ فرعون نے ان کو پرستندہ اپنا جان کر بڑی عزت سے اپنے گھر میں

رکھا تھا مگر وہ اپنے دین میں بہت مضبوط تھیں اور وہ خلاف شرع نہیں چلتی تھیں اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عورتوں کی پاکی اور بزرگی بیان فرمائی ہے۔ ایک حضرت موسیٰؑ کی ماں۔ دوسری کا مریم بنت عمران اور تیسری خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد جو حضور اکرم صلعم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور چوتھی فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پانچویں بی بی آسیہ رضی اللہ عنہم کیونکہ یہ سب صالحہ تھیں۔ الغرض قوم بنی اسرائیل تیرہ برس تک فرعون کے عذاب میں اور اس کی قوم کی خدمت میں گرفتار رہی زن و مرد اس قوم کی خدمت کرتے اور ان کی بار برداری میں لگے رہتے اور صبر کرتے تھے۔ لیکن باوجود اتنی سخت تکلیف کے وہ اپنے آبائی دین اسلام سے نہیں پھرے اسی حالت میں وہ شب و روز استغفار اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ایک دن فرعون ملعون نے دریائے نیل کے کنارے مجلس جشن کی تھی تمام لوگ نہا کر وہاں گئے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان بھی لے گئے اور وہاں جاکر خوشیاں منائیں اور پھر فرعون نے اپنی قوم سے کہا قولہ تعالیٰ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ ترجمہ: اور پھر پکارا فرعون نے اپنی قوم میں بولا اے قوم میری بھلا مجھ کو کیا نہیں ہے حکومت مصر کی اور یہ نہریں چلتی ہیں نیچے میرے کیا تم نہیں دیکھتے بلکہ میں بہتر ہوں اس شخص سے کہ جس کو عزت نہیں ہے اور وہ صاف نہیں بول سکتا ہے۔ اتنی بات فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی شان میں تکبر سے کہی تھی کہ وہ کیا چاہتا ہے اس بات کو لوگوں نے مانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ ترجمہ: پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی پھر اسی کا کہا مانا تحقیق وہ لوگ تھے فاسق۔ پس چاہا اللہ تعالیٰ نے کہ اس کو دوزخ میں ڈالے اور اس کی قوم کو بھی جہنم میں ملا دے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو چار سو برس کی عمر دی تاکہ وہ ہر روز باغی ہوتا رہے اور اپنے حقیقی معبود کی نافرمانی کرتا رہے پھر ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قدرت کاملہ سے دریائے نیل کو سکھا دیا اور اس میں کچھ بھی پانی باقی نہ رہا یہ دیکھ کر فرعون ملعون کی قوم نے اکٹھے ہو کر کہا اگر تو ہمارا خدا ہے تو دریائے نیل کا پانی جاری کر دے تب جانیں گے کہ تو ہمارا خدا ہے پس فرعون نے یہ بات سنی اور سنتے ہی سات لاکھ سوار اپنے ہمراہ لے کر میدان سعید الاعلیٰ کی طرف نکل گیا اور ایک ایک منزل پر ایک ایک لاکھ سواروں کو چھوڑتا گیا اسی طرح سب کو رخصت کر کے تنہا ایک میدان میں جاکر ایک غار میں اندر گھسا اور گھوڑے کی باگ کو گلے میں لپیٹ کر قبلہ رخ

ہوکر سجدے میں جا گرا اور پھر یہ مناجات کی الٰہی تو حق پر ہے اور میں باطل پر ہوں اور میرا رب بے نیاز و بے پرواہ ہے اور میں نے دنیا کو بعوض آخرت کے اختیار کیا اے میرے رب جو کچھ مجھ کو دینا ہے تو وہ مجھے دنیا کی زندگی میں ہی دیدے اور میں آخرت میں نہیں چاہتا ہوں اور یہ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ آخرت میں میرے لیے سوا لحد و دوزخ کے اور کچھ نہ ہوگا جب فرعون نے اللہ کی درگاہ میں یہ دعا و مناجات کی تو اسی وقت ایک شخص غیب سے آیا اور اس غار کے منہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور فرعون سے کہنے لگا کہ میں ایک شخص کی شکایت تمہارے پاس لایا ہوں تم اس کا انصاف کر دو یہ سنکر فرعون بولا تو یہاں کیوں آیا یہ جگہ تو انصاف کی نہیں ہے کل دربار میں آنا وہاں پہ اس کا انصاف کر دوں گا اور اس وقت تو یہاں سے چلا جا۔ پھر وہ بولا اگر تم ہمارا انصاف نہیں کر دو اور بغیر انصاف کرائے ہوئے ہم یہاں سے نہیں جائیں گے چنانچہ یہ کالمہ ہو ہی رہا تھا کہ ادھر دریائے نیل کا پانی جاری ہو گیا نیل پھر بھر گیا۔ یہ دیکھ کر فرعون نے بہت خوشی محسوس کی اور اسی خوشی کے عالم میں وہ اس شخص سے کہنے لگا کہ اے نوجوان تم کیا چاہتے ہو۔ اس کے پوچھنے پر اس نوجوان نے فرعون سے کہا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور اس کے حکم کو بھی تسلیم نہ کرے اور اللہ قدوس اس پر اپنی مہربانی کرے تو تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اس بندہ کی کیا سزا ہے؟ فرعون نے جواب دیا کہ اس بندہ کی سزا تو یہ ہے کہ اس کو دریائے نیل میں ڈبو کر مارنا چاہیے اس نوجوان نے یہ جواب سن کر کہا بہت اچھا۔ آپ اس کو مجھے لکھ کر دیدیں تاکہ یادداشت رہے اور کل بندہ آپ کے دربار میں حاضر ہوگا آپ کے حضور میں اظہار کرے گا۔ فرعون بولا کہ بھئی یہاں تو دوات قلم و کاغذ نہیں ہیں کس طرح لکھوں اس نوجوان نے کہا کہ میں دیتا ہوں تم لکھو۔ پھر فرعون نے اس غار کے اندر بیٹھ کر خوشی سے لکھا کہ جو بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور اس کا حکم نہ مانے اور اللہ تعالیٰ اس کو سب طرح سے آرام دے تو اس بندہ کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریائے نیل میں ڈبو کر مار اجائے۔ اس طرح یہ دستاویز لکھ کر اس نوجوان کے حوالے کی اور اس نے یہ نہ جانا کہ وہ نوجوان کون تھا اور وہ نوجوان یہ دستاویز لکھوا کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ وہ درحقیقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور پھر اس کے بعد ایک آواز آئی کہ اے فرعون! دریائے نیل کو میں نے تیرے حکم کے تابع کیا تو جب حکم کرے گا کہ اے پانی تو کھڑا رہ تو وہ پانی تیرے حکم سے کھڑا رہے گا اگر تو کہے گا کہ اے پانی تو جاری ہو جا تو وہ پانی جاری ہو جائے گا۔

الغرض وہ تیرے فرمان کے باہر نہ ہوگا تب فرعون یہ سنکر اور خوش ہو کر میدان سعید الاعلیٰ

سے اپنے گھر چلا آیا اور دریائے نیل کو جس طرف کہتا وہ اسی طرف ہو جاتا۔ اگر وہ یہ کہتا کہ اے پانی تو اونچا ہو کر چل تو پہاڑ سے زیادہ اونچا ہو کر چلتا اور اگر وہ کہتا کہ اے پانی تو نیچے ہو کر چل تو وہ پانی نیچے ہو کر چلتا۔ چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرعون ملعون کو ایسی کرامت دی تھی۔ باوجود اس کے وہ ملعون دعویٰ خدائی کا کرتا ہے کہ کہتا تھا اے لوگو! میں مصر کا مالک ہوں اور دریائے نیل بھی میرے تابع ہے دیکھو تو پانی دریائے نیل کا بالکل خشک ہو گیا تھا وہ میں نے ہی جاری کیا تمہارے پینے کے لئے اہل مصر نے جب یہ کرامت دیکھی فرعون سے تو تعریف کرتے ہوئے سجدے میں گرے اور اس کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ بولے بیشک تو ہمارا پروردگار ہے بعنۃ اللہ علیہم اجمعین اور ایک مکان بھی عالیشان لب دریا بنایا تھا اور اس کا نام عین الشمس رکھا تھا ایک حوض بنا کر دریا کے پانی کی نہر اس پر جاری کی تھی اور اس پر چار ستون سونے کے بنائے تھے اور وہ اس طرح بنائے تھے کہ حوض کے کنارے پر سے کو خشک پر جا کر دوسری راہ نکل پڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے دو درخت بھی اس حوض کے کنارے پر پیدا کیے تھے ایک درخت سے تو روغن زرد نکلتا تھا اور دوسرے درخت سے روغن سرخ وہ روغن جس بیمار کو دیا جاتا اللہ کے فضل سے شفا پاتا اسی وجہ سے فرعون ملعون فخر کر کے لوگوں کو دکھاتا اور خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنی ربوبیت کی دلیل ان دونوں درختوں سے دیتا کہ دیکھو میری ربوبیت کی یہ دلیل ہے چنانچہ مخلوق نے جب ان درختوں پر غور کیا اور اس میں فرعون کی کرامت ظاہر پائی جو وہ کہتا اسی وجہ سے خلق اور بھی فرعون کی ربوبیت کی قائل ہو کر گمراہ ہوتی چلی گئی اور تمام ملک میں گمراہی پھیل گئی۔

بیان عوج بن عنق کا

تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض راویوں نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ زمین شام مقدس کی تم کو دوں گا تم وہاں سے ظلم و تعدی کرنے والوں کو نکال دو اور در حقیقت مقام اجداد بنی اسرائیل کا کنعان میں ہی تھا اب مصر میں ہوا۔ بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ تمام ملک شام میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرو اور حضرت موسیٰ نے ان کے ساتھ فتح کا وعدہ کیا تھا اور وحی بھی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ بارہ آدمی سردار بارہ قوم سے بنی اسرائیل کے نقیب کرنا کہ ہر ایک سبط اپنے اپنے سرداروں کے تابع رہے اور ہماری رضا پہ رہیں تو ان سے اس بات کو کہہ دے

کہ ان کا سردار نقیب جو حکم ان پر کرے تو وہ اس پر عمل کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ؕ اور اٹھائے ہم نے ان میں بارہ سردار۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کو ہمراہ لے کر جب کنعان میں گئے تو اپنے نقیبوں کو شام کے اطراف میں بھیجا تا کہ ان پر ظالم و جابر لوگوں کا حال معلوم کریں جب وہ لوگ وہاں گئے اور وہاں سے کچھ حالات معلوم کیے تو وہاں ایک بہت بڑے قد و قامت والا انسان بھی دیکھا جو سمندر کی تہہ میں مچھلی پکڑ لاتا تھا اور اپنی لمبائی کے سبب سے وہ سورج کی تپش سے بھون کر کھاتا تھا۔ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کے طوفان سے یہی شخص بچا تھا۔ اور ایسا دراز قد تھا کہ سمندر کے پانی میں بھی وہ ڈوب نہ سکتا تھا اتنا بڑا لمبا جوان تھا اور اس کی عمر تین ہزار پانچ سو برس کی ہوئی۔ یعنی وہ شخص حضرت آدم کے ایام زمانہ سے حضرت موسیٰؑ کے زمانے تک زندہ رہا اور اس کی ماں کا نام صفورہ تھا وہ بیٹی حضرت آدم علیہ السلام کی تھیں اور اس کے باپ کا نام عنق تھا۔ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ اس کے باپ کا نام سحبان تھا اور ماں کا نام عنق تھا وہ بنت آدمؑ تھیں۔ پس عوج بن عنق نے حضرت موسیٰؑ کے بارہ سرداروں کو دیکھ کر پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے پھر انہوں نے اپنا حال بیان کیا اس کے بعد عوج بن عنق نے ان سب کو پکڑ کر اور اپنی ازار میں لیکر اپنی بیوی کو دکھانے لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو یہ سب میرے ساتھ لڑنے کو آئے ہیں لیکر زمین پر رکھ کر اس نے چاہا کہ مثال چیونٹی کے پیر سے مل دے اس وقت اس کی بیوی نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو وہ ضعیف و ناتواں ہیں خود ہی چلے جائیں گے تجھ کو ان کے مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اور پھر تیرا حال بھی لوگوں سے جا کر بیان کریں گے پس ان کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ نقیب حضرات جباروں کی کثرت اور حقیقت دریافت کر کے بہت ڈر گئے اور اپنی جگہ پر واپس چلے گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ان جبار و ظالموں کا حال جو ہم دیکھ آئے ہیں اپنی قوم سے نہ کہنا چاہیے کیونکہ وہ لوگ تو پہلے ہی بزدل ہیں لڑائی اور جہاد کے نام سے بھاگ جائیں گے لیکن ان لوگوں کا احوال حضرت موسیٰؑ اور ہارون سے کہنا چاہیے۔ تب حضرت موسیٰؑ سے وہاں کا حال بیان کیا اور نیز یہ بھی بیان کیا کہ وہاں کے پھل فروٹ بھی بہت بڑے بڑے ہیں اگر ایک دانہ انار کا نکالیں تو آدمی سیر ہو جائے اور پھل فروٹ جو وہاں سے لائے

تھے وہ حضرت موسیٰؑ کو دکھائے۔ حضرت موسیٰؑ ان کو دیکھ کر بہت ہی متعجب ہوئے۔ پس دس آدمی سردار نقیب نے عہد شکنی کر کے احوال وہاں کا جو دیکھا تھا اور عوج بن عنق کے ہاتھ گرفتار ہونے کا اپنی قوم سے کہہ دیا لیکن دو شخص یعنی یوشع اور کالوت نے عہد شکنی نہ کی یہ خبر سنکر بنی اسرائیل نے چاہا کہ جہاد میں نہ جائیں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم مت گھبراؤ اور نہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدۂ نصرت فرمایا ہے کہ میں تمہیں ان کو کافروں پہ فتح دوں گا اور ہر قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا قولہ تعالیٰ، قَالُوْا یٰمُوْسٰی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ٭ ترجمہ: بولی قوم اے موسیٰ وہاں پر ایک شخص ہے بڑی قد و قامت والا اور وہ بڑا ہی زبردست ہے ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جبتک وہ وہاں سے نکل جاوے۔ اللہ تعالیٰ کی نوازش تھی ان دونوں پر وہ یوشع بن نون اور کالوت بن قتادہ تھے اور وہ دونوں بزرگ نیک طینت تھے ان بارہ سرداروں میں بنی اسرائیل کے اور وہ دونوں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بعد پیغمبر ہوئے۔ وہ دونوں بزرگ بولے کہ اے قوم بیٹھ جاؤ اور ان پہ حملہ کرو دروازے سے کیونکہ قوم جبار نہایت قوی ہے اور اللہ تم کو فتح دے گا اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا ہے کہ اللہ ان کو ضرور ہلاک کرے گا جیسا کہ فرعون کو ہلاک کیا! اور تم لوگ تو اللہ پر یقین رکھتے ہو پھر کیوں نہیں اس پہ بھروسہ کرتے اس پر بھی وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم ہرگز نہ جائیں گے ساری عمر جب تک وہ وہاں رہیں گے اے موسیٰ تو اور تیرا رب دونوں جاکر ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے غصہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے بددعا کی قولہ تعالیٰ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ الخ ترجمہ! بولے موسیٰ علیہ السلام اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی سو تو جدائی کر دے ہم میں اور بے حکم لوگوں میں، قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جہاد کرو عمالقہ جبارہ سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ کے لیے وہ ملک تمہارا ہو گا۔ حضرت موسیٰ نے بارہ شخص کو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے پہ سردار کیا تھا اور ان کو ملک شام میں بھیجا تاکہ اس ملک کی خبر لائیں۔ چنانچہ وہ خبر لائے تو ملک شام کی خوبیاں بیان کیا اور وہاں مسلط تھے عمالقان کی قوت زور بھی بیان کیا پس حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم قوم کے پاس خوبی ملک کی بیان کیجیو اور قوت دشمن مت بیان کرنا۔

اس حکم پر صرف دو شخص قائم رہے اور دس شخص نہ رہے۔ جب قوم نے ان سے عمالقہ کا زور و قوت کو سنا تو وہ اپنی نامردی ظاہر کرنے لگے اور انہوں نے یہ چاہا کہ ہم پھر لوٹ کر اپنے مصر جائیں۔ اپنی تقصیر کی وجہ سے چالیس برس شام کے فتح میں دیر لگی اور اس قدر مدت بنی اسرائیل جنگلوں میں پھرتے رہے اور اس قرن کے لوگ سب مر گئے تھے مگر دو شخص جو حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے یوشع اور کالوت ان کے ہاتھ سے ملک شام فتح ہوا۔ القصہ موسیٰ دو بار دن اپنا عصا ہاتھ میں لے کر ملک شام کو برائے جہاد روانہ ہوئے اور جب رات ہوئی تو بنی اسرائیل نے مصر جانے کا قصد کیا تمام رات چلتے رہے اور صبح فجر کے وقت دیکھا کہ جس جگہ سے کوچ کیا تھا اسی پر آ رہے ہیں پھر دوسری شب کو تمام رات چلے فجر کو دیکھتے ہیں کہ جہاں سے کوچ کیا تھا اب تک وہیں ہیں وہ سمجھے کہ موسیٰ کی بد دعا سے یہ حال ہوا تب یوشع بن نون نے ان سے کہا کہ اس میدان میں ٹھہر جاؤ اور صبر کر و استغفار پڑھو جب تک حضرت موسیٰؑ ملک شام فتح کر کے واپس نہ آویں تب تک یہیں ٹھہرے رہو۔ یہ بات سنکر بنی اسرائیل اللہ پر توکل کر کے اسی جگہ رہے اور اس جگہ کا نام تیہ ہے جس جگہ پر یہ لوگ ٹھہرے رہے اس میں بارہ اسباط بنی اسرائیل اور چھ لاکھ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا سے چالیس برس محبوس رہے اور وہاں سے نکل نہ سکے اور وہ تیہ درمیان فلسطین اور اردن اور مصر کے ہے اور اس میدان تیہ کا طول چھتیس کوس ہے اور عرض اٹھارہ کوس کا ہے غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام جب نزدیک شہر عوج کے گئے۔ لوگوں کی مہیب شکل دیکھ کر ڈرے اور حافظ حقیقی کو یاد کر کے آگے بڑھے۔ جب عوج بن عنق نے ان کو دیکھا تو چاہا کہ ان کو پکڑ کر چیونٹی کی طرح پیروں سے مل دیں اور کہا کہ تو ہے سردار قوم بنی اسرائیل کا اور تو نے قبطیوں کو دریائے نیل میں فرعون کے ساتھ ڈبا مارا ہے یہ کہہ کر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حملہ کیا۔ حضرت موسیٰ نے جوابی حملہ کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی تقریباً دس گنہ لمبا تھا اور دس گنہ اوپر اچھل کر اس کے ٹخنوں پر عصا مارا وہیں مردود گر کر مر گیا چالیس برس سے بنی اسرائیل تیہ مذکور میں تھے اور ادھر لاش عوج بن عنق کی میدان میں پڑی تھی اور گوشت پوست گل گیا تھا اور پشت کی ہڈی مثل پہاڑ کے اونچی ہو رہی تھی۔

بیان پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام

بعض تواریخ کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ایک رات فرعون ملعون نے اپنے خواب میں دیکھا کہ دو درخت عالم بالا پہ گئے اور پھر سارا عالم ان کے زیر سایہ ہو گیا۔ صبح سوتے ہی اس نے اپنے تمام حکیموں اور منجموں اور جادوگروں کو بلایا اور پھر ان سے پوچھا کہ تم کو خوب غور و خوض کر کے ہم کو اس خواب کی تعبیر بتانا چاہیے۔ یہ سنکر فرعون سے ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی اپنی کتابوں میں اس خواب کی تعبیر کو معلوم کرتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے اپنے خیالات کے مطابق اپنی اپنی کتابوں میں خوب اچھی طرح غور کیا۔ پھر ان لوگوں نے آکر فرعون سے کہا کہ قوم بنی اسرائیل سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا کہ تمہاری مملکت کو وہی خراب کرے گا اور تمام لوگ اس کے زیر حکم ہوں گے۔ یعنی ملک، وزارت و نعمت کل اس کے ہاتھ میں ہوگی یہ گفتگو اپنے منجموں کی سنکر فرعون بہت ہی ہراساں ہوا اور پھر بولا۔ وہ لڑکا کب پیدا ہوگا۔ وہ منجم کہنے لگے کہ تین دن رات میں وہ لڑکا اپنے باپ کی پشت سے مادر رحم میں آوے گا۔ یہ سنکر فرعون نے گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے حکم دیا کہ جتنے بنی اسرائیل ہیں آج سے کوئی بھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستر نہ ہونے پائے اور جو کوئی اس حکم خلاف ورزی کرے گا تو اس کو مار ڈالوں گا چنانچہ اس نے ایک ایک آدمی بنی اسرائیل کے ہر دن میں متعین کر دیا اور فرعون کے ڈر کی وجہ سے بنی اسرائیل میں کوئی بھی اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرتا۔ مگر تقدیر الٰہی سے چارہ نہ تھا اور باوجود اس تنبیہ اور تہدید کے اس تین دن رات کے اندر جو نجومیوں نے کہا تھا روز موعود میں وہ لڑکا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ان ماں کے شکم میں آ گئے اور اس کی شرح یوں ہے کہ خاتون نام عمران کی بی بی تھی اور وہ بھی بنی اسرائیل کی قوم سے تھیں اور اس سے پہلے ایک لڑکا بھی تھا اور ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام مریم تھا اور عمران فرعون کے ندیموں میں سے تھا اور وہ اس دن فرعون کے پاس تھا بی بی کو شوق مباشرت کا ہوا اور ان کو ایسا غلبہ ہوا کہ صبر و قرار بھی جاتا رہا آخر وہ نہ ٹھہر سکیں رات ہی کو اٹھ کر اور اپنے گھر سے نکل کر فرعون کے دروازے پر جا پہنچیں۔ اتفاقاً تمام دروازے کھلے ہوئے تھے! اور دروازوں پہ نگہبان اور دربانوں کو سوتے ہوئے دیکھا اس دن اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کا غلبہ بھی زیادہ کیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ خاتون بے کھٹکے فرعون کی خوابگاہ

میں جا پہنچیں وہاں اپنے شوہر کو دیکھا کہ فرعون کی نگرانی کر رہا ہے اور فرعون سوتا ہے اور عمران اپنی بیوی کو دیکھ کر جب کہ تمام لوگ آرام کی نیند سو رہے تھے شوق مباشرت زیادہ ہوا۔ پس وہاں سے سرک کر زن و شوہر نے مجامعت سے فراغت کر لی اور اس گھڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے باپ کے صلب سے ماں کے رحم میں آئے بعد اس کے بی بی خاتون وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر چلی آئیں اور یہ بھید کسی کو معلوم نہ تھا سوائے رب العالمین کے وہ تو ہر بھید کو اچھی طرح جانتا ہے بلکہ وہ تو ظاہر و باطن چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو فرعون نے اپنے نجومیوں کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ وہ لڑکا پیدا ہوا یا نہیں تو انہوں نے اپنے نجوم سے حساب لگا کر بتایا کہ وہ آج کی شب گزشتہ میں باپ کے صلب سے ماں کے رحم میں آچکا ہے۔ یہ سنتے ہی فرعون ملعون نے اپنے تمام کارکنوں کو حکم دیا کہ اگر کوئی بھی لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تو اس کو فوراً مار دو، لیکن لڑکی کو مت مارنا اور خوف کے عوض میں اس کی ماں کو ستر درم دے دینا۔ چنانچہ پھر ایسا ہوا کہ روپے کے لالچ سے ماں باپ اپنے نوزائیدہ بچے کو فرعون کے پاس لاتے اور وہاں سے ستر درم لے کر اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے اور فرعون ملعون نے ہر ایک گھر میں بنی اسرائیل کے ایک ایک قبطی کو تعینات کیا اور وہ قبطی اگر بیٹا ہوتا تو اس کو مار ڈالتا اور اگر بیٹی ہوتی تو اس کو نہ مارتا چنانچہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ۔ ترجمہ

اور جب چھڑا دیا ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے کہ دیتے تھے تم کو بڑی تکلیف سے ذبح کرتے تمہارے بیٹے اور زندہ رکھتے تھے تمہاری بیٹیوں کو اور اس میں آزمائش ہوئی تمہارے رب کی بڑی۔ پس بنی اسرائیل کو فرعون ملعون نے بڑے دکھ میں رکھا تھا اور ان کے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور یہاں تک اس نے کر رکھا تھا کہ ان کی عورتوں کے حمل آکر دیکھتے اور ان کے پیٹ پر غیر محرم ہاتھ پھیرتے تھے کہ حمل ہے یا نہیں! اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں حمل سے تھیں ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ وہ روٹی پکا رہی تھیں یکایک ان کو درد زہ ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے اور وہ نہایت خوبصورت تھے ان کے تولد سے سارا گھر روشن ہو گیا اور جو بھی کوئی ان کی طرف دیکھتا تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور کچھ ہی عرصہ میں فرعون کے لوگ بھی آپہنچے اور حضرت موسیٰ کی والدہ اندیشہ کر رہی تھیں کہ یا اللہ میں اس

بچے کو کہاں لے جا کر چھپاؤں کیونکہ فرعون کے لوگ اس بچے کو دیکھتے ہی مار ڈالیں گے۔ یا اللہ اس
معصوم بچے کو تو کسی جگہ پر پناہ دے آخر مجبور ہو کر تنور کی آگ میں بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ڈال دیا
اور ایک دیگ خالی اس کے اوپر چڑھا دی۔ بعد اس کے فرعون کے لوگوں نے آکر خاتون کے پیٹ
پر ہاتھ پھیرا تو کچھ حمل کا اثر نہ پایا اور پھر وہ چلے گئے اور ادھر خاتون اپنے فرزند کی محبت میں
رونے لگیں اور کہتی تھیں کہ ناحق میں نے اپنے بچے کو تنور میں ڈال دیا۔ نہایت ہی افسوس کر کے
اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا کہ اب تو بچہ بالکل جل گیا۔ ———— اور
کہنے لگیں کہ اگر جلے ہوئے بچے کی ہڈی ہوتی تو اس سے اپنے دل مجروح کی دوا کرتی۔ بعد اس کے جب
انہوں نے اس چولھے کے اندر دیکھا تو وہ بچہ اسی آگ میں اپنے ہاتھ میں ایک سیب لیے کھیل رہا ہے۔
یہ حال دیکھ کر بڑی ہی متعجب ہوئیں اور اللہ کا شکر بجا لائیں یہ دیکھتے ہی ان کو اس تنور سے فوراً اٹھا لیا
اس کے بعد وہ پھر متفکر ہو گئیں کہ اس لڑکے کو کہاں چھپا کر رکھوں۔ ایسا نہ ہو کہ فرعون کے لوگ
اس کو آکر مار ڈالیں۔ یہ کہتی جاتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ
وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ ترجمہ: اور ہم نے حکم
بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا پھر جب تم کو ڈر ہو اس کا تو ڈال دے اس کو دریائے نیل
میں اور اس میں نہ کچھ خطرہ کر اور نہ کچھ غم کر ہم پھر پہنچا دیں گے تیری طرف اور کریں گے اس کو اپنے
رسولوں میں سے۔ تب حضرت موسیٰ کی والدہ یہ بشارت پا کر بہت خوش ہوئیں اور ایک صندوقچہ بنانے
کے لیے ایک بڑھئی کی تلاش میں نکلیں فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام بصورت بڑھئی کے ان کے سامنے آ
کھڑے ہوئے حضرت موسیٰ کی والدہ ان سے کہنے لگیں کہ کیا تم صندوقچہ بنانا جانتے ہو۔ بولے ہاں
میں صندوقچہ بنانا جانتا ہوں۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے گھر جا کر ایک صندوقچہ بنا کر چلے
گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو خوب دودھ پلایا اور بہترین حریر کے کپڑے میں
لپیٹ کر اس صندوقچہ میں رکھ کر مقفل کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اور دوسری روایت میں
یوں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی والدہ چپکے سے بڑھئی کو گھر میں لائیں اس سے کوئی بھی آگاہ نہ
تھا مگر ایک شخص ہمسایہ ان کا اس راز سے مطلع تھا حضرت موسیٰ کی والدہ اس سے بسبب خوف

کر دی میں، اور بڑھیا کو ستر دینار اجرت اس کی دے کر رخصت کیا۔ چنانچہ اس ہمسائے نے یہ چاہا کہ اس کی خبر فرعون کو کر دوں جب وہ اس ارادے سے فرعون کے پاس گیا اور چاہتا تھا کہ میں اس لڑکے کی خبر دوں تو اللہ کے حکم سے اس کی زبان گونگی ہو گئی اور وہ اپنا مقصد جو لے کر گیا تھا فرعون سے کہہ نہ سکا، جب فرعون کے پاس سے باہر نکل آیا پھر اس کی زبان کھل گئی، یہ دیکھ کر پھر اس نے قصد کیا کہ میں فرعون سے جا کر کہوں تو پھر وہ گونگا ہو گیا جب وہ وہاں سے باہر آیا تو اس کی زبان کھل گئی، بیان کیا گیا ہے کہ ایسا قصد اس نے تقریباً سات مرتبہ کیا۔ لیکن جب وہ فرعون کے قریب پہنچا اور ارادہ کرتا کہ میں اس خبر کو فرعون سے کہوں تو اس کی زبان فوراً گونگی ہو جاتی تھی۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر وہاں سے باہر نکل آیا اور اس قصد سے وہ باز آ گیا اور پھر اس نے توبہ کی اور اللہ کریم ایمان لے آیا اور پھر اس نے یہ بات کسی سے بھی نہ کہی۔ الغرض ادھر حضرت موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو اس صندوقچہ میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اور حضرت موسیٰ کی بہن مریم سے کہہ دیا کہ اے بیٹی تو اس صندوقچے کو دیکھتی ہوئی دریا کے کنارے کنارے چلی جا کبھی ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص دیکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ترجمہ: اور کہہ دیا اس کی بہن کو کہ اس کے پیچھے چلی جا پھر وہ دیکھتی رہی اور اس کو اجنبی ہو کر اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ پس اللہ کے حکم سے وہ صندوقچہ پانی میں بہتا ہوا دریائے نیل سے اس نہر کے اندر سے جو فرعون نے اپنے محل کے اندر ایک بڑا حوض بنایا تھا وہاں پر جا ٹھہرا اور اس وقت فرعون اپنی آسیہ خاتون کو ساتھ لے کر تخت پر بیٹھا تھا اچانک ان دونوں کی نظر اس صندوقچہ پر جا پہنچی۔ فرعون نے اپنی بیوی آسیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کیا چیز ہے جو پانی پر بہتی ہے یہ کہہ کر دونوں اپنے تخت شاہی سے اٹھے اور اس کے قریب جا کر دیکھا کہ ایک صندوقچہ ہے فرعون نے چاہا کہ اس صندوقچہ کو اپنے ہاتھ سے اٹھائے لیکن وہ صندوقچہ اس کے ہاتھ میں نہ آیا کیونکہ فرعون مردود کافر و مشرک تھا پلید کے ہاتھ سے نہ اٹھا۔ اس کے بعد آسیہ خاتون نے اپنے ہاتھ دراز کیے اور انہوں نے وہ صندوقچہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا لیا اور پھر فرعون کے سامنے لا کر رکھا پھر فرعون نے اس کے کھولنے کی ہر چند کوشش کی لیکن وہ

اس صندوقچہ کو نہ کوئی کھول سکا نہ توڑ سکا تھک کر بیٹھ گیا پھر آسیہ خاتون جو کہ مومنہ تھیں انہوں نے اس صندوقچہ کو کھولا اور بسم اللہ پڑھی اس میں دیکھا کہ ایک لڑکا مہتاب صورت ہے اس کے نور سے سارا گھر فرعون کا روشن ہو گیا یہ دیکھ کر فرعون کے دل میں اس کی محبت آ گئی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی نیک صورت دی تھی کہ جو کوئی ان کی طرف دیکھتا فریفتہ ہو جاتا تھا۔ پھر آسیہ خاتون نے فرعون سے کہا کہ مجھے فرزند نہیں ہے میں اس کو پالوں گی اور یہ واضح ہو کہ آسیہ خاتون بنی اسرائیل قوم تعلق رکھتی تھیں اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کی پھوپھی بہن تھیں اور وہ اچھی طرح اپنے خویش برادر کو پہچانتی تھیں پھر فرعون سے کہنے لگیں کہ دیکھو یہ لڑکا تمہارا اور میرا نور چشم ہے اس کو نہ مارنا کیونکہ ہم اس کو پالیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ترجمہ اور بولی فرعون کی عورت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یہ لڑکا مجھ کو اور تم کو اور اس کو نہ مارو شاید یہ ہمارے کام آوے یا بنا لیویں اس کو بیٹا اپنا اور وہ اس بات کو نہ سمجھتے تھے یعنی ان کو کچھ بھی نہ خبر تھی کہ وہی لڑکا بڑا ہو کر کیا کرے گا لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ یہ لڑکا بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے دریائے نیل میں ڈال دیا ہے کہنے لگا کہ اگر ایک لڑکا نہ مارا تو کیا ہوا۔ یہ سمجھ کر ان کو نہ مارا۔ اور فرعون کے یہاں ایک بیٹی تھی جو برص کی بیماری میں مبتلا تھی۔ اس نے آ کر دیکھا کہ لڑکا رو رہا ہے اور اس کے منہ سے رال گرتی ہے اس نے جلدی سے آ کر اس لڑکے کو اٹھا لیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے جو لعاب نکل رہا تھا وہ لعاب اس لڑکی کے برص کے دھبوں پر لگا تو اس کی برص کی بیماری جاتی رہی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ یہ دیکھ کر آسیہ خاتون نے فرعون سے کہا کہ دیکھو یہ کیسا مبارک لڑکا ہے کہ اس کے منہ سے جو رال نکل رہی تھی وہ تمہاری بیٹی کے بدن پر لگی تو اس کے بدن سے برص کی بیماری جاتی رہی۔ یہ سنکر اس نے اپنی بیٹی کو بلایا اور پھر دیکھا کہ واقعی جو برص کی بیماری تھی وہ ٹھیک ہو گئی ہے تب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیار کرتے ہوئے اپنی گود میں لے لیا اور ایک دائی دودھ پلانے کے واسطے بھی مقرر کر دی اور کہتے ہیں کہ فرعون نے جب اپنے شہر کی تمام دائیوں کو بلایا اور بہت سی

دائیاں آئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی دائی کا دودھ نہ پیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝

ترجمہ: اور حرام کر دیا ہم نے اوپر اس کے دودھ دائیوں کا پہلے سے پس خواہر موسیٰ و ہارون موجود تھیں وہ بولیں کہ میں بتاؤں تمہیں ایک گھر والی کو کہ پالے اس کو واسطے تمہارے اور واسطے اس کے بہت خیر خواہ ہے یہ سنکر فرعون نے کہا کہ لے آؤ ان کو، پھر وہ دوڑی ہوئی گئیں اپنی ماں کے پاس جاکر بولیں اے ماں میرے اللہ نے مہربانی کی ہے ہم پر، چلو تم میرے بھائی کو دودھ پلانے اور فرعون بلاتا ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے اور اس نے بہت سی دائیوں کو بلایا تھا مگر وہ کسی کا دودھ نہیں پیتا ہے تم چلو کیونکہ میں نے اجنبی طور پر تمہاری بات فرعون سے کہی ہے کہ میں دودھ پلانے والی ایک دائی لاؤں گی۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ کی ماں خوش ہو کر فرعون کے گھر پہ آئیں وہاں آکر دیکھا بہت سی دائیوں کو بلایا ہے لیکن کسی دائی کا دودھ بھی حضرت موسیٰ نہیں پیتے جب حضرت موسیٰ کی والدہ نے ان کو اپنی گود میں لیا اور اپنا دودھ پلانا چاہا تو انہوں نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ کی ماں خوش ہو کر فرعون اور اس کے گھر والوں سے یہ کہنا چاہتی تھیں کہ یہ بیٹا بھی میرا ہے۔ تب فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل میں القا ہوا کہ اے خاتون یہ راز کسی پر مت ظاہر کرو اور اپنا بیٹا کہہ کر کسی کو مت کہو ہامان پلید نے جو فرعون کا وزیر تھا اس نے شمہ اس کا قرینہ سے اور قیاس سے دریافت کیا اور وہاں کھڑا ہو کر دیکھتا رہا تب حضرت موسیٰ کی ماں سے پوچھا کہ اے دائی یہ لڑکا شاید تمہارے ہی بطن سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولیں کہ ایسا نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ لڑکا میرے دودھ سے بہت خوش ہے۔ پس فرعون نے اس سے کہا کہ تم اپنے دودھ پلانے کی اجرت ہر روز ایک دینار ہم سے لے لیا کرو۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں فرعون سے اجرت دودھ پلانے کی مہینہ میں تیس دینار لیا کرتی تھیں اور اس طرح وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ترجمہ: پھر پہنچا دیا ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور وہ غم نہ کھاوے اور جانے کہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ٹھیک ہے ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔ اسی طرح پر چند روز گزرے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو فرعون دیکھ کر خوش ہوا اپنی گود میں لے کر حضرت موسیٰ کو بوسے دینے لگا حضرت موسیٰ نے ایک
ہاتھ سے داڑھی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے منہ پر ایک طمانچہ لگایا یہ کیفیت دیکھ کر فرعون بہت
ہی غصہ میں آگیا اور اسی وقت مار ڈالنے کا حکم کیا اور پھر بولا کہ شاید یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے
کہ جس کے ہاتھ سے میرا ملک تباہ و برباد ہوگا۔ اس وقت آسیہ خاتون نے کہا کہ اے فرعون کیا
تم نہیں جانتے شیرخوار بچوں کا تو یہی فعل ہے ان کو سمجھ بوجھ نہیں ہوتی اور یہ لڑکا بنی اسرائیل میں سے
نہیں ہے جو تم خیال کرتے ہو اور تم نے تو تمام قوم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو مار ڈالا ہے۔ پس اس کے
آزمانے کے لیے ہامان نے دو طشت زر کے منگوائے ایک طشت میں توانگارے آگ کے رکھے اور
دوسرے طشت میں یاقوت سرخ سے بھر کر حضرت موسیٰ کے سامنے لاکر رکھے اور پھر یہ بولا اگر یہ لڑکا
آگ کی طشت میں اپنا ہاتھ ڈالے گا تو یہ سمجھنا کہ یہ لڑکا بنی اسرائیل کی قوم سے نہیں ہے اور اگر یہ لڑکا یاقوت
کے طشت میں ہاتھ رکھے گا تو سمجھنا کہ یہ وہی لڑکا ہے جو ہمارا دشمن ہے۔ پس حضرت موسیٰ نے چاہا کہ اپنا
ہاتھ اس یاقوت والی طشت میں ڈالیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل نے آکر ان کا ہاتھ
پکڑ کر آگ کے طشت میں ڈال دیا۔ پس اسی طشت سے ذرا سی آگ لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اپنے منہ میں رکھ لی اس سے کچھ زبان مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جل گئی تب خاتون نے
فرعون سے کہا کہ تم نے دیکھا بچے نے آگ پکڑ کر اپنے منہ میں ڈال لی یہی خصائل بچوں کے ہوتے ہیں۔
پھر یہ بات سن کر فرعون ان کو گود میں لے کر پیار کرنے لگا اور پھر ان کی ماں کے حوالے کر دیا۔ ایک روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبان طفولیت میں فرعون کے گھر میں جل گئی تھی جس کی وجہ سے صاف گفتگو
نہیں کر سکتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ بڑے ہوئے تو کرچا کر فرعون کے اپنے ساتھ لے کر شہر میں پھرا کرتے
اور لقب آپ کا پسر فرعون تھا اور کبھی کبھی فرعون ملعون ان کا ہاتھ پکڑ کر سامنے بٹھا کر اکثر باتیں علم
اور حکمت کی لب شیریں سے ان کے سنتا اور پھر بہت پیار بھی کرتا جب حضرت موسیٰ کی عمر بیس برس
کی ہوئی تو فرعون نے ان کی شادی بڑی شان و شوکت سے کر دی اور شادی کے بعد دو
لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں ایک کا نام حمرتون تھا۔ اور دوسرے کا نام بلقا تھا
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس تقریباً تیس برس رہے۔ پھر اس کے بعد شہر مدین
کی طرف ہجرت کی اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گئے۔

بیان ہجرت مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملاقات حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے معمول کے مطابق ایک دن شہر کے اندر قیلولے کے وقت گشت کر رہے تھے اسی اثنا میں دیکھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے ہیں. ایک ان سے قوم قبطی تھا اور یہ فرعون کے باورچی خانے کے سرداروں میں سے تھا اور دوسرا ان میں قوم بنی اسرائیل سے تھا اور نام اس کا سامری تھا دونوں میں اچھا خاصہ جھگڑا ہو رہا تھا. سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کی کہ دیکھو قبطی مجھ پر ظلم کرتا ہے. اور میری لکڑیاں ظلم سے چھین لیتا ہے. حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو اس کی لکڑیاں چھوڑ دے. قبطی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ لکڑیاں تمہارے باپ فرعون کے باورچی خانے کے لیے ہیں. پھر حضرت موسیٰ ؑ نے اس سے کہا کہ میرے کہنے سے اسے چھوڑ دے اور دوسری لکڑیاں لے لو لیکن اس قبطی نے نہ مانا. پھر حضرت موسیٰ ؑ نے اس قبطی کے سینہ میں ایک گھونسا ایسا مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور فوراً اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا. قولہ تعالیٰ: وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ؕ ترجمہ! اور موسیٰ آئے شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہو رہے تھے وہاں کے لوگ پس پائے اس میں دو آدمی لڑتے ایک ان میں ان کے رفیقوں میں سے تھا اور ایک ان میں دشمنوں میں سے تھا پس فریاد کی موسیٰ علیہ السلام کے پاس اس نے جو تھا ان کے رفیقوں میں اس شخص سے جو تھا اس کے دشمنوں میں سے پس مکا مارا اس کو حضرت موسیٰ ؑ نے پس تمام کیا اس کو اور وہاں کوئی قبطی برابر اس کا نہ تھا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو وہاں سے بھگا دیا کہ تو یہاں سے چلا جا نہیں تو تیرا دشمن قبطی تجھ کو پکڑ لے جائے گا اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تضرع و زاری کی اپنے گناہ سے جو کہ انہوں نے ایک قبطی کو ان کے حکم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنے کے سبب سے مار ڈالا تھا. قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ؕ ترجمہ! کہا موسیٰ نے اے رب برا کیا میں نے اپنی جان کا سو بخش مجھ کو بس بخش دیا اس کو بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان. اس کے بعد سب قبطی آئے اور اس سردار

قبطی کو مرا دیکھا پھر اس کی خبر فرعون ملعون کو پہنچائی۔ فرعون بولا جاؤ اور اس کے قاتل کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ تمام قبطیوں نے بہت تلاش کیا لیکن اس کا قاتل نہ ملا۔ پھر اس مرے ہوئے قبطی کو لے جا کر دفن کیا۔ اگرچہ فرعون کافر بیشک تھا مگر عدل و انصاف ظالم و مظلوم کا کیا کرتا تھا لیکن اس کا قاتل نہ پا کر خاموش ہو رہا۔ پھر دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبح اٹھ کر شہر میں جا کر دیکھا کہ ایک قبطی دوسرا اسی سامری کو اوپر سے مار رہا ہے بمصداق اس آیت مذکورہ کے:۔

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ۝ ترجمہ: پھر صبح کو اٹھا موسیٰ شہر میں ڈرتا ہوا گیا تاکہ خبر لے، پھر وہی جس نے کل مدد مانگی تھی وہی موسیٰ سے فریاد کرتا ہے۔ اس کو کہا حضرت موسیٰ نے مقرر تو گمراہ ہے صریح یعنی تو ہر روز ظالموں سے الجھتا ہے۔ اور پھر مجھ کو لڑواتا ہے۔ پھر جب چاہا کہ ہاتھ ڈالے اس پر جو دشمن تھا ان دونوں کا بول اٹھا اے موسے علیہ السلام کیا چاہتا ہے تو کہ خون کرے میرا جیسا کہ خون کر چکا ہے تو کل ایک آدمی کا کیا تو یہی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھرے ملک میں اور تو نہیں چاہتا کہ ہووے تو صلاح پسند ملاپ کرنے والا۔ پس موسیٰؑ نے ظالم قبطی کو مارنا چاہا سامری مظلوم تھا تو اس نے جانا کہ صرف زبان سے مجھ پر غصہ نہیں کیا ہاتھ بھی چلا دیں گے، وہ کل کا خون چھپا ہوا تھا کہ کس نے کیا آج اسکی زبان سے مشہور ہو گیا اس نے کہا اے موسیٰ آج مجھے بھی مارنا چاہتے ہو جیسا کہ کل ایک کو مار ڈالا تھا تم جبار ہو اس ملک میں پس دوسرا قبطی سامری سے یہ بات سن کر دوڑا فرعون کے پاس کہ کل کی بھی بات اس سے جا کر کہہ دے کہ کل موسیٰؑ ہی نے خون کیا ہے اس قبطی کا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام ڈرتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کو گئے کہ نہ جانے فرعون مجھ کو کیا کہے گا اور وہ ظالم بھی ہے اور عادل بھی ہے کہ اپنے بیٹے کی بھی رعایت نہیں کرتا اس سے بھی قصاص لیتا ہے۔ اپنی والدہ محترمہ صاحبہ سے یہ پوشیدہ باتیں کہہ رہے تھے اسی وقت ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ اے موسیٰؑ تم کو فرعون مار ڈالنے کی فکر

ہیں سے اسی قبطی کا قصاص تم سے لے گا تم اس شہر سے کسی دوسرے شہر چلے جاؤ تب تم بچ سکو گے ورنہ پھر مشکل ہے اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں میں نے تم کو یہ خبر سنا دی ہے اور یہ خبر دینے والا بھی فرعون کا چچیرہ بھائی مومن مسلمان ایمان والا تھا قولہ تعالیٰ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۚ قَالَ یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۚ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ترجمہ: ایک شخص شہر کے دوسرے سرے سے دوڑتا ہوا آیا کہا اے موسیٰ ؑ دربار والے مشورہ کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں لہٰذا تو یہاں سے نکل جا اور میں تیرا بھلا چاہتا ہوں۔ پھر چلے گئے موسیٰ وہاں سے اپنی والدہ کو چھوڑ کر ڈرتے ہوئے اور خبر لیتے ہوئے کہا اے پروردگار نجات دے مجھ کو قوم ظالموں سے پس حضرت موسیٰ مصر سے نکل کر مدین کی طرف چلے گئے اور کہتے ہیں کہ مدین شہر مصر سے تقریباً دس کوس پر واقع ہے اور بعضے راویوں نے کہا کہ وہ سات دن کی راہ ہے غرضیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مدین کو چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۝ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ۝ ترجمہ: اور جب متوجہ ہوا موسیٰ طرف مدین کے کہا نزدیک ہے پروردگار میرا یہ کہ دکھا دے مجھ کو راہ سیدھی یعنی حضرت موسیٰ مدین کی راہ سے کما حقہ آگاہ نہ تھے اللہ تعالیٰ ان کو سیدھی راہ پر لے گیا۔ جب پہنچے مدین کے پانی پر تو دیکھا کہ ہے ایک جماعت لوگوں کی کہ پانی پلاتے ہیں اپنے مویشی کو اور اس کے سوا اس پانی کے قریب پائیں دو عورتیں جو کہ کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ ؑ نے ان سے پوچھا کہ تم کو کیا کام ہے، وہ بولیں کہ ہم اپنے مویشی کو پانی اس وقت تک نہیں پلا سکتے۔ جب تک تمام چرواہے اپنے اپنے مویشی کو پانی نہ پلا لیں اور پھر وہ چلے جائیں۔ اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔ بڑی عمر کا۔ یعنی وہ شرم و حیا کے کنارے پر کھڑی تھیں، اپنی بکریاں لے کر ان میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ بھاری ڈول سے پانی اٹھا کر بکریوں کو پلا دیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ اس میدان میں جا پہنچے تو دیکھا کہ

دو عورتیں چند بکریاں دبلی لے کر کنویں کے کنارے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟
یہاں کیوں کھڑی ہو۔ بولیں ہم بکریوں کو پانی پلاویں گی لیکن یہ پتھر جو کنویں پر رکھا ہے یہ بہت
وزنی ہے یعنی ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم اس کو ہٹا سکیں اور ہمارا باپ بھی نہایت ضعیف
ہے ان میں بھی قوت نہیں رہی کہ وہ یہاں آکر پانی پلاویں اس لیے ہم لوگ یہاں کھڑے ہیں کہ چرواہے
آئیں گے تو اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے واسطے پتھر کو ہٹائیں گے پھر ہم بھی اپنے مویشی کو
یعنی بکریوں کو پانی پلائیں گے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے یہ بات سنی تو ازروئے ہمدردی کے انہوں
نے اس پتھر کو کنویں سے ہٹا دیا۔ اور پھر اس کنویں سے پانی بھر کر ان بکریوں کو پلا دیا اس کے بعد وہ چونکہ
تھکے ماندے بھوکے پیاسے تھے ایک درخت سایہ دار کے نیچے جا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست
کی کہ یا الٰہی مجھ کو کچھ کھانے کو دے اور میں اس وقت شدید بھوک میں مبتلا ہوں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:
فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰی اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝ پس پلا دیا اس نے
ان جانوروں کو پانی پھر ہٹ کر آیا چھاؤں کی طرف بولا اے رب تو نے جو اتاری ہے میری طرف اچھی
چیز ہے میں اس کا محتاج ہوں۔ پس دونوں بیٹیاں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جا کر بولیں
آج ایک نوجوان اجنبی نے آکر کنویں کے منہ پر سے اس پتھر کو اٹھا دیا اور پھر ہماری بکریوں کو لا کر
پانی پلا دیا اور ایک درخت سایہ دار کے نیچے جا بیٹھا۔ جب تعریف قوت کی انہوں نے اپنے
باپ سے بیان کی تو حضرت شعیب علیہ السلام یہ سنکر بولے کہ اے میری بیٹی جلدی جا کر اس کو لے آؤ تاکہ
میں اس کو اس پانی بھرنے کی اجرت دیدوں اور صحیح معنیٰ میں حق ادا کر دوں تب حضرت شعیب
کی بڑی بیٹی صفورا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لانے کے واسطے گئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ
لَنَا ۝ ترجمہ: پس آئی ان کے پاس ایک ان دونوں میں سے چلتی ہوئی شرم سے کہا تحقیق میرا
باپ تم کو بلاتا ہے تاکہ دیوے تجھ کو مزدوری کہ تو نے پانی پلایا واسطے ہمارے۔ یہ سنکر حضرت
موسیٰ علیہ السلام چونکہ سات دن کے بھوکے پیاسے تھے وہاں سے اٹھ کر اس لڑکی صفورا
کے ساتھ چلے۔ صفورا آگے چلتی رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے چلتے رہے۔
تھوڑی دور جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صفورا سے کہا کہ اے صاحبزادی میں آگے آگے

چلوں۔ کہنے لگی تم میرے گھر کی راہ نہیں جانتے اس لیے تم سے آگے چلتی ہوں۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اگر میں راہ بھولوں گا تو تمہارا کام یہ ہوگا کہ تم پیچھے سے اشارہ کر کے راستہ بتا دینا۔ یہ بات سن کر صفورا نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ شخص بڑا ہی نیک مرد پارسا ہے چنانچہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے آگے چلے اور صفورا ان کے پیچھے پیچھے چلیں اور راہ بتاتی جاتی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد دونوں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جا پہنچے۔ دونوں نے جا کر حضرت شعیب علیہ السلام کو السلام علیکم کہا حضرت شعیب علیہ السلام نے سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دیا اور پھر ان کو اپنے پاس بٹھایا اور ان سے حال واحوال پوچھا حضرت شعیب علیہ السلام کے دریافت کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا احوال مصر کا بیان کیا اور فرعون اور قبطی وغیرہ کا بھی درمیان گفتگو کے بیان کر دیا۔ یہ سنکر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب تم کچھ بھی اندیشہ مت کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ترجمہ: پس آئے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس اور بیان کیا پاس اس کے قصہ کہا مت ڈر تو نے نجات پائی ظالموں سے اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جو حضرت موسیٰ کو اپنے ہمراہ لے کر آئی تھی وہ اپنے باپ سے بولی چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ۝ ترجمہ: بولی ان دونوں میں سے اے میرے باپ اس کو نوکر رکھ لو اور البتہ یہ بہتر نوکر ہے اگر رکھنا ہی ہے کیونکہ یہ مرد زور آور بھی ہے اور امانت دار بھی ہے۔ یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹی بھلا تم نے ان کا زور تو دیکھا کنویں میں سے پانی بھرنے میں اور امانتدار تم نے اس کو کیونکر جانا۔ وہ بولیں کہ ہم نے ان کی امانتداری راستے میں چال اور گفتگو سے معلوم کی ہے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اس چیز کو تسلیم کر لیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا قولہ تعالیٰ:- اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ ترجمہ: کہا حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے میں چاہتا ہوں کہ تم کو بیاہ دوں ایک بیٹی سے ان دونوں میں سے اس شرط پہ کہ تو میری نوکری کرے آٹھ برس تک پھر اگر تو پورا کرے دس برس تو تیری طرف سے ہوگا اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ بلا وجہ تجھ پر تکلیف ڈالوں اور تو انشاء اللہ آگے مجھ کو پاوے گا نیک بختوں سے"

اس کے جواب میں حضرت موسیٰؑ نے کہا تو د تعالیٰ: قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿ ترجمہ کہا موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے یہ ہو چکا کہ یہ عہد میرے اور تمہارے درمیان جونسی بھی مدت ان دونوں میں سے پوری کر دوں سو وہ زیادتی نہ ہوگی مجھ پر اور سہارا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اس کا جواب جو آپ کہتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ آٹھ برس میں مجھے اختیار ہے چاہوں آٹھ برس نوکری کروں یا پھر دس برس، لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے قول سے پھر جاویں حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا یہ کام مومن آدمی کا نہیں کہ وہ اپنے قول سے پھر جائے۔ غرضیکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ برس کے اقرار سے اپنی بیٹی کے مہر کے عوض ان کی بکریاں چرانے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لکھوا کر اپنی بیٹی کو ان سے بیاہ دیا تاکہ دونوں سے نکاح درست ہو بمصداق اس حدیث شریف کے کہ اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ۔ یعنی مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ اب اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ اجرت نوکر کی جلدی ادا کرنا واجب ہے اب اگر ہزار قطرے مزدور کی پیشانی سے نکل آویں اور خشک ہوں تو بھی اس کو کوئی غور نہیں کرتا۔ الغرض حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی بیٹی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا۔ اور ایک عصا جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بہشت سے لا کر آدم کو دیا تھا وہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام کو ورثے نبوت میں پہنچا تھا اپنی بیٹی سے کہا کہ یہ عصا لائق پیغمبر مرسل ہے لہٰذا یہ عصا حضرت موسیٰ کو دینا چاہیے۔ تب یہ سنتے ہی وہ عصا لے جا کر حضرت موسیٰ کے سامنے رکھ دیا اور پھر کہا کہ اے موسیٰ اگر تم اس عصا کو زمین سے اٹھا سکو گے تو پھر تم کو دوں گا یہ سنتے ہی حضرت موسیٰؑ نے جلدی سے اس عصا کو اپنے ہاتھ میں لیا اور زمین سے اٹھا لیا یہ کرامت دیکھ کر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے موسیٰ شاید تم کو اللہ تعالیٰ پیغمبر مرسل کرے گا۔ اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں کہ دیکھو اس فلانے میدان میں ہرگز بکریاں چرانے مت جانا کیونکہ اس میدان میں اژدہے بہت ہیں۔ یعنی حضرت شعیبؑ نے سختی سے منع فرمایا تھا کہ اس اژدہے والے میدان میں بکری مت چرانے جانا! اس نصیحت کو حضرت موسیٰ نے ہر وقت ملحوظ رکھا اور ہر چند چاہا کہ بکریوں کو سانپوں کی جگہ سے روکیں وہ بکریوں کو نہ روک سکے بکریاں اس میدان میں جا کر چرنے لگیں ناچار ہو کر وہاں سے ایک سرشتہ پہ جا بیٹھے اور اس عصا کو اپنے پہلو میں

رکھ کر بولے اے عصا خبردار اگر اژدہا آوے تو اس کو مار ڈالنا تاکہ وہ بکریوں کو کھانے نہ پائے، یعنی بکریوں پر نگہبان رہنا یہ کہہ کر سو گئے اور خوب اچھی طرح نیند آ گئی کچھ دیر کے بعد ایک اژدہا اپنی جگہ سے نکل کر بکریوں کو کھانے آیا۔ پس اس عصا نے مثال ایک بڑے اژدہے کے بن کر اس آنے والے اژدہے کو مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب نیند سے بیدار ہوئے کہ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ اژدہا اس میدان میں مردہ پڑا ہوا ہے اور بکریاں چر رہی تھیں۔ خوش ہو کر اپنی بکریوں کو لے کر گھر چلے آئے۔ یہ بات گھر آ کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہی کہ اجی حضرت وہ جو آپ نے فرمایا تھا کہ اس میدان میں مت جانا کیونکہ وہاں پر اژدہا ہے وہ بکریوں کو کھا جائے گا۔ وہ اژدہا اللہ کے فضل و کرم سے مارا گیا۔ پس اس چیز سے حضرت شعیب علیہ السلام کو اور بھی یقین ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرسل پیغمبر ہوں گے کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چار برس حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں اور جب پانچواں سال شروع ہوا تو حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہارے اقبال سے اگر اس سال ہماری بکریاں ابلق جنیں گی تو وہ سب تم کو دے ڈالیں گے۔ پس اللہ کی مرضی وہی ہوا کہ تمام بکریوں نے نر ہی جنے تو سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدیے پھر جب چھٹا سال شروع ہوا تو پھر فرمایا کہ اگر اس سال ہماری بکریاں مادہ جنیں گی تو وہ بھی تم کو دیدوں گا۔ فضل الٰہی سے سب بکریوں نے مادہ ہی جنا اور سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدی گئیں۔ پھر ساتواں سال شروع ہوا تو پھر کہا گیا کہ اس سال ہماری بکریاں سیاہ بچے جنیں گی تو وہ بھی تم کو ہبہ کر دیں گے آخر وہی ہوا۔ تمام بکریوں نے سیاہ بچے جنا وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہبہ کر دیا گیا۔ پھر آٹھواں سال شروع ہوا تو پھر فرمایا کہ اگر اس سال ہماری بکریاں ابلق بچے جنیں گی تو وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہبہ کر دوں گا رضی الٰہی سے تمام بکریوں نے وہی ابلق بچے جنا وہ بھی سب حضرت موسیٰؑ کو ہبہ کر دیا گیا۔ پھر تو ایسا ہوا کہ حضرت موسیٰ کی بکریاں حضرت شعیب کی بکریوں سے دوگنی ہو گئیں۔ پس دس برس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بالعوض مہر کے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو چرایا اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ سب بکریاں اور لونڈی باندی مال و متاع اور میری بیٹی صفورا کو میں نے تمہاری ملک میں دے دیا تم جہاں چاہو وہاں لے جاؤ اور ان سب کو بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ میں اس میں کچھ بھی رکاوٹ نہ کروں گا اللہ سب کو خیریت سے رکھے۔ آمین۔

بیان مراجعت مصر حضرت موسیٰ علیہ السلام

مصر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آبائی وطن تھا اس لیے اس سے مانوسیت بھی بہت زیادہ تھی یکایک ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمنا ہوئی کہ اپنے ملک مصر جائیں اور وہاں جا کر اپنی والدہ کی خدمت سے مشرف ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بھائی ہارون سے بھی ملاقات کریں۔

چنانچہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے مصر جانے کی اجازت چاہی اور ساتھ ہی گزارش کی کہ ہمارے ہمراہ آپ کی بیٹی صفورا اور لونڈی باندی بھیڑ بکریاں مال اسباب بھی سب لے کر مصر جائیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی۔ اس کے بعد وہ مدین سے روانہ ہوگئے۔ جب وہ مدین سے ایک منزل نکل آئے تھے کہ رات ہوگئی اور اسی جگہ رات گزارنے کے لیے قیام کیا اور بکریوں بھیڑوں کو ایک جگہ پہ باندھ دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا حمل سے تھیں اور وہ حمل بھی قریب الولادت تھا چنانچہ اسی رات بچہ جننے کا بھی اتفاق مرضی الٰہی سے ہوگیا۔ ادھر اسی وقت ایک ایسی ہوا اور آندھی کا طوفان آیا کہ تمام عالم پر اندھیرا ہوگیا۔ اور پھر آسمان بھی گرجنے لگا کسی نے بھی اس رات آرام نہ کیا پانی بھی برسنے لگا اور سخت سردی پڑنے لگی یہ دیکھ کر پھر موسیٰ گھبرا کر آگ نکالنے کو چقماق جھاڑنے لگے لیکن اس سے آگ نہ نکلی ناچار ہو کر غصے سے چقماق زمین پر پھینک دیا پس اللہ کے حکم سے اس چقماق نے موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ مجھ کو اللہ کا حکم نہیں ہے کہ تم کو آگ دوں۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چقماق سے باز آئے اور پھر آگ کے واسطے بہت متفکر ہوئے اور چاروں طرف دیکھنے لگے اللہ کی مرضی ایسی ہوئی کہ کوہ طور کی طرف ایک آگ کا شعلہ نظر آیا اور حقیقت میں وہ آگ نہ تھی بلکہ وہ اللہ قدوس کا نور مبارک تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝

ترجمہ: پس جب پورا کر چکا موسیٰ وہ مدت اور لے کر چلا اپنے گھر والوں کو دیکھا کوہ طور کی طرف ایک آگ پھر یہ دیکھ کر کہنے لگے اپنے گھر والوں کو کہ تم سب یہاں ٹھہرے رہو میں نے ابھی دیکھی آگ شاید میں اس آگ کو لے آؤں تمہارے پاس وہاں سے یا تو وہ کچھ خبر ہے یا پھر وہ آگ کا

انگارہ تاکہ تم اس سے تاپو۔ پھر جب پہنچا اس کے پاس قولہ تعالیٰ: فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ پھر جب پہنچا موسیٰ اس آگ کے پاس آواز آئی میدان کے داہنے کنارے برکت والی زمین میں اس درخت سے کہ اے موسیٰ میں ہوں اللہ تمام جہان کا رب۔ پھر کہا قولہ تعالیٰ: اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۝ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ ترجمہ: پھر کہا تحقیق میں ہوں پروردگار تیرا پس اتار ڈال دونوں جوتیاں اپنی تحقیق تو بیچ میدان پاک کے ہے کہ نام اس کا طویٰ ہے اور میں نے پسند کیا تجھے پس سن جو کچھ کہ وحی کی جاتی ہے تحقیق میں ہوں اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہوں پس تو عبادت کر میری اور قائم رکھ نماز کو واسطے میرے۔“

روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کو آنے لگے تو اپنی بیوی اور اپنی بکریاں ساتھ لیکر جنگل میں رات کی سردی میں راہ بھول گئے اور دوسرے ان کی بیوی کو درد زہ شروع ہو گیا۔ بہت دور سے آگ نظر آئی کوہ طور پر حقیقت میں وہ آگ نہ تھی وہ اللہ کا نور تھا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہاں کچھ دیر ٹھہرو میں تمہارے واسطے آگ لاتا ہوں یہ کہہ کر حضرت موسیٰ اپنے عیال کو یہاں چھوڑ کر صرف اپنا عصا ہاتھ میں لے کر کوہ طور پر گئے۔ جب اس کے نزدیک پہنچے ایک درخت سبز دیکھا کہتے ہیں کہ وہ درخت اناب کا تھا یعنی بیری کے درخت کے مثل اور اوپر سے نیچے تک اس پہ نور ہی نور تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ جانا کہ یہ آگ ہے پس اس جھاڑ کو کاٹ کر سرے پہ باندھ کر عصا سے اس درخت کے سر پہ رکھا تاکہ آگ سلگے اور اس کو پکڑے پس وہ نور درخت کا ایک شاخ سے دوسری شاخ پہ اور دوسری شاخ سے تیسری شاخ پہ چلا جاتا تھا غرضیکہ جہاں پہ حضرت موسیٰ اپنا عصا رکھ دیتے تھے اس پہ آگ نہیں سلگتی تھی یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ بہت مایوس ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب نعلین اپنے پاؤں سے نکالے اس وقت دونوں نعلین دو بچھو ہو گئے اور یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ سے کوہ طور کی طرف جاتے ہوئے صفورا نے ان سے کہا تھا کہ خبردار اس میدان میں جہاں جا رہے ہیں سانپ اور بچھو بہت ہیں اچھی طرح سمجھ بوجھ کر جانا حضرت موسیٰ بولے میرے پاؤں میں نعلین ہیں اور میرے ہاتھ میں عصا ہے پھر مجھ کو کیا ڈر ہے۔ جب حضرت موسیٰ نے ان مادی طاقتوں پہ

اعتماد کیا تو وہ اللہ کے حکم سے دونوں نعلین دو بچھو ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ ڈر گئے اور پھر وہیں آواز غیب سے آئی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ۝ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ۝ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ۝ ترجمہ: اور کہا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ یہ کیا چیز ہے تیرے داہنے ہاتھ میں حضرت موسیٰ بولے کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیکتا ہوں اور اس سے پتے بھی جھاڑتا ہوں اپنے مویشی یعنی بکریوں کے واسطے اور رکھی اس میں میرے کتنے ہی کام ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس کو ڈال دے اے موسیٰ، پس ڈالا اس کو ناگہاں پھر تو وہ سانپ تھا دوڑتا پھرتا پھر کہا اے موسیٰ اس کو تو پکڑ لے اور مت ڈر ذرا بھی پھر ہم اس کو اسی حالت پہ کر دوں گا جو اس کی پہلی حالت تھی یعنی یہ پھر لاٹھی بن جائے گا پھر جب حضرت موسیٰ نے اس کو پکڑا پس وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ہو کر ہاتھ میں آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس عصا کو ایک جگہ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ اور ایک جگہ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ اور ایک جگہ كَأَنَّهَا جَانٌّ فرمایا کہ پہلے دیکھتے ہی سانپ تھا معلوم ہوتا دوڑتا پھرتا اور ریزہ رگی میں ثعبان کے مانند جان کے معنی سانپ کی یہ تینوں صفتیں ہیں اور اس میں موجود تھیں کہتے ہیں کہ وہ عصا جب ثعبان کی مانند ہوتا تو بڑا اژدہا بنتا اور ریشم اس کی مانند نیزے کے ہوتی اگر وہ پتھر پر بھی مارے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے پھر کہا اللہ تعالیٰ نے اے موسیٰ اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ ترجمہ: اے موسیٰ لے جا اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں کہ نکل آوے سفیدی بغیر برائی کے اور ملا اپنی طرف بازو ڈر سے تاکہ سانپ کا ڈر جاتا رہے پس وہ دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے۔ فرعون اور اس کے سرداروں پر تحقیق وہ ہیں قوم فاسق۔ پس حضرت موسیٰ نے اللہ کے فرمان سے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور اس میں ایک سفیدی ہتھیلی پر نظر آئی اور مثل آفتاب روشن کے ظاہر ہوا اور اسی کا نام ید بیضا ہے اس کی روشنی سے تمام جہان روشن ہو جاتا ہے اور اس کا نور آفتاب پر غالب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو معجزے موسیٰ کو دیے تھے ایک عصا کا جس سے ہزاروں قسم کے معجزے ظاہر ہوئے اور دوسرا معجزہ ید بیضا دیا تھا اس معجزے سے عالم روشن ہو جاتا اور انہیں دو معجزے کو دیکھ کر مخلوق اللہ ان پہ ایمان لاتی تھی حکم ہوا اے موسیٰ تم مصر میں جاؤ اور وہاں جا کر فرعون ملعون کو اللہ

کی دعوت دو۔ قولہ تعالیٰ: اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ
فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ ترجمہ: جب پکارا اس کو رب نے پاک
میدان میں جس کا نام طویٰ ہے اے موسیٰ تو جا فرعون کے پاس اس نے بہت سر اٹھایا ہے پس اس کو کہہ تیرا جی
چاہتا ہے کہ تو سنور جائے اور میں تجھے نیک راہ بتاؤں جو حقیقی رب کی راہ ہے پس تجھ کو ڈر ہو۔ کہا موسیٰ نے
اے رب میرے عیال اور میری یہ بکریاں بیابان جنگل میں پڑی ہیں اور ان کی دیکھ بھال کو بھی کوئی نہیں ہے یہ
سب چھوڑ کر مصر میں کیونکر جاؤں۔ ندا آئی اے موسیٰ میں نے بہشت سے حوریں بھیجیں تیری بیوی کے پاس کہ وہ
ان کی خدمت کریں اور بچے کو دودھ بھی پلائیں اور بھیڑیوں کو کہا گیا ہے کہ وہ تیری بکری کے ریوڑ کی
نگہبانی کریں اور تو ہر طرح سے خاطر جمع رکھ اور کوئی اندیشہ مت کر۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا
فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِىْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّىْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِىَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِىْٓ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ
يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَا ۚ اَنْتُمَا وَ
مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے رب میں نے خون کیا ہے ان میں سے ایک جی کا سو ڈرتا ہوں
کہ کبھی وہ مجھ کو مار ڈالیں اور میرا بھائی ہارون ہے کہ اس کی زبان اچھی صاف چلتی ہے مجھ سے زیادہ سو تو اسکو
میرے ساتھ بھیج تاکہ وہ میرا مددگار ہو اور میں ان کی نظر میں سچا ثابت ہوں اور میں یہ بھی ڈرتا ہوں کہ کبھی وہ لوگ
مجھ کو جھوٹا کریں فرمایا اے موسیٰ یقیناً ہم زور دیں گے تجھ کو تیرے بھائی ہارون سے اور پھر مدد دیں گے ان لوگوں
پر تجھ کو تاکہ تو غالب آوے ان پر اور وہ میری مدد کی وجہ سے تم پہ غالب نہ آسکیں گے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اپنے رب سے پانچ حالتیں طلب کیں قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ ۙ وَيَسِّرْ لِىْٓ اَمْرِىْ ۙ وَاحْلُلْ عُقْدَةً
مِّنْ لِّسَانِىْ ۙ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ۖ وَاجْعَلْ لِّىْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِىْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِى ۙ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِىْ ۙ وَاَشْرِكْهُ
لِىْٓ اَمْرِىْ ۙ كَىْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۗ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ ترجمہ: کہا موسیٰ نے اے رب
کشادہ کر میرا سینہ کہ میں جلدی خفا نہ ہوں اور آسان کر کام میرا سخت گرہ کھول میری زبان سے تاکہ لوگ سمجھیں میری بات۔
زبان حضرت موسیٰ کی بچپن میں جل گئی تھی اور وہ صاف بول نہ سکتے تھے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے
پروردگار سے دعا مانگی کہ یاالٰہی زبان میری کھول دے اور میرے واسطے ایک وزیر کر میرے بھائی ہارون کو جو
کہ میرے اہل سے ہے اور میری قوت اس کے ساتھ مضبوط کر دے اور میرے کام میں اس کو شریک بنا دے یہاں تک
کہ وہ شریک ہووے میری پیغمبری میں کہ میں صحیح طور پر تیری ذات پاک کا بیان کر سکوں اور پھر ملکر تیری یاد کرتے رہیں

بیشک تو ہی ہم کو دیکھنے والا ہے یہ سنکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی: ترجمہ: کہا اللہ تعالیٰ نے ملا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ دل تیرا روشن کیا اور کام تیرا آسان ہوا اور زبان بھی تیری بڑی فصیح کی اور تیرے بھائی ہارون کو تیرا وزیر کیا اب تو جا فرعون کے پاس کیونکہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے پس حضرت موسیٰ نے جب سوال کیا تو اس نے اللہ سے پایا اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا علم لدنی ان کو پورا حاصل تھا اور پھر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ترجمہ: کیا ہم نے نہیں کھولا اے محمد صلعم تمہارا سینہ اگرچہ تم نے مجھ سے نہیں چاہا تھا کہ علم و حکمت سے پر ہے اور اتار رکھا ہم نے تم سے تمہارا بوجھ جس نے توڑی تھی پیٹھ تمہاری اور بلند کیا ہم نے تمہارے واسطے ذکر تمہارا پیغمبروں میں اور فرشتوں میں نام تمہارا بلند کیا اور ابراہیم خلیل اللہ نے بھی اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگی تھی جب مکہ مکرمہ کی بنیاد ڈالی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ: وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ترجمہ: اور جب اٹھانے لگے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل بنیادیں اس گھر کی تب کہا اے رب قبول کر ہم سے تحقیق تو ہے سننے والا اور جاننے والا اور کہا رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ ترجمہ: یارب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو معاف کر گناہ سے تب حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے مانگا جب اسے کچھ ملا اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ عنایت کیا تھا اور ان کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ میں نے سب کچھ بخشا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تم سے پہلے ہوا اور جو کچھ پیچھے ہوا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کو بخشا انکی ذلت سے تجھ کو شفیع لانے سے اور امت کو بخشا تیری شفاعت سے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چاہنے سے ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر مقرر کیا اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چاہت چار خلفاء کو وزیر مقرر کیا اور اسی طرح سے ہر ایک پیغمبر نے اپنے اپنے مقصد کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا تھا۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے سب کچھ عنایت کیا غرض موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قولہ تعالیٰ: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ اِذْهَبَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰی فَاْتِیٰهُ ترجمہ: اے موسیٰ جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لیکر اور اس کام میں سستی نہ کرو میری یاد میں جاؤ فرعون کی طرف کیونکہ اس نے بہت سر اٹھایا ہے

اور کہو اس سے بات نرم شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا پھر وہ مجھ سے ڈرے۔ کہا دونوں نے اے پروردگار ہمارے بیشک ہم ڈرتے ہیں اس بات سے کہ کبھی وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا پھر وہ غصہ کے جوش میں آوے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم بالکل مت ڈرو تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب سنتا اور دیکھتا ہوں پس تم جاؤ اس کے پاس اور اس سے جاکر کہو کہ ہم دونوں اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان کو کسی طرح کے عذاب میں نہ ڈال اور ہم لوگ یہ پیغام لیکر آئے ہیں تیرے پاس اور ہم دونوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی نشانیاں موجود ہیں اور سلامتی بھی اس شخص کی ہوگی جو ہدایت کی پیروی کریگا اور بیشک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ اس شخص کیواسطے عذاب ہوگا جو کہ آئے رسول کی پیروی نہ کرے بلکہ اس کو جھٹلائے اور ہدایت سے منہ پھیرے اور اس وقت تیرے واسطے بہتر یہی ہے کہ تو ایمان لے آ، اور دعویٰ باطل کو چھوڑ دے پھر تجھ کو تین چیزیں ملیں گی، ایک جوانی، دوسری بادشاہی مشرق سے مغرب تک تیسری چیز یہ ہوگی کہ تیری عمر بھی دراز کر دی جائے گی تاکہ تو بہت عرصہ تک دنیا میں بادشاہی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اپنا رسول بنا کر تمام علم و حکمت کی باتیں اس میدان مقدس میں جو کوہ طور پر تھا سکھائیں۔ پھر ان کو حکم دیا کہ اب تم مصر میں جاؤ اور فرعون کو ہدایت کرو۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی پاکر حضرت موسیٰ فوراً ہی واپس اسی جگہ پر آگئے جہاں پر اپنی بیوی صفورا کو چھوڑ گئے تھے آکر دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکا ان سے تولد ہوا اور ان کی خدمت میں اللہ تعالیٰ نے حوران بہشت مقرر فرمادی تھی۔ اور بھیڑیے اور شیران کی بکریوں کی پاسبانی کر رہے تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام احوال نبوت جو منجانب اللہ عنایت ہوا تھا اور جو جو گفتگو اللہ تعالیٰ سے کوہ طور پر ہوئی تھی اور جو حکم فرعون علیہ اللعنۃ کی طرف جانے کا اور اس کو ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے دیا تھا سب کچھ اپنی بیوی صفورا سے بیان کیا صفورا نے جب یہ گفتگو حضرت موسیٰ سے سنی تو وہ بولیں کہ تم فوراً واپس چلے جاؤ اور اللہ کے امر میں تاخیرت کرو۔ بہت جلد جاکر اس کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا تمام اسباب دلوا زمہ اپنی بیوی صفورا کے پاس چھوڑ کر اور اپنا عصا ہاتھ میں لے کر اللہ کو یاد کرتے ہوئے مصر روانہ ہو گئے اور جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو اس وقت عشا کا وقت تھا اور حضرت موسیٰ نے اپنے گھر جاکر دستک دی تو ان کی بہن مریم نے گھر سے نکل کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو حضرت موسیٰ نے اس کے جواب میں کہا میں مسافر ہوں۔ یہ سنکر مریم اپنی ماں سے بولیں اے اماں جان ایک مہمان مسافر دروازے پر آیا ہے۔ مریم کی والدہ نے کہا کہ جلدی کر دروازہ کھول دو اور اس مسافر کو اندر لاکر کھانا کھلاؤ

حضرت موسیٰ یہ سنکر اپنی صورت ایک اجنبی کی سی بنا کر بستر ے کے کنارے پر جا بیٹھے اس کے بعد ہارون اور ان کے والد عمران ان دونوں نے آکر حضرت موسیٰ کو دیکھا لیکن بعض حوالے کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کے والد اور ان کی بہن دونوں انتقال کر گئے تھے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض والدہ نے آکر دروازہ کھولدیا بچھونا اور چراغ اور کھانے کو نمک اور روٹی لاکر رکھ دی۔ جب حضرت موسیٰ کھانا کھا چکے تو ان کے بھائی ہارون نے آکر اپنی ماں سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ وہ بولیں کہ یہ مسافر مہمان ہیں۔ پھر ہارون نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو میرے بھائی حضرت موسیٰ ہیں۔ تب پھر وہ اپنی ماں سے کہنے لگے کہ واہ یہ تو میرے بھائی حضرت موسیٰ ہیں یہ کہتے ہی گلے ملکر رونے لگے اور یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ کی ماں بھی رونے لگیں۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت موسیٰ اپنی والدہ کو تسلی دینے لگے اور ان کے بھائی ہارون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا اے میرے بھائی میں نے سنا ہے کہ تم نے شہر مدین میں حضرت شعیب کی بیٹی سے بیاہ کیا ہے اور وہاں بہت دن رہے ہو۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ ہاں میں نے شادی کی ہے اور مزید ایک خوشخبری میں تم کو دیتا ہوں کہ اللہ نے مجھ کو پیغمبر کر کے فرعون کی طرف بھیجا ہے اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر مجھ سے کلام کیا۔ ہارون اس بات کو سنکر بہت خوش ہوئے اور جلدی سے اٹھ کر تعظیم کی اور دست بوس بھی ہوئے اور پھر خدمت میں حاضر رہے پھر حضرت موسیٰ نے ان سے کہا بھائی ہارون تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے میری پیغمبری میں شریک کیا ہے چلو ملکر فرعون کے پاس چلیں اور اس مردود ملعون کو اللہ کا پیغام پہنچائیں اور اس کو سیدھی راہ کی ہدایت کریں اور اللہ قدوس نے مجھ کو دو معجزے بھی عنایت فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ عصا اگر اس کو میں زمین پر ڈال دوں تو یہ اژدہا بن کر سارے مصر کے کفاروں کو کھا جائے اور پھر اس کے علاوہ جو میں کہوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہزار طرح کے معجزے اس عصا سے ظاہر ہونگے اور دوسرا معجزہ ید بیضا کا ہے یعنی میں جب جیب میں ہاتھ ڈالوں گا تو یہ ید بیضا یعنی سفید ہی نکل آوے گی اور پھر ایک انگلی سے نور نکلے گا اور تاریکی جاتی رہیگی۔ تمام جہان روشن ہو جائیگا۔ ان وجوہات سے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب کافروں پہ غالب ہونگے۔ ہارون بھی یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل فرعون کے ظلم و ستم سے خلاصی پائیں گے۔ پھر دوسری صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون دونوں فرعون لعین کے مکان پہ گئے اور اس مردود نے اپنے گھر کے سامنے دونوں طرف راستے کے درخت خرما بوئے ہوئے تھے اور ان کے نیچے بڑے بڑے جنگلی شیر باندھ رکھے تھے

تاکہ کوئی دشمن اس کے مکان پر نہ جا سکے اور اسکے حکم بغیر اس کے گرد بھی نہ پھرے۔ فی الواقع وہاں کوئی بھی
اس کے ڈر سے نہ جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہما السلام
وہاں تشریف لے گئے تو تمام شیروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھ کر سلام کیا اور پھر باادب کھڑے ہو گئے پس حضرت
موسیٰؑ نے جاکر فرعون کے بالاخانہ کا حلقہ در پکڑ کر ہلا دیا اور اس کے ہلتے ہی اس کے مکان پر لرزہ پڑ گیا۔
اور حضرت موسیٰؑ نے اس کے ساتھ ہی یہ آواز دی کہ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یہ آواز بھی فرعون کے
کان جا پہنچی۔ پر وہ زر بفت اٹھا کہ دیکھا کہ موسیٰؑ ہیں یہ دیکھ کر چپ ہو رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو
برس فرعون کے در پر حضرت موسیٰ رہے اس کے دربان وغیرہ سے کہتے رہے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں تم لوگ
فرعون کے پاس خبر دو۔ وہ مردود کہنے لگے کہ تم لوگ دیوانے ہو۔ اور فرعون تمہارا خدا ہے اور تم کیا بکتے ہو
دوسرے دن پھر انہوں نے کہا کہ ہم کو فرعون کے پاس جانے دو یا ہماری خبر اس کے پاس پہنچا دو اور ہم دونوں
اللہ کی طرف سے آئے ہیں اس کو سیدھے راستے کی ہدایت کرنی ہے لیکن اس کے دربانوں نے نہ مانا اور
ایک دن ایک مسخرہ کہ وہ فرعون ملعون کے دربار میں ہمیشہ ہزلیات کہا کرتا تھا جاکر بولا کہ کیا عجب بات ہے کہ
آپ کے دروازے پر دو شخص دو سال سے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ وہ ہے کہ جو اگلے اور پچھلوں کا اللہ
ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور وہی سب کو روزی دیتا ہے اور وہی سب کو پیدا کرتا ہے اور وہ پھر
موت دیتا ہے لیکن لوگ ان کو دیوانے کہتے ہیں اور آپ کے پاس نہیں آنے دیتے یہ باتیں جو اس مسخرے نے فرعون
سے کہیں اس کو سنکر بہت ہی خفا ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ کو طیش میں آکر اندر بلا لیا۔ قولہ تعالیٰ: اَلَمْ نُرَبِّکَ
فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ ترجمہ:
کہا فرعون ملعون نے کیا میں نے تجھ کو نہیں پالا تھا بطور اپنے فرزند کے اور برسوں تو ہمارے پاس رہا اور کر
گیا تو وہ کام اپنا جو کر گیا اور تو تو ناشکروں سے ہے پس تھوڑے دن ہوئے تو ہمارے پاس سے نکلا ہے
اور ایک قبطی کا خون کر کے اب آئے ہو۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا سچ ہے میں وہی ہوں قولہ تعالیٰ: قَالَ فَعَلْتُهَآ
اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝
ترجمہ: کہا موسیٰ نے کیا تھا میں نے وہ کام اس وقت اور میں تھا چوک نے والا پس میں بھاگا تم سے
جب ڈر دیکھا پھر بخشی میرے رب نے حکومت اور کیا مجھ کو پیغمبروں میں سے کہا فرعون نے قولہ تعالیٰ:
قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فرعون نے کہا کہ کون ہے پروردگار تیرا جس نے تجھ کو بھیجا ہے

میرے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قولہ تعالیٰ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ترجمہ کہا موسیٰ نے پروردگار ہے آسمان اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر ہو تم یقین لانے والے یہ سنکر فرعون نے اپنی قوم سے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۔ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ترجمہ: کہا فرعون نے واسطے ان لوگوں کے جو اس وقت گرد تھے کیا تم سنتے ہو کہ کیا کہتا ہے موسیٰ کہ پروردگار تمہارا اور پروردگار تمہارے اگلوں باپ داداؤں کا ہے۔ پھر حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ترجمہ: کہا فرعون نے لوگوں کو تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا ہے سو وہ مجنون ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ کہا موسیٰ نے یہ پیغام ہے پروردگار مشرق و مغرب کا اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو سمجھ لو بس حضرت موسیٰ اس وقت ایک ایک بات کہے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بتلاتے جاتے تھے۔ اور فرعون بیچ میں اپنے سرداروں کے ساتھ کچھ غلط فہمیاں کرتا جاتا تھا اور ان کو حضرت موسیٰ کے خلاف ابھارتا جاتا تھا کہ کبھی ان کو یقین نہ ہو جائے۔ پھر فرعون بولا قولہ تعالیٰ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ترجمہ: کہا فرعون نے اگر پکڑے گا تو معبود میرے سوا تو البتہ کردوں گا میں تجھ کو قیدیوں میں یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم پر پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کہہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُوْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ یہ سنکر فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا اے موسیٰ اگر میں یہ کلمہ پڑھوں گا تیرا رب مجھ کو کیا دیگا اسی وقت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا اگر تو ایمان لاویگا تو میرا رب تجھ کو تین چیزیں دیگا اول جوانی۔ دوسری بادشاہی مشرق سے مغرب تک تیسرے عمر دراز یعنی ایک سو برس کی عمر اور پھر بادی جائیگی۔ تاکہ تیری زندگی دنیا کے عیش و نشاط میں گذرے اور پھر قیامت میں اس کا حساب نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا تھا کہ فرعون کے ساتھ نرم نرم بات کریں اس لیے حضرت موسیٰ فرعون سے نرم نرم بات کہتے تھے۔ فرعون بولا۔ اے موسیٰ آج مجھ کو مہلت دے تاکہ میں اپنے وزیروں سے صلاح مشورہ کر کے جو کچھ مصلحت ہوگی اس کا جواب کل دوں گا۔ پھر حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون دونوں اپنی والدہ کے گھر چلے آئے۔ اس کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو بلایا اور جو باتیں حضرت موسیٰ سے ہوئی تھیں وہ سب اس کو بیان کر دیں اور بولا کہ مجھ کو اب اور کسی بات کی آرزو نہیں ہے مگر میں اپنی جوانی چاہتا ہوں کہ میں پھر از سر نو جوان ہو جاؤں

تب وزیر ہامان بے ایمان نے اس سے کہا کہ ابھی چند روز ہوئے تھے کہ تو نے دعویٰ معبودیت کا کیا ہے اور اب تو اقرار عبودیت کا کرتا ہے۔ اس بات سے تمام خلائق ہنسے گی۔ اور اگر تجھ کو جوان ہونے کی آرزو ہے تو آج ہی شب میں تجھ کو جوان کر دوں گا جب رات ہوئی جواہر فرعون کی داڑھی میں دیتے تھے اس نے ان کو لیکر کسی ترکیب سے کالا خضاب تیار کیا اور فرعون کی داڑھی میں سوتے میں لگا دیا۔ فرعون نے صبح اٹھ کر دیکھا تو اپنی داڑھی کو سیاہ پایا پھر اس کو یقین ہو گیا کہ میں جوان ہو گیا ہوں۔ پھر دوسرے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ اے موسیٰؑ تیرے پاس تیرے رب کی کیا دلیل ہے اور تیری پیغمبری کا کیا معجزہ ہے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ نے کہا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ٥ کہا موسیٰ علیہ السلام نے اگرچہ لاؤں میں تیرے پاس ایک چیز تب تو یقین لائیگا میری پیغمبری پر۔ کہا فرعون نے قولہ تعالیٰ: فَأْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ترجمہ: کہا فرعون نے پس لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے۔ پس حضرت موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا قولہ تعالیٰ: فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ٥ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈال دیا اپنا عصا پس ناگاہ اژدہا اسی گز کا ظاہر ہوا اور منہ اس کا کھلا رہا اور بستر پاؤں مثل بڑے ہاتھی کے تھے اور بیشمار دانت اس کے ظاہر ہوئے اور دم اس کی مانند نیزے کے تھی اور اس کے منہ کا کف جس جگہ گرتا اس زمین کو بالکل جلا دیتا۔ پھر اس جگہ پہ گھاس بھی نہ پیدا ہوتی اور اگر وہ کف کسی آدمی پہ گرتا تو وہ فوراً مر جاتا پھر اسکو برص کی بیماری ہو جاتی اس ہیبت شکل سے وہ سانپ فرعون کے بالاخانے کی طرف گیا پھر اس سانپ نے اس بالاخانے کے قریب پہنچ کر ایک لب اس نے فرعون کے تخت کے نیچے رکھا اور دوسرا لب اس تخت کے اوپر رکھا چاہتا تھا کہ معہ فرعون کے اس کے شاہی تخت کو نگل جائے۔ یہ دیکھ کر فرعون بہت جلدی سے اپنے تخت سے اتر پڑا اور حضرت موسیٰ کے پاس آکر معذرت کرنے لگا۔ اے موسیٰؑ تو مجھ کو اللہ کی دعوت دینے آیا ہے یا مجھے ہلاک کرنے آیا ہے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا میں تو تجھے اللہ کی دعوت دینے آیا ہوں۔ یہ دیکھ کر فرعون گھبرا گیا اور پھر کہنے لگا اے موسیٰ مجھ میں تجھ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ بس اب تو اپنا اژدہا تھام لے۔ پھر اس کے کہنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس اژدہے کی گردن پہ ہاتھ رکھا اس وقت وہ سانپ عصا بن کر حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں آگیا پھر اسی وقت فرعون اپنے تخت پر جا بیٹھا۔ پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر ید بیضا نکال کر دکھایا قولہ تعالیٰ: وَنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ٥ ترجمہ: اور بغل میں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا موسیٰؑ نے پس ناگہاں وہ سفید تھا واسطے ہر ایک دیکھنے والوں کے پس یہ دیکھ کر فرعون نے اپنی قوم سے کہا جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۞ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۞ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۞ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۞ بولا فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے یہ کوئی جادوگر ہے پڑھا ہوا اور چاہتا ہے کہ نکال دیوے تم کو تمہارے دیس سے اپنے جادو کے زور سے سو اب تم کیا حکم دیتے ہو۔ وہ بولے کچھ مہلت دو اس کو اور اس کے بھائی کو اور تمام شہروں میں نقیب بھیج تاکہ وہ بڑے بڑے جادوگر لے آویں۔ الغرض فرعون سے وزیروں نے کہا کہ تمہاری سلطنت میں تو بڑے بڑے جادوگر موجود ہیں ان سب کو بلا کر جمع کرو۔ پھر دیکھیں کہ موسیٰ اپنی جادوگری میں کیونکر بڑھ سکتا ہے بلکہ وہ جادوگر تو موسیٰ پر غالب آجاویں گے ان وزیروں کے کہنے سے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پندرہ روز کے واسطے مہلت لی حضرت موسیٰ اپنے گھر واپس آگئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے اس عرصہ میں تقریباً چھ مہینے گزر گئے فرعون ملعون نے تقریباً چار ہزار مشہور اور نامور جادوگروں کو جمع کیا اور ہر جادوگر ایسا اپنے ہنر میں ہوشیار تھا کہ وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا ان میں ایک جادوگر اندھا بھی تھا۔ فرعون ملعون نے اپنے جادوگروں سے کہا کہ ہم تم کو تین سو برس سے پرورش کر رہے ہیں اور کپڑا بھی دیتے ہیں اب اس وقت ہم پر کچھ مصیبت آپڑی ہے تم لوگوں کو یہ کرنا چاہیے کہ اپنے اپنے علم اور جادو سے موسیٰ کو روک دو بلکہ اس کو شرمندہ کر کے ہمارے ملک سے نکال دو تب تم سے ہم خوش ہوں گے اور دولت بھی بہت دیں گے جادوگروں نے کہا کہ ہم سب آپ کے نمک خوار ہیں ذرا بھی حضور کے کام میں قصور نہ کریں گے مگر غرض یہ ہے کہ آلات جادوگری بہت چاہئیں۔ برائے کرم آپ ہم کو منگوا دیجیے ہم سب طلسم تیار کریں گے۔ یہ سنتے ہی فرعون نے حکم دیا اور سب خزانہ اس کے خرچ کے واسطے کھول دیا۔ ریسماں اور سیماب وغیرہ جو ضروریات سے تھے سب مہیا کر دیا گیا چھ مہینوں تک جادوگروں نے طلسم تیار کیا اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے معبود برحق کی عبادت میں مصروف تھے اور فرعون ملعون اپنے جادوگروں میں مشغول تھا۔ اور بارہ ہزار لشکر تیار کیا اور ان کو اس مکان کے داہنے بائیں کھڑے کر دیے اور اطراف میں اس مکان کے بارہ بارہ کوس تک میدان وسیع تھا۔ اسی میدان میں دوپہر کے وقت جب آفتاب گرم ہوا جادوگروں کے آلات طلسم والے چار ہزار ایک بار جنبش میں آئے اور حشرات الارض سانپ اژدھا اور بچھو بن گئے اور اس میدان کے تمام پتھر و کلوخ موم ہو گئے پھر جادوگروں نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۞ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ

سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِىْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِىْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ط ترجمہ: کہا جادوگروں نے اے موسیٰ یا تو ڈال یا ہم ہوں ڈالنے والے حضرت موسیٰ نے کہا نہیں تم ڈالو۔ تب انہوں نے ڈالا سب رسیاں ان کی اور لاٹھیاں ان کی خیال میں آئیں ان کے جادو سے کہ وہ زمین پر دوڑنے لگیں، پھر ڈرنے لگے اپنے جی میں موسیٰ ہم نے کہا اے موسیٰ تو تو نہ ڈر اور البتہ تو ہی غالب رہے گا اور اب آخر میں ڈال اے موسیٰ جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے نگل جادیگا وہ سب جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو ایک فریب ہے جادوگروں کا پس ڈالا اپنا عصا حضرت موسیٰ نے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ: فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ ترجمہ: پھر ڈالا حضرت موسیٰ نے عصا پس وہ نگلنے لگا جو کچھ انہوں نے سانگ بنایا تھا پھر وہ عصا اژدہا بن کر میدان کے کنارے چل کر آیا اور جو اس میدان میں چار ہزار طلسم جادو کے فرعون کے جادوگروں نے تیار کئے تھے ان سب کو ایک دم ایک لقمہ میں نگل گیا اور جو آلات اور اوزار ان کے بنانے کے تھے وہ بھی نگل گیا اس میدان میں پھر کوئی چیز بھی باقی نہ رہی اور پھر بھی اس کا پورا پیٹ نہ بھرا تب وہ اژدہا فرعون کے مکان کی طرف چلا۔ فرعون اس کو دیکھ کر اپنا تخت چھوڑ کر بھاگا۔ جب لوگوں نے بھاگتے دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ جھوٹا بر سر باطل تھا۔ اس اژدہے نے ایک لب اپنا فرعون کے بالا خانے پر رکھا اور دوسرا لب اس کے نیچے رکھ کر زمین سمیت اس مکان کو کھود کر ہوا میں اڑا دیا۔ پھر مکان کا کوئی نام و نشان بھی نہ رہا اور اس طرح سے حق اور باطل ظاہر ہو گیا قولہ تعالیٰ: فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝ ترجمہ: ثابت ہوا حق اور باطل ہوا جو کچھ وہ کرتے تھے تب ہار گئے اس جگہ پر اور رہ گئے بہت ذلیل ہو کر اور پھر ندا آئی اے موسیٰ عصا اپنا پکڑ نہیں تو ملک مصر تباہ کر دیگا۔ اور اگر تو ذرا بھی ٹھہرے گا تو سارے مصر کو کھا جائے گا تب اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پکڑا اسی وقت وہ لاٹھی بن کر ہاتھ میں آگیا یہ دیکھ کر جادوگر بولے کہ عصائے موسیٰ اژدہا بن کر ہمارے تمام سانگ جادو کو کھا گیا۔ پھر ان سردار جادوگروں نے آپس میں کہا کہ دیکھو موسیٰ حق پر ہیں اور اب تو صلاح ہماری یہ ہے کہ ہم سب مل کر ان پر اور ان کے اللہ پر ایمان لا دیں گے کیونکہ ان کا اللہ برحق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اور پڑ گئے جادوگر سجدے میں اور کہا انہوں نے ایمان لائے ہم ساتھ

پروردگار عالموں کے اور پروردگار موسیٰ و ہارون کے اس کے بعد اللہ تعالیٰ تقدس نے ان کی آنکھوں کا پردہ اٹھا کر تحت الثریٰ دکھایا۔ جب انہوں نے اپنا سر سجدے سے اٹھایا پھر ان کو عرش اور کون و مکان دکھایا پھر انہوں نے کہا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم ایمان لائے پروردگار بے شمار عالموں کے تب فرعون ملعون نے ان سے کہا کہ تمہارا رب تو میں ہوں۔ جادوگروں نے برجستہ جواب دیا کہ تو ہمارا پروردگار نہیں ہے بلکہ ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو پروردگار ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ کا۔ پھر فرعون نے ان سے کہا کہ ان کا اللہ تم کو کیا دے گا انہوں نے کہا قولہ تعالیٰ: اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَھْتَنَا عَلَیْہِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وہ بولے تحقیق ہم ایمان لائے ساتھ پروردگار اپنے کے تاکہ بخشے ہمارے واسطے خطائیں ہماری اور وہ چیز کہ زبردستی کی ہے تو نے ہم کو اوپر اس کے جادو سے یہ تو کفر ہے اور اللہ برحق ہے تو باطل ہے فرعون لعین نے کہا قولہ تعالیٰ: فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَ اَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ؕ ترجمہ: پس کہا فرعون نے جادوگروں کو البتہ کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں تمہارے مخالف سے اور البتہ سولی پر بھی کھینچوں گا تم کو اوپر ٹنڈ کھجور کے پھر البتہ جانو گے تم کون سا ہم میں سے اشد ہے عذاب میں اور کون ہے باقی رہنے والا کہا انہوں نے ہرگز نہ اختیار کریں گے ہم تجھ کو اوپر اس چیز کے کہ آئی ہے ہمارے پاس دلیلوں سے اور اوپر اس کے کہ پیدا کیا انہوں نے ہم کو پس حکم کر جو کچھ کہ تو کرنے والا ہے۔ سوا اس کے نہیں کہ حکم کرے گا تو بیچ زندگانی دنیا کے پس کر فرعون لعین نے اپنے جلادوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو چنانچہ ان جلادوں نے حکم پاتے ہی ان جادوگروں کے ہاتھ پاؤں مخالف طریقے پر کاٹ ڈالے اور سولی پر بھی ان لوگوں کو کھینچا۔ پھر ان کے سروں سے آواز آئی قولہ تعالیٰ۔ قَالُوْا لَا ضَیْرَ ؗ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ترجمہ: بولے کچھ ڈر نہیں ہم کو اپنے پروردگار کی طرف سے پھر جانا ہے اور ہم لوگ اس چیز کی امید رکھتے ہیں کہ ہم کو ہمارا رب بخشے اور تمام تقصیروں کو درگزر فرمائے اور ہم پہلے قبول کرنے والے ہیں اور موسیٰ کے رب پر ایمان لانے والے ہیں پس موسیٰ علیہ السلام در

ان کے بھائی ہارون اپنے مکان پر آئے اور اللہ کا شکر بجالائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَالَ مُوسٰی
رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَّأَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ
سَبِيلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ
الْأَلِيمَ ۝ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ترجمہ:
اور کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے ہمارے پروردگار تحقیق تو نے دیا ہے فرعون کو اور اس کے
سرداروں کو آرائش اور مال بیچ زندگانی دنیا کے اے پروردگار ہمارے تو کہ وہ گمراہ کریں تیری
راہ سے اے پروردگار مٹا دے ان کا مال اور سخت کر ان کے دلوں کو ایمان نہ لاویں جب تک دیکھیں
وہ دکھ کی مار کو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ قبول ہو چکی تمہاری دعا سو تم ثابت رہو اور مت چلو راہ ان کی
جو انجان ہیں یعنی جلدی مت کرو اور میرے حکم کا انتظار کرو اور چند روز وعدہ ابھی باقی ہے یعنی
چالیس برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی برابر فرعون کو دعوت الی اللہ دیتے رہے کہ اے
فرعون تو وحدانیت کا اقرار کر اور اللہ پر ایمان لا جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا مگر باوجود بار بار
تلقین وہدایت کے اس ملعون نے نہیں مانا اور اپنا جھوٹا دعویٰ خدائی کرتا رہا اور لوگوں کو بہکاتا رہا
پھر کچھ روز بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا قولہ تعالیٰ: وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِي صَرْحًا
لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلٰى إِلٰهِ مُوسٰى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ترجمہ: کہا
فرعون نے اے ہامان بنا واسطے میرے ایک محل بلند مینارے والا تاکہ جا پہنچوں میں آسمانوں کے رستوں
پر پس جھانکوں میں موسیٰ کے معبود کی طرف اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں اس کو جھوٹا پس یہ حکم
سنکر ہامان نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ جلد اینٹیں پختہ بنائی جائیں۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے
کہ اینٹ کی ایجاد سب سے پہلے فرعون کے وزیر ہامان نے کی ہے غرضیکہ اینٹیں پختہ تیار ہونا شروع ہو گئیں
اور چند روز میں ایک محل بڑے اونچے مینار والا تیار ہونے لگا؛ اور اس کا مینارہ اتنا بلند کیا گیا کہ راج
اس پر اینٹیں رکھنے سے قاصر ہو گئے یعنی بلندی کی وجہ سے اینٹیں جما نہ سکتے تھے غرض بہت کچھ مال و
زر خرچ کر کے سات برس میں وہ مینار تیار رہوا جب وہ بن کر تیار ہوا ہی تھا کہ اللہ کے حکم سے حضرت
جبرائیل علیہ السلام نے آکر اس مینارے پر اپنا پر مارا تمام مینارے کا ستیاناس ہو گیا اور اس مینارے کے
بنانے والوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور جو لوگ اینٹوں کو پختہ کر رہے تھے وہ بھی اس میں جل کر راکھ

اور جو مزدور گار ابنا رہے تھے ان کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا اور پھر مانند خاک کے بنا دیا کسی بانی کار کو اس نے زندہ نہ رکھا جب بیس برس گزرے تو ایک دن آسیہ خاتون اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھیں اتفاق سے کنگھی ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ تب بد دعا کی یا الٰہی تو فرعون کو غارت کر فرعون نے اس بات کو سنکر آسیہ خاتون سے کہا اے آسیہ شاید تو موسٰی و ہارون پر ایمان لائی ہے مجھے گفتگو کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے وہ بولیں بیشک آج چالیس برس ہوئے ہیں میں اللہ پر ایمان لائی ہوں۔ اتنے دن میں نے چھپا رکھا تھا اب ظاہر کیا ہے۔ یہ سنکر فرعون ملعون نے آسیہ خاتون سے کہا کہ دیکھ تو موسٰی کا دین چھوڑ دے میں تجھے سونے کا گھر بنا دوں گا وہ بولیں اللہ نے میرے لیے بہشت میں لعل و یاقوت اور جواہر کے مکان بنا رکھے ہیں۔ میں دنیا میں تمہارے سونے کا گھر نہیں چاہتی ہوں یہ سنکر اس کا غصہ بڑھ گیا اور وہ ملعون کہنے لگا کہ آسیہ میں تجھے سخت عذاب میں ڈالوں گا آسیہ خاتون نے سنکر اس کو جواب دیا کہ جو تیرے جی میں آئے سو کر ڈال میں تو ہرگز موسٰی کے دین کو نہ چھوڑوں گی۔ پھر اس کے بعد مجبور ہو کر اس ملعون نے حکم کیا کہ اس کے بدن سے کپڑے اتار کر زمین پر لٹا کر چاروں ہاتھ پاؤں میں اس کے لوہے کی میخیں ٹھونک دیں۔ جلادوں نے اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا جب ان میخوں سے ان کے جگر میں درد پہنچا تب انہوں نے درد کی پریشانی کے عالم میں رو بسوئے آسمان کر کے کہا۔ اے میرے رب یہ فرعون مجھ کو سخت ایذا دے رہا ہے تاکہ میں موسٰی کے دین سے پھر جاؤں اور مجھے یہ بھی لالچ دے رہا ہے کہ تجھے سونے کا گھر بنا دوں گا۔ اور یہ چیزیں میں نہیں چاہتی ہوں بس تو مجھے اس عذاب ایذا سے نجات دے۔ پھر فرعون نے آسیہ خاتون سے کہا کہ تو موسٰی کے دین کو چھوڑ دے تو میں تجھ کو عذاب و ایذا نہ دوں گا۔ وہ بولیں اے فرعون تجھ کو میرے بدن سے کام ہے میرے دل سے کیا تعلق تو جو چاہے میرے ساتھ کر یہ سنکر اس کے بعد فرعون شقی ازلی وہاں سے الگ ہو گیا۔ ایک شخص بصورت موسٰی آکر کہنے لگا اے آسیہ خاتون اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے ساتوں آسمانوں کے دروازے کھولے ہیں اور تمام فرشتے اس وقت تجھ کو دیکھتے ہیں تو اس وقت کچھ حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگ تیری فرمائش ضرور پوری ہو جائیگی تب وہ بولیں قولہ تعالیٰ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ترجمہ بولی فرعون کی بیوی اے رب بنا واسطے میرے اپنے پاس ایک گھر بہشت میں اور بچا نکال مجھ کو ظالم لوگوں سے ۔ منقول ہے کہ حضرت آسیہ خاتون رضی اللہ عنہا پہلے فرعون کے گھر میں آتے ہی یہ بولی تھیں کہ یا الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور تجھی کو میں معبود سمجھتی ہوں اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ آسیہ خاتون شروع ہی سے اللہ پرست اور وحدانیت کی قائل تھیں، اور جب وہ فرعون ملعون کے گھر میں داخل ہوئیں تو بہت بڑے مصائب و ایذا میں مبتلا ہوئیں۔ غرضیکہ فرعون ملعون نے آسیہ خاتون سے بار بار کہا کہ تو موسیٰ کے رب کو بھول اور اس کے دین کو چھوڑ دے اور مجھ کو خدا مان لے جیسا کہ اور لوگ مانتے ہیں، ورنہ میں تجھ کو طرح طرح کی ایذا اور تکالیف دیتا رہوں گا۔ یہ سنکر آسیہ خاتون بولیں اے فرعون تجھ سے میں نہیں ڈرتی اللہ میرا حافظ و ناصر ہے۔ پھر ملعون نے طیش میں آکر حکم کیا کہ اس کو شکنجہ آہنی میں ڈالا جائے چنانچہ جلادوں نے فرعون کے حکم کی تعمیل کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے حجاب اٹھا دیا اور گھر بہشت میں دکھلا دیا۔ ان کا خیال بھی بہشت کی طرف رہا اور فرعون ملعون کا عذاب ان کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔
مروی ہے کہ فرشتے نے ایک سیب لاکر بہشت سے ان کے ہاتھ میں دیا اس میں ہی ان کی جان قبض ہو گئی تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کو آسیہ خاتون نے پالا تھا فرعون کے گھر میں اور ان کی مددگار بھی وہی تھیں۔ ایمان کو ظاہر کرنے کی وجہ سے فرعون ملعون نے ان کو مار ڈالا اس وجہ سے وہ شہید ہو گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام فرعون کو چالیس برس تک دعوت اللہ سنیاتے رہے۔ لیکن آخر وہ مردود حقیقی اللہ پر ایمان نہ لایا۔ ایک دن موسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کا بھی خیال کیا اور کہا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ ترجمہ: اور بولا فرعون اپنے ارکان دولت سے کہ مجھ کو چھوڑ دو کہ مار ڈالوں موسیٰ کو اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہیں وہ اپنے رب کو پکارے اور میں یہ بھی ڈرتا ہوں کہ تمہارے دین کو بگاڑ دے اور ملک میں فساد برپا کر دے اس وجہ سے میں ہر وقت سوچتا رہتا ہوں اور فرعون نے موسیٰ کو یہ جواب دیا کہ میں پناہ لے چکا ہوں اے موسیٰ تمہارے رب کی اور جس وقت فرعون نے اپنے لوگوں سے یہ بات کہی کہ مجھے تم لوگ چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو مار ڈالوں اس وقت کوئی مومن وہاں پر موجود تھا مگر ایک بڑھائی جو حضرت موسیٰ کی ماں کو ایک صندوقچہ بنا کر دے گیا تھا جس صندوقچہ میں رکھ کر حضرت موسیٰ کو دریائے نیل میں ڈالا تھا وہ وہاں حاضر تھا اور نام اس کا خربیل تھا اس نے کہا اے فرعون! حضرت موسیٰ رسول اللہ برحق ہے تم اس کو نہیں مار سکو گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ اور جو دین اسلام لیکر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے ہیں اس کو قبول کر لو یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ فرعون اس کا کچھ بھی نہ کر سکا۔ اس کے بعد فرعون ملعون کے لوگوں میں سے ایک شخص ایماندار تھا اس نے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ

وَثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۝ ترجمہ: اور کہا اس شخص نے کہ ایمان لایا تھا اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں کہ آوے تم پر دن ان قوموں کی مانند جیسی مصیبت آپڑی قوم نوح پہ اور قوم عاد پر اور قوم ثمود پر اور ان کے پیچھے جو ہوئے اور نہیں ارادہ کرتا اللہ تعالیٰ ظلم کا واسطے بندوں اپنوں کے اور اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں اس پکارنے والے دن سے کہ اس دن پھر جاوے گا اپنی پیٹھ موڑ کر اور نہیں ہو گا کوئی بھی بچانے والا اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ نکل جاویں فرعون ملعون کے مکان اور ادھر فرعون کی قوم قبطیوں نے قصد کیا کہ حضرت موسیٰ کو مار ڈالیں اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو شیر فرعون ملعون کے محل کے دروازے پہ بندھے ہوئے تھے وہ سب چھوٹ گئے اور ان مارنے والے قبطیوں کو پھاڑ کھایا اور جو باقی رہے تو انہوں نے فرعون ملعون کو خبر پہنچائی پھر جو لوگ فرعون کے نزدیک تھے وہ کہنے لگے قولہ تعالیٰ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۝ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ ترجمہ: اور کہا سرداروں نے قوم فرعون کے کہ کیا چھوڑ دیتا ہے تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو کہ فساد پھیلادیں ملک میں اور موقوف کرے تجھ کو اور تیرے بتوں کو یہ سنکر فرعون نے کہا اچھا اب ہم ان قوموں کے بیٹوں کو ماریں گے اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو اور ہم ان پر زور آور ہیں۔ پس فوراً ملعون نے اپنا حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے جتنے بیٹے ہیں ان سب کو مار ڈالو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھو اور آئندہ سے کوئی مرد بھی اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کرے اور ان کو یہ بھی بتادو کہ دیکھو ہم قاہر ہیں مقہور نہیں ہیں کہو کہ ہم جبار ہیں مجبور نہیں اور ہم بہت دولت والے ہیں مفلس و قلاش نہیں ہیں۔ ہم لوگوں سے مقابلہ کریں کوئی کیونکر کرے گا ان باتوں کو بنی اسرائیل نے سنکر کہا اے حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نہ آتے تو اتنا عذاب فرعون ہم پر نہ کرتا اب قوم قبطی اور فرعون پہلے سے زیادہ عذاب کرنے لگے ہیں اور ہم پر تیری سختی آپڑی ہے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا قولہ تعالیٰ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۝ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنی قوم کو کہ تم لوگ اپنے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور پھر ثابت قدم رہو تحقیق زمین ہے اللہ تعالیٰ کی جس کو وہ چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اپنے بندوں میں سے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو کامیابی ہوگی وہ بولے ہم پر سخت تکلیف رہی تیرے آنے سے پہلے اور جب تو آیا تو بھی تکلیف بدستور رہی. کہا موسیٰ نے کہ وہ وقت بالکل قریب آچکا ہے کہ تمہارا رب اس قوم کو ہلاک کرے گا یعنی تمہارے دشمن کو نیست و نابود کرے گا اور پھر تم کو اس زمین کا وارث بنا کر خلیفہ بنانے کا پھر دیکھتے ہیں کہ تم لوگ کیا کرتے ہو. پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر سال فرعون کو اور اس کی قوم کو ایک ایک نشانی دکھاتے گئے اور اللہ کے عذاب سے بھی ڈراتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۞ ترجمہ: اور دی ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں ظاہر میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب عذاب اللہ تعالیٰ سے ان کافروں کو ڈراتے تھے وہ کہتے تھے اے موسیٰ اگر تو اس عذاب سے ہم کو بچائے گا تو ہم تجھ پر ایمان لے آویں گے چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے دعا کرتے تو عذاب ٹل جاتا اور جب کافر یہ دیکھتے کہ عذاب آیا ہوا ہم سے ٹل گیا ہے تو وہ پھر ایمان لانے سے منکر ہو جاتے اور ایمان نہ لاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۞ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۞ ترجمہ: اور جس وقت پڑتا کافروں پر عذاب تو بولتے اے موسیٰ پکار ہمارے لیے اپنے رب کو جیسا کہ سکھا رکھا ہے تجھ کو تیرے رب نے اگر تو اٹھا دے ہم سے یہ عذاب بے شک ہم تم کو ضرور مانیں گے اور پھر رخصت بھی کر دیں گے تیرے ساتھ قوم بنی اسرائیل کو پھر جب اٹھالیا ہم نے ان سے عذاب ایک وعدے تک جو ان کو پہنچا تھا پھر وہ اپنے وعدے سے منکر ہو جاتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے اور کہتے تھے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور اسی طرح عہد شکنی کرتے رہیں گے اور ہم ان کو نشانیاں بھی بڑی سے بڑی دکھاتے تھے. چنانچہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ الخ ترجمہ: اور جو دکھائی ہم نے ان کو نشانی سو وہ دوسری نشانی سے بڑی ہوتی تھی (لیکن بدبخت ایمان نہ لائے) اور پکڑا ہم نے ان کو

عذاب میں شاید وہ باز آجائیں شرک سے۔ اور کہنے لگے موسیٰؑ کو اے جادوگر پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا کہ سکھا رکھا ہے تجھ کو تیرے رب نے ہم ضرور ایمان لاویں گے پھر جب اٹھائی ہم نے ان پر سے تکلیف تب ہی وہ اپنے وعدے توڑ ڈالتے تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی نو نشانیاں دکھائیں اور ان کو ہر طرح سے ڈراتے رہے لیکن اس قوم نے برابر ایمان سے انکار ہی کیا۔

سب سے پہلی نشانی قحط سالی کی ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ان پہ نازل کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ ترجمہ: اور پکڑا ہم نے فرعون والوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں شاید کہ کچھ نصیحت پکڑیں پس غضب الٰہی سے تین برس مصر میں رہا۔ اور پھر مصر میں کچھ بھی زراعت اور میوے پیدا نہیں ہوئے مارے بھوک اور پیاس کے لوگوں نے فرعون کے آگے گریہ وزاری کی قوم کی گریہ وزاری دیکھ کر اس ملعون نے ستر ہزار نانوں کو سرائے بنا کر کھانا کھلایا۔ آخر پھر وہ تمام غلہ ختم ہو گیا اور قحط بدستور جاری رہا۔ اور قحط سے لوگ سخت پریشان ہوئے اور بے اختیار ہو کر کہنے لگے اے فرعون جو ہم پہ قحط آپڑا ہے یہ سب حضرت موسیٰؑ کی بددعا سے ہے یہ سنکر فرعون بولا کہ تم سب موسیٰؑ کے پاس جاؤ اور تم اس سے کہو کہ اے موسیٰ یہ قحط کا عذاب تمہارا اللہ ہم پہ سے اٹھائے تو پھر ہم سب تیرے رب پہ ایمان لے آویں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ: فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۝ ترجمہ: پس جب پہنچی ان کو بھلائی کہنے لگے یہ ہمارے واسطے اور اگر پہنچی ان کو برائی تو شومی بتاتے موسیٰ کو اور ان کے ساتھ والوں کو۔ آخر قوم فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر بکر وفریب سے رو رو کر کہنے لگی۔ اے موسیٰ اپنے رب سے کہو یہ قہر ہم پر سے دور کرے تب ہم سب ایمان لاویں گے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وہ قحط جاتا رہا لیکن پھر بھی وہ مردود ایمان نہ لائے اور کہنے لگے اے موسیٰؑ جو لاوے گا ہمارے پاس اپنی کوئی نشانی کہ اس سے تو ہم کو جادو کرے تو ہم تجھ پر ایمان نہیں لاویں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ دعائیں کیں جس کی وجہ سے ان پہ مندرجہ ذیل بلائیں نازل ہوئیں قولہ تعالیٰ: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ ترجمہ: پھر ہم نے بھیجا ان پہ طوفان اور ٹڈی اور چچڑی یعنی جوئیں اور مینڈک اور لہو، دیکھو

کتنی نشانیاں جدا جدا۔ پھر تکبر کرتے رہے اور در حقیقت وہ لوگ بڑے گناہ گار تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس برس فرعون سے مقابلہ رہا اس بات پہ کہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن مالوف کو جانے دے لیکن اس نے نہ مانا اور برابر ادھر اُدھر کی حیلہ سازیاں کرتا رہا مجبوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے بد دعائیں کیں جس کی وجہ سے یہ بلائیں ان پر آتی رہیں یعنی دریائے نیل بہت چڑھ گیا کھیت اور باغ اور گھر بہت تلف ہو گئے اور ٹڈیاں سبزی کھا گئیں اور پھر آدمیوں کے کپڑوں میں جوئیں کثرت سے پڑ گئیں، اسی طرح ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور تمام پانی خون بن گیا لیکن ان سرکش کافروں نے پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول تسلیم نہ کیا اور برابر انکار ہی کرتے رہے۔ پہلا عذاب ان پر طوفان کا نازل کیا گیا تو اس وقت لوگوں نے کہا اے موسیٰؑ اس بلا سے اپنے رب سے دعا کر تاکہ ہم کو اس سے نجات ملے اور پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تجھ پہ ایمان لے آئیں گے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ نے اپنے رب سے التجا کی، اس دعا سے وہ طوفانی عذاب جاتا رہا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے سبزی اور زراعت بہت پیدا کی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم لوگ ایمان لے آؤ اور اپنا وعدہ پورا کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تم کو ہرگز اللہ کا رسول نہیں مانیں گے کیوں کہ یہ زراعت تو ہر سال ہمارا رب ہم کو دیتا ہے یہ پیداوار کوئی تمہاری دعا سے تو نہیں ہے پھر یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اس ظالم قوم کے واسطے بد دعا کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بہت کثیر تعداد میں بھیج دیں جو ان کی تر و تازہ زراعت کو کھا گئیں۔ پھر کافروں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اے موسیٰ اگر تم ہم سے ان ٹڈیوں کے عذاب و بلا سے نجات اپنے رب دلواؤ گے تو پھر ہم تجھ پہ ایمان لے آئیں گے۔ اس ظالم قوم کی باتیں سن کر حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب سے دعا کی۔ چنانچہ ان پر سے وہ ٹڈیوں کا عذاب جاتا رہا۔ پھر اس ظالم قوم نے آکر حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ یہ ٹڈیوں کا عذاب تو تمہاری شومی سے آیا تھا اور ہم تو تم پر یقین نہیں لاتے اور نہ ہم تمہارے اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنے اللہ سے اس ظالم قوم کے واسطے بد دعا کی۔ اور اس کے نتیجے میں اس قوم پر جوؤں کا عذاب آیا اور ہر شخص کے کپڑوں میں بہت کثرت سے جوئیں پڑ گئیں اور سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ ہمارے بدن اور کپڑوں میں بہت کثرت سے جوئیں پڑ گئی ہیں وہ ہمارے جسموں کو کھا رہی ہیں۔ ہم لوگ بہت

پریشان ہیں۔ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے اس عذاب سے نجات دلانے کی درخواست کیجیے تو پھر ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے کہنے سے پھر اپنے رب سے دعا کی، اس دعا کی برکت سے ان پر آئی ہوئی یہ بلائیں جاتی رہیں۔ پھر ان کافروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ یہ سارا کھیل تیرے جادو کا ہے ہم تجھ کو ہرگز نہ مانیں گے تو بڑا جادوگر ہے قولہ تعالیٰ: قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَاۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۝ ترجمہ: اور کہنے لگے کافر اے موسیٰ جو تو لاوے گا ہمارے پاس نشانی کہ اس سے ہم کو جادو کرے سو ہم تجھ کو نہ مانیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے بددعا کی جس کی وجہ سے مینڈک بیشمار پیدا ہوئے کہ کوئی جگہ ان کافروں کے چلنے پھرنے کی نہ رہی۔ برتن کوئی خالی نہ رہی تمام مینڈکوں سے بھر گئی چنانچہ وہ پلید اس عذاب میں گرفتار ہوئے اور سخت عاجز آ گئے اگر وہ ایک مینڈک کو مارتے تو بیشمار اور پیدا ہو جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر سخت پریشانی کی وجہ سے لوگوں نے فرعون ملعون سے جا کر کہا۔ ہم لوگ اس شدید عذاب سے تنگ آ گئے ہیں اور کسی طرح سے برداشت نہیں کر سکتے اور کہنے لگے کہ ہم سب موسیٰ سے عاجز آ گئے ہیں وہ ہم کو ہر ہفتہ ایک نہ ایک بلا میں ضرور ڈالتا ہے فرعون بولا تم مت ڈرو یہ تو اس کے جادو کے کھیل ہیں بلکہ تم پھر اس سے جا کر کہو کہ اے موسیٰؑ جب ہم تم کو مانیں گے کہ اب کی دفعہ اس بلا سے ہم کو نجات دلا دو تب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جا کر التجا کی۔ پھر یہ سنکر حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب سے دعا کی رب کے حکم سے جتنے مینڈک تھے سب کے سب ختم ہو گئے اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اب ہم ایمان لے آؤ اللہ پر، آخرکار انہوں نے انکار کیا اور نہ مانا جہنم کی راہ لی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی۔ تو پھر ان مردودوں منکروں کے پینے کے پانی دریا اور سب لہو بن گئے۔ اور جب قوم بنی اسرائیل اس کو پیتی تو صاف ہوتا۔ اور اگر قوم فرعون اسی پانی کو پیتی تو وہ خون بن جاتا۔ پھر عاجز ہو کر فرعون سے کہنے لگے کہ اب تو ہم سخت عاجز آ گئے ہیں کہ ہر جگہ کا پانی لہو بن گیا ہے۔ اور کسی جگہ پانی پی نہیں سکتے۔ یہ سنکر فرعون ملعون کہنے لگا کہ سب سحر سازی موسیٰ کی ہے۔ لہٰذا پھر تم اس سے جا کر کہو کہ اے موسیٰ اب کی دفعہ تو اور نجات دلا دو ہم لوگ ضرور تیرا دین قبول کر لیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی قوم کے کہنے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ کے حکم سے وہ ندی نالے دریا جو خون بن گئے تھے وہ سب پانی بن گئے۔ اور پھر اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا

سے ہر ہر بلا جب ان کافروں پہ نازل ہوتی تھی تب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاکر تضرع و زاری اور حیلہ عذر کر کے ایمان لانے کا وعدہ دے کر اپنے سر سے بلا دور کر وا لیتے تھے اور جب وہ بلا ان کے سر سے ٹل جاتی تو پھر منکر ہو جاتے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا الخ ترجمہ: جب آن پڑتا ان پہ عذاب تو بولتے اے موسیٰ پکار اپنے رب کو ہمارے واسطے جیسا کہ اس نے تجھ کو سکھا رکھا ہے اگر تو نے یہ عذاب ہم سے اٹھا دیا تو بے شک ہم تجھ کو مانیں گے اور رخصت کریں گے قوم بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر اٹھا لیا ہم نے ان سے عذاب ایک وعدے تک کہ ان کو پہنچنا تھا۔ تب ہی وہ منکر ہو جاتے اور ہرگز ایمان نہ لاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون نے اپنے اللہ سے بددعا کی اے رب تو نے ہی دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو زینت مال و دنیا کی اور وہ اپنی زندگی میں لوگوں کو تیری راہ سے بہکاتے ہیں۔ اے اللہ تو ان لوگوں کا سب مال دولت ان سے منا دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت کر ان کے دلوں کو کہ اب وہ ایمان نہ لاویں جب تک کہ دیکھیں دردناک عذاب کو۔ پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے قبول ہو چکی دعا تمہاری اے موسیٰ اور ہارون تم دونوں ثابت رہو اور مت چلو ان کی راہ جو انجان ہیں۔ پس اللہ کے حکم سے فرعون اور اس کی قوم کا مال و متاع درم و دینار اور میوے سب پتھر ہو گئے یہاں تک کہ جو مرغیاں انڈے دیتی زمین پہ گرتے ہی سنگ ہو جاتے یہ دیکھ کر فرعون کی قوم نے پھر حضرت موسیٰ سے جاکر التجا کی کہ اے موسیٰ یہ جو چیزیں پتھر ہو گئی ہیں اگر تیری دعا سے یہ اپنی اصلی حالت پر آ جائیں تو ہم سب تیرا دین ضرور قبول کر لیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عاجزانہ التجا سنی اور کہنے لگے اے لوگو! میں تمہارے کہنے سے پھر اپنے رب سے دعا کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ تمام چیزیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہ کہتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور اپنے پروردگار سے پُرخلوص التجا کرنے لگے، اس التجا سے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو جو پتھر کی بن

چکی تھیں۔ پھر ان کو اصلی حالت پر کر دیا یہ ٹھیک ہوتے ہی پھر فرعون کی قوم فوراً ہی حضرت موسیٰ کی نبوت سے منکر ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر ٹھہرایا۔ باوجود ان نو علامات کے اول عصا، دوسرا ید بیضا، تیسرا طوفان، چوتھا قحط، پانچوں ٹڈی، چھٹا جوئیں، ساتواں مینڈک، آٹھواں لہو، ناتواں طمس، پھر بھی کفار حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ آخر وحی نازل ہوئی اے موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر رات کو مصر سے نکل کر لب دریا جا رہو اور اس طرح پہ جاؤ کہ اہل مصر کو تمہارے جانے کی خبر نہ ہو میں تم کو دریا کے پار کر دوں گا۔ فرعون ملعون کو اور اس کی ساری قوم کو دریا میں ڈبو دوں گا۔ تب تم اور تمہاری قوم اس کے شر سے نجات پاؤ گے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ترجمہ: اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ لے کر نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارے پیچھے لگے گا فرعون مع اپنے تمام لشکر کے اور ہم ان کو غرق کرنے والے ہیں اور تم کو دریا کے پار اتار دیں گے تم کسی کا خیال مت کرو۔

بیان غرق ہونا دریا میں فرعون اور اس کی قوم کا

تواریخ کے مطابق حسب الحکم اللہ تعالیٰ دوسرے دن قوم بنی اسرائیل نے فرعون کے پاس جا کے جو جو ضروریاتی لوازمات سونے اور چاندی کپڑے اور زیور جو ان کو درکار تھا عاریتاً مانگا۔ اور فرعون نے خوش ہو کر ان کو حکم کیا کہ جو کچھ تم کو چاہیے سو وہ بخوشی ہمارے خزانے سے بے تکلف لے لو۔ یہ سن کر قوم بنی اسرائیل نے فرعون کے حکم پانے سے شاہی خزانہ سے جا کر سونے اور چاندی لعل و جواہر کے زیورات اور جو کچھ ان کو مطلوب بمقصود تھا لے لیا اور روز مرہ با مان اور دیگر قبطیوں کے گھر جا کر بھی کچھ ضرورت کے سامان لے لیے اور قبطیوں نے بھی ان کو دینے میں کوئی تردد نہ کیا کیونکہ ہر سال بنی اسرائیل ان سب سے زیورات عاریتہً مانگ کر نماز پڑھنے کے لیے عید کے دن میدان کی طرف نکل جاتے تھے۔ اس لیے آج بھی سونے اور چاندی کے اسباب دینے میں ان پر کچھ گمان فاسد نہ کیا اور بے تکلف دیدیا۔ بعض تواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شمار میں بنی اسرائیل چھ لاکھ مرد عاقل اور بالغ سوائے عورت اور لڑکے تھے۔ سب کے سب کمر باندھ کر مصر سے نکل جانے کو تیار ہوئے۔ اللہ کی مرضی سے ایسا ہوا کہ اسی

دن شہر میں وبا پڑی کہ ہر ایک قبطی کے گھر میں ایک ایک بڑا بیٹا مر گیا اور وہ لوگ اپنے اپنے
غم میں رونے لگے۔ جب رات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معہ اپنے تمام لشکر کے مصر سے اور اپنے
بھائی ہارون علیہ السلام کو مقدم لشکر کے قوم بنی اسرائیل کو جماعت جماعت بنا کر پیچھے روانہ کیا
اور پھر آخر میں آپ بھی روانہ ہو گئے اور دریائے نیل کے کنارے ایک بڑے میدان میں جا پہنچے
اور تاریخ نویں محرم الحرام کی تھی جب سحر ہوئی تو فرعون کو خبر ہوئی کہ حضرت موسیٰ اور تمام قوم
بنی اسرائیل مل کر تمہارا مال و متاع اور سونا چاندی وغیرہ لے کر شب گزشتہ مصر سے نکل کر کہیں بھاگ
گئے فرعون بولا تم جاؤ اور ان کا پیچھا کرو پکڑ کر سب کو مار ڈالو۔ اتنا مال و اسباب تمہارا اور ہمارا
دغا سے لے کر بھاگ گئے یہ خبر تمام شہر میں اور اپنے تمام سپہ سالاروں کو بھیجی اور نقارہ
کوس رحلت کا مارا چونکہ اس کی آواز بہت بلند تھی اس لیے آواز سن کر تمام سپاہ لشکر چاروں
طرف سے شام کے وقت دو شنبہ کے دن فرعون کے دروازے پر حاضر ہو گئے اور وقت
ایک سو امیر سردار لشکر و فوج کے تھے اور ہر ایک سردار کے ہمراہ سو مرد جنگی رہتے تھے اور
فرعون نے اپنے ہمراہ سات لاکھ غلام سیاہ پوش لے کر اور خود بھی سیاہ لباس پہن کر گھوڑے
پر سوار وزیر ہامان کو مقدم لشکر کر کے حضرت موسیٰ کا پیچھا کیا اور دریائے نیل کے کنارے
بڑے میدان میں بنی اسرائیل کو چونکہ وہ لوگ تین دن اسی میدان میں ٹھہرے رہے اور
بنی اسرائیل کی قوم نے جب فرعون کی قوم کا حشمت اور دبدبہ دیکھا تو ڈر سے کہنے لگے
کہ شاید اب ہم کو فرعون اور اس کی قوم پکڑ لے گی اور اتنے بڑے لشکر سے ہم مقابلہ نہ سکیں گے
کیونکہ فرعون کی فوج بہت ہے اس وقت حضرت موسیٰ سے ذکر کیا فرمایا تعالیٰ: فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ
قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ پس جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے موسیٰ
کے لوگ ہم تو پکڑے گئے۔ کہا موسیٰ نے کیوں گھبراتے ہو میرے ساتھ ہو رب میرا میرے
ساتھ ہے اور وہی مجھ کو اور میری قوم کو بچا لے گا انشاء اللہ اور فرعون سے ہم کو کچھ ڈر
نہیں ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے اے موسیٰ اپنا
عصا دریائے نیل پہ مارو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ
بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ الخ ترجمہ: پس جب حکم بھیجا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کہ اپنا عصا دریا پہ مارو۔

پس پھٹ گیا دریا اور بن گیا اس میں ایک راستہ اور پار کر دیا ہم نے موسیٰ کو اور اس کی قوم کو اور دوسروں کو یعنی فرعون کو اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے دریا میں عصا مارا پانی پھٹ گیا اور بارہ راستے بن گئے اور بیچ پانی کے پہاڑ کھڑے ہو گئے اور ان ہی بارہ راستوں سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے اتر کر پار ہو گئے اور اس کے پیچھے قوم فرعون ان ہی راستوں کے ذریعے قوم بنی اسرائیل کو پکڑنے کے واسطے دوڑی جب وہ دریائے نیل کے بیچوں بیچ پہنچی تو وہ راستہ جو اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے واسطے بنائے گئے تھے ختم کر دیے گئے اور سب راستوں میں دریا کا پانی پھیل گیا۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پہ عصا مارا دریا خشک ہو گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل بارہ قبیلوں پہ مشتمل تھے وہ ہر ایک اپنے اپنے راستے سے نکل گئے اور کچھ دیر بعد فرعون ملعون نے جا کر دیکھا کہ دریائے نیل میں بارہ راستے بنے ہوتے ہیں اور ان ہی راستوں سے قوم بنی اسرائیل پار ہوئی ہے تب اس نے سوچا کہ یا تو موسیٰ کے جادو کی وجہ سے یہ راستے بنے ہوئے ہیں یا معجزہ پیغمبری، اگر یہ کیفیت میرا لشکر دیکھے گا تو شاید وہ ان پہ ایمان لے آئے گا۔ پھر تو مجھے بڑی ہی ندامت ہوگی۔ تب حیلہ سازی سے اپنے لشکر کو کہا کہ اب ہم کو خوب یقین ہو گیا کہ موسیٰ بڑا جادوگر ہے دیکھو تو جادو سے دریا کا پانی تک خشک کر دیا اور اپنی قوم کے واسطے بارہ راستے بنا لیے تاکہ لوگ دیکھ کر اس کے اللہ پہ ایمان لے آئیں اور اس کی نبوت کے قائل ہو جائیں اور دل میں یوں بھی کہتا تھا کہ میری فوج کو دریا میں ان کے پیچھے جانے سے پانی ڈبو مارے گا کیونکہ پانی دو طرفہ مثل پہاڑ کے معلق کھڑا ہے یہی پس و پیش دل میں کرتا تھا کہ دریا میں اپنا گھوڑا ڈالوں یا نہیں۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑے پر سوار ہو کر فرعون کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور وہ مردود بھی گھوڑے پہ سوار تھا۔ حضرت جبرائیل نے جلدی سے اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا یہ دیکھ فرعون نے بھی اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور پھر ہر چند اس نے چاہا کہ اپنے گھوڑے کی بھاگ تھامے مگر رک نہ سکا اور فرشتے سواروں نے آ کر لشکر کے گھوڑوں کو چابک مار کر بیچ دریا میں ڈال دیا جب فرعون کا لشکر بیچ دریا کے آ چکا اسی وقت حضرت موسیٰ نے چاہا کہ دریا میں عصا مار کر ان کی راہ بند کر دیں۔ ندا آئی اے موسیٰ قولہ تعالےٰ:

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۗ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝ اے موسیٰ چھوڑ دے دریا خشک تحقیق وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں! تب وہ پانی سا ہو گیا تھا اور جو اوپر معلق تھا وہی دونوں طرف سے آیا اور پوری قوم کو ڈبو دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون اپنے ڈوبتے وقت کہتا تھا کہ میں ایمان لایا بنی اسرائیل کے اللہ پر اور اس کے رسول پر چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ الآیہ

ترجمہ: اور پار کیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا ان کے فرعون اور اس کا لشکر شرارت اور زیادتی سے جب تک کہ پہنچا اس پر ڈوبنا کہا فرعون نے کہ ایمان لایا میں کہ کوئی معبود نہیں کہ جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں بھی فرمانبرداروں سے ہوں۔ اللہ کے فرمانے سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو کہا قولہ تعالیٰ: آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

ترجمہ: کیا اب ایمان لاتا ہے اور بتحقیق تو نافرمانی کر چکا ہے پہلے اس سے اور تھا تو مفسدوں سے

فائدہ: وہ بیوقوف جیسا بیفائدہ ایمان لایا ویسا ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے مرنے کے بعد اس کا بدن دریا سے نکال کر ایک ٹیلے پر ڈال دیا کہ قوم بنی اسرائیل اس کو دیکھ کر شکر کریں اور ہم عبرت حاصل کریں بدن بچنے سے اس کو کیا فائدہ۔ پس حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ فرعون ملعون معہ اپنے تمام لشکر کے اللہ کے حکم سے دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ یہ سنکر قوم بنی اسرائیل نے کہا اے حضرت موسیٰ جب تک ہم اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے تب تک اس کے ڈوبنے پر ہم کو یقین نہ ہوگا تب حضرت موسیٰ نے اللہ کی درگاہ میں دعا مانگی اس دعا کی برکت سے موج دریا نے ان سب کی لاشوں کو جہاں بنی اسرائیل تھے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ ہڈیاں ان کی درہم برہم ہو گئیں تھیں اور اس کے قلب میں کچھ رمق جان باقی تھی بنی اسرائیل دیکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ڈبو دیا ہم نے فرعون کے لوگوں کو اور یہ کہ تم دیکھتے ہو۔ ایک شخص نے بنی اسرائیل کی قوم سے آرزو کی کہ اللہ مجھ کو فرعون سے ملا دے تو میں اس کی داڑھی سے اپنے گھوڑے کی باگ بناؤں گا۔ مرضی الٰہی سے اس نے اسی دن فرعون کو باریش سرخ دریا کے کنارے مردہ پایا۔ پھر اس نے اس کی داڑھی سے اپنے گھوڑے کی باگ بنائی اور اس کے وزیر ہامان کو بھی بہت تلاش کیا پر وہ نہ ملا۔ تب وحی نازل ہوئی۔ اے موسیٰ اب تم جاؤ اور ہامان کو مصر ہی میں پاؤ گے اس کو میں دوسرے عذاب میں گرفتار کروں گا۔ یہ حکم سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون اور اپنی قوم کو لے کر

مصر میں آئے اور فرعون کے گھر میں مال و اسباب بہت کچھ ہاتھ لگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ترجمہ پس نکالا ہم نے فرعون کو اور اس قوم کو باغوں سے اور خزانوں سے اور با عزت مکانوں سے اسی طرح سے وارث کر دیا ہم نے قوم بنی اسرائیل کو۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ فرعون کے گھر کو اللہ تعالیٰ نے مقام کریم فرمایا اس واسطے کہ ستر مہمان خانے اس نے پر تکلف بنائے تھے اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے انہی مکانوں کا وارث کیا اور وہاں جو وزیر فرعون تھا وہ اندھا ہو کر گلیوں میں گدائی سے کھاتا پھرتا تھا۔ حضرت موسیٰ اسے دیکھ کر جناب باری تعالیٰ میں مناجات کی کہ الٰہی تو نے فرمایا تھا کہ ہامان کو فرعون کے ساتھ دریا میں غرق کر دوں گا اور وہ اب تک زندہ ہے۔ ندا آئی اے موسیٰ اس کو میں نے خلق کا محتاج کیا اور دربدر مانگتے پھرنا یہ بدتر ہے اس کی موت سے بلکہ ہزار درجہ اس سے زیادہ بہتر ہے یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا شکر بجا لائے۔ جب ملک مصر تمام ان کے ہاتھ میں آیا اور کافر سارے نیست و نابود ہو گئے۔ تب خاطر جمع ہو کر اپنی بیوی صفورا کے پاس گئے اور جس میدان میں اس کو رکھ کر گئے تھے جا کر دیکھتے ہیں کہ دونوں لڑکے جو حضرت سے تھے وہ نہایت توانا اور خوبصورت ان کے پاس موجود ہیں اور بھیڑ بکریاں مال و اسباب سب سلامت پایا بلکہ بکریاں اور بھیڑیں دونی ہو گئیں۔ وہاں سے ان کو لے کر اپنی والدہ کے پاس مصر میں تشریف لائے اور یہاں مقیم اور منتظر الطاف خداوند حق تعالیٰ کے تھے کہ اب کوہ طور پر جا کر اللہ تعالیٰ قدوس سے مناجات کریں پس وہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کوہ طور پر بلا لیا تاکہ ان سے کچھ مناجات کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہوا۔ میں اس واقعہ کو اسی واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کا اور ان کی قوم کے گئوسالہ پوجنے کا

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور پر جا کر اللہ تعالیٰ قدوس سے مناجات کرنے لگے اللہ کے حکم سے فرشتوں نے بہشت سے کرسی لا کر حضرت موسیٰ کے بیٹھنے کو دی اور کہا اے موسیٰ

اپنی نعلین پاؤں سے اتار کر کرسی پر بیٹھ جاؤ اور پھر جو کچھ مناجات کرنی ہے کیجیے کیونکہ یہ جگہ مقدس اور بابرکت ہے قدم تمہارا اس پر گرے گا تب موسیٰ علیہ السلام نے بارشاد جناب باری تعالیٰ اپنے نعلین پاؤں سے اتار کر کرسی پر بیٹھ کر مناجات کی۔ اس کے بعد حکم الٰہی ہوا اے موسیٰ تیس دن رات روزہ رکھ تاکہ میں اپنی کتاب توریت نازل کردوں۔ پھر اس سے تمام خلائق راہ پاوے۔ اور میری شریعت سیکھیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً ترجمہ اور وعدہ دیا ہم نے موسیٰ کو تیس رات کا۔ یہ حکم پاتے ہی حضرت موسیٰؑ نے تیس رات دن کا روزہ رکھا متواتر۔ پھر اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر توریت نازل کرے گا کہ تم کو شریعت سکھاؤں اور تم اس کے ذریعہ سے ہدایت پاؤ گے وہ بولے اے موسیٰ ہم جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے اس وقت تک ہم کو یقین نہ ہوگا۔ تب حضرت موسیٰ نے کہا کہ چلو تم چند آدمی قوم کے سردار و عالم میرے ساتھ کوہ طور پر کہ کتاب دکھاؤں گا۔ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنکر قوم کے انہتر آدمی عالم و صالح ساتھ ہوئے ایک آدمی یوشع بن نون دیرینہ جو بہ ریش سفید تھے ان کو لے کر ستر آدمی پورے کئے اور پھر کہا تم سب باطہارت لباس پاکیزہ پہن کر میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ترجمہ: چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے مرد واسطے وعدہ کے ہمارے پاس پس سب کو لے کر طور پر آئے اور ایک پتہ درخت سے توڑ کر چابنے لگے اور حکم الٰہی کے منتظر رہے فوراً جناب باری تعالیٰ نے حکم ہوا اے موسیٰ میں نے تجھ کو روزہ رکھنے کو کہا تھا کس واسطے تو نے روزہ توڑا۔ حضرت موسیٰ نے کہا میرے اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ میں نے تیس روزے رکھے مگر بوئے دہن سے میں ڈرا کہ کہیں میرے منہ سے بو نکلے اس واسطے پتا چبایا مسواک کا حکم ہوا اے موسیٰ میری ربوبیت کی قسم ہے روزہ دار کے منہ کی بو مجھ کو بہت زیادہ خوشبو آتی ہے اور وہ میرے نزدیک مشک و عنبر سے بھی زیادہ بہتر ہے کیونکہ تو نے بغیر میری اجازت کے روزہ افطار کیا۔ اس لیے اس کے بدل اور دس رات دن روزہ رکھ یعنی محرم الحرام کی دسویں تاریخ تک پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس روزے پورے کئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً اور پورا کیا اس کو حضرت موسیٰ نے اور دس روزے سے تب پوری ہوئی مدت اس کے

رب کی چالیس رات کیونکہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ان ستر آدمیوں کے سامنے جو طور پر گئے تھے فرمایا اے موسیٰؑ اور دس روزے رکھ تب تجھ کو اپنی کتاب توریت دوں گا۔ اس بات کو سُنکر وہ سب یقین نہ لائے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا قولہٗ تعالیٰ: وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً ۵ اور جب کہا تم نے اے موسےٰ ایمان نہ لاویں گے ہم تم پر یہاں تک کہ دیکھیں ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہر سامنے۔ حضرت موسیٰ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم گفتگو خالق اور مخلوق کی تمیز نہ کر سکو گے کیونکہ مخلوق کی بات بغیر کان کے دوسرے سے سُنی جاتی اور خالق کل کی بات تو صرف دل پر موقوف ہے وہی خوب سنتا ہے۔ بلکہ وہ ایسا ہے ؏ معانی در معانی راز با راز ؛ ہر چند موسیٰ علیہ السلام نے کہا لیکن انہوں نہ مانا۔ ناگہاں ایک آتش اللہ کی طرف سے آئی اور ان پر آکر گر گئی وہ ستر آدمی جل گئے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۵ پھر پکڑ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت افسوس کرنے لگے اور کہنے لگے یا الٰہی میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا وہ سب کیا کہیں گے مجھ کو۔ تب حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کیا۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۵ ترجمہ: پھر زندہ کیا ہم نے پیچھے مرنے تمہارے کے تاکہ تم شکر کرو۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ ان سب کو لے کر مصر میں آئے اور پھر انہوں نے دس روزے بھی رکھے اور پھر ان کو کوہ طور کی طرف لے کر گئے اور وہاں پہنچ کر کہنے لگے کہ دیکھو میں پہلے جاتا ہوں کوہ طور پر اور تم لوگ میرے پیچھے آنا یہ کہہ کر جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب آیا قولہٗ تعالیٰ: وَمَآ اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی قَالَ ھُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی ۵ ترجمہ: کیوں جلدی کی تو نے اپنی قوم سے اے موسیٰ بولے وہ میرے پیچھے ہیں اور میں تیری طرف جلدی آیا اے میرے رب یہ میں نے اس واسطے کیا کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت طور پر بلا واسطہ ستر کلمے جناب باری تعالیٰ سے سن کر نہایت عشق کے شوق و ذوق میں بے اختیار کہا: قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ۵ کہا موسیٰ علیہ السلام نے

اے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں۔ یہ آواز سن کر آسمان کے فرشتے کہنے لگے۔ اے پسر عمران
کلام الٰہی تو نے سنا اور پھر تجھ کو طمع رویت کی ہے۔ پھر آواز آئی اے موسیٰ زمین کی طرف
دیکھو۔ جب دیکھا عرش تک نظر آیا۔ پھر عرض کیا اللہ تعالیٰ ساکنان آسمان تیرے آفریدہ
ہیں مجھ کو اپنا دیدار دکھلا اتنے میں ستر ہزار فرشتے مہیب شکل آسمان سے نازل ہو کر
حضرت موسیٰ کے گرد پھرنے لگے۔ اور کہتے تھے۔ یَا ابْنَ النِّسَاءِ الْحَيْضِ اَتَطْمَعُ رُؤْيَةَ
رَبِّ الْعِزَّةِ ۔ ترجمہ: اے بیٹے عورت حیض والی کے کیا تو جلیل وجبار کو دیکھنا چاہتا ہے
یہ آواز سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مارے ڈر کے بیٹھ گئے اور بعد ایک لحظہ کے امواج
عشق نے جوش مارا اور پھر ذوق وشوق سے پکارا۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ۔ ترجمہ
بولے موسیٰ کہ اے رب تو مجھ کو دکھلا اپنا جلوہ اور میری یہی تمنا ہے کہ میں تجھ کو دیکھوں پھر ستر ہزار
فرشتے بصورت گرگ اور شیر کے نازل ہوتے اور آواز مہیب سے حضرت موسیٰ کو پکارا جس طرح
کہ اول فرشتے پکارتے تھے۔ یَا ابْنَ النِّسَاءِ الْحَيْضِ اَتَطْمَعُ فِیْ رُؤْيَةِ رَبِّ الْعِزَّةِ ۔
روایت کی گئی ہے کہ سات دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکارا۔ یَا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ
اور آسمان کے فرشتے ان کو ہر مرتبہ یہی کہتے تھے یَا ابْنَ النِّسَاءِ الْحَيْضِ اَتَطْمَعُ تا آخر
پھر ستر ہزار شخص پشمینہ پوش اپنی صورت میں دیکھے عصا ہاتھ میں اور پکارتے ہوئے
یَا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ یہ سن کر حضرت موسیٰ بڑے متعجب ہوئے کہ ہر شخص خواہندہ دیدار
حق تعالیٰ کا ہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کے سوا میری مانند اور بھی کوئی
دوسرا ہے خطاب آیا کہ اے موسیٰ میری قربت کے سبب تو نے بزرگی پائی۔ اپنے تئیں جانتا
ہے کہ تیرا سا کوئی نہیں بلکہ یوں جان کہ پل میں تجھ سے صدہا پیدا کر سکتا ہوں۔ اس بات کو
سن کر پھر ذوق وشوق سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ترجمہ
بولے اے رب تو مجھے اپنا جلوہ دکھا اور میں یہی تمنا رکھتا ہوں۔ تب باری تعالیٰ نے ارشاد
فرمایا۔ قَالَ لَنْ تَرَانِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ ۔ ترجمہ: کہا تو مجھ کو
ہرگز نہ دیکھ سکے گا دنیا میں لیکن تو نظر کر اپنی پہاڑ کی طرف پس اگر قائم رہے وہ اپنی جگہ پر پس البتہ
دیکھ سکے گا تو مجھ کو دنیا میں پس جب اللہ تعالیٰ نے ذراسی تجلی دکھائی اپنی پہاڑ پر تو موسیٰ

گر پڑے اسی وقت بے ہوش ہو کر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ پس اپنی تجلی ڈالی پروردگار نے پہاڑ کی طرف تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب حضرت موسیٰ ہوش میں آئے تو کہا موسیٰ علیہ السلام نے تیری ذات پاک ہے اور میں نے توبہ کی تیرے پاس میں سب سے پہلے یقین لایا۔ بعض تفسیروں میں یوں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی تھی اور بغیر فرشتے اللہ تعالیٰ سے کوہ طور پہ کلام کیا اور پھر ان کو شوق ہوا کہ اللہ کا دیدار بھی دیکھیں، تب اللہ تعالیٰ نے ذرا سی تجلی پہاڑ کی طرف کی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کی برداشت نہ ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو فرمایا، قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ترجمہ کہا اے موسیٰ برگزیدہ کیا میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنے پیغام بھیجنے سے اور اپنے کلام کرنے سے پس پکڑ جو کچھ دیا ہم نے تجھ کو اور رہ تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اسی وقت جناب باری تعالیٰ سے حضرت جبرائیل کو حکم ہوا کہ وہ بہشت سے لوحیں زمرد کی لائیں اور قدرت کے قلم کو حکم ہوا اس پہ کتاب توریت لکھے تقریباً چار ہزار فرشتوں نے ان تختیوں کو لے کر حضرت موسیٰ کے سامنے لاکر رکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو دیکھا کہ اس میں ایک ہزار سورت اور ہر سورت میں ہر آیت کی درازی مثل سورہ بقر کے اور ہر آیت میں ہزار وعدہ اور ایک ہزار وعید اور ایک ہزار امر اور ایک ہزار نہی لکھی ہوئی تھیں اور توریت کے شروع میں عبادت کا ذکر اس کے بعد علماء و حکماء کی صفت بیان کی گئی تھیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ترجمہ اور لکھا ہم نے واسطے اس کے تختیوں پر ہر چیز سے نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی پس پکڑ اس کو ساتھ قوت اور حکم کر اپنی قوم کو کہ عمل کریں اس کی بہتر اور اچھی باتوں پہ جلد اور دکھاؤں گا میں تجھ کو گھر فاسقوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوش ہو کر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی یا الٰہی کیا وہ علماء و حکماء میری امت میں سے ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ یہ سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہیں اور وہ تمہاری امت سے ہے حضرت موسیٰ نے عرض کی، یا رب انوثت وذری

وَالْعَطَاءُ لِغَيْرِيْ۔ اے رب ہمارے ہمارے وقت میں عطا کرنا غیر کو کیا مرضی حکم آیا اے موسیٰ تو میرا کلیم ہے اور وہ میرا حبیب ہے کلیم کو حبیب سے کیا نسبت پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی ان کو میری امت میں داخل کر۔ فرمایا اے موسیٰ پیغمبری تمہاری بھی اس وقت معتبر ہوگی جب تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات کو سن کر خاتم النبیین پر ایمان لائے اور اسی وقت وہ کوطور سے اتر آئے اور فرشتے الواح توریت لے کر ان ستر آدمیوں کے بیچ میں آئے جو کہ نور تجلیٰ سے جل کر مر چکے تھے حضرت موسیٰ نے تنگ دل ہو کر ان کے واسطے درگاہ باری میں مناجات کی۔ یا رب میری قوم بہت کمزور ضعیف ہے، وہ میرے ساتھ خصومت کرے گی۔ اور بولے گی کہ ہمارے سردار بزرگوں کو تم نے لے جا کر ہلاک کیا۔ میں اس کا کیا جواب دوں گا۔ اغلب ہے کہ وہ میرے دین سے پھر جاویں۔ تب موسیٰ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور وہ اٹھ کر موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کی طرف نظر نہیں کر سکتے تھے۔ چشم خیرہ ہو جاتی تب اپنے چہرہ پہ نقاب پیرہن کا رکھا وہ نقاب بھی نور سے جل گیا پھر لوگ ان کے چہرے کی طرف نظر نہیں کر سکتے تھے پھر انہوں نے لکڑی کا نقاب بنا کر اپنے چہرے پر ڈالا لیکن وہ بھی نور سے جل گیا۔ پھر انہوں نے لوہے کا نقاب بنا کر ڈالا تو وہ بھی جل گیا۔ اس کے بعد جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ الٰہی میں کس چیز کا نقاب بناؤں۔ ندا آئی اے موسیٰ فقیروں کے خرقے سے نقاب بنا۔ تب حضرت موسیٰ نے اس سے نقاب بنا کر اپنے منہ پہ ڈالی تب لوگ آکر حضرت موسیٰؑ سے بات چیت کرنے لگے اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ ستر آدمی اور کتاب توریت لے کر چالیس دن کے بعد مصر میں تشریف لے آئے اور پھر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور اللہ کے پیغام برابر لوگوں پہ پہنچاتے رہے۔

بیان گئوسالہ پرستی قوم بنی اسرائیل اور سامری

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک زرگر تھا اور اس کا نام سامری تھا اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سامری حضرت موسیٰ کا بھانجا تھا جب بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے قبضہ سے نکال کر مصر سے چلے اس وقت سامری بالکل بچہ تھا۔

جب دریا کے کنارے سب اکٹھے ہوئے تو لوگوں نے اس سامری کو بہت ڈھونڈا لیکن اس کو اس گنتی میں نہ پایا۔ مصر آتے وقت راستے میں اکیلے بیٹھے روتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے اس کو اپنے بازوؤں پہ بہت روز تک رکھا یہاں تک کہ جب ماں باپ اس کے گھر میں آئے تب حضرت جبرائیل اس کو لے جاکر اس کے ماں باپ کے گھر کے دروازے پہ بٹھا کر چپکے سے چلے گئے کیونکہ سامری کو حضرت جبرائیل سے بہت محبت تھی۔ ان کے چلے جانے اور جدا ہونے کی وجہ سے بلند آواز سے رونے لگے۔ ان کے باپ ان کے رونے کی آواز سن کر اپنے گھر سے باہر نکل آئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ اپنا ہی بیٹا رو رہا ہے تب گود میں اٹھا کر اسے اپنے گھر میں لے گئے اندر۔ گھر میں اس کی ماں بھی دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اس کے بعد چند روز تک سامری نے زرگری سیکھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا کر بنی اسرائیل میں چھوڑ گئے تھے اور ستر آدمیوں کو لے کر کوہ طور پہ گئے تھے۔ اس کے بعد سامری نے فرصت پاکر سب قوم کو جمع کر کے کہا کہ آج بیس دن ہوئے ستر آدمی بزرگ کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اس کے اللہ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ وہ سب کوہ طور پر مر گئے۔ اگر تم لوگ اس کی صداقت چاہتے ہو تو اس کے رب کو میں تمہیں دکھاؤں تاکہ تم اس سے پوچھ لو تب حال معلوم ہو جائے گا۔ انھوں نے کہا اچھا اس میں کیا مضائقہ ہے۔ تب سامری مردود نے سونا سے ایک قالب صورت گئوسالہ بنا کر بطور سانچے کے اس کو آگ میں رکھ دیا اور پھر اس مردود نے سونا و چاندی کو بہت سا لاکر اس آگ میں سانچے پہ ڈال دیا وہ دونوں پگل کر پانی ہو کر اس قالب کے اندر بیٹھ گیا اور پھر وہ بچھڑے کی صورت بن گیا۔ سامری نے اس قالب کو آگ سے نکال کر ایک بچھڑا سونے کا خوبصورت اس کے اندر سے نکال کر پاک و صاف کر کے رکھ دیا۔ اور اس کا نام بھی گئوسالہ سامری رکھا۔ اور پھر اسی کو قوم سامری پوجتی تھیں۔ بعض محققوں نے یوں لکھا ہے کہ فرعون کے دریا میں غرق ہونے کے وقت سامری اس وقت طفل نہ تھا بلکہ جوان تھا۔ اس وقت ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر فرعون کے لشکر میں آیا جب اس کا گھوڑا قدم اٹھاتا تو اس کے زیر سم مرتبہ اور سبزگی سے تازہ گھاس پیدا ہوتی جاتی۔ سامری نے معلوم کیا کہ شاید جبرائیل ہوں گے جو حضرت موسیٰ کی مدد کو آئے ہیں۔ اس وقت ایک خاک ان کے گھوڑے کے سم کے

نیچے سے اٹھا کر رکھی تھی۔ جب گئوسالہ بنایا تو قوم بنی اسرائیل کو کہا کہ آ ذتم اس خدا کو سجدہ کرو معاذ اللہ منہا اور جو گمراہ ہوئے وہ اسی وقت سامری کے کہنے سے چلے آئے۔ جب سامری نے اس مشت خاک کو بچھڑے کے منہ میں ڈال دیا تو اللہ کے حکم اور قدرت سے اس بچھڑے کے منہ سے بے دھڑک گائے کی آواز نکلی چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ؕ ترجمہ: پس بنا لیا ان کے واسطے ایک دھڑ جس میں چلانا وغیرہ گائے کا تھا۔ پس کہا انہوں نے ان سے یہ خدا ہے تمہارا اور خدا موسیٰ علیہ السلام کا سو وہ بھول گیا؛ یعنی حضرت موسیٰ بھول گئے اور دوسری جگہ میں چلے گئے۔ لیکن بنی اسرائیل اس کی آواز سنکر یقین لائے اور سجدہ بھی کیا۔ پھر وہ اسی جگہ کو پوجنے لگے۔ اور بعضے آدمی بارہ قوم میں سے تھے جو ایمان میں کامل تھے ان لوگوں سے جدا ہو کر کوہ قاف کی طرف نکل گئے اور وہاں مسجد بنا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوئے پھر ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز کیے گئے۔ معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ شعلہ نور زمین سے لے کر ساق عرش تک چمکتا ہے۔ آپؐ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے وہ بولے کہ قوم بنی اسرائیل جو گئوسالہ پوجتے تھے۔ اور ان میں ایک جماعت نکل کر کوہ قاف میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی تھی یہ نور انہیں کا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو ان کے پاس لے چلو۔ یہ سنکر حضرت جبرائیل ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئے اور پھر کہا: هٰذَآ اَنْبِيَكُمُ الْاُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ الْهَاشِمِيُّ الْمَكِّيُّ الْمَدَنِيُّ ؕ یہ سنتے ہی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم قرآن اور سورتیں وغیرہ سب سکھا پڑھا دیں اور پھر اس کے بعد ہدایت کی کہ دین محمدی پر قائم رہیں۔ القصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور وہ ستر آدمی توریت لے کر جب کوہ طور سے آئے اور اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ ایک گئوسالہ بنا کر پوجتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت خفا ہوئے اور پھر کہا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ الخ کہا موسیٰ علیہ السلام نے کیا بری بات کی تم نے میرے پیچھے کیوں جلدی کی اپنے رب کے حکم سے اور ڈال دیں موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں اور پھر پکڑا سر اپنے بھائی ہارون کا اور اپنی طرف کھینچنے لگے، وہ کہنے لگے کہ میرے بھائی میں تو بے گناہ

ہوں قوم کو میں نے ہر چند منع کیا لیکن ان لوگوں نے نہ مانا اور مجھ کو ناتواں سمجھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے مار ڈالیں۔ پس اے میرے بھائی مت ہنسا دشمنوں کو مجھ پر اور مجھ کو ان گنہگار لوگوں میں مت ملا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون دونوں سگے بھائی بھائی تھے۔ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھائی ہارون کے سر کے بال چھوڑ دیے اور کہا گئوسالہ کس نے بنایا وہ بولے کہ سامری نے بنایا ہے یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو بلا کر زجر و تہدید کیا اور پھر کہا کس طرح بنایا تو نے اس کو اور تو کیوں اللہ کو بھول گیا اور اس چیز کے بنانے سے قوم میں فتنہ ڈالا۔ اور یہ گئوسالہ بنا کر قوم کو گمراہ کر دیا یہ سنکر سامری بولا کہ میرے دل نے ہی مجھ سے کہا قولہ تعالیٰ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ الخ ترجمہ: کہا سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میں نے اس چیز کو کہ نہ دیکھا لوگوں نے اس کو پھر لی میں نے ایک مٹھی خاک پاؤں کے نیچے اس بھیجے ہوئے گھوڑے کے سم کے نیچے سے اور وہی خاک میں نے ڈال دی گئوسالہ کے منہ میں تب سے یہ بات نکلی اور یہی مصلحت دی مجھ کو میرے دل نے یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ الٰہی اگرچہ سامری نے گئوسالہ بنایا اس کو بولنے کے واسطے زبان کس نے دی۔ ندا آئی اے موسیٰ اس کو بولنے کی قوت گویائی میں نے دی۔ پھر جناب باری میں عرض کی یہ سب تیرا آزمانا ہے قولہ تعالیٰ: اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۚ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ الخ ترجمہ: کہا موسیٰ علیہ السلام نے الٰہی یہ سب تیرا آزمانا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جس کو تو چاہتا ہے تو ہے ہمارا دوست پس بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ جناب باری تعالیٰ سے وحی آئی اے موسیٰ تم نے اپنی قوم اپنے بھائی ہارون کے سپرد کی تھی کہ وہ آپ کی عدم موجودگی میں نگہبان رہے گا کیونکہ تم نے مجھ کو نہ سونپا کہ ہم ان کو راہ پر رکھتے۔ جب حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت پہنچی تو آپ نے اپنی امت کو اللہ پر سونپا بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے دن اولاد آدم ایک سو بیس صفوں میں مشرق سے مغرب تک کھڑی کی جائے گی ان صفوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی اسی صفیں ہوں گی اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد! تمہاری امت میں جتنے چھوٹے بڑے ہیں دیکھ لو موجود ہیں اور پھر اس وقت جو کچھ مجھ سے مانگو گے سو پاؤ گے یہ سنتے ہی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ

وسلم فرمائیں گے۔ اے پروردگار میرے اس وقت میری امت میں عرصات کہاں رہے گی اور میں کہاں
لے جاؤں گا تو ان کا گناہ بخش اور عفو فرما اور ان کو بہشت دے اور ان کے درجات بلند فرما اور
پھر اپنے دیدار سے شاد فرما تاکہ تیرا فضل وکرم ظاہر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا الٰہی میں نے
توبہ کی اور تو میری توبہ قبول کر، پھر حکم ہوا اے موسیٰ تمہاری توبہ قبول ہوگئی مگر تم اپنی قوم کے
گئوسالہ پرست کو ایک دوسرے سے قتل کرا دو یا پھر اپنے وطن سے خالی ہاتھ ان کو نکال دو ان
دونوں میں سے جس کو اختیار کرو گے تب ان کی توبہ اور تمہاری توبہ میری درگاہ میں قبول
ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جو بُت پرست تھے بلوا کر اللہ کی طرف سے یہ بات کہی
کہ سزائے اعمال بت پرستی میں ان دونوں میں سے جس کو اختیار کرو گے نجات پاؤ گے۔ انہوں نے کہا
اے موسیٰ ہم کو غربت وطن کی برداشت نہیں۔ آپس میں لڑ کر مر جانا بہتر ہے۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو اللہ کی طرف سے خطاب آیا کہ اے موسیٰ ان سے کہہ دو کہ وہ اپنے بدن سے کپڑے اتار کر اپنے گھر کے
دروازے پر تلوار سے ایک دوسرے کو قتل کریں تب ان کی توبہ قبول ہوگی۔ اگر کوئی اس معاملے میں
ان بھی کرے گا تو پھر توبہ قبول نہ ہوگی۔ پس بجز جان دینے کے اور کچھ چارہ نہ دیکھا تب صبح کے
وقت ستر ہزار مرد گئوسالہ پرست برہنہ ننگی تلوار کھینچ باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو اپنے
آپ مار کر قتل ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سر کو برہنہ کیا اور پھر اللہ کے دربار میں
خوب گریہ وزاری کی اور برابر سرگوشی کرتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَالَ
رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ترجمہ: موسیٰ نے
کہا اے رب معاف کر مجھ کو اور میرے بھائی کو اور ہم کو داخل کر اپنی رحمت میں اور تو ہے سب سے
زیادہ رحم والا۔ ندا آئی اے موسیٰ دعا تمہاری اور توبہ ان کی قبول ہوئی پھر اس کے بعد حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے وہ تختیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى
الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ الخ ترجمہ: اور جب فرد ہوا غصہ موسیٰ کا تو انہوں نے وہ تختیاں
اٹھالیں اور جو ان میں لکھا ہوا تھا راہ کی سوجھ ہے اور مہربانی ان کے لیے جو اپنے رب سے
ڈرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو ہاتھ میں لے کر بنی اسرائیل کو کہا
اے لوگو! تمہارے واسطے ہم نے کتاب توریت لا دی کہ احکام الٰہی اپنے گھروں میں لکھو اور

پھر اس کو ہر وقت پڑھتے رہو۔ اور پھر جو کچھ اس میں اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا اس کو بجالاؤ۔ وہ کہنے لگے اے موسیٰ اگر پڑھیں گے تو کچھ عمل نہ کریں گے اور عمل کریں گے تو کچھ نہ پڑھیں گے ان دو میں سے ایک عمل اختیار کریں گے۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ عمل بھی کرو اور اس کو ہر وقت پڑھو بھی۔ وہ بولے اے موسیٰ یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پہاڑ مثل ابر کے سر پہ لا رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا اے میری قوم تمہارے پہ اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب کا پہاڑ نمودار کیا ہے ذرا اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھو۔ جب ان لوگوں نے اپنی نگاہوں کو اوپر اٹھا کر دیکھا تو وہ اس عذاب کو دیکھ کر ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ: وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ الخ ترجمہ: اور جب اٹھایا ہم نے پہاڑ اوپر ان لوگوں کے کہ گویا وہ ایک سائبان ہے اور جانا انہوں نے یہ کہ وہ گر پڑے گا ان پہ کہا ہم نے جو کچھ دیا تم کو ساتھ قوت اور یاد کرو جو کچھ بیچ اس کتاب کے ہے تاکہ تم بچو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم اللہ پہ ایمان لاؤ اور کتاب توریت کو پڑھو اور اس پہ عمل بھی کرو اور گئوسالہ پرستی کو چھوڑ دو۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بعض لوگوں نے کہا قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا یعنی ہم نے سنا اور پھر اس کو نہ مانا۔ جب منکروں نے یہ کہا تو پہاڑ ان کے سر کے قریب آیا تو اس کو دیکھ کر سب کے سب بیٹھ گئے۔ پھر پہاڑ جو درحقیقت عذاب تھا وہ بھی نیچے اترا اور جب وہ کھڑے ہوتے تو پہاڑ بھی ان کے سر پہ کھڑا رہتا یہ دیکھ کر مارے ڈر کے سب کے سب سجدے میں گر گئے اور پھر اپنا آدھا سر مٹی میں لگاتے اور نگاہ کو بار بار اٹھا کر اس پہاڑ کو دیکھتے تھے کہ کہیں یہ پہاڑ ہمارے سروں پہ نہ گر پڑے جس میں دب کر ہم سب مر جائیں گے۔ پس بعض ایمان لائے اور بعضے کہنے لگے کہ ہم ایمان تو لائے مگر سچے دل سے نہیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے سر پر سے پہاڑ اٹھا لیا اور جو لوگ منکر تھے وہ اپنے گئوسالہ پرستی میں رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام قسم دے کر فرمایا کہ میں اس گئوسالہ کو پارہ پارہ کر کے جلا دوں گا اور پھر اس کو دریا میں بہا دوں گا۔ غرضیکہ اس کا نام و نشان نہ رکھوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا الخ ترجمہ: کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے دیکھ طرف اپنے

معبود ہو گیا تھا تو او پر اس کے معتکف ابھی جلا دوں گا اس کو اور پھر اڑا دوں گا دریا میں. حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا اس وقت حضرت جبرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ فلانی گھانس سے اس بچھڑے کو جلا ڈالو۔ تب یہ اچھی طرح سے جل جائے گا اور دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پتھر سے چور چور کر کے ذرہ ذرہ کر کے دریا میں ڈال دو۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو پتھر سے چورہ کر کے دریا میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ ان گئوسالہ پرستوں نے دریا میں جاکر اس کا پانی پی لیا مارے کفر کے چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ترجمہ: اور پلایا گیا دلوں میں انکے بچھڑے کی محبت بسبب کفران کے روایت ہے کہ جو کوئی اس کا شستہ پانی دریا میں جاکر پی آیا تو اس کا تمام بدن سیاہ ہو گیا اور کفر کی حالت میں ہی مر گیا۔ لہٰذا میں اس واقعہ کو جو سامری اور گئوسالہ پرستی کا تھا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان قارون کے ہلاک ہونے کا

روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ان تختیوں کتاب توریت کو نقل کر کے پڑھو۔ اور پھر اسی پر عمل کرو تب انہوں نے کتاب میں اس کی نقل کیں پھر حکم ہوا کہ اے موسیٰ ان لوگوں سے کہو کہ اس کتاب کو بہت زیب و زینت سے رکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ یا رب ہم زر نہیں رکھتے کس طرح توریت کو زینت سے رکھیں گے۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا جو گھانس میں نے تم کو بتلا دی تھی کہ بچھڑے کو رکھ کر اس میں جلا ڈالو سو وہ گھانس اور یہ ایک قسم اور اس میں ملا لو تو جس پر یہ رکھو گے ہماری قدرت سے اگر تانبا پر رکھو گے تو سونا ہوگا اور اگر بیتل پر رکھو گے تو چاندی ہوگی۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک رقعہ یوشع کو لکھا اور ایک قارون کو لکھا کہ فلانی گھانس مجھے لا دو اور ایک رقعہ کالوت کو بھی لکھا کہ فلانی گھانس مجھ کو درکار ہے بھیج دو۔ تب تینوں نے گھانس منگائی قارون نے یوشع سے کہا کہ میں دیکھوں کہ تمہارے رقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا لکھا ہے قارون چونکہ چالاک تھا

اس نے ان کا رقعہ پڑھ کر پھر کالوت کے رقعہ کا مضمون بھی دریافت کیا اور ان تینوں گھانسوں سے اس نے کیمیا گری سیکھ لی اور وہ تینوں گھانسیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے جا کر دیں قارون چونکہ حافظ توریت تھا وہ سب دریافت کر کے چپکے سے جا کر گھر میں کیمیا بناتا رہا۔ اس سے اس نے بہت دولت جمع کر لی۔ بجز اللہ کے کوئی بھی اس کے حال سے خبردار نہ تھا خبر ہے کہ عمل قارون کا توریت پر تھا۔ جب دولت جمع ہوئی تو مال کی محبت اور بخل کی وجہ سے زکوٰۃ مال اور صدقہ نہیں دیتا تھا اور پھر اللہ کا حکم بھی نہیں مانتا تھا! اسی وجہ سے کافر مردود ہوا۔ روایت ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچیرا بھائی تھا وہ بیٹا صافن کا تھا اور صافن بیٹا فاحش کا اور فاحش بیٹا ایک حضرت یعقوب کا تھا جب دولت دنیا اس نے جمع کر لی تو وہ اپنے تکبر و غرور میں پرورش پاتا رہا اور موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کرنی شروع کر دی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَيْهِمْ الخ ترجمہ: قارون جو تھا حضرت موسیٰؑ کی قوم سے پھر وہ شرارت کرنے لگا اور پھر ہم نے اس کو دولت کے خزانے دیے اور اتنے دیے کہ کنجیوں سے کئی مزدور تھک گئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ساٹھ مزدور زور آور مقرر تھے اسکی کنجیاں اٹھانے اور رکھنے پر اور ہر ایک کنجی کا وزن نیم درہم سنگ تھا اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اس کی کنجیوں کا بوجھ ستر اونٹ تھا۔ مترجم نے بھی توریت میں یہی دیکھا ہے۔ یہ دیکھ کر پھر اس قوم نے کہا۔ قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ الخ ترجمہ: جب قارون کو اس کی قوم نے کہا مت خوش ہو تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا ہے خوش ہونے والوں کو۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دیا ہے اس سے تو اپنا پچھلا گھر بنا اور ایسا بھی نہ کر کہ اپنا حصہ جو تو دنیا میں لینا چاہتا ہے اس کو چھوڑ دے یعنی اپنے حصہ کے مطابق دنیا میں کھا اور پہن اور اپنے زیادہ مال سے آخرت کما اور وہ کام کر کہ جس سے خلق اللہ کو فائدہ پہنچے اور ان پر تیرا احسان ہو جیسا کہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد مت پھیلا اور تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا ہے فساد کرنے والوں کو اور صدقات اور زکوٰۃ اور خیرات دیا کر محتاجوں کو تاکہ

اس سے آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ یعنی بھلائی کر جیسی اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی تجھ سے قارون بولا قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ۔ ترجمہ: قارون بولا اے موسیٰ یہ مجھ کو ملی ہے دولت ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے اور تیرا اللہ میرے مال پہ کیا حق رکھتا ہے رب العزت نے ارشاد فرمایا اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ الخ ترجمہ: اور کہا نہ جا اس طرف کیا اس نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے سنگین اور قوت والی جماعت کو ہلاک کر چکا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ گنہگاروں سے ان کے گناہ پوچھے نہ جائیں گے اور بے پوچھے وہ تمام سب کے سب جہنم میں ڈال دیے جائیں گے قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہنا نہ مانا اور باغی ہو گیا پھر اس نے ایک ایسا عالیشان مکان بنوایا کہ اونچائی اس کی اسّی گز تھی اور اس پر کنگرے بڑے بڑے بنائے تھے اور طلا کاری سے مزین کیا تھا اور تخت مرصع تھا۔ یہ جو کچھ لکھا گیا سب جامع التواریخ سے لکھا ہے اس کے بعد قارون نے بنی اسرائیل کی دعوت کی اور دو گروہ ہو گئے ایک گروہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری میں رہا اور دوسرا گروہ قارون کے ساتھ فسق و فجور شیطانی میں رہا ایک دن قارون نے اپنی عورت کو خوشی سے لباس فاخرہ پہنا کر اور ہزار غلام و لونڈی کو بھی مرصع جواہرات سے آراستہ کر کے ہمراہ لے کر پھرنے لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِيْنَتِهٖ، ترجمہ: پس نکلا قارون اپنی قوم کے سامنے ساتھ آرائش کے اور بہت بڑی تیاری کے اپنا تاج بھی مرصع جواہرات سے کر کے اپنے سر پر رکھ کر نکلا تا کہ اس کو آفتاب کی گرمی نہ پہنچے اور اس کے غلام سب کے سب دائیں بائیں چلتے تھے اور کچھ غلام اس کے آگے اور کچھ پیچھے بھی چلتے تھے۔ یہ دیکھ کر جو لوگ مال اور زندگانی کے طالب تھے وہ اس کو دیکھ کر کہنے لگے اور ان کے دل میں حرص پیدا ہو گئی قولہ تعالیٰ: قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا الخ ترجمہ: کہنے لگے جو طالب تھے دنیا کی زندگانی کے اے افسوس کس طرح ہم کو ملے جیسی کہ ملی ہے دولت قارون کو۔ بیشک اس کی بڑی قسمت ہے اور وہ بولا جس کو ملی تھی

سمجھ بوجھ اے خرابی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے ان کو جو یقین لائے اور کیا بھلا
کام اور نہیں سکھائی جاتی یہ بات مگر صبر کرنے والوں کو۔ حضرت موسیٰؑ کو وحی کی گئی کہ قارون
کو کہہ دو کہ وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے اور اس حساب سے ادا کرے کہ ایک ہزار
دینار میں ایک دینار فقراء اور مساکین کو دیوے اگر نہ دیوے گا تو مغضوب ہوگا۔ پھر
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا تو قارون نے اپنے مال کو حساب لگا کر دیکھا
بہت روپیہ اس کے مال میں زکوٰۃ نکلتی تھی۔ یہ معلوم کر کے اس کے دل نے چاہا کہ ہم اپنے
مال کی زکوٰۃ ادا کریں پھر قارون بولا اے موسیٰؑ میں زکوٰۃ دوں یا نہ دوں تم کو اس سے
کیا واسطہ حضرت موسیٰؑ نے کہا کیمیاگری سے سونے چاندی کے ظروف بنانے میں جتنے
ریزے گرتے ہیں اتنا فقیر محتاجوں کو دے ڈال۔ تب بھی زکوٰۃ تیری ادا ہو جائے گی۔
یہ سنکر قارون بولا اگر میں زکوٰۃ مال کی دوں تو تیرا رب مجھ کو کیا دے گا حضرت موسیٰ نے
کہا کہ اس نیکی کے سبب تجھ کو جنت ملے گی۔ پھر وہ مردود بولا کہ بہشت سے مجھ کو کیا کام ہے
آخر ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک افترا کی تہمت لگائی تا کہ ان لوگوں میں شرمندہ
کرے اور پھر یہ موسیٰ مجھ سے زکوٰۃ کی بات نہ بولے۔ ایک دن ایک عورت فاجرہ
خوبصورت جو قوم بنی اسرائیل میں سے تھی قارون کے پاس گئی اور قارون نے اس
سے کہا کہ میں تجھ کو ہزار اشرفی اور مختلف قسم کے زیورات اور اچھی اچھی پوشاک بیش
قیمت دوں گا تو میرے واسطے ایک کام کر۔ جب بنی اسرائیل کی جماعت بنی اسرائیل
کی جماعت جمع ہوئی تو تو سب کے سامنے مجمع میں جا کر پکار پکار کر یہ کہنا کہ موسیٰ ہمارا
یار ہے اور وہ ہم سے زنا کرتا ہے۔ پس اس فاجرہ عورت نے روپے کے لالچ سے
کہا بہت اچھا میں ایسا ہی کہوں گی۔ پس قارون نے اس سے جو کچھ کہا تھا روپے
وغیرہ دے کر اس کو رخصت کر دیا۔ اتفاق سے ایک روز حضرت موسیٰؑ اپنے منبر پر بیٹھے
وعظ کر رہے تھے اور ان کے گرد قوم بنی اسرائیل بیٹھی ہوئی تھی۔ قارون نے موقعہ پا کر
اس فاجرہ عورت کو وہاں بھیج دیا اور خود بھی وہاں پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں
کو حلال و حرام باتیں بتا رہے تھے۔ اور یہ بھی بتا رہے تھے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے مال کا مواخذہ لے گا اور جو زنا کرے گا اس کو سنگسار کر دینا ہوگا یعنی دنیا میں ایسا ہوگا اور آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس قسم کی نصیحتانہ باتیں لوگوں کو سناتے تھے۔ پس قارون مردود نے اس مجلس میں جاکر کہا اے موسیٰ اگر تم نے زنا کیا ہوگا تو تمہاری کیا سزا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا بھی قتل واجب ہے۔ قارون بولا البتہ تم نے زنا کیا گواہ موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جھوٹ ثابت کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑی چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت ہو جاؤ مانند ان لوگوں کے کہ جنہوں نے ایذا دی موسیٰ علیہ السلام کو پس پاک کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز سے جو وہ کہتے تھے اور وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا آبرو والا تھا۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور بات ہمیشہ سیدھی کہا کرو۔ پس قارون نے اس فاجرہ عورت کو بلا کر حاضرین مجلس کے روبرو کہا کہ کہو موسیٰ نے تم سے کیا بدفعلی کی تھی۔ وہ چاہتی تھی بولے کہ موسیٰ میرا یار ہے قوم قارون خوش ہوگی اتنے میں دل اس کا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے جھوٹ بات سے پھر گیا۔ پس لوگوں سے کہا اے نیک مرد موسیٰ تو پاک ہے اور جو کچھ قارون کہتا ہے جھوٹ و بہتان ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں جھوٹ بات کہنے سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات کو سن کر بڑے متعجب ہوئے اور غش کھا کر اپنے منبر سے گر پڑے فوراً جبرائیل نے آکر اپنی گود میں اٹھالیا اور پھر ان کو ہر طرح تسلی دینے لگے۔ اور پھر کہا اے موسیٰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین کو تمہارے حکم کے تابع کیا اور اب تم جو چاہو تو قارون کو سزا دو۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا اے قارون تم جھوٹ مت بولو اور افترا مت کرو اور نہ تہمت لگاؤ اور اللہ تعالیٰ قدوس سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ اس مردود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ میں ہرگز تمہاری بات نہ مانوں گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر مارا اور پھر کہا اے زمین تو اس مردود

سرکش کو اپنے اندر دبا لے یہ حکم سنتے ہی زمین نے اس کے تحت مع بیت اس کو اور جو اس کے
فرمانبردار تھے سب کو ٹخنوں تک دبا لیا اس کے بعد وہ لوگ سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے فریاد کرنے لگے اے موسیٰ مجھ کو اس سے خلاصی دے میں کبھی ایسا نہ کہوں گا اور نہ میرے
ساتھ کے اس قسم کی کوئی بات آپ سے کہیں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو غصہ
سے کہا کہ اے زمین ان کو تو زانوں تک دبا لے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس مردود نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے ستر مرتبہ معافی مانگی اور اپنے اعمال سے توبہ کی اور حضرت موسیٰ زمین کو غصہ سے
کہتے کہ زمین دبا لے یہاں تک کہ زمین نے ان کو کاندھوں تک دبا لیا جب موسیٰ علیہ السلام کے
بھائی ہارون نے ان کو عذاب الٰہی میں مبتلا دیکھا تو وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے
لگے اے میرے بھائی موسیٰ! قارون تو ہماری برادری سے ہے اور ان کی جو تقصیر ہو اس سے
درگزر کیجیے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ سے کہا یَا اَرْضُ خُذِیْہِ پھر زمین نے گلے تک دبا
لیا۔ قارون نے کہا اے موسیٰ تو ہماری دولت پر طمع رکھتا ہے فقرائے بنی اسرائیل کے دینے کو
جب اس نے یہ کہا تو جتنا مال و متاع اور گنج و خزانہ اس کا تھا اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل
نے اس کے سامنے لا رکھا اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے قارون لے اپنے مال کو
اور زمین کو کہا اے زمین دبا لے، زمین نے اس کو مع مال و متاع و درہم و مکانات سب کو دبا لیا
کچھ اثر اس کا باقی نہ رہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ فَمَا
کَانَ لَہٗ مِنْ فِئَۃٍ ۃ ترجمہ: پس دھنسا دیا ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں پس نہ
ہوئی واسطے اس کے کوئی جماعت مددگار۔ اور پھر قارون کوئی مدد نہ لا سکا۔ قارون مردود کا یہ
حال دیکھ کر باقی لوگ اللہ کا شکر بجا لائے۔ اور پھر کہنے لگے قولہ تعالیٰ: وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا
مَکَانَہٗ بِالْاَمْسِ الخ ترجمہ: اور فجر کو کہنے لگے جو شام کی آرزو کرتی تھی اس کے سارے مرتبے
کی ارے خرابی ہو، تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے رزق جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں
اور بند کر دیتا ہے رزق جسے چاہتا ہے پھر جو لوگ نیک کام کرتے تھے۔ وہ بولے اگر اللہ تعالیٰ
ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ ارے خرابی یہ تو کچھ بھی بھلا نہیں پاتے کافر
منکر لوگ، یعنی اگر فضل اللہ کا ہم پہ نہ ہوتا تو مثل قارون کے ہمارا بھی یہی حال ہوتا تعجب ہے

کہ کافر لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے اور نہ وہ کچھ سنتے ہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ جو کوئی جیسا کرتا ہے ویسا ہی اس کو بدلہ ملتا ہے اگر اس دنیا میں نیک کام کرو گے تو تم کو اچھا بدلہ اس دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی اجر ملے گا لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ نیک کام کرے تاکہ بدلہ اس کو دو جہاں میں اچھا ملے۔

بیان ہے عامیل مقتول بن سلیمان کا

روایت کی گئی ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص نام اس کا عامیل تھا ملک اور دولت اور حشمت اس کی بہت تھی لیکن اس کے گھر میں کوئی فرزند نہ تھا ایک بھتیجا تھا وہ بھی بہت ہی غریب مگر بہت ہی لاتعداد اور اپنے چچا کے مال پر طمع رکھتا تھا اور وہ اپنے دل میں یہ سوچتا رہتا تھا کہ کوئی وقت ایسا مجھے مل جائے کہ میں اپنے چچا کو مار ڈالوں اور اس ملک اور میراث پر اپنا پورا قبضہ کر لوں۔ غرض دنیا کی طمع و لالچ نے اس کو مجبور کر دیا۔ اور ایک شب چپکے سے اپنے چچا کو مار کر شہر سے باہر لے جا کر دور کسی گاؤں کی سرحد میں رکھ آیا اور پھر اس کی ملک اور میراث سلطنت کا مالک ہوا۔ اور مکر و فریب کر کے اپنے چچا کے قاتل کا پتہ تلاش کرنے لگا بالآخر اسی گاؤں والوں پر تہمت لگائی کہ انہوں نے میرے چچا کو مار ڈالا ہے، لہٰذا تم گاؤں والوں کو میرے پاس حاضر کرو تاکہ میں ان سے اپنے چچا کے متعلق معلومات کروں ادھر گاؤں کے لوگ ایک دوسرے پر تہمت لگانے لگے کہ اس نے ان کے چچا کو مارا ہے اللہ تعالیٰ اس معاملہ کو یوں فرماتا ہے قولہ تعالیٰ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ ترجمہ: اور جب تم نے مار ڈالا ایک شخص کو اور پھر لگے ایک دوسرے پر بہتان کرنے اور اللہ تعالیٰ کو ظاہر کرنا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ حضرت موسیٰ کے پاس آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ اس مقتول کے قاتل سے اللہ تعالیٰ خبر دے کہ اس کو کس نے مارا ہے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حضرت جبرائیل نے آ کر کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غمازہ کو ہم دشمن جانتے ہیں غمازی کیونکر کریں۔ ان کو کہہ دو کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور پھر اس کی زبان لے کر اس مقتول پر ماریں تب وہ زندہ ہو جائے گا اور خود بولے گا کہ مجھے فلاں آدمی نے مارا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا گائے کو ذبح کرنے کو کیوں کہ وہ قوم گائے ہی پوجتی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے معبود کو ذبح ہی اپنے ہاتھ سے کریں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم جس کو اپنا معبود سمجھتے ہیں وہ تو ہماری جتنی بھی طاقت و عقل کا مالک نہیں ہے۔ غرض حضرت موسیٰ ؑ نے اللہ کے فرمانے سے اس قوم کو اس چیز کی خبر دی قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ ترجمہ: اور جب کہا حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی قوم کو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم کو کہ ذبح کرو ایک گائے تو تم قاتل کو معلوم کر لو گے۔ انہوں نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ ترجمہ: بولی وہ قوم کیا ہم کو پکڑا مذاق نے یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ترجمہ: کہا حضرت موسیٰ ؑ نے پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے اور نہ ہوں میں جاہلوں سے بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ ترجمہ: کہا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچہ بلکہ جوان سال ہو۔ اب تم دی کرو جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے پھر انہوں نے کہا: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ ترجمہ: کہنے لگے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ وہ بیان کر دے ہمارے لیے کیسا ہے رنگ اس گائے کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ترجمہ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہو خوب زرد رنگ کی جو اچھی معلوم ہوتی ہو دیکھنے والوں کو پھر انہوں نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ الخ ترجمہ: بولے پکار ہمارے لیے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہم کو کس قسم کی ہے وہ گایوں میں شبہ پڑا ہے ہم کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم راہ پا دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ الخ ترجمہ: کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک گائے ہے نہ وہ محنت کرنے والی ہو اور نہ ہل جوتنے والی ہو کہ پھاڑے زمین کو اور نہ پانی دیتی ہو کھیتوں کو اور اپنے بدن سے پوری تندرست ہو اور داغ اس میں کچھ نہ ہو۔ تب کہا

انہوں نے کہا اب لایا ہے تو ہمارے پاس ٹھیک بات۔ اب ہم ضرور ذبح کریں گے۔ پھر وہ مذکورہ بالا صفت کی گائے تلاش کرنے لگے۔ حضرت جبرائیل نے بصورت اجنبی ان کو آکر کہا کہ بنی اسرائیل میں فلاں آدمی کے پاس اس صفت کی گائے میں دیکھ آیا ہوں اور قیمت اس کی اس کے چمڑے بھر کے روپے کی ہے جو چاہے سو خریدے۔ دراصل قصہ گائے یوں ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل میں مرد صالح نیک تھا اور اس کے ایک ہی بیٹا تھا اور بہت چھوٹا تھا اور اس کے ایک گائے تھی جو اس نے اپنے بیٹے کے لیے جنگل میں اللہ پر سونپی کہ الٰہی جب میرا بیٹا بڑا ہو تب اس گائے کو دیجیو۔ اور وہ گائے جب بڑی ہوئی جنگل میں اسے کوئی پکڑ نہیں سکتا تھا جب وہ لڑکا جوان ہوا نیک بخت صالح اپنی ماں کی خدمت کرتا اور اپنی ماں کا مطیع و فرمانبردار رہتا اور اس نے اپنا معمول یہ بنا رکھا تھا کہ وہ رات کے تین حصے کرتا پہلے حصے میں وہ سوتا اور دوسرے حصے میں عبادت کرتا اور آخر حصے میں اپنے باپ کی قبر کی زیارت کرتا تھا یہ اس کا روزانہ کا دستور العمل تھا۔ جب فجر ہوتی تو جنگل و میدان میں جا کر لکڑیاں چن لاتا اور پھر اس کو بازار بیچتا جب وہ فروخت ہو جاتیں تو اس کے بھی تین حصے کرتا۔ ایک حصہ تو فقرا اور مساکین کو صدقہ کرتا اور ایک حصہ اپنی ماں کو دیتا اور تیسرے حصے میں آپ کچھ کھا لیتا۔ ایک دن اس کی ماں نے اس سے کہا اے بیٹے تیرا باپ فلانے میدان میں تیرے لیے ایک گائے اللہ پر سونپ کر گزر گیا ہے تو جا اور وہاں جا کر حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کے رب سے مانگ تب وہ گائے تیرے ہاتھ آئے گی اور اس گائے کی شناخت یہ ہے کہ مثل شعاع آفتاب کے نظر آوے گی۔ یہ سنکر اس نے اس میدان میں جا کر دیکھا اور کہا یا الٰہی وہ گائے جو میرے باپ نے میرے لیے اس میدان میں چھوڑی ہے سو مجھ کو دیدے پس وہ گائے بحکم الٰہی اس کے سامنے آ موجود ہوئی اور وہی گائے پھر بولی اے لڑکے اپنے ماں کے فرمانبردار تو میری پیٹھ پر بیٹھ میں تیری فرمانبردار ہوں۔ اس لڑکے نے کہا کہ میری ماں نے مجھ سے نہیں کہا تیری پیٹھ پر بیٹھنے کو مگر یہ کہا ہے کہ تجھ کو پکڑے جاؤں پس وہ جوان لڑکا اس گائے کو پکڑ کر اپنے گھر کی طرف لے چلا۔ اس وقت شیطان بصورت رکھوالے کے اس کے آگے آکر بولا کہ اے جوان مرد میں اس کا پاسباں ہوں اس پہ اپنا اسباب لاد کر اپنے گھر کو جانا چاہتا تھا۔

جب راستے میں مجھے کچھ حاجت پڑی میں اس میں مشغول ہو گیا اور یہ گائے مجھ سے چھوٹ گئی تھی اور مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ میں اس کو پکڑ سکوں۔ آخر یہ بھاگ گئی اور اب میں نے اسے یہاں پایا ہے اب تم کو اس پر سوار کر کے مجھے اپنے گاؤں تک پہنچا دو اور جو اس کی مزدوری ہو گی وہ مجھ سے لے لینا۔ یہ بات سن کر اس جوان نے کہا کہ جا اللہ پہ بھروسہ کر جب تیرا ایمان درست ہو گا تو اللہ تعالیٰ بے توشہ اور بے سواری تجھ کو منزلِ مقصود پہ پہنچا دے گا ابلیس نے کہا کہ اگر تم چاہو تو مجھے بیچ دو اس لڑکے نے جواب دیا کہ یہ بات میری ماں نے کہی نہیں ہے کہ میں گائے کو بیچ دوں یہ کہتے ہی اس نے اپنا ایک قدم بڑھایا اچانک ایک پرند جانور گائے کے پیٹ کے نیچے سے اڑ گیا اور گائے بھی اس کے ساتھ بھاگ گئی۔ تب اس نے پکارا اے گائے برائے اللہ میرے پاس آجا گائے نے یہ آواز سنی اور فوراً حاضر ہو گئی اور پھر اس نے اس لڑکے سے کہا اے نوجوان مجھ کو لے بھاگا تھا وہ مرغ نہ تھا بلکہ وہ شیطان تھا اور مجھ پر سوار ہو کر بھاگا۔ جب تو نے اللہ کا نام لیا تو میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور مجھ کو اس لعین سے چھڑا لیا۔ غرض وہ نوجوان اس گائے کو لے کر اپنی ماں کے پاس آیا اس کی ماں نے کہا اے بیٹا ہم غریب ہیں اور کچھ روپیہ پیسہ کھانے پینے کو نہیں تو اس گائے کو فروخت کر ڈال۔ وہ بولا اے میری ماں اس کو کتنے میں فروخت کروں اس کی ماں نے جواب دیا کہ تو اس کو تین اشرفی میں فروخت کر ڈال وہ لڑکا اپنی ماں کی بات سن کر بازار میں گیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ قدوس نے فرشتہ بھیجا کہ گائے کی قیمت بتا دے فرشتے نے پوچھا کہ تم اس کو کتنے میں فروخت کرو گے وہ بولا کہ ہم اس کو تین دینار میں فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ فرشتے نے اس کو بتایا کہ اس گائے کو تم چھ دینار میں فروخت کرو۔ وہ لڑکا بولا کہ میری ماں نے تو اس کو چھ دینار میں فروخت کرنے کو نہیں کہا اگر تم اس گائے کے وزن برابر بھی دینار دو گے تو بھی بے حکم ماں کے نہیں بیچوں گا۔ یہ سنتے ہی پھر جوان نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ گائے کی قیمت تو چھ دینار بازار میں ہوتی ہے تب اس کی ماں نے اس کو اس کی اجازت دیدی۔ جب وہ بازار میں آیا تو پھر اس فرشتے نے بارہ دینار قیمت اس کی کہی، پھر اس نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ بازار میں اس گائے کی قیمت بارہ دینار ہوتی

ہے۔ یہ سن کر اس کی ماں نے اس لڑکے سے کہا کہ شاید وہ شخص فرشتہ ہوگا جو اس کی قیمت لگاتا ہے اور ہم کو فائدہ بتانے آیا ہے۔ پھر وہ جوان جا کر دیکھتا ہے کہ وہ مرد وہیں کھڑا ہے تب اس نے اس کو دیکھ کر کہا کہ اب اس گائے کو مت بیچو اور تم اپنی ماں سے کہو کہ تم اس کو موسیٰ بن عمران کے آنے تک اس کو رکھیو کیوں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا ہے اور قاتل اس کا اب تک نامعلوم ہے اس کو وہ خریدے گا اور چمڑے بھر وزن کر کے روپے تم کو دے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس سے وہ گائے اسی صفت کی پائی جو اللہ تعالیٰ نے اس کا نشان بتایا تھا۔ چنانچہ اس گائے کو اس پیرزن سے خرید کر ذبح کیا اور اس کے چمڑے بھر روپے وزن کر کے اس کو دیے اور زبان اس گائے کی کاٹ کر عامیل مقتول پہ جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے رکھ دی، اللہ کے حکم سے وہ شخص زندہ ہوگیا اور اس کی رگوں میں اور اس کے گلے سے خون جاری ہوا تب اس نے بلند آواز اور فصیح زبان سے کہا۔ اے لوگو! گواہ رہو مجھ کو گاؤں والوں نے نہیں مارا میرے بھتیجے نے مجھے دولت کے لالچ سے مارا ہے اتنا بول کر وہ پھر مر گیا۔ پس حضرت موسیٰ نے اس عامیل مقتول کے بھتیجے قاتل کو مار ڈالا اس کا قصاص لے کر تمام مال و اسباب اس کا محتاجوں اور فقیروں کو بانٹ دیا۔ تب وہاں کے لوگوں نے اس قاتل کے شر سے امان پائی اور پھر وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

بیان ملاقات حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

بعض تواریخ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک محفل میں بیٹھے ہوئے قوم بنی اسرائیل کو وعظ کر رہے تھے۔ بعض روایتوں میں یوں آیا ہے کہ جب اس میدان تیہ میں قوم بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے لگے تو اس وقت بحکم اللہ تعالیٰ ایک ابر سفید نے ان کے سر پر سایہ ڈالا اس وقت ان لوگوں کے دلوں میں یوں گزرا اور وہ کہہ بیٹھے کہ آج ہمارے برابر کوئی علم و فضیلت میں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لیے یہ بات کہی کہ چالیس شتر کا بوجھ توریت کی تختیوں میں تھا اور حضرت موسیٰؑ نے ان کو

حفظ کر رکھا تھا اور اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ تکلم کیا تھا یہ سن کر اس محفل میں ایک شخص نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ بالکل بجا فرماتے ہیں آپ کے برابر کوئی بھی نہیں تمام
طرح کے مدارج میں آپ بلند و بالا ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا تم
لوگ سچ کہتے ہو۔ حقیقت میں کسی کو بھی اپنے سے بلند نہیں دیکھتا اسی وقت حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے موسیٰ ایسا خیال مت کر کہ تجھ سا کوئی نہیں
خبردار میرے بندوں میں تجھ سے زیادہ علم ہے اور تجھ کو کیا معلوم ہے کہ میں نے کس کو زیادہ
علم دیا دیکھ خلق میں ایک نیک میرا بندہ ہے جو کہ مجمع البحرین میں ہے اس سے جا کر ملاقات
کر پھر دیکھ کہ زیادہ علم اس کو ہے یا تجھ کو۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض
کی اے اللہ تعالیٰ وہ کون ہے اس کو مجھے دکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے موسیٰ
مجمع البحرین کے قریب ایک میدان ہے اس میں وہ رہتا ہے اور وہ اس کام پر مامور
ہے کہ ہر گمراہ کو راہ بتاتا ہے اور میری طرف سے یہ معجزہ بھی اس کو دیا گیا ہے کہ زندہ کو
مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کے ذمہ دیگر اور کام بھی ہیں اور اس کا نام خضر
ہے لہٰذا تو اگر اس کو دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو جا کر دیکھ پھر تجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ
اس میں کیا کیا کرامات ہیں۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمراہ یوشع کے مجمع البحرین کی
طرف گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا قولہ تعالیٰ: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ اور جب کہا
موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو یعنی یوشع کو میں نہ ہٹوں گا جب تک کہ پہنچوں گا دو
دریا کے ملاپ پر خواہ میں چلا جاؤں برسوں تک پس دونوں حضرات مجمع البحرین تک
گئے۔ اور مجمع البحرین دو دریاؤں کا نام ہے جو فارس اور روم کے درمیان جانب مشرق
کے واقع ہے اور ان کے ساتھ ان کی زنبیل میں ایک بھنی ہوئی نمکدار مچھلی تھی اور یہ واقعہ
معالم التنزیل میں لکھا ہے اور کلام اللہ اور حدیث شریف بخاری میں ترجمہ تلی ہوئی مچھلی سے
ان دونوں نے اپنے کھانے کے واسطے لی تھی۔ جب یوشع نے دریا کے کنارے
ایک پتھر کے قریب زنبیل رکھ دی اور پھر اسی دریا کے پانی سے وضو کیا تھا تو ایک قطرہ

پانی کا ان کی انگلی سے مچھلی پر ٹپکا تو فوراً مچھلی زندہ ہو گئی زنبیل میں سرنگ بنا کر دریا میں جا پڑی چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا الخ ترجمہ: پس جب پہنچے دونوں دریا کے کنارے تو وہ اپنی مچھلی کو بھول گئے تو اس مچھلی نے اپنی راہ نکال لی سرنگ بنا کر دریا میں۔ یوشع چاہتے تھے یہ ماجرا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں اور اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ بعد ایک لحظہ خواب سے اٹھ کر اس جگہ زنبیل بھول کر اپنی راہ پہ چل دیے اور پھر دوسرے دن فجر کی نماز پڑھ کر جلد روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی اسی وقت اپنے ساتھی یوشع سے وہ مچھلی کھانے کو مانگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا الخ پس جب وہ آگے چلے دونوں کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو دے ہم کو کھانا ہمارے صبح کا ناشتہ تحقیق ہم نے پائی سفر میں تکلیف۔ یوشع نے کہا کیا نہ دیکھا تم نے جب ہم نے وہ جگہ پکڑی تھی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا وہ مچھلی اور یہ مجھ کو بھلایا ہے شیطان نے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا ذکر عنقریب آپ سے کروں اور مچھلی تھی کہ اپنی سرنگ لگا کر دریا میں چلی گئی۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ وہی جگہ ہے جو ہم چاہتے تھے۔ پھر اُلٹے واپس پھرے دونوں اور اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے جاتے تھے۔ پس پایا اس جگہ ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جس کو دی تھی ہم نے اپنے پاس سے مہر اور اس کو علم بھی اپنے پاس سے سکھایا تھا غرض حضرت موسیٰؑ اور یوشع دونوں اسی جگہ پر واپس آئے جہاں مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی تھی۔ اس مچھلی کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا میں جا گرے اور پھر پانی میں غوطہ لگایا تاکہ وہ اس مچھلی کو پکڑ لیں۔ پس جب انہوں نے پانی میں غوطہ لگایا تو ایک گنبد نظر آیا جو پانی میں معلق ایستادہ ہے اور اس میں حضرت خضر نماز پڑھ رہے تھے۔ جب حضرت خضر نماز سے فارغ ہوئے حضرت موسیٰؑ نے اسلام علیک کہا اور پھر ان کے سامنے بیٹھے۔ انہوں نے احوال پوچھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورا پورا حال بیان کیا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر میں بات چیت ہو رہی تھی کہ اچانک پرندہ آیا اور ان کے سامنے دریا سے ایک قطرہ پانی چونچ مار کر لے چلا۔

پس حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنے تئیں سمجھتے ہو کہ میں علم میں سب سے زیادہ ہوں حالانکہ علم اول و آخر ظاہر و باطن بنی آدم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے کمتر ہے جیسا کہ یہ مرغ ایک قطرہ پانی سمندر کے نزدیک کیا چیز ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا اور ہمارا علم کیا چیز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو تربیت فرمائی، یہ بات یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک علم مجھ کو ہے تم کو نہیں اور ایک تم کو ہے مجھ کو نہیں یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ترجمہ: حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا کیا پیروی کروں میں تیری اس پہ کہ سکھا دے تو مجھ کو اس چیز کو کہ سکھایا گیا ہے تو کچھ بھلائی ہے۔ یعنی اللہ نے تجھ کو علم سکھایا ہے سو تو مجھ کو سکھا۔ پھر حضرت خضر نے ان سے کہا تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا۔ اور مجھے یقین ہے تو صبر ہرگز نہ کر سکے گا۔ اور کیونکر کرے گا صبر تو اس چیز کو کہ جس چیز کا تجھ کو نہیں ہے کیونکہ میرا کام باطنی ہے اور تو اس کو دریافت نہ کر سکے گا کیونکہ باطن کا حال معلوم کرنا بڑا محال ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ البتہ پاوے گا تو مجھ کو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں تیری نافرمانی بھی نہ کروں گا کسی حکم میں یہ سُنکر حضرت خضر نے کہا کہ اگر پیروی کرے گا تو میری پس سوال مت کیجیے مجھ سے کسی چیز سے یہاں تک کہ میں شروع کروں کروں تجھ کو دکھانے کو کوئی چیز پھر یہ عہد کر کے دونوں سے وہاں سے چلے یہاں تک کہ سوار ہوئے ایک کشتی پہ پھاڑ ڈالا اس کو حضرت خضر نے تب یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ بولے کہ تو نے کشتی ہی کو پھاڑ ڈالا ممکن ہے ہم کو ڈبو دے یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ نے کہا کہ خضر تم نے تو ایک بالکل نئی چیز پیدا کر دی تب حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میں نے تجھ کو نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور نہ ڈال مجھ پر میرا کام مشکل پھر دونوں چلے وہاں سے یہاں تک کہ ملاقات ہوئی ایک لڑکے سے پھر اس کو خضر نے مار ڈالا۔ پھر حضرت موسیٰ نے کہا تو نے تو اس لڑکے کو مار ہی ڈالا اے خضر تو نے یہ فعل نامعقول کیا۔ پھر حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میں نے کہا تھا تجھ کو اے موسیٰ کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا۔

حضرت موسیٰ نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد تجھ سے کوئی چیز پوچھوں تو پھر تو ہم کو اپنے ساتھ نہ رکھنا یہ
کہہ کر وہ دونوں پھر چلے ایک گاؤں کی طرف یہاں تک کہ پہنچے ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس کھانا
مانگا وہاں کے لوگوں سے پس لوگوں نے انکار کیا یہ کہ ضیافت کریں بس پائی ان دونوں نے ایک دیوار
اس گاؤں میں کہ وہ گرنے کے قریب ہی تھی۔ پس حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ پھر یہ
دیکھ کر حضرت موسیٰ نے کہا اے خضر اگر تو چاہتا تو البتہ لیتا تو اس دیوار کی مزدوری اور ہم
بھوکے ہیں کیوں تو نے بغیر مزدوری کے دیوار کو سیدھا کر دیا ہم تو ان سے مزدوری طلب کرتے
وہ مجبوراً اس کی مزدوری دیتے۔ اس پر حضرت خضر نے کہا کہ جو کام اللہ کے حکم سے کرنا ضروری
ہے اس پہ مزدوری ہم نہیں لیتے پس حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے پہلی دفعہ بھول کر پوچھا
تھا اور دوسری دفعہ اقرار کرنے کو آپس میں اور تیسری دفعہ رخصت ہونے کو جان بوجھ کر پوچھا
تھا کیوں کہ حضرت موسیٰؑ نے سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں کہ میرا علم تو وہ ہے جس میں خلق
اللہ پیروی کرے تو اس کا بھلا ہو اور حضرت خضر کا علم وہ ہے کہ دوسرے کو اس کی پیروی بن نہ آوے
تب حضرت خضر نے کہا اے موسیٰ تو نے عہد اپنا توڑ دیا۔ اور میں نے تو تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ
میں جو کام کروں گا تو مجھ سے مت پوچھیو۔ اب تم سے ہماری جدائی ہے قولہ تعالیٰ قَالَ هٰذَا
فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ ۞ الخ ترجمہ: کہا حضرت خضرؑ نے اے حضرت موسیٰ اب جدائی
ہے میرے اور تیرے درمیان اور اب پھر میں بتاتا ہوں تجھ کو ان باتوں کو کہ جس پر تو صبر نہ کر سکا
پہلا وہ جو کشتی تھی کتنے فقیر اور محتاجوں کے لیے کماتے تھے اور محنت کرتے دریا میں سو میں نے چاہا
کہ اس میں نقصان ڈالوں کیونکہ ایک بادشاہ ظالم لوگوں سے کشتی چھین لیتا تھا اس لیے میں نے
اس کشتی کو پھاڑ ڈالا اور اس کے تختے الگ الگ کر دیے تاکہ ظالم بادشاہ اس کو عیب دار جان
کر نہ لے سکے اور غریبوں کے لیے کمائی باقی رہے۔ اور دوسرے وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ
تھے ایمان والے ڈر تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کو گرفتار کرے سرکشی اور کفر میں پس اگر بڑا ہوتا
تو موذی اور بدراہ ہوتا اور اس وجہ سے اس کے ایمان دار ماں باپ بدنام ہوتے۔
پس میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جزا دیوے بہتر جزا اور مہر کرے اس واسطے میں
نے اس کو مار ڈالا تاکہ ماں باپ اور مخلوق اللہ اس کے ہاتھ سے امن میں رہے اور

اس کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک لڑکا دیوے کہ اس کی نسل سے ستر پیغمبر پیدا ہوں۔ اور تیسرا یہ کہ وہ دیوار تھی سو وہ یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے مال گڑا ہوا تھا۔ اور ان یتیم بچوں کے ماں باپ صالح یعنی نیک تھے اور لوگوں کو قرض حسنہ دیتے تھے لیکن کبھی تقاضا نہیں کرتے تھے اس سبب سے اللہ تعالیٰ قدوس نے ان کو مال و دولت سے نواز تھا۔ اور وہ اپنا قرض نہایت نرمی سے لیتے۔ اور سود بالکل نہیں لیتے تھے اور نہ خیانت کسی کی کرتے تھے اور نہ کسی کو آزار پہنچاتے تھے۔ اور میں نے چاہا کہ یہ دونوں لڑکے جب جوانی کو پہنچیں گے تو اپنے ماں باپ کا گڑا ہوا مال نکال لیں گے۔ اس دیوار کے نیچے سے تیرے رب کی مہربانی سے اور یہ میں کہا اپنے حکم سے پھیر ہے ان چیزوں کا جن پر تو نہ سکا اور وہ دیوار گرنے کے قریب تھی اگر وہ گرتی تو مال اس کے نیچے سے ظاہر ہو جاتا تو اس کو لوگ لے جاتے اور وہ یتیم محروم رہ جاتے اس لیے میں نے اس کی مرمت کر دی بغیر کسی مزدوری کے اور پھر حضرت خضر نے کہا اے موسیٰ تم نے سمجھا تھا کہ تمہارے برابر کسی کا علم نہیں اور تم نے یہ نہ سوچا کہ اللہ کے بندے ایک سے ایک ایسے ہیں کہ تمہارا علم ان کے برابر رائی اور سرسوں کے برابر ہے۔ پس اب تم جاؤ اور اب ہماری تم سے جدائی ہے اور تین باتیں نصیحت کی بھی مجھ سے یاد رکھو۔ اول خوش رہو، خوش خلق لوگوں میں رہو تب تمہاری عزت و وقار رہے گا۔ اور ترش روئی اور غرور کسی بات پر مت کیجیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دوست نہیں رکھتا اور دوسرے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے حاجت مت مانگو خواہ اپنے واسطے ہو یا غیر کے واسطے ہر حاجت کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر ایسا خیال رکھو گے تو ہر دعا مقبول ہوگی پس حضرت خضر علیہ السلام یہ کہہ کر ایک دم غائب ہو گئے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۝

بیان وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے رخصت ہو کر جب اپنی قوم میں آئے تو لوگوں نے ان سے کہا اے حضرت موسیٰ آپ حضرت خضرؑ سے کون سا علم سیکھ کر آئے ہیں وہ

ذرا بیان تو کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ جو دیکھا [illegible] وہ [illegible] بیان کرنے کے قابل نہیں ہے وہ علم تو نبیوں کو دیا ہوتا ہے۔ جب تیس [illegible] موسیٰ و ہارون کو اس میدان تیہ میں گزرے تو حضرت موسیٰؑ کو وحی نازل ہوئی اے موسیٰؑ فلانے روز فلانے وقت فلانی جگہ ہارون کو اپنے پاس بلاؤں گا۔ جب ارشاد ہوا موسیٰ روز موعود کے منتظر رہے۔ جب وعدہ ہارون کو فرمایا اے بھائی چلو اس میدان سے فلانی جگہ پر۔ پس دونوں حضرات اپنی قوم سے نکل کر ایک باغ میں گئے اس کے نیچے ایک نہر جاری دیکھی اور اس کے کنارے ایک تخت پر تکلف دھرا پایا۔ حضرت ہارون اس پر جا بیٹھے اور کہا اے بھائی یہ کیا خوب جگہ ہے یہاں رہنا چاہیے تب اللہ کے حکم سے ملک الموت نے آکر جان ان کی قبض کی۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر بہت ہی افسوس کیا اکثر حضرات کا یہ قول ہے کہ حضرت ہارون کو اس تخت سمیت اللہ تعالیٰ نے آسمان پر لے لیا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کو تخت سمیت زمین کے نیچے لے لیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میرے بھائی ہارونؑ نے انتقال کیا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ وہ مرے نہیں شاید تم نے ہی مارا ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ان کو نہیں مارا اللہ اس کو خوب جانتا ہے وہ بولے اگر تم نے نہیں مارا تو ان کی لاش ہم کو دکھاؤ۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی لاش اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نیچے اتاری یا نیچے سے زمین کے نکالی تب انہوں نے حضرت ہارون کی لاش کو سرتاپا دیکھا کچھ اس پر نشان نہ پایا پھر بھی ان کے مرنے پر یقین نہ کیا اور پھر کہا اے موسیٰ ہارون کو تم نے ہی مارا ہے۔ اس بات کو قوم نے حضرت موسیٰؑ سے اس واسطے کہا کہ وہ قوم ہارون علیہ السلام کو زیادہ دوست رکھتی تھی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پھر اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کو زندہ کیا حضرت ہارون نے زندہ ہو کر اپنی قوم سے کہا کہ مجھے میرے بھائی نے نہیں مارا میں تو اللہ کے حکم سے مرا ہوں اتنا کہہ کر پھر وہ جان بحق ہو گئے اور اسی وقت وہ غائب ہو گئے۔ تب ان سب کو یقین ہوا حضرت ہارون علیہ السلام کے مرنے کا۔ پس اس تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس پھر آئے اور یوشع

ان کے بھانجے تھے ان کو اپنا خلیفہ بنا لیا جب تین برس گذر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پاس ملک الموت آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے ملک الموت تو میری زیارت کو
آیا ہے یا روح قبض کرنے کو وہ بولے میں تو روح قبض کرنے کو آیا ہوں حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے فرمایا تو کس راہ سے میری روح قبض کرے گا وہ بولے تمہارے منہ سے حضرت
موسیٰؑ نے کہا تجھ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے منہ سے اللہ سے تکلم کیا انہوں نے کہا اچھا
میں آنکھ سے نکال لوں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ آنکھ سے میں نے اللہ کا نور
دیکھا ہے انہوں نے کہا اچھا ہم پیر کی راہ سے نکالیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں پیر
سے چل کر کوہ طور پہ گیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا اچھا میں اللہ کے حکم سے تیری روح قبض کروں گا۔
پس حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت غصہ میں آئے اور کہا اے عزرائیل کتنے ہزار کلام میں نے اللہ
سے بلا واسطہ لیے کوئی بیچ میں واسطہ نہ تھا۔ پس اس کی عزت کی قسم ہے کہ میں جلدی جان دینا
اپنی تسلیم نہ کروں گا۔ اللہ قدوس سے میرا اور بھی سوال ہے ملک الموت یہ سنکر چلے گئے۔
جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اللہ تجھ کو خوب معلوم ہے جو موسیٰؑ نے مجھ کو کہا کہ اس وقت میں
جان دینا تسلیم نہ کروں گا پھر خطاب آیا کہا اے موسیٰ تو میری طرف آنے کو راضی نہیں ہے۔
وہ فوراً بول اٹھے اے میرے پروردگار میں تیرے پاس آنے کو راضی ہوں مگر ایک بار تیرے دیدار
کی تمنا رکھتا ہوں کہ میں کوہ طور پر جا کر مناجات اور شکر کروں اور وہیں تیرا کلام سنوں ہزار جان
میری فدا ہو تیرے کلام پر پس حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے کوہ طور پر جا کر عرض کی الٰہی میں نے
اپنی آل اور امت تجھ کو سونپی اس کو تو اپنی رضا پر رکھیو اور ان کو مال حرام سے بھی باز رکھیو
اور ان کو روزی حلال دیجیے کیونکہ میری امت ناتواں ہے پس ندا آئی اے موسیٰؑ
زمین پر عصا مارو۔ عصا مارا تو پھٹ کر دریا نکلا پھر حکم ہوا دریا پر عصا مار جب
مارا تو اس کے اندر سے ایک پتھر سیاہ بر آمد ہوا پھر حکم ہوا اس پتھر پہ عصا مار
تو وہ پتھر بھی دو ٹکڑے ہو گیا اس میں سے ایک کیڑا نکلا وہ کیڑا اپنے منہ میں گھاس
لے کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا تسبیح پڑھ رہا تھا۔ رَبِّ تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَعْرِفُ
مَکَانِیْ وَتَرْزُقُنِیْ فِیْ قَلْبِ حَجَرٍ۔ ترجمہ: اے پروردگار تو مجھ کو دیکھتا ہے اور میرا کلام

سنتا ہے اور جگہ میری جانتا ہے اور روزی پتھر کے اندر پہنچاتا ہے کسی کو محروم بھوکا تو نے نہیں رکھا اپنے فضل و کرم سے۔ پس جناب باری تعالےٰ سے ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ قعر دریائے تحت الثریٰ میں پتھر کے اندر کیڑے کو میں روزی پہنچاتا ہوں اس کو بھی نہیں بھولتا تو میں تیری امت کو کیوں کر بھولوں گا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ کوہ طور سے خوش ہو کر نیچے اترے آئے اور راہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ سات آدمی ایک قبر کو کھود رہے ہیں ان سے پوچھا تم کس واسطے یہ قبر کھودتے ہو انہوں نے کہا یہ قبر اللہ کے دوست کے لیے کھودتے ہیں تم بھی اس میں شریک ہو کر ثواب حاصل کرو۔ جب وہ قبر تیار ہوگئی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ جو صاحب قبر ہے وہ تمہارے قد کے برابر ہے ایک بار تم اس میں اتر کر دیکھو تمہارے قد کے برابر ہوئی یا نہیں تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر میں اتر کر لیٹ کر دیکھا اور کہا کہ یہ کیا خوب جگہ ہے کاش کہ یہ قبر میرے لیے تیار ہوتی تو کیا خوب تھا اسی وقت جبرائیل نے ایک سیب بہشت سے لاکر حضرت موسیٰ کے سامنے لاکر رکھ دیا انہوں نے اسکو سونگھا فوراً جان بحق تسلیم ہو گئے اور فرشتوں نے ان کو نہلا دھلا کر بہشت کا کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھ کر اسی قبر میں دفن کر کے قبر کو چھپا دیا۔ اس لیے کوئی نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ کی قبر کہاں ہے جب عزرائیل حضرت موسیٰ کی جان قبض کرنے کو آئے حضرت موسےٰ نے غصہ ہو کر ایک طمانچہ ان کے چہرے پر ایسا مارا کہ آنکھ ان کی نکل پڑی۔ انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں جا کر فریاد کی کہ الٰہی تجھ کو معلوم ہے کہ موسیٰ نے مجھ کو ایک طمانچہ ایسا مارا کہ ایک آنکھ میری جاتی رہی اور اگر وہ تیرا کلیم نہ ہوتا تو ہم ہر دو آنکھیں اس کی نکال ڈالتے پس ندا آئی اے عزرائیل تم جا کر حضرت موسیٰ کو کہو کہ تم کو حیات دنیا اور منظور ہے۔ تو بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ کتنی پشم اس میں آتی ہے اتنی ہی عمر ہم تم کو اور دیں گے اگر تم یہ چاہتے ہو حضرت موسیٰ نے جب یہ بات سنی تو اپنے دل میں سوچا آخر ایک بار مجھ کو مرنا ہے تب عزرائیل سے کہا کہ اللہ کے حکم سے اب میری جان قبض کرو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً ایک سو پچاس برس کی ہوئی تھی۔ پس ان کے حکم سے ان کی جان قبض ہوئی اور بعض روایات یوں ہے کہ ملک شام میں جباروں سے فتح کرنے کے بعد انتقال فرمایا واللہ اعلم بالصواب

بیان عابد بلعم ابن باعور اور حضرت یوشع بن نون اور بنی اسرائیل کا

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قوم بنی اسرائیل اس تیہ مذکور میں تقریباً سات برس تک رہے جب چالیس برس بموجب میعاد اللہ تعالیٰ کے اس تیہ میں پورے ہوئے اور نیز یہ بھی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ حضرت مریم سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبری عنایت فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس قوم بنی اسرائیل کو اس تیہ سے نکال کر ملک شام جباروں کے قبضے سے نکال کر تم سب مصر میں جا رہو تب یوشع بن نون بمطابق ارشاد اللہ تعالیٰ کے تمام قوم بنی اسرائیل کو لے کر ملک شام میں چلے گئے بعض مردودوں کو تہ تیغ کیا اور بعضوں کو رونق اسلام سے مشرف کیا۔ پس وہاں سے فتحیاب ہو کر شہر ایلیا میں جا کر اکثر مردودوں کو قتل کیا اور پھر شہر بلقعان میں آئے یہ بڑا شہر پایہ تخت بادشاہ کا تھا۔ اور اس بادشاہ کا نام بالق تھا۔ افواج و رعیت اس کی بہت تھی۔ حضرت یوشع نے ان سب کا محاصرہ کیا۔ بالآخر کافروں نے شدید عزیمت پائی۔ بلعم ابن باعور کے پاس جا کر استمداد چاہی اور ان سے کہا کہ آپ مقبول اللہ ہیں ہمارے لیے دعا کریں کہ ہم دشمنوں پر فتح پائیں۔ اس نے کہا کہ یوشع ابن نون تو اللہ کا پیغمبر ہے اور اس کا لشکر و سپاہ تو اللہ کا فرستادہ ہے اور ہم کو کیا طاقت کہ ہم پر بد دعا کریں۔ اور میری تو یہ رائے ہے کہ تم سب لوگ دین موسیٰؑ کو قبول کر لو اور ان پر ایمان لے آؤ اور درحقیقت وہ نبی مرسل تھے یہ سن کر ان مردودوں نے کہا کہ ہم ہرگز موسیٰ کا دین اختیار نہ کریں گے اور تم کو یہ بتلا دیتے ہیں کہ اگر تم ہمارے حال پر بد دعا نہ کرو گے تو تم کو ہم لوگ دار پر کھینچیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ بلعم ابن باعور اس بات کو سن کر دل میں کچھ خوف کرنے لگا لیکن دعا پھر بھی نہ کی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بلعم ابن باعور کی عورت بہت خوبصورت تھی اور وہ اس پر عاشق و فریفتہ تھا اس بادشاہ نے اس کو بہت سا روپیہ دے کر راضی کیا اور وہ تو راہزن ایمان و گمراہ تھی مدد دینے کے لالچ سے اپنے شوہر سے سفارش کی کہ تم دعا کرو ہماری خاطر بادشاہ

کے لیے پس بلعم باعور نے اپنی عورت کی خاطر اور اس بادشاہ کے خوف سے اور اللہ سے ڈر کر آخر کچھ حیلہ کیا اور وہ یہ تھا کہ ان کو ایک فعل ناشائستہ بتا دیا کہ تم اچھی اچھی عورتیں جوان انار پستان چودہ چودہ برس کی لا کر ان کو یوشع ابن نون کے لشکر گاہ میں بھیج دیں اغلب ہے کہ وہ سب ان کو دیکھ کر فریفتہ ہو کر مرتکب زنا ہوں گے اور وہ اس بدبختی سے ہزیمت پاویں گے اور اس میں تمہاری فتح و کامیابی ہو جائے گی۔ یہ سن کر بادشاہ باغی فاسق گمراہ نے ویسی ہی فاجرہ عورتیں منگوا کر حضرت یوشع بن نون کے لشکروں میں بھیج دیں۔ پھر وہ اللہ کے فضل سے نیک ہو کر سب لوگ اس فعل بد سے بچ گئے اور انہوں نے ان فاجرہ عورتوں کا قطعاً خیال نہ کیا۔ یہ حال دیکھ کر پھر بلعم ابن باعور کی عورت نے آ کر اس سے کہا کہ تم میرے کہنے سے بددعا نہ کرو گے تو مجھے طلاق دے دو۔ یہ سن کر بلعم ابن باعور بہت پریشان ہوا اور اس مجبوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے چاہا کہ میں ایک حجرے میں جا کر بددعا کروں ناگہاں اس وقت دو شیر اس حجرے میں آ گئے اور ان دونوں نے بلعم ابن باعور پر حملہ کیا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرایا اور پھر اپنی بیوی سے کہا کہ اے میری بیوی اس بات کو جانے دو مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ اور میں اس کو کیا جواب دوں گا۔ اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پیغمبر کا ہونا اس شہر میں بہتر ہے۔ یہ سن کر اس بیوی نے کہا کہ دیکھو جب تک تم ان کے لیے بددعا نہ کرو گے تب تک میں تم سے نہ بولوں گی۔ ناچار بلعم ابن باعور نے چاہا کہ کہیں خلوت میں جا کر دعا مانگے پھر وہی شیر اس کو کاٹنے کے واسطے آ گئے پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا تو اللہ قدوس سے ڈر۔ اور میں نبی پر کیونکر بددعا کروں یہ سنکر پھر اس کی عورت بولی کہ پھر تم ایک مکر لائے ہو اگر تم میری بات نہیں سنتے ہو تو مجھ کو طلاق دے دو۔ پھر بہت ہی مجبور ہو کر بلعم ابن باعور اپنے گھر سے نکل کر ایک گدھے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف گیا۔ اور یہ دوسرا ملہ اس کا تھا جب کچھ دور گیا گدھا از خود چلنے سے رُک گیا۔ ہر چند گدھے کو مارا تو بھی اس نے قدم آگے نہ بڑھایا۔ اور مفسرین نے بعض تفاسیر میں یوں لکھا ہے کہ اللہ کے حکم سے گدھے نے اس سے یہ بات کہی کہ اے بلعم ابن باعور تم یہاں سے اپنے گھر کی طرف پھر جاؤ اور اپنے گھر ملو اور سید دعا مت کرو اور تم اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ تم گنہگار ہو گے آگ میں ڈالے جاؤ گے۔ پس گدھے سے یہ بات سنکر

وہ بہت ڈرا اور اسی وقت وہاں سے واپس ہو لیا۔ اتنے میں ابلیس لعین بصورت آدمی بن کر اس
راہ میں اس سے بولا کہ بلعم ابن باعور تو کیوں نیک راہ سے منہ موڑتا ہے۔ وہ بولا کہ مجھے یہ گدھا
منع کرتا ہے کہ تم اس امر سے باز آجاؤ۔ اور پھر میں بھی اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ یہ کام برا ہے۔ یہ
سن کر شیطان نے اس سے کہا کہ تم کو جس نے راہ سے پھرایا وہ شیطان تھا کیونکہ تم یہ جانتے ہو کہ
گدھے نے بھی کوئی بات کہی ہے۔ پس ٹھیک یہی ہے کہ تو بادشاہ بالق کے حق میں دعا کر تاکہ وہ
سب لوگ دور ہو جائیں اور تم ہی اس شہر میں قوم بالق پر سرداری کرو گے۔ اگر تم ان کو اللہ کی
طرف بلاؤ گے تو وہ تم کو مانیں گے اور وہ تمہارے فرمانبردار بھی ہوں گے اور تم ان کے پیغمبر
ہو گے اور پھر نیک عورت بھی تمہارے ہاتھ لگے گی۔ بلعم ابن باعور نے ان باتوں کو سن کر ایک
پہاڑ کی طرف رخ کیا اور عزم بالجزم ارادہ بھی کیا جہاں کہ اس کا چلہ تھا پاپیادہ وہاں گیا
اور پھر وہاں جاکر دعا کی اور گدھا یہیں رہا۔ اس دن کی بددعا سے بنی اسرائیل نے
شکست پائی۔ یوشع ابن نون نے متحیر ہو کر گھوڑے سے اتر کر سر زمین پہ رکھ کر درگاہِ
الٰہی میں مناجات کی، یا رب ہم شہر کے در پہ آج چھ مہینے سے پڑے ہیں اس
میدان میں کہ ان جباروں کا ملک فتح کرکے تیرا حکم بجا لائیں اور تیرا شکر کریں
اور جو کچھ مال ومتاع ان کا ہم پاویں گے سب آگ میں جلا دیویں گے، اور آج کی لڑائی
جو جیتا وہ بغیر تیری مدد کے نہیں اور ہم نے جو ہزیمت پائی ہے بے حکم تیرے نہیں۔
ندا آئی اے یوشع ابن نون اس قوم میں ہمارا ایک بندہ مقبول ہے اور وہ اسم اعظم میرا
پڑھتا ہے اس کو میں نے بزرگی دی ہے۔ اس نے وہ پڑھ کر دعا کی میں نے اس کی دعا
کو قبول کر لیا اسی وجہ سے تم نے شکست پائی۔ حضرت یوشع بن نون نے اپنا سر زمین پہ رکھ کر
عرض کی یا الٰہی تو اس کا مرتبہ اور بزرگی چھین لے تب ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم لباس د
تقویٰ بلعم ابن باعور سے چھین لیا تب آپ نے اپنا سر سجدے سے اٹھایا اور قوم بنی اسرائیل کو
اس کی خبر دی اس وقت یوشع ابن نون نے ایک دن حملہ سے قوم بنی اسرائیل کے ساتھ ملکر
ان کافروں کا محاصرہ کیا اس کے بعد بلعم ابن باعور نے دعا کی لیکن وہ قبول نہ ہوئی اور دوسرے
روز جمعہ تھا یوشع ابن نون اور قوم بنی اسرائیل نے مل کر ان جباروں کے ساتھ لڑائی شروع کی اللہ

کے حکم سے زمین لرزنے میں آئی اور حصار ٹوٹ پڑا اور چاروں طرف نمازیوں کی تلوار چلی لڑتے لڑتے جب شام قریب ہوئی تب یوشع ابن نون دل میں خوف اور اندیشہ کرنے لگے کہ توریت میں ہفتہ کے دن سوائے عبادت کے لڑائی کرنا اور دنیا کا کام وغیرہ کرنا ممنوع ہے۔ دل میں سوچا اگر آج کے دن فتح نہ ہوگی تو کل قوم جباروں کی اکثر ایک ہی حملے میں لے لے گی اور ہم کو یہاں سے نکال دے گی۔ تب روبسوئے آسمان کر کے دعا مانگی کہ اے پروردگار اس وقت تو آفتاب کو اپنی قدرت سے حرکت دے کر اور دو گھڑی دن زیادہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور دو گھڑی دن بڑھا دیا اور آفتاب ٹھہر گیا۔ اس دو گھڑی کے عرصہ میں شب ہفتہ کی شام ہوتے ہوتے قوم بنی اسرائیل فتح یاب ہو کر سجدہ شکر بجا لائے اور وہ سب مردود زیر شمشیر ہوئے اور توریت میں مال غنیمت حلال نہ تھا۔ ایسا مال جو غنیمت سے حاصل ہوتا تھا وہ سب آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ لیکن ان کا مال کچھ کم نہ جلا کیونکہ حکم ایسا تھا جو غنیمت میں پاتے آگ لگا دیتے۔ اگر اس میں سے کچھ مال باقی رہ جاتا یا کوئی ان میں سے کچھ چرا لیتا تو آگ اس مال کو نہ جلاتی اور علامت مقبولیت اور نامقبولیت کی یہی تھی۔ سب کے نام قرعہ ڈالا۔ نام چور کا جب نکلا اس سے مال منگوا کر آگ میں ڈالا تب سب جل گیا۔ پس بلعم ابن باعور نے آکر یوشع ابن نون کو تعظیم و تکریم سے سلام کیا آپ نے فرمایا اے بلعم ابن باعور تمہارے واسطے بددعا کی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہاری بزرگی اور مراتب چھین لیے اور اب میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ صرف تین حاجتیں تمہاری اللہ تعالیٰ کے پاس بحال ہیں۔ یہ سن کر بلعم ابن باعور پُرغم ہوا اور اپنی بیوی سے کہا اے بدذات بدبخت میں نے کہا تھا کہ پیغمبروں پر بددعا نہیں چلتی۔ پر میں نے سخت گناہ کیا۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے میری بندگی اور کرامات سب چھین لی۔ یہ سُن کر اس کی عورت بولی کہ تم نے تین سو برس فقیری کمائی اور اپنے اندر کمالیت حاصل کی۔ پھر بھی تمہاری کمالیت اور مقبولیت کچھ بھی باقی نہ رہی۔ بلعم ابن باعور بولا تین دفعہ

تین حاجت کی دعا باقی رہی۔ وہ بولی (یعنی اس کی بیوی) اس وقت میرے لیے ایک
دعا کرو۔ باقی دو دعائیں تمہارے واسطے رہیں۔ بلعم ابن باعور بولا کہ تینوں دعائیں
روز جزا کے واسطے رہنے دو۔ خدا سے مجھ کو اپنی نجات مانگنا ہے آتش دوزخ
سے۔ پھر وہ بولی اے صاحب میرے لیے ایک دعا صرف کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو
جمال بخشے۔ ہر چند بلعم باعور نے کہا کہ جمال صورت تیری سب عورتوں سے زیادہ
ہے۔ لیکن وہ نہ مانی بالآخر بلعم ابن باعور نے کہا کہ جمال صورت تیری سب سے تمام
گھر میں اجالا ہو گیا اور خدا کے غضب سے بلعم ابن باعور کی صورت تبدیل ہو گئی
چہرے پر سیاہی آ گئی۔ ادھر اس کی عورت خلوت میں جوان مرد منگوا کر ہر روز عیش
کرتی تھی۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ بیگانے مرد سے عیش کرنے میں مشغول ہے اس
وقت طیش میں آکر اپنی بیوی کو بد دعا کی اسی وقت اس کی بیوی کی شکل تبدیل ہو کر
کتیا کی مانند ہو گئی۔ اور جو اس سے اولاد تھی وہ یہ حال دیکھ کر رونے لگی۔ کیونکہ
ہر اولاد کو اپنے ماں باپ سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ ان کی اولاد سے قوم
بنی اسرائیل اور اس شہر کے لوگوں نے کہا کہ یہ تمہاری ماں نہیں ہے یہ تو کتیا ہے
اور بلعم ابن باعور سے کہا کہ اے بلعم اپنی بیوی کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کی
ہیئت اصلی پھیر دے۔ تب لوگوں کے کہنے سے بلعم ابن باعور نے اپنی بیوی کے
حق میں دعا کی خدایا اس کی اصلی صورت بخش دے پھر خداوند قدوس کی قدرت سے
جو صورت اس کی اول تھی وہی پھر ہو گئی۔ اے مومنو ذرا غور کرو اور دیکھو بلعم ابن باعور
کتنا بڑا درویش تھا باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی نفس امارہ کی پیروی
سے کی تھی۔ اپنی بیوی کی بات سے مردود ہوا پس جو شخص نفس امارہ کا تابع ہو گا بےشک
اس کی جگہ دوزخ ہے اور جو شخص نفس امارہ کی پیروی نہیں کرے گا تو بےشک اس کی
جگہ جنت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ٥ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى ۭ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ
عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى ۭ ترجمہ: پس جس نے

شرارت کی اور بہتر سمجھا دنیا کا جینا تو بیشک وہ دوزخی ہے اور وہ اسی میں رہے گا
اور جو کوئی ڈرا اپنے پروردگار سے کھڑا ہونے سے واسطے حساب کے اور اپنی
خواہش نفس کی برائی سے بچا لیا پس بیشک وہ جنتی ہے اور اسی میں رہے گا۔ ایک
روایت میں ہے کہ یوشع ابن نون نے مطابق الہام الہٰی کے قوم بنی اسرائیل کو فرمایا کہ
چلو شہر بلقا میں جا کر جہاد کریں اور خدا کی درگاہ میں سجدہ کرتے ہوئے دعائیں مانگیں
تب قوم بنی اسرائیل نے سرکشی کے طور پر حضرت یوشع بن نون کے فرمانے سے
اپنی عبرانی زبان میں حطہ حطہ کہا یعنی عنا خطایا تا اے رب گناہ بخش دے اور بعضے
مذاق کی صورت میں کہتے حنطہ حنطہ یعنی اے رب ہم کو گیہوں دے۔ ہم تقریباً
چالیس برس کے بعد اس میدان تیہ سے واپس آئے اور بعض سجدے کی جگہ
چوتڑ کے بل ہٹنے لگے اور اس طرح ہنسی کرتے تھے۔ پھر شہر میں گئے تو وہاں جا کر
دیکھا کہ ان پر وبا آئی۔ دوپہر کے وقت اور اس وبائی مرض میں تقریباً ستر آدمی مر گئے
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بات کو وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ ترجمہ۔ اور کہا
جب ہم نے داخل ہو اس گاؤں میں پس کھاؤ اس میں جو چاہو تم فراغت سے اور داخل
ہو اس دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو کہ بخشش مانگتے ہیں ہم تب بخشیں
گے ہم تمہارے واسطے خطائیں تمہاری اور البتہ ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں
کو پس بدل ڈالا انہوں نے اس بات کو جنہوں نے ظلم کیا تھا سو اس کے کہا گیا
واسطے ان کے، پس اتارا ہم نے اوپر ان کے جو ظلم کرتے تھے عذاب وبا کی صورت
میں آسمان سے بسبب اس کے کہ تھے وہ فسق کرتے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے آگ آسمان سے نازل کی تھی، ان لوگوں کے جلانے کے واسطے۔ غرض سب نے
پھر توبہ استغفار پڑھا۔ تب خدا نے اپنے فضل و کرم سے عفو فرمایا اکثر لوگوں کا قول
یہ ہے کہ جب قوم بنی اسرائیل میدان تیہ میں تھی اس وقت لڑائی میں حضرت موسیٰ کے ساتھ
اللہ تعالیٰ نے جانے کو فرمایا کہ سجدہ کرتے ہوئے اور حطہ کہتے ہوئے ملک شام میں
داخل ہو۔ پس شاید کہ نافرمانی عین حیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل سے

صادر ہوئی تھی۔ اب یوشع ابن نون نے ان سب کو لے کر اس شہر میں جاکر بت پرستوں کو قتل کر دیا اور وہاں کے بادشاہ کو تختِ دار پر کھینچا اور پورے شہر کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر کوہستان کی طرف اطراف شام میں دو شہر تھے۔ ایک کا نام عماد اور دوسرے کا نام صیفون تھا۔ جب وہاں گئے سب نے حضرت یوشع ابن نون کے پاس آکر دین موسیٰ قبول کر لیا۔ پھر وہاں سے کوہ اردی اور سلم کی طرف متوجّہ ہوئے۔ وہاں کے حاکم کا نام بارق تھا یوشع کے وہاں جاتے ہی وہ اور اس کے تابع جتنے تھے۔ دین اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور وہاں سے پھر وہ مغرب کی طرف گئے اور وہاں پانچ شہر تھے پانچوں شہروں کے بادشاہ حضرت یوشع ابن نون سے لڑنے کو مستعد ہوئے۔ آخر خدا کے فضل و کرم سے یوشع ابن نون نے ان پر نصرت پائی اور تمام کافر ہزیمت پاکر غاروں میں جا گھسے۔ لشکر یوشع ابن نون نے جاکر ان کو واصل جہنم کیا اور وہاں کے بادشاہوں کو نکال کر تختِ دار پر کھینچا۔ منقول ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کے واسطے ایک شکنجہ بھیجا۔ اس شکنجے نے سب کو مار ڈالا۔ تب یوشع بن نون نے ان پر نصرت و فتح پائی۔ پس حضرت یوشع ابن نون نے سات برس کے اندر بادشاہوں کو مار ڈالا اور تمام ملک فتح کر کے قوم بنی اسرائیل کو تقسیم کر دیا اور تمام لوگوں پر احکاماتِ توریت جاری کر دیئے اس کے بعد کالوت کو اپنا خلیفہ اور ولی عہد کر کے سنہ ۳۸۹ (تین ہزار آٹھ سو نوے یا دو سو بیس برس میں انتقال فرمایا۔ کتاب المنتظم میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ایک سو اٹھتر برس کی تھی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ○

بیان نبوت طالوت علیہ الصلوٰۃ والسلام

جامع التواریخ میں کتاب المنتظم سے لکھا ہے کہ طالوت ابن یوقنا اولاد شمعون بن یعقوب سے تھے اور وہ شوہر مریم کے تھے وہ مریم حضرت موسیٰؑ کی بہن تھیں اور طالوت پیغمبر مرسل تھے۔ بموجب وصیّت حضرت یوشع ابن نون کے آپ

نے جمیع مہمات بنی اسرائیل کے اپنے ذمے لیے تھے فراغ امور شرعی وغیرہ کے بحرب بادشاہ بارق ملک سلم میں گئے اور وہ لوگ دین سے برگشتہ تھے اس کو اور اس کی عیال کو مجلس کیا اور دس ہزار کافروں کو قتل کیا اور جو باقی بچ رہے تھے وہ سب کے سب پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ بارق کے ساتھ ستر آدمی صاحب ملک محبوس تھے۔ اور ان سب کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ کر پھینک دی تھیں۔ اور روٹی توڑ کر ان کے سامنے ڈال دیتے تھے وہ مثال کتوں کے اوندھے ہو کر منہ سے اٹھا لیتے تھے۔ اسی طرح ان کو ذلیل و خوار کر کے مصر میں لائے۔ چند روز کے بعد یوساوش نام اپنے بیٹے کو حاکم کر کے انتقال فرمایا۔ قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ تقریباً ساٹھ برس کے بعد بنی اسرائیل مصر میں آئے۔ چالیس برس تک اس تیہ مذکورہ میں رہے اور ان کے بیس برس جہاد میں گزرے اس کے بعد مصر اور شام اور ملکوں میں جا کر سکونت اختیار کی اور اب تک ان کی اولاد ان مذکورہ ملکوں میں موجود ہے۔

بیان خرقیل ابن ثوری علیہ السلام!

بعض تفاسیر کے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ خرقیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذریعہ معجزے مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ نام ان کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذوالکفل رکھا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا؛ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ ترجمہ:۔ اور یاد کر اسمٰعیل کو اور لیسع اور ذوالکفل کو اور ہر ایک میری خبر پہنچانے والوں میں تھے۔ اور در اصل خرقیل کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ آپ نے ایک دن قوم بنی اسرائیل کو خدا کے فرمانے سے جہاد میں جانے کا حکم کیا۔ ان لوگوں نے مرنے کے خیال میں جہاد میں جانا قبول نہ کیا اور اس کی پاداش میں وہ لوگ خدا کے غضب میں وبائی امراض میں مبتلا ہو گئے یعنی طاعون کی بیماری ان میں

پھیل گئی۔ اور اس وبائی بیماری میں کثیر تعداد میں مر گئے اور بہت سے لوگ
مارے ڈر کے اپنے اپنے گھروں سے نکل بھاگے۔ جب وہ لوگ ایک سو کوس
پر گئے تو وہاں ایک آواز مہلک ایسی آئی کہ اس آواز سے سب کے سب مر
گئے اور بوجہ مُردوں کی کثرت سے ان کو شہر میں لاکر دفن نہ کر سکے۔ اور پھر
اس کی ترکیب یوں کی کہ چاروں طرف سے ایک دیوار کھینچ کر سب مُردوں کو
ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور ان کو زمین میں دفن نہ کر سکے اور وہ تمام آفتاب کی گرمی
سے سڑ گئے۔ جامع التواریخ میں لکھا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت
کیا ہے کہ ڈھیر میں چار ہزار لاشیں تھیں۔ اور حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ وہ آٹھ
ہزار تھے۔ اور وہب ابن منبہ نے کہا کہ وہ اسی ہزار کی تعداد تھی جو اس وبائی
بیماری سے مرے تھے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام سات روز بعد اعتکاف سے
نکل کر شہر سے جا کر دیکھتے ہیں کہ صرف ہڈیاں ان سب کی باقی رہ گئی ہیں اور
ان کا گوشت پوست سب گل گیا تھا۔ یہ دیکھ کر دل میں رحم آیا۔ جناب
کبریا میں عرض کی تو نے میری قوم کو ہلاک کیا تو پھر ان کو زندہ کر۔ ندا آئی اے
حزقیل یہ سب وبا کے ڈر سے شہر سے نکل بھاگے تھے اور انہوں نے میری
قبضہ قدرت کا خیال نہ کیا اس لیے میں نے ان کو مار ڈالا ہے۔ اور پھر تمہاری
دعا کرنے سے میں نے ان لوگوں کو زندہ کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ
اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو
نے طرف ان لوگوں کے جو نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ تھے ہزاروں
پس ان لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ سب کچھ فضل ہے اوپر لوگوں کے ولیکن
اکثر لوگ شکر نہیں کرتے پھر وہ لوگ جب شہر میں آئے کہتے ہیں کہ ان سب کے بدن
سے اور ان کی نسل کے بدن سے جب پسینہ نکلتا تو اس میں مردے کی بو آتی تھی۔
اور پھر وہ اپنی اپنی میراث پر جا بیٹھے اور کبھی مخالفت حضرت حزقیل کی کرتے تھے
اور انہوں نے رفتہ رفتہ دین موسیٰ چھوڑ کر بت پرستی شروع کر دی اور حضرت حزقیل

یہاں سے ہجرت کر کے دیار شام زمین بابل میں جا بسے اور وہیں انتقال فرمایا اور دریائے دجلہ اور کوفہ کے مدفون ہوئے۔

بیان الیاس ابن یاسین بن محاص ابن امام عزار ابن ہارون کا اور وہ نبی مرسل تھے!

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ؕ
ترجمہ:۔ بیشک الیاس ہے ہمارے رسولوں سے) روایت ہے کہ بعد حزقیل علیہ السلام کے ایک مدت تک قوم بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا کہ ان کو وعظ نصیحت امر و نہی سنائے اور ہدایت کرے۔ چنانچہ یہ قوم متفرق ہو کر ملک شام و مصر اور دیگر ملکوں میں جا بسی اگرچہ بعض علماء عمران کو حضرت موسیٰ کے دین کی تحریص و ترغیب دیتے تھے۔ اور ان کو بید سے راستے پر تلقین بھی کرتے تھے مگر اس قوم پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ رفتہ رفتہ بت پرستی اور زنا کاری اور فعل شنیعہ اختیار کر لیے اور بہت تھوڑی قوم حضرت موسیٰ کے دین پر رہ گئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو ان پر مبعوث فرمایا اور ان کے زمانے میں ایک بادشاہ تھا ملک شام میں اس نے ایک بت تراش کر اس کا نام بعل رکھا تھا اور تمام لوگ اس کو ہر روز پوجتے تھے اور دیگر لوگوں کو بھی پوجنے کو کہتے تھے اور حضرت الیاس علیہ السلام اس کے پوجنے سے مخلوقِ خدا کو منع کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ۝ ترجمہ:۔ جب کہا حضرت الیاس نے اپنی قوم کو کہ کیا تم کو ڈر نہیں کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو جو اللہ ہے رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا اے لوگو جبار و خالق مالک کو چھوڑ کر بت پرستی کرنا یہ کام بنی کا نہیں۔ پھر بت پرستوں نے حضرت الیاس کی بات نہ

مانی اور برابر تکذیب کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝
ترجمہ:۔ پس جھٹلایا اس کو پس البتہ حاضر کیے جائیں گے قیامت کے دن۔ روایت
ہے کہ حضرت الیاسؑ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو
شہر بعلبک میں بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو بعل کے پوجنے سے منع کریں اور بعضوں
نے کہا ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی اس کا نام بعل تھا۔ اس کی ایسی
صورت تھی کہ بتانِ آذر نزدیک اس کے رخسارۂ ماہ قریب کے محض سنگ تھے
اس کو پوجا کرتے تھے اور یہ دیکھ کر حضرت الیاسؑ وہاں کے لوگوں کو اس کے
پوجنے سے ہر وقت منع فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت
کیا کرتے تھے۔ پس کچھ روز بعد وہاں کا وہ بادشاہ ایمان لے آیا اور اس نے
حضرت الیاسؑ کو اپنا وزیر بنالیا۔ اور پھر ان کی بہت ہی قدر و منزلت کرتا تھا
پھر چند روز کے بعد اس نے اپنی قوم کے ساتھ راہ ضلالت اختیار کرلی
اور اپنی قوم کے ساتھ بت پرستی شروع کردی۔ یہ دیکھ کر حضرت الیاسؑ نے
اس سے خفا ہو کر ان پر قحط کی بددعا کی جس کے نتیجہ میں تین برس تک اس جگہ
پانی نہیں برسا سارے ملک میں قحط نازل ہوگیا اور کھانا اور جانوروں کو خوراک
نہ ملنے کی وجہ سے آدمی اور جانور سب کے سب مرنے لگے مثلاً لوگوں کو خیال
آیا کہ یہ قحط سالی جو ہم پر نازل ہوئی ہے وہ حضرت الیاسؑ کی بددعا سے ہوئی ہے
لہٰذا اس کو جہاں بھی پاؤ فوراً مار ڈالو۔ اور ادھر حضرت الیاسؑ ایک بڑھیا کے مکان
میں چلے گئے اس لیے کہ وہ بڑھیا حضرت الیاسؑ کی معتقدہ تھی اور اس کا صرف ایک
ہی بیٹا تھا اور اس کا نام لیسع تھا اس کو حضرت الیاسؑ کی خدمت میں دے دیا اور
حضرت الیاسؑ اس کے لڑکے کو لے کر شہر در شہر پھرتے رہے بعد تین برس کے اس
بادشاہ جبفور سے کہا کہ آج تین سے تم پر قحط اور تکلیف مسلط ہے لہٰذا تم کو لازم ہے
کہ تم جسے پوجتے ہو اسی سے مانگو کہ وہ تم کو پانی دے اور اس بلائے قحط سے تم کو نجات
دے اگر اس سے نہ ہو تو خالق ارض و سما کو پوجو اور اسی پر ایمان لاؤ تو ضرور تم کو اس بلا

سے نجات دیویے گا۔ پس الیاسؑ کے کہنے سے انہوں نے اسی وقت اپنے بت معبود سے جا کر نجات مانگی اس سے ان کو کچھ بھی جواب نہ ملا۔ پس انہوں نے حضرت الیاسؑ سے آ کر عرض کی کہ آپ ہمارے واسطے دعا کریں کہ ہم اس بلا سے جلدی خلاصی پا دیں۔ تب آپ پر ایمان لے آویں گے۔ یہ سن کر حضرت الیاسؑ نے خدا کی درگاہ میں ان کے لیے دعا مانگی تو ان کی فرمائش کرنے پر اسی شب پانی برسا۔ ترکاری گھاس غلہ زمین سے اُگنے لگا قحط جاتا رہا پھر بھی وہ جھٹلاتے رہے اور ایمان نہ لائے۔ گمراہی میں بتوں کو پوجتے رہے۔ حضرت الیاسؑ نے جب ان کے لیے دعا کی تب خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اے الیاسؑ تیری دعا سے میرے بندے اس قحط میں بہت مارے گئے تو پھر حضرت الیاسؑ نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی الٰہی تو نے میری دعا سے ان پر قحط نازل کیا۔ اب میری دعا سے پھر سب کے واسطے بھلائی کر۔ غرض جب حضرت الیاسؑ نے دیکھا کہ کافروں نے آخر بت پرستی نہ چھوڑی تب یسع کو اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنا کر اس قوم سے علیحدہ نکل گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دم صور تک دی اور ان کو بحر و بر میں رہنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر الیسع کو نبی کیا آپ نے سب سے پہلے خداوند قدوس کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور صحیح راہ کی ہدایت فرمائی لیکن اس قوم نے نہ مانا اور برابر جھٹلایا آخر وہ ساری قوم مردود ہی رہی۔ پھر چند روز کے بعد حضرت الیسعؑ نے انتقال فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعد حضرت الیسعؑ کے سات سو برس تک کوئی نبی ان پر مبعوث نہ ہوا۔ صرف علماء و فضلا تھے وہی خدا کی راہ بتاتے رہے مگر ان کی بات کوئی نہ سنتا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ علیہ السلام کو اس قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔

بیان حضرت حنظلہ علیہ السّلام!

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حنظلہ علیہ السلام کو حکم دیا

کہ وہ قوم بنی اسرائیل کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ اپنے خالق ارض و سما کو پوجیں اور بُت پرستی چھوڑ دیں۔ یہ حکم پاتے ہی حضرت حنظلہ ہر روز شہر کے چاروں دروازوں پر جا کر قوم بنی اسرائیل کو پکار پکار کر کہتے کہ اے لوگو! خداوند قدوس کو واحد جانو اور اسی کو پوجو اور اسی کو اپنا معبود حقیقی مانو اور بت پرستی چھوڑ دو۔ اے قوم یہ شیطان نے تم کو گمراہ کیا ہے۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور حقیقت میں وہی تمہارا رب ہے یہ سن کر اس قوم بنی اسرائیل نے کہا جو گمراہی میں بہت ہی بڑھ گئے تھے اے حضرت حنظلہ ہمارا یہی رب ہے جو ہم پوجتے ہیں حضرت حنظلہ نے ان سے کہا کہ اے تمہارے باپ دادے بتوں کو نہیں پوجتے تھے پھر تم کیوں پوجتے ہو کیا تم کو شرم نہیں آتی خدا سے نہیں ڈرتے ہو تم پر ضرور عذاب نازل ہوگا۔ جب کہ تمہارے آگے نافرمان لوگوں پر بلائیں اور عذاب نازل ہوا تھا اور تم لوگ عذاب خدا برداشت نہ کر سکو گے ہر چند ان کو ہر طرح یاد دلایا لیکن وہ ہرگز ایمان نہ لائے اور برابر تکذیب کرتے رہے بلکہ حضرت حنظلہ کو مار ڈالنے کے لیے مستعد ہو گئے اور اس شہر کا بادشاہ جس کا نام طیفور ابن طیفانوس تھا وہ بارہ ہزار اپنے غلام اور اپنے ساتھ خزانے بے حد رکھتا تھا۔ اور لشکر بھی اس کا بیشمار تھا۔ اس مردود نے حکم کیا تم لوگ حضرت حنظلہؑ کو پکڑ کر مار ڈالو۔ اور ادھر حضرت حنظلہؑ رات دن بام قصر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی دعوت پکار پکار کر لوگوں کو دیتے تھے اور ان لوگوں کو راہ حق بتاتے تھے یہاں تک وہ تبلیغ میں اس قدر بڑھ چکے تھے کہ قوم بنی اسرائیل رات و دن آرام نہیں کر سکتی تھی اور نہ وہ صحیح طور پر سو سکتے تھے۔ ایک رات آپ نے کہا کہ اے قوم بنی اسرائیل تم سب بت پرستی چھوڑ دو ورنہ کل تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا اور تم پر مرگ مفاجات آ جاوے گا پس وہ لوگ چونکہ اپنی موت سے بے خبر تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ موت کیسی ہے کیونکہ اس قوم میں سات سو برس تک کوئی بھی ان میں سے نہ مرا تھا اس لیے وہ حضرت حنظلہؑ کی بات پر یقین نہ کرتے تھے جب ان پر غضب الٰہی نازل ہوا یعنی ان پر عذاب الٰہی آیا دوپہر کا وقت تھا اور اس وقت ہر آدمی اپنے اپنے کاروبار

میں مشغول تھا کسی کو کوئی گمان بھی نہ تھا کہ عذاب الٰہی آج ہی آجائے گا۔ اس عذاب الٰہی سے ہزاروں آدمی واصل جہنم ہوئے اور جو لوگ باقی بچے وہ اپنے بادشاہ کے پاس جاکر سوختہ دل ہو کر کہنے لگے۔ اے جہاں پناہ آج مرگ مفاجات سے بیشمار لوگ ہماری قوم کے مر گئے۔ طیفور عقل کے مہجور نے ان سے کہا کہ یہ مرگ مفاجات نہیں ہے بلکہ تم حنظلہ کے شور و غل سے رات دن سونے نہیں پاتے ہو یعنی کثرت بیداری سے گرمی نے غلبہ کیا یہ موت بیہوشی کا عالم ہے وہ سب مرے نہیں ہیں اگر تم آزمانا چاہتے ہو تو ان کو سیخ چبھو کے دیکھو وہ اپنے آپ سے اُٹھ بیٹھیں گے۔ پس طیفور مردود کے کہنے سے ان گمراہوں نے ویسا ہی کیا لیکن ان میں کچھ حس و حرکت نہ ملی پھر بادشاہ طیفور سے جاکر کہا کہ آپ نے جو کہا تھا سو ہم نے کر دیکھا لیکن اس میں کچھ بھی حرکت نہ ملی۔ بادشاہ طیفور بے شعور نے ان لوگوں سے کہا کہ سچ ہے وہ مر گئے ہوں گے پھر اس بادشاہ طیفور مردود نے ایک ایسا بلند خانہ بنوایا کہ بارہ ہزار برج اس میں تھے۔ اور پھر حکم کیا کہ ہر برج میں ایک غلام زرہ پوش ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر متعین رہے کیوں کہ موت اس قصر پر آنے نہ پائے اور اگر موت آئے تو اس کو مارنے تلواروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور دروازے گنبد کے بند کردو اور درمیان ان گنبدوں کے ایک کوٹھری لوہے کی بنوائی اور پھر اس میں سنگ مرمر لگایا اور اس میں ایک شاہی تخت اور ہر قسم کی نعمتیں اس میں رکھ دیں اور شمع بھی اس میں روشن کی پھر اس کے بعد وہ بادشاہ مردود اس تخت پر جا بیٹھا اور کہنے لگا اے موت اب تو میرا کیا کر سکتی ہے تو اس لوہے کی کوٹھری کے اندر کس طرح آسکتی ہے اب تو اس کے دروازے بھی بند ہیں وہ اسی گھمنڈ میں تھا کہ اچانک ایک مرد بڑا ہی ہیبت ناک اس گنبد کے درمیان جہاں وہ بادشاہ مردود بیٹھا تھا اس نے اس جگہ کھڑا ہوا دیکھا۔ مارے ڈر کے ایک دم چونک پڑا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس کی جان قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ اس سے پوچھا کہ تم کون ہو یہاں کس طرح آئے ہو اس نے کہا کہ میں عزرائیل ہوں

طیفور بادشاہ نے کہا تم یہاں کیوں آئے ہو۔ وہ بولے کہ میں تیری جان قبض کرنے کو آیا ہوں۔ بادشاہ طیفور بولا آج تو مجھ کو بھی ذرا مہلت دو کل جو چاہو سو کرنا۔ تب ملک الموت چلے گئے چونکہ زندگی بادشاہ طیفور کی ایک دن اور باقی تھی۔ پس ملک الموت کے جانے کے بعد وہ مردود وہاں سے نکل کران غلاموں کو جو گرداگرد ان برجوں میں چوکیدار تھے مارنے لگا کہ کیوں تم نے عزرائیل کو یہاں آنے دیا وہیں کیوں نہیں مار ڈالا۔ انہوں نے کہا اسے جہاں پناہ ہم نے اس کو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح آیا اس کے بعد بادشاہ طیفور اس گنبد میں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ اس میں ایک سوراخ ہے وہ سمجھا کہ عزرائیل کی آمد اسی سوراخ سے ہوئی ہے لہٰذا وہ اس سوراخ کو بند کرنے لگ گیا اور جب وہ بند ہو گیا تو پھر وہ بہت ہی بے پروا ہو گیا۔ پھر اسی تخت پر جا بیٹھا اور وہ اس قسم سے بنوایا تھا کہ دیکھنے والا یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا دروازہ کہاں سے ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے اپنی نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت عزرائیل اسی جگہ گنبد کے اندر موجود ہیں جہاں کل دیکھا تھا پوچھا کہ تم کس راہ سے آئے ہو۔ یہ بات سن کر انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ فوراً جگر میں ہاتھ ڈال کر جان اس مردود کی اور اس کے ساتھ بارہ ہزار غلاموں کی جو اس کی حفاظت میں گرداگرد چوکیدار تھے ایک ہی پل میں قبض کر لی پھر نہ وہ قصر رہا اور نہ وہ گنبد نہ مالک رہا اور نہ وہ حشم نہ صغیر نہ کبیر سب کے سب جہنم رسید ہو گئے اور پانی دریا و چشمے کا سکھا دیا۔ باقی جو قوم بچی تھی وہ یہ دیکھ کر بہت ہی متعجب ہوئی اور بہت حیرت زدہ ہو گئی نہ تو مالک رہا اور نہ اس کا چشمہ اور نہ پانی سب کا سب ویران ہو گیا پس جو باقی بچے تھے ان لوگوں سے حضرت حنظلہ نے کہا اگر تم خدا پر ایمان لاؤ گے اور میری رسالت کا اقرار کرو گے تب تو تم اس عذاب سے نجات حاصل کر سکتے ہیں ورنہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے حضرت حنظلہ سے کہا کہ یہ سب بلائیں اور مصیبتیں تمہاری بدخواہی و شومی سے ہم پر نازل ہوئی ہیں اگر تم ہم میں نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں ہم پر کبھی نہ آتیں یہ کہہ کر

وہ حضرت حنظلہ پر دست درازی کرنا چاہتے تھے کہ اتفاق سے حضرت حنظلہ ان کے بیچ سے نکل گئے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک سانپ ایسا ان کے واسطے بھیجا کہ اس شہر کا طول و عرض چھتیس کوس کا تھا۔ اس سانپ نے یکبارگی چاروں طرف اس کے احاطہ کر لیا اور شہر کو دبانا شروع کیا تاکہ مقامات ان پر تنگ ہو جائیں اور چشموں سے دھواں نکلا اور اس دھوئیں سے اکثر لوگ ہلاک ہو گئے اور پھر اس کے کچھ روز بعد حضرت حنظلہ علیہ السلام نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی اور جو نعمتیں بنی اسرائیل نے شام کے عمالقہ سے پائی تھیں وہ سب اپنے صرف میں لائے اور عمالقہ کے لوگ یہاں سے بے تر میت پا کر زمین مغرب میں جا رہے۔ پھر ایک مدت مدید کے بعد قصد کیا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ چلو بنی اسرائیل سے جا کر اپنی مملکت اور ہم لوگ کب تک اس ملک میں رہیں گے اور اسی طرح دکھ اٹھاتے رہیں گے چلو سب ملک شام میں اپنے باپ دادا کی میراث پر بیٹھیں اور اپنا دخل کریں اور یہ بہتر ہے۔ اس زندگی سے کہ ان سے لڑ بھڑ کر مر جائیں۔ پس عمالقہ قوم اس تدبیر میں تھی اور قوم بنی اسرائیل اس سے غافل تھی۔ تمام دن فسق و فجور میں مستغرق رہتے اور اپنی بدبختی کے مارے اللہ تعالیٰ نے بھی ان میں سے پیغمبری اور بادشاہی کو چھین لیا تب یہ لوگ ذلیل و خوار ہو گئے۔ قوم عمالقہ نے آ کر ان سے لڑائی کی اور اس تابوت سکینہ اور مال و دولت کو ان سے چھین کر زمین مغرب میں لے گئے اور وہی تابوت سکینہ ایک سبب تھا ان کے اقبال بلندی کا۔ اب ان میں نہ بادشاہی رہی کہ آرام سے کھاویں اور نہ اب کوئی پیغمبر رہا کہ دعا سے مقہور ہوویں سب کے سب غریب و عاجز ہو گئے اور یہاں تک کہ ان کے درمیان میں کوئی عالم و فاضل بھی نہ رہا کہ ان کو ہدایت کرے اور ان کو شریعت سکھائے۔ تب گمراہ ہو گئے اور تابوت سکینہ جو عمالقہ قوم نے چھین لیا تھا وہ درحقیقت آہنی تھا اس میں قفل مضبوط لگے تھے ایک روایت میں ہے کہ تابوت کا سر مثل بلی کے سر تھا۔ جس کسی کے تئیں حاجت ہوتی تو وہ تابوت سکینہ کے چاروں طرف پھر کے دعا مانگتا تو وہ دعا خداوند

اس کی فوراً کر دیتا اور اگر کسی دشمن سے لڑائی کا موقعہ ہوتا تو اس تابوت کو سامنے رکھتے تھے۔ اور اس سے ایک آواز نکلتی مثل آواز تپی کے اور اسی آواز سے دشمنوں کے دل میں ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور وہ سب بھاگ جاتے تھے اور مومن لوگ اس کی برکت سے فتحیاب ہوتے تھے اور ہر طرح کا آسائش و آرام ملتا تھا۔ مگر اس تابوت کے اندر کیا چیز تھی یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ، وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ الخ ترجمہ: اور کہا ان کو ان کے نبی نے نشان ان کی سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو ایک صندوق جس میں دلجمعی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور باقی اس چیز سے کہ چھوڑ گئی ہے موسیٰ و ہارون کی اولاد، اٹھا لاویں گے اس کو فرشتے اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر یقین رکھتے ہو خبر ہے کہ اس تابوت کے اندر حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت ہارون کا عمامہ تھا۔ اور وہ ترنجبین جو آسمان سے ان کی قوم کے لیے میدان تیہ میں اترتی تھی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اور وہ تختیاں توریت کی شکستہ جو حضرت موسیٰؑ نے زمین پر مار کر توڑی تھیں وہ بھی اس تابوت کے اندر تھیں یہ حالات تمام کتاب قصص الانبیاء میں ہیں اور انہوں نے توریت سے نقل کئے ہیں۔ بعض تفسیر میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے۔ موسیٰ و ہارونؑ کے جنگ جب پیش آتی اس کو سردار کے آگے لے جاتے اور پھر حملہ دشمن پر کرتے تو اس وقت اس کو اپنے آگے دھر لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح دیتا جب بنی اسرائیل بد نیت ہو گئے تو وہ صندوق ان سے چھین لیا گیا اور وہ غنیم کے ہاتھ لگا۔ اب جو طالوت بادشاہ ہوا وہ صندوق خود بخود رات کے وقت اس کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ غنیم کے شہر میں جہاں اس کو رکھا تھا۔ ان پر بلائیں نازل ہوئیں شہر ویران ہو گیا۔ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص غریب مسکین تھا اس کی دو بیویاں تھیں ایک نے لڑکا جنا۔ لڑکے والی نے اس سے کہا کہ تم نے ایک لڑکا بھی نہ جنا اس نے کہا کہ اے بی بی اللہ تعالیٰ کسی کو

بے مانگے فرزند دے دیتا ہے اور کسی کو مانگنے سے نہیں دیتا اور میں تو اس کی درگاہ سے اُمیدوار ہوں کہ تم کو بے مانگے اس نے لڑکا دیا مجھ کو بھی دے گا۔ پس دلگیر ہو کر اس نے تمام شب خدا کی عبادت کی اور اپنا سر سجدہ میں رکھ کر دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول کیا اور ایک فرزند اس کو عنایت کر دیا اور پھر اس کی والدہ نے اس فرزند کا نام شموئیل رکھا۔ جب وہ بڑے ہوئے اور تقریباً چالیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے نبوت سے سرفراز کیا تاکہ وہ مخلوق خدا کو راہ حق دکھائیں اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اظہار کریں تاکہ وہ دنیا سے گمراہ لوگوں کا خاتمہ ہو۔

بیان حضرت شموئیل علیہ السلام

تواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت شموئیل علیہ السلام نے نبوت خداوندی سے سرفراز ہونے کے بعد موجودہ لوگوں کو خدا کی دعوت دی تو اکثر لوگ قوم بنی اسرائیل کے ان پر ایمان لے آئے اور انہوں نے کہا کہ جو تابوت سکینہ ہم سے عمالقہ چھین لے گئے ہیں۔ سو وہ ان سے لانا ہے اگرچہ جان سے ہم کو لڑنا ہی کیوں نہ پڑے پھر سب لوگوں سے یہ عہد و پیمان کیا اور جو کافر باقی تھے۔ انہوں نے اس تابوت کو آگ پر لے جا کر رکھ دیا۔ لیکن خدا کے فضل و کرم سے اس کو آگ جلا نہ سکی۔ پھر انہوں نے اس کو توڑنا چاہا لیکن وہ اس کو توڑ بھی نہ سکے آخر مجبور ہو کر کہنے لگے کہ بھائی یہ تابوت تو بنی اسرائیل کے خدا کا ہے اسی واسطے تو نہیں ٹوٹتا ہے اور نہ وہ آگ میں جلتا ہے پھر ان لوگوں نے اس تابوت کو ناپاک جگہ میں لے جا کر رکھ دیا تاکہ لوگ اس پر بول و براز کریں، چنانچہ جو مردود بھی اس پر پیشاب کرتا تو اس کے ناسور ہو جاتا اور بواسیر کا مرض پیدا ہو جاتا اور وہ کسی طرح اچھا نہ ہوتا آخر کار وہ مردود اسی مرض میں مبتلا رہ کر مر جاتا۔ پھر انہوں نے اس تابوت کو بت خانے میں لے جا کر اپنے بتوں کے نیچے دبا رکھا۔ لیکن وہ اس کو بھی وہاں چھپا نہ سکے۔ بہر صورت وہ سب مردود جب اس سے لاچار اور پریشان ہو گئے تب

اس تابوت کو دو بیلوں پر لاد کر بیلوں کو ہانک دیا اور اسی وقت فرشتوں نے اس تابوت کو اور دونوں بیلوں کو طالوت کے گھر پہنچا دیا۔

بیان عداوت طالوت کی حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ

ایک روایت ہے کہ جب طالوت نے جالوت کی لڑائی پر فتح پائی تو قوم بنی اسرائیل نے ان سے کہا کہ تم نے جو وعدہ کیا تھا کہ جالوت کو مارے گا اس کو آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی سے شادی کر دوں گا۔ لہٰذا اب اپنا وعدہ پورا کرو یعنی حضرت داؤد کو آدھی سلطنت اور اپنی بیٹی بیاہ دو یہ سُن کر طالوت نے کہا کہ میری بیٹی بہت خوبصورت ہے اور اس داؤد کا رنگ زرد ہے اور کبود چشم بھی ہے اس لیے میں اپنی بیٹی کی اس سے شادی نہیں کروں گا۔ اور جب حضرت داؤدؑ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا کہتا ہے تو میں بھی اس کے یہاں شادی نہ کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ بالآخر طالوت نے اپنی بیٹی کو حضرت داؤدؑ سے بیاہ دیا۔ اور اپنی نصف سلطنت بھی دے دی۔ اس کے بعد جب طالوت نے دیکھا کہ لشکری لوگ حضرت داؤد سے بہت موافقت رکھتے تھے تو اس نے اپنے دل میں خوف کیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ میری سلطنت کو چھین لے یہ خیال ہوتے ہی طالوت نے حضرت داؤد کو مار ڈالنے کا قصد کیا۔ اور حضرت داؤد ایک پہاڑ کے کنارے اور وہاں ایک مسجد بنا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور تقریباً ان کے ساتھ ستر آدمی عابد تھے اور وہ سب کے سب اس مسجد میں عبادت کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے طالوت سے کہا کہ داؤد کے ساتھ بہت ہی عابد جمع ہو گئے ہیں اگر وہ سب کے سب بد دعا کریں گے تو ہم سب برباد ہو جائیں گے اور ہماری سلطنت بھی چھن جائے گی۔ طالوت نے جب یہ سنا تو بہت لشکر اپنے ساتھ لے کر داؤد کے مارنے کو اس پہاڑ کے نزدیک جہاں اس کی عبادت گاہ تھی۔ رات کے وقت ان کو جا گھیرا اور ننگی تلوار ہاتھ میں لے

کر چاہا کہ مسجد کے اندر گھس کر مع تمام عابدوں کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کو مار ڈالے۔ خدا کی مرضی ایسی ہوئی کہ ان کو خواب نے غلبہ کیا آخر طالوت بمعہ لشکر سب سو گئے۔ اور جب وہ طالوت مع اپنے لشکر کے سو گیا تو حضرت داؤد مسجد سے نکل کر دیکھتے ہیں کہ طالوت تو معہ اپنے لشکر کے سو گیا۔ تب ننگی تلوار اس کے ساتھ سے لے کر پتھر پر ماری اور پتھر ماری اور پتھر کو دو ٹکڑے کر کے اس کے پیٹ پر تلوار اور وہ پتھر بھی اور ایک کاغذ کا ٹکڑا لکھ کر رکھ دیا اور جو چراغ جل رہا تھا وہ بھی بجھا دیا اور اس کاغذ کے ٹکڑے پر یہ لکھا تھا۔ اے طالوت یہ تیری تلوار میں نے پتھر پر ماری اور پتھر کے دو ٹکڑے کر دیئے اگر تیرے پیٹ پر مارتا تو تیرے پیٹ کے بھی دو ٹکڑے کر ڈالتا اور پھر تجھ کو خبر نہ ہوتی کوئی بھی تیری فریاد کو نہ پہنچتا۔ پس بہتری تیری اسی میں ہے کہ تو اٹھ کر یہاں سے چلا جا اور ان عابدوں کے مارے جانے کا ارادہ بالکل ترک کر دے ورنہ آخرت میں بھی تو گنہگار ہوگا۔ جب روز روشن ہوا اور طالوت اپنی نیند سے بیدار ہو وہ دیکھتا ہے کہ اپنی تلوار اور ایک کاغذ کا ٹکڑا اور دو پتھر پیٹ پر رکھے ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً پشیمان ہو کر بیت المقدس میں چلا گیا۔ اور ادھر حضرت داؤدؑ معہ اپنے تمام عابدوں کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ پھر کچھ روز بعد طالوت نے حضرت داؤدؑ کے پیچھے چند سپاہی بھیجے کہ تم جا کر داؤد کو مع اس کی جماعت کے شب خون کر کے مار آؤ۔ تب وہ مردود حضرت داؤدؑ اور ان کے ساتھی عابدوں کے مارنے کے واسطے گئے۔ اتفاقاً اس شب کو حضرت داؤدؑ اپنی عبادت گاہ سے باہر نکلے تھے اور ان کی جماعت کے عابد لوگ مسجد کے اندر ہی تھے ان لوگوں نے مسجد کے اندر جا کر تمام عابدوں

---

[1] مترجم کے بیان سے آگے معلوم ہوتا ہے کہ طالوت نے اپنی بیٹی سے نکاح کر دیا اور ان کو نصف سلطنت بھی اپنی دے دی۔ بعد مارے جانے طالوت کے حضرت داؤدؑ نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر تمام سلطنت پر قابض ہوئے اور ہمیشہ عدل و انصاف سے بادشاہی کرتے رہے۔

کو مار ڈالا۔ جب طالوت کو خبر ہوئی کہ تمام عابد مارے گئے اور حضرت داؤدؑ بچ گئے درحقیقت مطلب اس کا حضرت داؤد سے تھا۔ اور ان عابدوں کے مارے جانے سے وہ بہت پشیمان ہوا اور داؤد کو بلا بھیجا تاکہ وہ اپنی بیٹی کو ان کے ساتھ بیاہ دے اور اپنی تقصیر کی عذرداری کرے۔ جب اس کے قاصدوں نے حضرت داؤدؑ سے جاکر کہا کہ آپ کو طالوت بادشاہ بلاتا ہے۔ آپ ہمارے ہمراہ چلئے وہ آپ سے اپنی تقصیر کی معافی چاہتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے اس بات کو سن کر ان سے کہا کہ طالوت نے گناہ کبیرہ کیا ہے کیونکہ اس نے بے گناہ مسلمان عابدوں کو مار ڈالا ہے اور اس نے تو میرے بھی مار ڈالنے کا قصد کیا تھا جب تک وہ لڑائی میں نہ جائے گا اور بعوض ہر عابد کے ایک کافر کو جب تک نہ مارے گا میں وہاں نہ جاؤں گا۔ پس قاصدوں نے یہ باتیں اپنے بادشاہ طالوت سے جاکر کہیں۔ بادشاہ طالوت یہ باتیں سن کر اپنے کردار پر بہت پشیمان ہوا اور حضرت داؤد کے حسب فرمان وہ لڑائی کے معرکے میں جاکر کھڑا ہوا اچانک ایک تیر دشمن کی طرف سے آیا اور اس کے سینہ پر ایسا لگا کہ پشت سے نکل گیا۔ پس وہیں اس کی جان نکل گئی اور یہ دیکھ کر اس کا پورا لشکر شکست پاکر واپس آگیا۔ پھر حضرت داؤدؑ نے یہ خبر پاکر طالوت کے گھر آکر اس کی بیٹی سے بیاہ کیا اور بادشاہ طالوت کی سلطنت کے مالک ہوئے اور ان کو صبر کی یادافت میں بادشاہی اور پیغمبری ملی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ ترجمہ:۔ اور دی اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو سلطنت اور حکمت یعنی پیغمبری سے نوازا۔

بیان نبوت حضرت داؤد علیہ السلام کا

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام یہودا ابن یعقوبؑ کی اولاد میں سے۔ ہے جب تخت پر بیٹھے اس کے چالیس برس بعد ان کو پیغمبری ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قوت دی تھی کہ کوئی بادشاہ ان کے ساتھ مقابلہ

نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ ترجمہ۔ اور یاد کر ہمارے بندے داؤد کو جو صاحب قوت تھا اور ہماری طرف رجوع کرنے والا ہمارا ذکر کرنے والا تھا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ربانی بھی فرمایا: وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ ترجمہ:۔ اور زور دیا ہم نے اس کی سلطنت کو اور ہم نے اس کو حکمت بھی عطا کی اور فیصلہ کرنے والی بات کا ملکہ بھی دیا۔ اور اللہ رب العزت نے ان کو زمین کا خلیفہ بنایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا يٰدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ ۝ ترجمہ:۔ اے داؤد تحقیق ہم نے کیا ہے تجھ کو خلیفہ زمین میں پس تو حکم کر درمیان لوگوں کے حق کے ساتھ اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی مت کر اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً تجھ کو گمراہ کر دیوے گی خدا کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسا خوش آواز کیا تھا یعنی جب وہ اپنی آسمانی کتاب زبور کو پڑھتے تو ان کی خوش الحانی سے بہتا پانی بھی تھم جاتا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے وحوش چرندو طیور و پرند جمیع جانور ہوا پر اور زمین پر کھڑے ہو کر سنتے تھے اور پھر سن کر بیہوش ہو جاتے تھے۔ اور درختوں کی پتیاں بھی زرد ہو جاتی تھیں اور پتھر موم کی مانند ہو جاتے تھے اور بڑے بڑے پہاڑ جنبش میں آجاتے تھے اور سب کے سب حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۝ ترجمہ:۔ اے پہاڑ والے جانور رجوع سے پڑھو اور تسبیح کرو اور اسی کے ساتھ کتاب زبور کو بھی پڑھا کرو جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد پر الہام سے وہ آسمانی کتاب نازل فرمائی تھی۔

بعض تواریخ کتب سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مترجم نے اپنے مطالعہ خاص میں بھی یہ چیز دیکھی ہے کہ توراۃ اور زبور میں زیادہ تر مسائل امر و نہی وعدہ وعید کے ہیں اور طریقۂ عبادت کے کم مذکور ہیں اور زبور پڑھتے وقت حضرت داؤد کی آواز تقریباً چالیس فرسنگ تک پہنچتی تھی۔ اس آواز سے لوگ بیہوش

اور مردہ ہو جاتے تھے۔ یہ در حقیقت ان کی نبوت کا ایک معجزہ تھا اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ خدا نے ان کی انگلیوں میں ایسی تاب اور گرمی دی تھی کہ ان کے چھوتے ہی لوہا پگھل کر نرم ہو جاتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ترجمہ: اور نرم کیا ہم نے داؤد کے واسطے لوہا یعنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اور بغیر کسی آلہ و ہتھیار اور بے آتش کے ہاتھ سے کڑیاں موڑ کر زرہ بناتے اور لوگوں کو فروخت کرتے اور دیگر لوگ آگ میں تپا کر کڑیاں بناتے تھے۔ ایک روایت ہے کہ لوہے کی زرہ پہلے انہوں نے ہی ایجاد کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ ترجمہ: اور سکھائی ہم نے کاریگری اور بنایا ایک قسم کا پہناوا تمہارا تا کہ بچاوے تم کو لڑائی سے اور ایک زرہ اس وقت چار سو درہم میں فروخت ہوتی تھی۔ اور ان کا یہ معمول تھا کہ وہ دو سو درہم درویشوں کو اور محتاجوں کو دیتے تھے اور ایک سو درہم اپنے خویش و اقارب کو دیتے اور ایک سو درہم اپنی عبادت کے لیے اپنی غذا میں صرف کرتے اور اپنے جملہ اوقات کو بھی تین طرح پر تقسیم کیا اور وہ طریقہ عمل یہ تھا کہ چند روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور چند روز لوگوں کا انصاف کرتے تھے اور چند روز اپنے کام میں مصروف رہتے تھے یہ ان کی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔

بیان مبتلا ہونا بلا میں حضرت داود علیہ السلام کا

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بلا میں مبتلا ہونے کا یہ سبب تھا کہ ایک روز کتاب صحیفہ پیشین پڑھتے تھے اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی بزرگی کا بیان لکھا پایا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ان حضرات نے خداوند قدوس کے کیا کام کیے تھے جو یہ مرتبے اور بزرگیاں پائیں۔ اسی وقت دربار الٰہی سے خطاب آیا۔ اے داؤد ان پر میں نے مختلف قسم کی بلائیں نازل کیں اور وہ اس میں ثابت قدم رہے اسی وجہ سے ان کو

مرتبہ و بزرگی میری طرف سے عنایت کی گئی۔ پس حضرت داؤدؑ نے خدا تعالیٰ کی حضوری میں درخواست کی کہ الٰہی تو ہم کو بھی کسی بلا میں مبتلا کر انشاء اللہ میں بھی صبر کروں گا اور ثابت قدم رہوں گا تاکہ اس کے صلہ میں مجھ کو بزرگی ملے اور میں خدا کے یہاں سے مرتبہ پاؤں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کو جب بادشاہ طالوت کی سلطنت ملی اور قوم بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر ہوئے تو مارے خوشی کے انہوں نے یہ اعلان کیا میں اللہ کی قسم اچھی طرح سے عدالت کروں گا اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کروں گا۔ لیکن یہ کہتے وقت انشاءاللہ کہنا بھول گئے اور اس لفظ کو اپنی زبان سے نہ کہا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طالوت کے اعتماد پر دُعا کی کہ اے پروردگار تو گنہگاروں پر رحم فرما اور اپنے کو گناہ سے پاک تصور کیا اور اس بات پر اکثر راویوں نے اختلاف کیا ہے حاصل کلام صرف یہ ہے کہ ایک روز حضرت جبرائیلؑ نے آکر کہا اے داؤدؑ خدا نے تم کو صحت اور عافیت سے رکھا ہے اور تم اپنی خواہش سے دکھ طلب کرتے ہو۔ اچھا اگر تمہاری تمنا یہی ہے تو وہ بالکل دن قریب ہے کہ ایک روز تم پر کوئی بلا نازل ہوگی۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت داؤدؑ ایک روز اپنے گھر بیٹھے تھے۔ روز موعود کو دوشنبے کے دن سترویں تاریخ ماہ رجب کی اچانک ایک خوبصورت پرندہ کبوتر کے مانند اور بدن اس کا سونے کے رنگ کے مانند اور ہر پر اس کا رنگ برنگ مثل جواہر کا تھا اور ناخن اور چونچ مثل یاقوت سرخ کے اور اس کی آنکھیں مانند زمرد کے اور پاؤں اس کے مانند فیروزے کے تھے۔ حضرت داؤدؑ کی جو عبادت گاہ اپنے گھر میں تھی اس میں ایک طاق بھی تھا یہ پرندہ اسی طاق میں حضرت کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت داؤدؑ نے اس کا حسن و لطافت دیکھ کر خواہش کی کہ اس کو اپنے لڑکوں کے واسطے پکڑیں۔ جب حضرت داؤدؑ نے اس کے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر ایک بالا خانہ پر جا بیٹھا۔ حضرت داؤدؑ نے اس کے پکڑنے کا

تعاقب کیا۔ پھر وہ پرندہ وہاں سے اُڑ کر ایک باغ میں جا بیٹھا۔ حضرت داؤدؑ
اس کے پکڑنے کے واسطے وہاں بھی گئے۔ اور وہاں جا کر لوگوں سے دریافت کیا
یہ باغ کس کا ہے وہاں کے لوگوں نے حضرت داؤدؑ سے عرض کی کہ یہ باغ
عورت کا ہے اور اس کا نام بلطشا ہے۔ یہ سُن کر حضرت داؤدؑ ایک بالاخانے پر
چڑھ کر چاروں طرف بہت دیر تک دیکھتے رہے اور اسی باغ میں بلطشا غسل
حوض میں اپنے نہاتی تھی۔ حضرت داؤدؑ کی اچانک نظر اس پر جا پڑی۔ (ایک روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اس کو دیکھ کر بہت خواہش کی (واللہ
اعلم) اور ادھر بلطشا کو معلوم ہوا کہ یہ شخص مجھ پر بہت خواہش رکھتا ہے۔ پس
اس نے اپنے بالوں سے اپنا تمام بدن ڈھانپ لیا اور اپنے دل میں ان کے نہاں
محبت کو بویا اور ادھر حضرت داؤدؑ نے بالاخانے سے اتر کر اس باغ کے پاس
جا کر پوچھا کہ یہ پرندہ کس کا ہے۔ وہاں کے رہنے والوں نے جواب دیا کہ یہ پرندہ بلطشا
عورت کا ہے جو اس باغ کی مالک ہے۔ پھر حضرت داؤد نے لوگوں سے دریافت کیا
کہ اس کا شوہر ہے؟ وہاں کے لوگوں نے حضرت داؤدؑ کو بتلایا کہ ہاں ایک شخص
سے چند روز ہوئے اس کا بیاہ ہوا تھا اور اس کا نام آوریا ہے لیکن اب تک اس
سے اس عورت کی ہمبستری نہیں ہوئی ہے یہ سن کر حضرت داؤدؑ نے آوریا کو بلایا
اور بہت ہی پیار و محبت سے کہا کہ تم جہاد میں جاؤ اور بہت سا روپیہ دے کر اس
کو جہاد میں جانے کو تیار کیا۔ اور اس کو اچھی طرح سے خوش کر دیا اور اس کو جہاد پر
روانہ کر دیا۔ جہاں کی جائے دشوار تھی یعنی وہاں جو جاتا پھر واپس لوٹ کر نہیں آتا۔ پس
آوریا نے وہاں جا کر بہت لڑائی کی اور پھر بھی فتح پائی۔ پھر وہاں سے دوسری جگہ کہ
اس کا نام ناطفہ تھا۔ وہاں جا کر بہت لڑائی کی۔ اور درجہ شہادت پایا۔ اس کے
بعد اس لشکر نے جو حضرت داؤدؑ نے روانہ کیا تھا۔ اس ملک کو فتح کر کے
اور بہت سا مالِ غنیمت لا کر حضرت داؤدؑ کو دیا اور حضرت داؤد نے آوریا
کی شہادت سن کر ایک برس تک تعزیت کی۔ اس کے بعد اس بلطشا عورت کو

اپنے نکاح میں لائے اور اس کے علاوہ ننانوے بیویاں ان کے اور تھیں جب حضرت داؤدؑ نے بلشا سے نکاح کر لیا تو اب پوری ایک سو بیبیاں ہو گئیں۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان بلشا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک دن حضرت داؤدؑ محراب میں بیٹھے تھے اور خداوند قدوس سے مناجات کر رہے تھے اتفاقیہ دو شخص اجنبی اس محراب کی دیوار توڑ کر اندر آئے۔ یہ دیکھ کر حضرت داؤد چونک پڑے۔ انہوں نے کہا کہ اے داؤد مت ڈرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ الایہ ترجمہ:۔ کیا پہنچی ہے خبر تجھ کو دعویٰ کرنے والوں کی جب وہ دیوار کو توڑ کر اندر آئے تیرے عبادت خانے میں داخل ہو گئے یہ دیکھ کر داؤد گھبرایا اور وہ ان سے بولے کہ تم مت گھبراؤ ہم تو دو جھگڑنے والے ہیں اور زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر سو تو فیصلہ کر دے ہمارے درمیان انصاف کا اور زیادہ دیر مت کر اور ہم کو سیدھی راہ بھی بتلا دے یہ سنتے ہی حضرت داؤدؑ نے ان سے کہا اپنا احوال بیان کرو۔ پس کہا اس فریادی نے حضرت داؤدؑ سے قولہ تعالیٰ:۔ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً الایہ ترجمہ:۔ یہ جو ہے کہ وہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ہیں ننانوے دنبیاں اور میرے پاس ایک دنبی ہے پھر یہ کہتا ہے مجھ سے کہ تم اپنی دنبی میرے حوالے کر دو اور اس بات میں مجھ سے زبردستی کرتا ہے یہ بات سن کر حضرت داؤدؑ نے اس کے مخالف شخص سے کہا کیوں جی یہ جو کچھ کہتا ہے سچ ہے یا نہیں۔ وہ بولا سچ کہتا ہے قولہ تعالیٰ: قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ترجمہ:۔ بولا داؤدؑ کہ وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملانے کو۔ پس حضرت داؤد سے دونوں فرشتوں نے جو کہ آپس میں متخاصمین بن کر آئے تھے۔ ہنس کر کہا کہ اے داؤدؑ باوجود تیری ننانوے بیویوں کے اوریا کی بیوی سے حرص کی غرض سے نکاح کیا اور پوری ایک سو عورتوں کو اپنے نکاح میں لائے

یہ درحقیقت ایک مقدمے کی صورت میں پیش کرکے جو ہم آئے ہیں تمہارے پاس یعنی دینی کا معاملہ سے کر دیتم۔ تم اپنے نفس پر ظلم کیا یہ کہہ کر دونوں فرشتے غائب ہوگئے یہ واقعات جامع التواریخ میں مذکور ہیں۔ اور قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے وقت میں اوریا ایک شخص تھا اور ایک عورت سے اس کے نکاح کا پیغام تھا اور بہت ممکن تھا کہ اس کا نکاح ہو جائے۔ لیکن اس عورت کے وارثوں کو اوریا سے کچھ خلش تھی۔ اسی واسطے اس عورت کو اوریا کے نکاح میں انہوں نے نہیں دیا تھا پھر اس کے بعد حضرت داؤدؑ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا حالانکہ ان کی ننانویں بیبیاں موجود تھیں۔ اگرچہ یہ خلاف شرع تھا لیکن از روئے تورات وزبور کے ایسا ہو سکتا تھا۔ لیکن بظاہر اتنا بھی پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ شاید کوئی اس میں شک وشبہ کرے کہ یہ چیز بھی شان پیغمبری میں درست نہیں ہے یہ درحقیقت جانچ تھی جو ان دو فرشتوں کے ذریعے سے کرائی گئی اور حضرت داؤدؑ اس بات سے بہت ہی نادم ہوئے اور اس واقعہ سے ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں فرشتے اپنی اونچی کہانی سنا کر ہم کو نصیحت کرنے آئے تھے پھر حضرت داؤدؑ اپنی جملہ تقصیر وخطا سے معترف ہو کر بہت روئے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور چالیس روز تک مسلسل سجدے میں پڑے رہے۔ اور نہ اچھی طرح کھاتے تھے اور نہ اچھی طرح سے کوئی چیز پیتے تھے اور شب وروز رویا کرتے تھے اور جس جگہ پر وہ سجدہ ریز تھے ان کے رونے کے آنسوؤں سے اس کے قرب وجوار میں گھاس پیدا ہوگئی اور وہ بڑھتے بڑھتے سر سے بھی اونچی ہوگئی۔ تب باری تعالیٰ سے ندا آئی اے داؤد اپنا سر سجدے سے اٹھا اور میں نے تیری جملہ تقصیرات کو معاف فرمایا۔ یہ سن کر حضرت داؤدؑ نے اپنا سر سجدے سے اٹھایا۔ اور پھر ایک آہ ماری کہ اس آہ سے سب گھاس جو ان کے چاروں طرف تھے جل گئے۔ اللہ فرماتا ہے: وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ الخ

ترجمہ: اور داؤدؑ نے خیال کیا ہم نے اس کو جانچا اور پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب

سے اور پھر گر پڑا جبہ اسجدے میں اور رجوع ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف پس ہم نے معاف کیا اس کو وہ کام حضرت جبرائیل نے آکر فرمایا اے داؤد اوریا کی قبر پر جاکر اس سے اپنی تقصیر کی معافی مانگ تاکہ کل قیامت میں وہ تم سے مواخذہ نہ کرے۔ حضرت داؤدؑ نے حضرت جبرائیلؑ کی اس بات کو سن کر اس کی قبر پر جاکر پکارا۔ اوریا تیسری دفعہ اس نے جواب دیا کہ تم کون ہو جو بار بار مجھ کو پکارتے ہو اور مجھے نیند سے جگا دیتے ہو حضرت داؤدؑ نے کہا میں داؤد ہوں وہ بولا اے خلیفہ خدا آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اس وقت حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ اے حضرت داؤدؑ آپ نے تو مجھ کو جہاد میں بھیجا تھا۔ میں وہاں جاکر شہید ہو گیا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بہشت میں جگہ دی ہے اور اب آرام سے ہوں اور جو کچھ آپ نے میرے ساتھ کیا ہوگا وہ سب میں نے معاف کیا۔ پس حضرت داؤد اس سے خوش ہو کر اپنے گھر کی راہ لی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سے کہا اے داؤد خدا نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ پھر تم اوریا کے پاس جا کر کہو کہ میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں بھیجا تھا محض اپنی نفس کی خواہش سے تو وہاں جاکر شہید ہوا میں نے بطشا سے نکاح کیا یہ تقصیر مجھ سے ہوئی تو مجھ کو معاف کر۔ پس بموجب ارشاد جناب باری تعالیٰ کے حضرت داؤد نے اوریا کی قبر پر جاکر پکارا۔ اس نے جواب دیا اے حضرت داؤد پھر کیوں آپ مجھ کو پکارتے ہیں اپنا احوال کہو۔ انہوں نے بطشا اس کی عورت کی حقیقت سب بیان کی اور اپنی خطا کی معافی چاہی۔ اوریا نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ حضرت داؤدؑ بہت گریدہ ہوئے اور رو رو کر کہا اے اوریا میری تقصیر معاف فرما میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ تب اس نے کہا اے حضرت داؤد مت رو اس بارے میں تم کو معاف نہ کروں گا جو تم نے کیا ہے۔ پھر حضرت داؤد نے رو رو کر معافی مانگی پھر بھی اس نے معاف نہ کیا۔ تب درگاہ الٰہی سے ندا آئی۔ اے داؤد مت رو میں نے تجھ کو معاف کیا۔ حضرت داؤد نے عرض کیا یا الٰہی اوریا مجھ کو معاف

نہیں کرتا ہے تب حکم ہوا اے داؤد حشر کے دن اس کے لیے ایک قصر یاقوت سرخ کا بناؤں گا اور اس میں حوریں بہشت کی رہیں گی۔ اور یا کو ان پر عاشق و فریفتہ کروں گا۔ تب اس کے بدلے میں وہ تم کو معاف کر دے گا۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بہشت میں ایک مکان پُر تکلف جواہرات سے بنا کر اوریا کو دکھایا اور پھر اس نے فرمایا کہ حضرت داؤد کو معاف کر تو یہ قصر بہشت تجھ کو دوں گا۔ پس اس وقت وہ یہ قصر اور حوریں دیکھ کر عاشق ہوا اور خوش ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام کو پکارا کہ اے داؤد میں نے تمہاری خطا معاف کی۔ اس کے بعد حضرت داؤد خوش ہو کر اپنے گھر پر آئے۔ ایک دن بنی اسرائیل جمع ہو کر کہنے لگے۔ اے نبی اللہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم لوگ آپ کو تقریباً چالیس روز سے دیکھتے ہیں کہ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے اور غم دیدہ ہو کر ہر وقت سرگرداں رہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت داؤد نے فرمایا اے میرے صاحبو! خدا نے جب مجھ کو خلیفہ کیا اور تم پر نبی بنا کر بھیجا اور مجھ کو منع فرمایا تھا کہ دیکھو تم نفس امارہ کے پیچھے مت پڑنا ورنہ خراب ہو جاؤ گے۔ پس میں نے اس بات کا خیال نہ کیا اور میں بھول گیا اور اسی بھول میں میں نے امارہ کی پیروی کی تھی۔ یعنی ایک شخص جس کا نام اوریا تھا میں نے مغالطہ دے کر اس کو جہاد میں بھیجا۔ اور وہ وہاں شہید ہو گیا اور میری تمنا تھی کہ بعد شہید ہونے کے اس کی عورت سے نکاح کروں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی اس کی چھوڑی ہوئی بیوی سے میں نے نکاح کر لیا۔ اسی پاداش میں خداوند کریم نے مجھ کو چند روز تک اسی بلا میں مبتلا کیا۔ اور اب خدا کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس سے مجھے نجات بخشی ہے اور ایک روایت وہب ابن منبہ سے ہے کہ حضرت داؤد اپنی اس خطا کی وجہ سے تقریباً تیس برس تک رویا کیے اور اس کی کثرت سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے تھے کہ کپڑے تر ہو جاتے تھے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ماننے والے عابد بھی تقریباً چار ہزار کے لگ بھگ تھے اور وہ بھی رویا کرتے تھے اور حضرت

سلیمان علیہ السلام جو آپ کی اولاد سے ہیں وہ اپنے والد کی آنکھوں سے آنسو پونچھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت حسن بصریؒ سے بھی ہے کہ حضرت داؤد اپنے گناہ کے معاف ہونے کے بعد بھی انتہائی انکساری کی وجہ سے اپنی روٹی پر نمک چھڑک کر کھاتے تھے اور پھر بھی ہر وقت آنسو بہاتے رہتے تھے۔ اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی خوراک ہے صاحب تفسیر کی اور حضرت داؤدؑ کا حال تقریباً ستر برس تک یہی رہا۔ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام بیت المقدس میں جا کر زمین پر سر رکھ کر رو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب باری تعالےٰ سے یہ مژدہ لے کر آئے اور پھر کہنے لگے قولہ تعالےٰ: فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ترجمہ: پس ہم نے معاف کر دیا اس اس کو وہ کام اور اس کا ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ہے حضرت داؤد ایک دن بیت المقدس کے منبر پر چڑھ کر شکر خدا کا بجالائے اور زبور پڑھ کر عرض کی الٰہی تو نے میری توبہ قبول فرمائی۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ تمہاری توبہ میں نے قبول کی، پھر اس وقت عرض کی کہ اے رب میں ڈرتا ہوں کہ خطا اپنی بھول جاؤں تو میرے بدن پر ایک نشان خطا کا رکھ دے تا کہ اس گناہ سے اپنے تئیں نہ بھولوں اور مجھے نشان دیکھنے سے یاد رہے۔ تب بحسب خواہش اللہ تعالیٰ نے ان کی داہنی ہتھیلی پر ایک نشان اس گناہ کا جو مذکور ہے رکھ دیا۔ پھر حضرت داؤدؑ ہمیشہ اس پر نگاہ رکھتے تھے اور اپنی خطائے ماضی کو نہ بھولتے تھے اور بار بار استغفار پڑھتے رہتے تھے۔ اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھتے تھے۔ اور اس ہاتھ کو جس پر وہ گناہ کا نشان تھا سب کو دکھاتے تھے اور خود اس کو دیکھ کر بہت افسوس کیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی زار و قطار روتے بھی تھے۔ اسی وجہ سے خدا کے دربار میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور کبھی عدل و انصاف کے تخت پر بیٹھتے تھے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک دن دو دہقانی متخاصمین دادخواہ ان کے پاس آئے ان میں

سے ایک نے کہا کہ اس کی بکریوں نے میرا کھیت کھا لیا ہے اور آپ اس کا انصاف کر دیجئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ قیمت بکریوں کی اور کھیت کی نباؤ تب انہوں نے بکریوں کی اور کھیت کی قیمت ٹھہرائی تو معلوم ہوا کہ زراعت کی قیمت بکریوں سے زیادہ ہے۔ حضرت داؤد نے یہ فیصلہ کیا کہ زراعت والے کو بکریاں حوالے کر دیں اور بکریاں والا حضرت داؤدؑ کے پاس سے روتا ہوا نکل آیا۔ اور اس وقت حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی عمر صرف سات برس کی تھی وہ اپنے دروازے پر بیٹھے تھے اس شخص کو روتے دیکھا تو انہوں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ بھائی تم کیوں روتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بھائی حضرت نے انصاف کر کے میری کل بکریاں کھیت والے کو دے دی ہیں۔ یہ سن کر حضرت سلیمان نے اس سے کہا کہ تم خلیفہ خدا سے جا کر کہو کہ اے خلیفہ خدا اگر آپ ہمارے اس مقدمے کو غور کر کے انصاف فرمادیں تو پھر اس غریب کے حق میں بہتر ہوگا اس شخص نے بموجب ارشاد حضرت سلیمان کے حضرت داؤد سے جا کر کہا حضرت داؤدؑ نے یہ ہنسی اور پھر فرمایا کہ یہ بات تم کو کس نے بتائی۔ وہ بولا کہ حضرت سلیمان نے مجھ کو کہا کہ تم پھر خلیفہ خدا کے پاس جاؤ اور ان سے گزارش کرو کہ میرے مقدمہ پر پھر غور کیا جائے تاکہ غریب کے حق میں کچھ بہتری ہو۔ پھر حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو میرے پاس کیوں بھیجا ہے۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ اے ابا جان حضور اگر اس مقدمہ کو اچھی طرح سے غور کر کے انصاف فرمادیں تو میرا خیال ہے کہ پھر اس غریب کے حق میں بہتری ہوگی۔ تب حضرت داؤد نے حضرت سلیمان سے پوچھا کہ کہو تم اس کا فیصلہ کرو گے تب دونوں حضرات نے اس مقدمہ پر نہایت غور و خوض کیا اور اس کا فیصلہ یوں چکا دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قولہ تعالیٰ: وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ الایہ ترجمہ:۔ داؤد اور سلیمان کو دی ہدایت ہم نے جس وقت وہ حکم کرنے لگے دونوں بیچ کھیتی والوں کے جس وقت کہ چگ گئیں

زمین میں کے بکریاں ایک قوم کی اور روبرو تھا ہمارے ان کا فیصلہ پس سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو اور دونوں کو حکم اور علم تھا۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد نے بکریوں کو دلوا دیا۔ کھیتی والوں کو بدلا ان کے نقصان کا اور اس وقت ان کے دین میں یوں تھا کہ چور کو اپنا غلام بنا لیتے تھے۔ اسی کے موافق یہ حکم کیا اور حضرت سلیمان کم سن ہی تھے۔ انہوں نے بھی جھگڑا اپنے پاس منگوایا اور کہا کھیتی والوں کو کہ بکریاں تم کی رکھو اور ان کا دودھ پیو اور وہ کھیتی کو پانی دیا کریں۔ بکریاں والے جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جاوے تب ان کی بکریاں واپس کر دیجیو اور اپنی کھیتی کو اپنے قبضہ میں کر لینا تاکہ دونوں کو کوئی نقصان نہ ہو۔ حضرت سلیمان نے یہ انصاف کیا اور آیندہ حضرت داؤد علیہ السلام بغیر مشورہ سلیمان کے کوئی بھی حکم لوگوں پر نافذ نہیں کرتے تھے۔ ایک دن یوں ہوا کہ ایک بڑھیا سلیمان کے غائبانہ حضرت داؤدؑ کے پاس دادخواہ آئی اور وہ آکر یوں بولی اے خلیفہ خدا میں بڑھیا ہوں اور نہایت ہی ضعیفہ عیالدار بھی ہوں ایک روز اپنے عیال واطفال کے لیے دکھ و محنت کر کے اپنے سر پر آٹا لائی تھی۔ اس وقت ہوا اتنی تیز چلی کہ میرے سر پر جو آٹا تھا وہ سب اڑا لے گئی اور میرے لڑکے بالے بھوکے مرتے ہیں آپ اس کا کچھ انصاف کیجئے اگر ممکن ہو تو اس سے میرا آٹا دلوا دیجئے یہ سن کر حضرت داؤد نے فرمایا اے بڑھیا ہوا پر میرا حکم نہیں چلتا اور میں کیوں کر ہوا سے آٹا دلوا دوں۔ میں اس کے بدلے میں اپنی طرف سے آٹا دیتا ہوں تو اس کو لے جا یہ سن کر بڑھیا خوش ہوئی اور آٹا لے کر دعا کرتی ہوئی چلی دروازے پر حضرت سلیمان بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بڑھیا کو دیکھ کر پوچھا کہ اے بڑھیا مائی تو کیوں آئی تھی۔ فریاد کرنے آئی تھی یا آٹا مانگنے کو وہ بولی میں تو فریاد کرنے آئی تھی۔ حضرت داؤد نے انصاف کیا کہ اپنی طرف سے مجھے آٹا دلوا دیا۔ حضرت سلیمان نے کہا وہ کیا معاملہ ہے؟ تب اس نے بیان کیا۔ حضرت سلیمان نے اس بڑھیا سے کہا کہ تم جاؤ خلیفہ خدا سے کہو کہ اے نبی اللہ میں تو ہوا سے

قصاص چاہتی ہوں آپ سے آٹا نہیں مانگتی۔ یہ سُن کر بڑھیا پھر واپس حضرت داؤد کے پاس گئی اور ان سے کہا جا کر میں تو ہوا سے اپنا قصاص مانگتی۔ آٹا نہیں مانگتی یہ سن کر حضرت داؤدؑ نے اس بڑھیا سے کہا کہ اے بڑھیا تو مجھ سے دس من آٹا لے جا پر ہوا سے انتقام مت چاہ کیوں کہ میری حکومت ہوا پر نہیں چلتی کہ میں اس کو پکڑ کر منگواؤں اور اس سے تیرا انتقام حاصل کروں پھر بڑھیا ناچار ہو کر دس من آٹا لے کر اور خوش ہو کر حضرت داؤدؑ سے رخصت ہو کر دروازے پر جب آئی تو پھر حضرت سلیمانؑ نے اس بڑھیا سے کہا اے بڑھیا تو کیوں بغیر فیصلہ کے جاتی ہے پھر جا کر خلیفہ خدا سے کہو کہ میں آٹا نہیں چاہتی ہوں آپ اس کو پھیر لیجئے اور میرا خدارا کوئی فیصلہ کر دیجئے یہ سُن کر بڑھیا پھر حضرت داؤد کے پاس آئی اور ان سے وہی باتیں جا کر کہیں جو کہ حضرت سلیمانؑ نے بڑھیا سے کہی تھیں وہ باتیں سن کر حضرت داؤد نے اس سے پوچھا کہ تجھے یہ باتیں کس نے بتائی ہیں۔ وہ بڑھیا کہ یہ باتیں مجھے دروازے پر حضرت سلیمان نے بتائی ہیں پھر حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کو بلایا اور کہا اے بیٹے میں ہوا کی تجویز کیسے کروں وہ تو پکڑی نہیں جاتی۔ ہاں اس کی صورت مجسم ہوتی تو البتہ اس کو پکڑ کر منگوا حضرت سلیمانؑ نے کہا اے ابا جان اس کو پکڑ کے حاضر کرنا بہت سہل بات ہے اور وہ آپ کی دعا کافی ہے آپ دعا کریں خدا کے حکم سے ہوا صورت شخص بن کر خود ہی حضرت کے حضور میں حاضر ہو سے گی۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن خدا کے پاس مواخذہ ہو۔ اگر وہ بڑھیا آپ سے انصاف کا مطالبہ اور شکوہ کرے اور وہ انصاف طلب کرے تو آپ اس کو کیا جواب دیں گے یہ سن کر حضرت داؤدؑ نے خدا کی جناب میں دعا مانگی اور حضرت سلیمان نے ان کے ساتھ آمین کہی اس وقت خدا کے حکم سے ہوا بصورت شخص بن کر حضرت داؤد کے پاس حاضر ہوئی۔ تب بڑھیا نے ہوا سے اپنے آٹے کا دعویٰ کیا اور ہوا نے اس کا جواب دیا کہ یا نبی اللہ میں نے جو کیا تھا وہ خدا کے حکم سے کیا تھا یہ سن کر داؤدؑ نے

کہا وہ کیا ہے۔ بیان کر وہوا نے اس کا یہ جواب دیا کہ یا نبی اللہ دریا میں ایک قوم کی کشتی تھی اور اس میں ایک سوراخ ہو گیا تھا اور وہ قریب ڈوبنے کے تھی اور دریا کے سیلاب کے گرداب میں آپڑی تھی۔ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کی نذر مانی تھی کہ اگر کشتی اس گرداب سے خداوند بچا لیوے گا تو اس کشتی کا سب مال خدا کی راہ پر فقیروں اور محتاجوں کو دیں گے، اسی وقت خداوند قدوس نے مجھ کو حکم دیا کہ تو اس بڑھیا کا آٹا لے کر اس کشتی کے سوراخ کو بند کر دے تاکہ یہ کشتی غرق ہونے سے بچ جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چند روز کے بعد وہ کشتی کنارے پر آ لگی اور ادھر حضرت داؤد کو خبر ہوئی کہ ایک کشتی نذر کی دریا کے کنارے پہنچی ہے۔ حضرت داؤد نے سب مال نذر کا کشتی سے منگوا کر آدھا فقیروں اور محتاجوں کو دیا اور آدھا مال اس بڑھیا سے پوچھا کہ تم نے خدا کی کیا اطاعت و بندگی کی تھی جو تجھ کو اتنا مال ملا۔ وہ بڑھیا بولی کہ میں نے خدا کی بندگی نہیں کی تھی مگر ایک دن ایک فقیر بھوکا محتاج پیاسا میرے پاس آیا اس نے کھانے کا سوال کیا۔ اور اس وقت میرے پاس صرف ایک روٹی تھی چنانچہ میں نے وہ روٹی اس فقیر کے حوالے کر دی اور اس فقیر نے اس روٹی کو کھا کر پھر مجھ سے کہا کہ میں بھوکا ہوں اور بہت دور سے آیا ہوں اور اس روٹی سے مجھے سیری نہیں ہوئی کچھ اور دیجئے میں نے کہا تم ذرا ٹھہرو میں گیہوں پیس کر روٹی پکائے دیتی ہوں یہ کہہ کر میں آٹا پیس کر اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ راستے میں ہوا کی تیزی سے وہ سب آٹا اڑ گیا۔ اور میں جانتی ہوں کہ مجھ پر تکلیف گزری اس بھوکے فقیر کے سبب سے بھی بہت ہی متفکر و غمناک ہو کر تمہارے پاس داد خواہ آئی تھی اتنا مال خدا کی مہربانی سے تمہارے ہاتھ سے مجھ کو ملا ہے کہ اس وقت خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل نے حضرت داؤد سے آ کر کہا یہ بات کہی تھی کہ اس بڑھیا سے کہہ دو اتنا مال جو تو نے پایا اس آٹے کا بدلہ ہے جو ہوا سے اڑ گیا تھا۔ اور اس روٹی کے بدلے جو تو نے اس فقیر کو دی تھی اس کا بدلہ آخرت میں ستر روٹیاں ملیں گی۔ منقول ہے کہ ایک دن بنی اسرائیل نے حضرت داؤد

سے کہا کہ ہم احوال قیامت کو دنیا میں دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہم کو قیامت کا یقین ہو اور یہ بھی ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ روز قیامت اسی طرح ماجرا گزرے گا یہ سن کر حضرت داؤد نے ان سے کہا کہ عید کے دن تم کو یہ ماجرا دکھاؤں گا۔ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص سردار رئیس القوم مالدار تھا اور اس کی ایک گائے زرد رنگ خوشنما پاؤں تھے اور اس پر زری کے کپڑے ڈال کر خوب سجا کر میدان میں چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت نہایت ہی عابدہ زاہدہ تھی۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا وہ بڑا نیک اور صالح تھا۔ دونوں نے صحرا میں جا کر ایک عبادت گاہ بنا رکھی تھی۔ اور وہاں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک روز وہ دونوں اپنی بنائی ہوئی عبادت گاہ میں خدا کی عبادت میں مصروف تھے اور ان کے پاس کھانے پینے کا کچھ بھی اسباب نہ تھا۔ مگر اس کے کنارے ایک چشمہ قدرتی جاری تھا اور اسی چشمہ کے کنارے ایک انار کا درخت بھی تھا۔ خدا کی مہربانی سے ہر روز اس میں دو انار لگتے تھے اور ان کو وہ دونوں ماں بیٹا کھاتے تھے اور اسی پر قناعت کرتے تھے۔ تقریباً یہ حال ستر برس تک رہا۔ ایک روز اس کے بیٹے نے کہا کہ اے ماں شہر کے اندر تو بازار میں بہت سی چیزیں ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ بازار سے لا کر کھاؤں۔ اس کی ماں نے اس سے کہا کہ اے بیٹے دو انار اللہ تعالیٰ ہم کو بغیر کسی محنت و مشقت ہر روز عنایت کرتا ہے یہی کھا کر شکر اور دوسری چیز کا لالچ مت کر لالچ بری چیز ہے یہ کہہ کر جب درخت کی طرف نظر کی تو وہ دو انار جو روزانہ لگتے تھے چانک غائب ہو گئے۔ یہ دیکھ کر اس کی ماں نے کہا اے بیٹا وہ دو انار جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بطور روزی کے دے رکھے تھے بسبب بے صبری اور ناشکری کے غائب ہو گئے پس ایک رات اور ایک دن دونوں ماں بیٹا بھوکے رہے۔ اتنے میں عینی گائے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے دونوں ماں بیٹوں کے پاس آئی اور بولی کہ مجھ کو ذبح کر کے کھا جاویں میں تمہاری حلال روزی سے ہوں۔ اس کی ماں نے کہا اے

بیٹا یہ گائے چاہتی ہے کہ ہم کو گناہ میں گرفتار کرے تب اس کو ہانک دیا۔ پھر وہ آکر موجود ہو گئی ہاتھ پاؤں چھوڑ کر زمین پر سو گئی اور اپنا حلق سامنے کر کے بولی۔ اے میاں مجھ کو ذبح کر کے کھاؤ اور میں تمہارا رزق حلال ہوں لیکن اس پر بھی انہوں نے نہ مانا۔ اور پھر اس کو ہانک دیا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر آ کر موجود ہو گئی۔ تب ناچار ہو کر تیسرے دن ماں بیٹے نے اس کو ذبح کیا اور کباب وغیرہ بنا کر کھا گئے۔ ادھر جب وہ گائے تیسرے دن اپنے آقا کے گھر نہ گئی تو آقا نے اس کی بہت تلاش کی اور بہت سے لوگوں کو جنگل اور میدانوں کی طرف بھیجا آخر وہ نہ ملی۔ بالآخر ایک عورت دلالہ قوم بنی اسرائیل سے تھی جو ہر گھر میں خرید و فروخت کے واسطے جاتی تھی۔ اتفاقاً وہ عورت ان دونوں ماں بیٹے کے گھر گئی۔ دیکھتی کیا ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے وہ دونوں ماں بیٹے کباب بنا کر کھا رہے ہیں۔ اس دلالہ عورت کو دیکھ کر ماں بیٹا دونوں گھبرا گئے اور اسی گھبراہٹ میں ماں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آج کتنے برس سے ہم یہاں اپنے خالق کی عبادت میں مشغول ہیں اور رزق بھی حلال کھاتے ہیں۔ آخر میری بات تو نے نہ مانی بیگانی گائے ذبح کر کے کھا گئے کیا خبر خدا ہم کو کس عذاب میں مبتلا کرے اور پھر ہم کو رسوا کرے سارے ملک میں پس اس عورت دلالہ نے جا کر اس گائے کے مالک کو خبر دی اور اس کا نشان بھی بتا دیا۔ اس گائے کے مالک نے حضرت داؤد سے جا کر اپنی درخواست پیش کر دی کہ فلاں شخص نے میری گائے ذبح کر کے کھالی ہے۔ حضرت داؤد نے اسی وقت حکم کیا کہ اس شخص کو فوراً میرے دربار میں حاضر کرو۔ اس حکم کو لے کر لوگ ان ماں بیٹے کے پاس گئے اور ان دونوں کو حضرت داؤدؑ کے دربار میں لا کر حاضر کر دیا۔ حضرت داؤدؑ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیوں دوسرے کی گائے ذبح کر کے کھائی ہے۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ خدا وہ گائے تین دن تک ہمارے دروازے پر آ کھڑی رہی، اور بار بار نکلنے سے بھی نہ گئی، اور وہ بولتی تھی کہ میں تمہاری حلال روزی ہوں مجھے تم ذبح کر کے کھاؤ اور ہم لوگ

تین دن کے بھوکے تھے اس کو ذبح کر کے کھا گئے۔ یہ بات سن کر اس گائے کے مالک نے کہا کہ تم جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ گائے بیل نے بھی کسی سے بات کی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا ہاں وہ البتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کر سکتی ہے۔

الغرض صاحب گائے نے دونوں ماں بیٹے سے قصاص طلب کیا۔ پھر حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ تم ان کو معاف کر دو۔ اور اس کے عوض میں ہم سے ایک ہزار اشرفیاں لے لو۔ وہ بولا کہ میں ہرگز ان کو معاف نہ کروں گا۔ میں تو اپنی گائے کا قصاص لوں گا۔ پھر حضرت داؤد نے اس سے کہا کہ اس گائے کا چمڑا بھر کے اشرفی مجھ سے لے لو۔ اور ان کو اس خطا سے معاف کر دو۔ اس جاہل نے حضرت داؤد کا کہنا نہ مانا اتنے میں حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے داؤد اللہ تعالےٰ نے تم کو سلام کہا اور فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل احوال قیامت تجھ سے دنیا میں دیکھنا چاہتے تھے تم ان سے کہدو کہ کل عید کے دن میدان میں جا کر سب حاضر ہوں احوال قیامت کو وہاں دیکھیں گے۔ تب حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے کہہ دیا۔ وہ سب چھوٹے بڑے زن و مرد قوم کے اس میدان میں عید کے روز جا کر حاضر ہوئے اور حضرت داؤد اپنے منبر پر چڑھ کر کتاب زبور پڑھنے لگے اور تمام لوگ ان کی خوش الحانی کی وجہ سے غش میں آ گئے۔ اس وقت حضرت جبرائیلؑ نے حضرت داؤد سے کہا کہ اس رئیس قوم صاحب گائے سے پوچھو کہ اس دن کو وہ یاد کرے کہ جس دن شام کی راہ سے فلانے سوداگر کے ساتھ تو نوکر ہو کر جاتا تھا اس کے ساتھ پانچ سو اونٹ بکری اور مال و اسباب تھا۔ تو نے اس کو مار کر سب چھین لیا تھا۔ اور پھر مصر میں جا کر اس کے مال و اسباب سے تو نے بہت نفع اٹھایا۔ اور اس کے بعد تو ملک شام چلا آیا تھا۔ اتنا مال و متاع تو نے جو جمع کیا۔ یہاں تک کہ تو قوم بنی اسرائیل کا سرغنہ بھی ہوا سو وہ سوداگر جس کو تو نے مارا تھا۔ اس کی بیوی یہ ہے۔ اور اسی کا یہ لڑکا ہے

جو تیری گائے کو ذبح کر کے کھا گئے ہیں اور اس وقت جتنا مال تیرے پاس موجود ہے سب اس کا ہے۔ حضرت داؤد نے یہ حقیقت حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سن کر صاحب گائے سے پوچھا اس نے اس بات سے انکار کیا اور پھر کہا کہ میں نے ہرگز کسی کو نہیں مارا اور نہ مال کسی کا میں نے چھینا لوٹا یہ بات جس کسی نے کہی ہے۔ بالکل جھوٹ ہے جو آپ نے سنی ہے۔ اس وقت خدا کے حکم سے زبان اس کی گونگی ہوگئی۔ اور پھر ہاتھ پاؤں نے اس کی گواہی دی۔ اس کے ہاتھ نے کہا سچ ہے میں نے چھری سے اس سوداگر کو ذبح کیا تھا اور اس کا شتر اور مال و اسباب سب لے لیا تھا اور اسی طرح تمام اسباب نے اس کی گواہی دی۔ قوم بنی اسرائیل یہ حقیقت سن کر بڑی متعجب ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے بھائی مومنوں! یہی حقیقت ہوگی حشر کے دن جس نے بھی جو کچھ نیک کام اور بد کام کیا ہوگا قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر ہوگا۔ ہاتھ پاؤں ان کی گواہی دیں گے جیسا کہ صاحب بقر کے ہاتھ پاؤں نے گواہی دی اور منہ سے اس دن کچھ نہ بول سکے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ الایۃ ۵ ترجمہ آج ہم مہر کر دیں گے انکے منہ پر اور بولیں گے ہم سے انکے ہاتھ پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے دنیا میں۔ آخر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں ملں بیٹوں کو کہا کہ رئیس قوم جو صاحب گائے ہے تمہارے باپ کو مار کر تمام مال و دولت لوٹ لے گیا تھا۔ اب خدا کے حکم سے اسے مار کر تم اپنے باپ کا قصاص لو اور اس سے اپنا سب مال و اسباب لے لو۔ اس لڑکے نے اس بات کو سن کر اسی وقت صاحب گائے کا سر کاٹ لیا اور جو مال و اسباب تھا اپنے باپ کا سب لے لیا اور پھر شکر خدا کا بجا لایا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت داؤد کی زندگی آخر ہوئی اور موت قریب آئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک صندوق ان کو لا کر دیا اور پھر کہا اے داؤد تم اپنے بیٹوں سے پوچھو کہ اس کے اندر کیا چیز ہے جو کوئی اس کے اندر کی چیز بتائے گا اسی کو خلافت و سلطنت ملے گی۔

تب بنی اسرائیل اور پندرہ بیٹوں کو اپنے پاس بلا کر ایک جگہ جمع کر کے پوچھا کہ بتاؤ اس صندوق کے اندر کیا چیز ہے جو کوئی بھی بتا سکے گا اس کو میں اپنا ولی عہد مقرر کروں گا اور وہ نبی بھی ہوگا اور وہ بنی اسرائیل اور سارے جہان کا بادشاہ بھی ہوگا۔ کسی سے بھی اسکے اندر کی چیز نہ بتائی گئی۔ حضرت سلیمان اپنے سب بھائیوں میں سے چھوٹے تھے وہ خدمت باپ کی بجالائے اور کہا اے ابا جان اگر حکم ہو تو خادم عرض کرے کہ اس کے اندر کیا ہے۔ انہوں نے کہا اے بیٹا کہو۔ تب سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس کے اندر ایک انگشتری اور ایک چابک اور ایک خط تینوں چیزیں اس کے اندر محفوظ ہیں اور ان تینوں کے علاوہ اس میں اور کچھ نہیں ہے۔ جب صندوق کو کھول کر دیکھا تو وہی تین چیزیں پائیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ تینوں چیزیں معجزے سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ انگوٹھی جو ہے بہشت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور جو شخص بھی اس کو اپنے ہاتھ میں رکھے گا جو چاہے گا اس سے حاصل ہوگا اور جب اس پر نگاہ کرے گا تو کچھ دنیا کے بیچ میں ہے مشرق سے مغرب تک بھلا برا مخلوق کا ہویدا ہوگا اور اور تمام طیور و چرند پرند وحوش سب کے سب اسکے تابع فرمان ہوں گے اور جو چابک ہے وہ دوزخ کا ہے جو شخص بھی صاحب چابک سے باغی ہوگا یعنی اسکی اطاعت نہ کریگا جب صاحب چابک اس پر ارشاد کریگا وہ چابک خود بخود جا کر اسکو معذب کریگا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چابک نہ تھا بلکہ وہ دورباش تھا جو باغی ہوتا اللہ تعالیٰ سے چابک اس کو معذوب کر کے لاتا کہتے ہیں کہ کوئی اس چابک کو بوجہ ڈر کے نہ چھوتا تھا یعنی صرف مالک ہی اس کو اپنے ہاتھ میں لیتا تھا کیونکہ اسکا خاصہ تھا کہ بغیر استعانت غیر کے لوگوں پر عذاب کرتا اور پھر اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ خط کے اندر کیا لکھا ہوا ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تو کوئی اس کا حال دریافت نہ کر سکا سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس کے اندر پانچ مسئلے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ایمان۔ محبت۔ عقل۔ شرم اور طاقت۔ پھر پوچھا ہر ایک کا مقام وقرار بدن میں کس جگہ ہے۔ وہ جو مقام ایمان ومحبت کا دل ہے اور

مقام عقل سر ہے اور مقام شرم آنکھ اور مقام قوت و طاقت ہڈی ہے۔ جب حضرت سلیمان نے یہ باتیں کہیں تب حضرت داؤد علیہ السلام نے انکو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وہ خاتم سلطنت ان کی انگلی میں پہنائی اور وہ چابک بھی انکے ہاتھ میں دیا اور بخوشی انکو اس شاہی تخت پر بٹھایا اور خود گوشہ نشینی اختیار کر کے اپنے عبادت خانے میں جا بیٹھے اس وقت عمران کی ایک سو برس کی تھی۔ یہ حوالہ جامع التواریخ سے لکھا ہے۔ ایک دن ملک الموت آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے پوچھا تم کون ہو وہ بولے کہ میں ملک الموت ہوں کہا آپ کیوں یہاں آئے ہیں حضرت عزرائیل نے کہا تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں حضرت داؤد علیہ السلام نے عزرائیل سے کہا کہ مجھ کو دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ اس کے جواب میں ملک الموت نے کہا کہ خدا کا حکم نہیں ہے اور تم کو ابھی جانا ہے یہ کہہ کر ان کی جان قبض کر لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ پس جب آتا ہے وقت ان کا نہیں پیچھے رہ جاتے ایک ساعت اور نہ آگے نکل جاتے ہیں بعد فوت ان کے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعزیت اور انکی تجہیز و تکفین کی۔ واللہ اعلم بالصواب

بیان مسخ ہونا بعضے بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں

ایک روایت میں ہے کہ ایک قبیلے نے قوم بنی اسرائیل سے علیحدہ ہو کر دریا کے کنارے پر کچھ اپنے رہنے کے واسطے مکان بنا لئے تھے اور یہ واقعہ اس وقت عمل میں آیا جب حضرت داؤد علیہ السلام بلائے ناگہانی میں مبتلا ہوئے تو ان لوگوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اکثر احکام توریت کے چھوڑ کر خلاف شرع کام شروع کر دیئے منجملہ ان امور کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ ہفتہ کے دن شکار نہ کریں اور نہ دنیا کی کوئی خرید و فروخت کریں یہ سب چیزیں کتاب توریت میں حرام تھیں مان لوگوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور ان حرام کردہ چیزوں پر کاربند ہو گئے جن سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ جب اس قوم نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی شروع کی تو پھر ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے بطور آزمائش کے دریا کی مچھلیوں کو حکم دیا کہ وہ ہفتے کے دن دریا سے نکل کر ساحل پر آکر اپنے کھیل کود میں مشغول رہیں اور دنوں میں دریا میں جا رہیں پس خداوند تعالیٰ کے حکم سے مچھلیاں ہفتے

کے دن دریا سے نکل کر کنارے پر آکر پھرتی رہتی تھیں اور ہفتہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں دریا میں جا رہتیں۔ آخر یہودیوں نے ان کو دیکھ کر لالچ سے ایک حیلہ کیا کہ انہوں نے دریا کے کنارے پر نہر کھود کر وہاں اپنے جال ڈالے۔ کیونکہ ہفتے کے دن مچھلیاں دریا سے آ کر کھیل کود کے شام کے وقت پھر دریا میں چلی جاتی تھیں آخر وہ سب ہفتے کے دن نہر میں جال ڈال کر رکھتے اور صبح کو اٹھ کر یکشنبہ کو حسب ضرورت اپنی آرزو کے مطابق کھاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي (الایۃ) ترجمہ اور پوچھ ان سے احوال اس بستی کا کہ جو تھے کنارے دریا کے جب وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم میں اور جب آنے لگیں ان پر مچھلیاں ہفتے کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو وہ نہ آویں یوں ہم بہلانے لگے اس واسطے کہ وہ لوگ بے حکم تھے اور جب بولا ایک فرقہ ان میں سے کہ کیوں نصیحت کرتے ہو۔ ان لوگوں کو کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے یا ان پر عذاب مسلط کرے اور وہ لوگ یہ سن کر سخت بولے کہ تم ہم کو ڈراتے ہو ہم ہر طریقہ سے طاقتور ہیں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن پھر بھی نصیحت کرنے والوں نے ان کو برابر نصیحت کی۔ جب انہوں نے کسی طرح سے بھی نہ مانا اور برابر خلاف شرع کام کرتے رہے پھر ان کو عذاب خداوندی نے آ پکڑا محض اس وجہ سے کہ وہ اپنے رب کی نافرمانی کرتے تھے اور نصیحت کرنے والے کی نصیحت پر عمل نہیں کرتے تھے اور پھر ہم نے جن کاموں سے منع کیا تھا وہ اسی کے کرنے پر برابر گامزن رہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بندر ذلیل ہو گئے۔ قرآن مجید کے سورۂ اعراف کے ترجمہ کے فائدے میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت داؤد کے عہد میں یہود کو ہفتے کے دن شکار کرنا منع تھا اللہ تعالیٰ نے ان شہریوں کو بے حکم دیکھا تو پھر ان کو بطور آزمانے کے ہفتے کے دن مچھلیاں دریا سے اوپر پھریں اور دوسرے دنوں میں غائب رہیں ان کا جی نہ رہ سکا اور انہوں نے بالآخر ہفتے کے دن شکار کیا۔ انہوں نے اپنی دانست میں یہ حیلہ کیا کہ کنارے دریا کے پانی کاٹ لائے کہ مچھلیاں وہاں ہو رہیں تو بھی وہ مچھلیاں ان کے ہاتھ نہ آئیں اور ہفتے کی شام کو وہ مچھلیاں نکل جائیں آخر انہوں نے ہفتے کے دن بھاگنے کی راہ بند کی اور اتوار کو پکڑ لیا۔ پھر وہ لوگ بندر ہو گئے اور ان میں تین فرقے ہو گئے۔

ایک تو ان میں وہ تھے کہ جو شکار کرتے تھے اور دوسرے لوگ وہ تھے جو باز آگئے
تھے نافرمانیوں سے برابر منع کرتے رہتے تھے اور تیسرے وہ لوگ تھے جو منع کرنے سے
تھک گئے تھے اور منع کرنا چھوڑ بیٹھے تھے۔ لیکن وہ بہتر تھے جو برابر منع کرتے رہے اور
منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے ملنا چھوڑ دیا۔ ایک دن صبح کو اٹھے تو دوسروں کی آواز
نہ سنی تو دیوار پر چڑھ کر دیکھا کہ ہر گھر میں بندر ہی بندر نظر آرہے ہیں اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ آدمی
کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر اپنا رکھتے اور پھر رونے لگتے۔ بالآخر وہ اپنے برے
حال سے تین دن میں سب کے سب مر گئے کتاب توراۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب
تم حکم توریت کا چھوڑ دو گے تو تم پر اور لوگ مسلط ہوں گے اور پھر قیامت تک ذلیل ہی رہو گے
اب تم غور کرو کہ روئے زمین پر یہود کی کہیں بھی حکومت نہیں اور وہ غیر کی رعیت ہیں پس اے
مومنو! بسبب نافرمانی خداوند قدوس بنی اسرائیل کے چہروں اور بدن کو مسخ کیا گیا۔ یعنی مسخ ہو کر وہ
بصورت بندر ہو گئے اور ہم لوگ چونکہ خاتم النبیین کی امت میں اس لئے اس زمانے میں گناہ
کرنے کے باوجود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے مسخ نہیں کئے جاتے لیکن یہ یاد
رہے کہ قیامت کے دن اس نافرمانی کی سزا ذلت مسخ سے کم نہ ہوگی۔ یا اللہ ہمیں نیکیوں کی توفیق عطا
فرما اور دین اسلام پر ثابت و قائم رکھ اور ہمارے سارے گناہوں کو معاف فرما۔ آمین۔ یارب العالمین۔

بیان طالوت کے بادشاہ ہونے کا

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک دن بنی اسرائیل نے حضرت شمویل علیہ السلام سے
کہا کہ اے حضرت آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ پھر ہم کو
سلطنت عنایت فرمائے اور ہم لوگ خدا کے دشمنوں کو مار کر زیر کریں اور ایک سردار بھی ہم پر مقرر
کر دے کہ ہم لوگ اس کی اقتداء میں جہاد کریں۔ چنانچہ یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔
اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۔الآیۃ ترجمہ کیا تو نے نہ دیکھی ایک
جماعت قوم بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد میں جب کہا انہوں نے اپنے نبی کو مقرر کر دیجئے
ہمارے واسطے ایک بادشاہ کو کہ ہم جہاد کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ بولا یہ بھی توقع ہے کہ تم سے

کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تب تم نہ لڑو۔ وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور ہم کو نکال دیا ہے ہمارے گھروں سے اور اپنے بیٹوں سے۔ پھر جب ان کو حکم ہوا لڑائی کا پھر گئے مگر تھوڑے ان کے اپنے عہدو قرار پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو ظالم ہیں۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ بعد حضرت موسیٰ کے ایک مدت تک بنی اسرائیل کا کام بہتر رہا۔ پھر جب ان کی نیت بری ہوگئی تو پھر ان پر غنیم مسلط ہوا۔ یعنی جالوت بادشاہ کافر نے ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور خوب اچھی طرح سے لوٹا اور قیدی کر کے لے گیا اور جو باقی بچے وہ بھاگ کر شہر بیت المقدس میں جمع ہوئے اور پھر انہوں نے حضرت شموئیل پیغمبر سے کہا کہ کوئی بادشاہ بااقبال مقرر کر دو کیونکہ بغیر بااقبال بادشاہ کے ہم لڑ نہیں سکتے۔ طالوت ایک شخص تھا قوم بنی اسرائیل میں اور وہ کسی کسی کے چوپائے چراتا تھا ایک دن چوپایا اس سے گم ہوگیا مالک چوپایہ نے اس سے اس کی قیمت طلب۔ اور اس کو یہ مقدور نہ تھا کہ وہ اس چوپائے کی قیمت دیوے آخر ناچار ہو کر حضرت شموئیل پیغمبر کے پاس گیا کہ چوپائے کے مالک کے لئے کچھ سفارش کریں تاکہ وہ اس چوپائے کی قیمت کو معاف کر دے۔ حضرت شموئیل پیغمبر نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا کہ میرا نام طالوت ہے تب شموئیل پیغمبر نے اس کو بغور دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک شاخ بہشت سے لا کر شموئیل نبی کو دی اور پھر کہا جس کا قد اس عصا کے برابر ہوگا وہ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اور اس کا نام بھی طالوت ہوگا۔ جب حضرت شموئیل نے طالوت کا قد اس عصا سے ناپا تو اس کے بالکل برابر نکلا۔ پھر حضرت شموئیل علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا تعالیٰ طالوت کو تم میں بادشاہ کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ط ترجمہ اور کہا ان لوگوں کو ان کے نبی نے اللہ تعالیٰ نے کھڑا کر دیا تمہارے لئے طالوت بادشاہ کو اور انہوں نے حضرت شموئیل نبی سے کہا کہ کیونکر ہوگی اس کی سلطنت ہمارے اوپر اور ہمارا حق اس سے زیادہ ہے۔ سلطنت میں اور اس کو مال کی بھی کچھ کشائش نہیں ہے اور پھر اس سے ایک چوپایہ بھی گم ہوگیا تھا اور وہ بھی اس کی قیمت نہ دے سکا آخر وہ کیونکر ہمارا بادشاہ ہوگا یہ سن کر شموئیل نبی نے فرمایا قولہ تعالیٰ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ الآیۃ ترجمہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند

فرمایا تم میں سے اس کو زیادہ کشائش علم میں دی اور اس کے بدن میں قوت وطاقت عطا فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اپنا ملک جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی گنجائش والا ہے۔ اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور قوم بنی اسرائیل نے طالوت کو حقیر جان کر اس پر کوئی التفات نہ کیا۔ اور بلکہ کہنے لگے لے نبی اللہ یہ ہم کو بتاؤ کہ اس کی بادشاہی کی کیا نشانی ہے تب ہم لوگ آپ کی بات مانیں گے اور اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا نشانی اس کی بادشاہی کی یہ ہے کہ وہ تنہا جا کر تابوت سکینہ دیار عمالقہ سے تم کو لاکر دے گا قولہ تعالیٰ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ الاٰیۃ اور کہا ان کو ان کے نبی نے کہ نشانی اس کی سلطنت کی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق جس میں دلجمعی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور باقی وہ چیزیں جو چھوڑ گئی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں گے اس کو فرشتے اس میں نشانی ہے پوری تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو۔ پس حضرت شموئیل نے طالوت کو اقبال مند دیکھ کر کہا کہ تم قوم بنی اسرائیل میں بادشاہ ہو گے اب تم میدان کی طرف جاؤ اور وہاں تم طالوت سکینہ پاؤ گے وہ قوم بنی اسرائیل کو لاکر دو۔ پس طالوت حضرت شموئیل کے کہنے سے میدان کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تابوت سکینہ کو ایک بیل گاڑی پر جس میں دو بیل باندھے ہوئے تھے فرشتے لاد کر لا رہے تھے۔ طالوت اس کے قریب پہنچے اور اس بیل گاڑی پر بیٹھ کر ہانکتے ہوئے اس تابوت سکینہ کو بنی اسرائیل کی جماعت میں لے آئے اور ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سب فرشتے خدا کے حکم سے اس تابوت سکینہ کو طالوت کے گھر پہنچا گئے۔ بہر حال تابوت سکینہ قوم بنی اسرائیل کو طالوت نے جب پہنچایا تو وہ اس کو دیکھ کر بہت ہی زیادہ تعجب میں پڑ گئے اور حیرت زدہ رہ گئے اور پھر ان کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور اسی وقت سے ان کے مطیع فرمان ہو گئے۔ اس کے بعد طالوت نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر اسی قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ چلو ہمارے ساتھ جہاد کے واسطے تب انہوں نے یہ بات ان کی قبول کر لی اور حضرت شموئیل علیہ السلام نے ایک زرہ آہنی طالوت بادشاہ کو عنایت فرمائی اور پھر کہا کہ یہ زرہ جس کے بدن پر راست آوے گی اسی کے ہاتھ سے بادشاہ جالوت جو جابر و ظالم اور کافر ہے مارا جائے گا۔

بیان لڑائی طالوت بادشاہ کی جالوت کے ساتھ اور مارا جانا جالوت کا حضرت داؤد کے ہاتھ سے

ایک روایت کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب طالوت حضرت شموئیل علیہ السلام سے رخصت ہو کر معہ اپنے تمام غازیوں کے روانہ ہوئے تو ایک روایت میں ہے کہ طالوت کے ہمراہ اسی ہزار آدمی تھے جو طالوت کے ساتھ لڑنے کو گئے اور کچھ مخبروں نے جا کر جالوت کو خبر پہنچائی وہ یہ خبر سنتے ہی ناہنجار کمر باندھ کر اور اپنا لشکر جرار لے کر مستعد جنگ ہو گیا اور ادھر قوم بنی اسرائیل طالوت کے ہمراہ کوچ کرتی ہوئی چلی جاتی تھی جب کچھ دور پہنچی تو طالوت نے ان سے اسی راستے میں مخاطب ہو کر کہا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ؕ ترجمہ: پس جدا ہوا طالوت اپنی فوجیں لے کر تو اس نے اپنی فوجوں سے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ تم کو آزمانے والا ہے۔ ایک نہر سے پس جس نے پانی پیا اس کا پس وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ میرا ہے مگر جو کوئی بھر لے ایک چلو پانی اپنے ہاتھ سے، پھر پی گئے اس کا پانی مگر تھوڑے ان میں سے یہ کہ وہ چلے بعد قطع منازل بیاباں کے درمیان فلسطین کے وہ نہر ملی پانی اس کا نہایت صاف و شفاف مثل آب حیات کے تھا۔ کچھ لشکریوں نے بوجہ مارے پیاس کے باوجود ممانعت طالوت بادشاہ کے اس نہر سے پانی پی لیا۔ مگر تھوڑے لوگوں نے پانی نہیں پیا اور وہ پیاسے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَشَرِبُوا مِنْهُ اِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ الآیہ ترجمہ پس پی گئی قوم پانی اس کا مگر تھوڑے لوگ جنہوں نے ان کی ممانعت نہ سنی انہوں نے زیادہ اور پیاس بڑھائی اور وہ جتنا پانی پیتے اتنی ہی اور پیاس ان پر غالب ہوتی۔ تب ناچار ہو کر طالوت نے ان کو رخصت کر دیا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پانی پیتے پیتے زبان ان کی باہر نکل پڑی تھی اور ان کے پیٹ پھول گئے پھر وہ اسی حالت میں مر گئے۔ اور جن لوگوں نے موافق حکم طالوت کے ایک قطرہ بھی پانی نہ پیا وہ نہایت آرام سے رہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کل آدمی طالوت کے ساتھ اسی ہزار تھے اور اس میں تین سو

تیرہ جالوت کی لڑائی میں رہے اور اس میں حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بھائی وغیرہ بھی لشکر کے ساتھ تھے راستے میں لشکر کے ساتھ آتے وقت تین پتھر ملے وہ کہنے لگے کہ ہم کو بھی اٹھا لے جاؤ اور ہم جالوت کو ماریں گے یہ سنکر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پتھروں کو اٹھا لیا ادہر طالوت کے لشکریوں نے کہا کہ ہم جالوت بادشاہ کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں اور جالوت بادشاہ کا لشکر بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن ان میں بعض متوکل علی اللہ بھی تھے وہ کہنے لگے کہ اگرچہ ہم تھوڑے ہیں مگر ہمارا خداوند قدوس مددگار و ناصر ہے قولہ تعالیٰ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۞ ترجمہ! بہت جگہ جماعت تھوڑی غالب ہوئی بڑی جماعت پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جب سب جالوت بادشاہ کے مقابلے میں آئے تو کہنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ الآیہ ترجمہ: اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے بولے یعنی طالوت کے لشکری لوگ اے رب ہمارے ڈال دے ہم میں جتنی مضبوطی ہے اور ٹھہرا ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر جالوت نے جب طالوت کے لشکر کی طرف دیکھا اور ان کی دلیری پر تعجب ہوا اور پھر اس کو شرم آئی اس بات سے کہ ہم ایک لاکھ آدمی جری ہیں۔ ان تین سو تیرہ آدمی ضعیف کے ساتھ ہم کو لڑنا کچھ جوانمردی نہیں۔ پھر اس نے طالوت کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جو سپاہی تو لڑنے کو لایا ہے یہ میرے لڑنے کے قابل نہیں بہتر یہ ہے کہ خیال باطل چھوڑ دے اور میری اطاعت قبول کر اور اگر تو یہ نہیں چاہتا ہے تو پھر میرا سامنا کر اور میدان میں آ۔ یہ سنکر طالوت نے حکم کیا کہ اپنے لشکریوں کو کہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جالوت مردود کا سر کاٹ کر جلدی لے آوے اور پھر جالوت مردود کو کہلا بھیجا کہ ہم لوگ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے آئے ہیں تو یہ مت گمان کر کہ سپاہی میرے قلیل تعداد میں ہیں۔ اور تیرا لشکر اس کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ یاد رکھ خدا میرا بزرگ ہے وہ مجھ کو غالب کر دے گا تجھ پر اور ایسا بہت ہو چکا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے

تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر کیوں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کے
ساتھ ہے۔ پس ناگاہ ایک لحظہ کے بعد ایک جوان مہیب شکل دیو ہیکل تمام سلاح پوش
گھوڑے پر سوار چوب نیزہ تلوار ہاتھ میں لے کر مخالف لشکر گاہ سے بر صف کارزار آ کھڑا
ہوا اور ایک آواز مثل گدھے کے مارا اور کہا میں جالوت ہوں اور تم سب کو کافی ہوں۔
تم لوگ میرے سامنے آتے جاؤ۔ اس بات کا سن کر طالوت نے اپنے لشکر سے
فرمایا کہ تم میں کوئی ہے جو اس مردود کا سر کاٹ کر لے آوے تو اس کو آدھی سلطنت اور
اپنی بیٹی بیاہ دوں گا آخر کسی نے بھی اس کا جواب نہ دیا یہ دیکھ کر طالوت بہت سست
ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب جالوت لعین ہم پر حملہ کرے گا اور قوم بنی اسرائیل میں سے کوئی
بھی اس کے مقابلے میں بڑھتے نہیں یہ کہہ کر خود چاہا کہ اس مردود سے جا کر لڑے اس وقت
ایک نوجوان نہایت قوی نے اپنے سر پر خود رکھ کر لباس حریر پہن کر ایک چوب ہاتھ میں
لے کر طالوت کو آ کر سلام کیا اور کہا کہ تم کچھ اندیشہ مت کرو خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ
کے حکم سے میں جالوت سے لڑوں گا اور انشاء اللہ اس کو مار ڈالوں گا۔ طالوت بولا کہ
تم کس قوم سے ہو اور تمہارا کیا نام ہے وہ بولے کہ میں اسرائیلی ہوں اور میرا نام داؤد
ہے اور میرے چھ بھائی ہیں آپ کے لشکر میں اس نے کہا کہ تم نے کبھی اول بھی لڑائی
کی ہے وہ بولے اکثر میں سباع اور درندوں سے لڑا ہوں۔ اس وقت دو برادران
کے طالوت کے پاس حاضر تھے۔ انہوں نے طالوت سے کہا اے طالوت داؤد
کبھی کسی لشکر سے لڑا نہیں وہ جو کہتا ہے حضور غلط ہے اس نے تو کبھی لڑائی نہیں
دیکھی اور وہ جالوت مردود بڑا لڑنے والا ہیکل ہے اور وہ جنگ آزمودہ ہے اس
سے یہ کیونکر لڑ سکے گا پس طالوت نے حضرت داؤد کو ایک زرہ پہنائی اور وہ زرہ ان
کو حضرت شموئیل نے دی تھی کہ یہ زرہ جس کے جسم پر صحیح آوے گی وہی لڑائی فتح
کرے گا اور وہی بادشاہ ہو گا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ طالوت نے خواب
دیکھا تھا کہ جس کے بدن میں یہ زرہ موافق آوے گی اسی کے ہاتھ سے جالوت بادشاہ
کافر مارا جائے گا۔ بہر صورت وہ زرہ ہر ایک کو پہنا کر دیکھی کسی کے بدن میں موافق نہ آئی

اور جب حضرت داؤد نے اس زرہ کو پہنا تو ان کے بدن میں بالکل ٹھیک آئی اور پھر طالوت نے ان سے کہا کہ تم جاؤ جنگ میں جالوت مردود تمہارے ہاتھ سے مارا جائے گا پس انہوں نے عہد مؤکد کر کے وہ زرہ پہن کر اور وہ تین پتھر جو لشکر کے ساتھ آتے وقت راہ میں ملے تھے اور جنہوں نے کہا تھا کہ ہم کو بھی اٹھا کر لے جاؤ ہم تمہارے کام آویں گے اور ہم ان پتھروں میں سے ہیں کہ جن پتھروں کے برسانے سے اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کیا تھا۔ لہٰذا ان پتھروں کو لے کر حضرت داؤد معرکۂ جنگ میں جالوت کے سامنے گئے جالوت نے ان سے کہا کہ تو میرے ساتھ کون سے ہتھیار کے ساتھ لڑے گا۔ وہ بولے میں ان پتھروں سے تیرا سر توڑ کر مار ڈالوں گا۔ یہ سن کر جالوت نے متکبرانہ لہجے میں کہا کہ ان پتھروں سے بادشاہ کے ساتھ لڑنا چاہیئے یہ سن کر حضرت داؤد نے کہا کہ تو میرے نزدیک کتا ہے اور کتے کو پتھر سے مارنا چاہیئے۔ جالوت نے کہا تو چلا جا ورنہ ناحق مارا جائے گا اور میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو نہایت غریب وضعیف ایک پتھر ہاتھ میں لئے مجھ سے لڑنے کو آیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا میں خدا کے حکم سے لڑنے آیا ہوں۔ اسی نے مجھ کو قوت دی ہے تجھ کو اس پتھر سے مار ڈالوں گا یہ کہہ کر پتھر اٹھا کر اس مردود پر پھینکا اور وہ مردود فوراً ہی واصل جہنم ہوا۔ اور دوسری روایت میں بہت تفسیر سے لکھا ہے کہ اس پتھر کو فلاخن میں رکھ کر مارا اور پتھر جالوت کے سینے پر جا پڑا۔ وہاں اس کو جہنم رسید کر کے وہیں پتھر کے دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا لشکر کے داہنی طرف جا گرا اور سب کو ہلاک کر دیا اور دوسرا ٹکڑا لشکر کے بیچ میں گرا وہ سب درہم برہم ہو کر کوئی کہیں بھاگا اور کوئی جہنم رسید ہوا قولہ تعالیٰ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللّٰهِ قف وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ ۵ ترجمہ پس شکست دی بنی اسرائیل نے قوم جالوت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور مار ڈالا حضرت داؤد علیہ السلام نے طالوت کو۔ طالوت نے حضرت داؤد سے کہا کہ ماشاء اللہ تمہاری بڑی قوت ہے تم نے اکیلے ہی جالوت کو مار ڈالا اور اس کے لشکر کو بھی شکست دے دی اور میں کیا طاقت رکھتا تھا کہ میں اسکو مار ڈالوں۔ ایک تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ حضرت شمویل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ کو بلا کر کہا تم اپنے بیٹے کو مجھ کو دکھلاؤ۔ ان کے باپ

نے اپنے چھ بیٹوں کو دکھلایا جو بڑے جسیم اور قدآور تھے اور انھوں نے حضرت داؤد کو
نہ دکھایا کیونکہ وہ زیادہ قدآور نہ تھے، اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے لیکن حضرت
شموئیل علیہ السلام نے پھر ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم جالوت کو مارو گے انہوں نے کہا
بیشک میں ضرور ماروں گا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے بعد وہ جالوت بادشاہ کے سامنے
گئے اور وہیں تین پتھر انہوں نے اپنے فلاخن میں رکھ کر مارے ادھر جالوت کا سر
کھلا تھا اور تمام بدن لوہے کی زرہ میں غرق تھا وہ پتھر اس کے سر میں جا کر لگے اور
اس کے پیچھے سے نکل گئے اور بعد فتح لڑائی کے طالوت نے اپنی بیٹی حضرت داؤد
سے بیاہ دی اور پھر حضرت داؤد بھی بادشاہ ہو گئے اس واقعہ کو میں اسی پر ختم
کرتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان حضرت عزیر علیہ السلام کا

بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بخت نصر کافر تھا اور مشرق سے
مغرب تک اس کی بادشاہت تھی اور وہ قوم بنی اسرائیل پر غالب ہوا اور شہر بیت
المقدس کو خراب کیا اور بہت کچھ توڑ ڈالا اور بنی اسرائیل کو اس نے کافی تعداد میں
مقید کیا جب اللہ نے حضرت عزیر کو ان کی طرف مبعوث فرمایا تو وہ کافی مدت
کے بعد اس شہر کی طرف گئے تو انہوں نے وہاں جا کر اس شہر کو خراب و ویران دیکھا
بہت ہی تعجب و تاسف کیا اور پھر یہ دیکھ کر کہ اللہ تعالیٰ یہ شہر پھر کیوں کر آباد کریگا
یہ بات وہ اپنے دل میں کہہ رہے تھے کہ اتنے میں خدا کے حکم سے وہیں ان کی جان
قبض ہوئی پھر ایک سو برس بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ اور پھر انہوں نے اس
شہر کو آباد دیکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ
وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا الخ ترجمہ یا مانند اس شخص کے گزرا ایک شہر پر سے
اور وہ شہر گر پڑا تھا مع اپنی تمام چھتوں کے وہ بولا کہ کیوں کر زندہ کرے گا اس
شہر کو بعد برباد ہو جانے کے پس مار رکھا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سو برس

جلایا اس کو اللہ تعالیٰ نے پھر کہا تو کتنی دیر سوتا رہا وہ بولا کہ میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم خداوند کریم نے فرمایا نہیں بلکہ تو سوتا رہا سو برس اور اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا کہ وہ نہیں سڑا اور پھر دیکھ اپنے گدھے کو اور میں تجھ کو لوگوں کے واسطے نمونہ بنانا چاہتا ہوں اور پھر دیکھ کہ ہڈیاں کس طرح سے جڑتی ہیں پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں اور جب یہ چیزیں ان پر ظاہر ہوئیں تو وہ کہنے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ تمام واقعات کتاب قصص الانبیاء میں مذکور ہیں اور ایک تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ بخت نصر ایک بادشاہ کافر تھا اور وہ قوم اسرائیل پر غالب آگیا اور اس نے شہر بیت المقدس کو خراب کر دیا۔ اور تمام لوگوں کو قیدی بنا کر پکڑ لیا۔ اس کے بعد حضرت عزیر کو اللہ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا اور وہ بغرض تبلیغ اس شہر بیت المقدس سے گزرے تو اس کو دیکھا تو اتنا خوبصورت شہر کہ جس کو اس بری طرح خراب و برباد کیا گیا ہے یہ کیوں کر آباد ہوگا بس اتنا کہنا تھا کہ فوراً ان کی روح اسی جگہ قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور پھر وہ سو برس کے بعد زندہ کئے گئے یہاں تک کہ ان کا کھانا اور پینا بھی ان کے پاس رکھا ہوا تھا۔ اور وہ جوں کا توں ہی تھا کچھ خراب نہ ہوا تھا اور ان کی سواری کا گدھا مر کر اس کی ہڈیاں بھی ان کے قریب دھری تھیں پھر ان کا گدھا بھی ان کے روبرو خدا کے حکم سے زندہ ہوا۔ اور اسی سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہوئے اور شہر بیت المقدس پھر آباد ہو گیا۔ اور انہوں نے زندہ ہو کر اس شہر کو آباد ہی دیکھا یہ دیکھ کر فوراً سجدے میں گر پڑے اور توبہ استغفار کرتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ترجمہ: پھر جب اس پر ظاہر ہوا تو بولے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر اپنی قدرت رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اس کے کام کو کوئی بھی روکنے والا نہیں اور میں اس کو واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

ایک روایت میں ہے حضرت زکریاؑ حضرت داؤدؑ کی اولاد میں سے تھے اور ایک دوسری

روایت میں آیا ہے کہ ارمیا کی اولاد میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل میں اور پیغمبروں میں برگزیدہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا - ترجمہ: یعنی مذکور ہے تیرے رب کی مہربانی کا اپنے بندے زکریا پر جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا آہستہ یعنی اپنے دل ہی میں دعا کی یا پکارا اکیلے مکان میں چھپ کر اس واسطے کہ وہ بڑھاپے میں بیٹا مانگتے تھے - یعنی اگر ان کو بیٹا نہ ملے تو لوگ ہنسیں جب وہ بوڑھے ہوئے فرزند کے واسطے سر اپنا سجدہ میں رکھ کر کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا الخ ترجمہ: کہا حضرت زکریا نے اے پروردگار میرے تحقیق سست ہو گئی ہیں ہڈیاں میری اور شعلہ مارا میرے سر نے بڑھاپے سے یعنی بال میرے سر کے سفید ہو گئے ہیں اور میں تجھ سے شرما کر فرزند مانگ رہا ہوں کہ میں بدنصیب نہ ہوں اور میری موت کے پیچھے لوگ مجھ کو طعنہ نہ دیں اور یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ میری بیوی بانجھ ہے پس اے خدا عنایت فرما مجھے ایک صالح خوبصورت فرزند تاکہ وہ میرا ولی و وارث ہو اور اولاد یعقوب کا بھی وارث ہو۔ اور وہ فرزند بھی تیرا پسندیدہ ہو اے میرے پروردگار پس حضرت زکریا کی یہ دعا اللہ نے قبول فرمائی جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے یٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ - ترجمہ: اے زکریا علیہ السلام ہم خوشخبری دیتے ہیں تیرے تئیں ایک لڑکے کی کہ نام اس کا یحییٰ ہے نہیں پیدا کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی بھی۔ حضرت زکریا بولے اے رب کہاں سے ہوگا مجھ لڑکا اور عورت میری بانجھ ہے اور میں بھی بوڑھا ہو گیا ہوں یہاں تک کہ میرا جسم بھی اکڑ گیا ہے آنے والے فرشتوں نے کہا اے حضرت زکریا خداوند کریم نے یونہی فرمایا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ چیز مجھ پر بہت ہی آسان ہے کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اس سے پہلے تجھ کو بنایا اور تو کوئی حقیقت نہ تھا۔ یہ سن کر حضرت زکریا نے کہا اے میرے رب ٹھہرا دے مجھ کو نشانی کہا رب نے کہ نشانی تیری یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین رات دن بات نہ کہہ سکے گا حالانکہ تو بالکل صحت مند ہوگا اور تیرے جسم کو کوئی بھی گزند نہ پہنچے گا۔ پس زکریا نے تین رات دن تک لوگوں سے بات چیت نہ کی اور پورے نو مہینے بعد حضرت یحییٰ پیدا ہوئے اور چار برس

تک حضرت یحییٰ باہر نہیں نکلے۔ اور نہ کسی لڑکے کے ساتھ کھیلے اور ان کی ماں کہا کرتی تھیں
اے بیٹا کیوں نہیں باہر لڑکوں میں کھیلتے۔ وہ بولے اے میری ماں خداوند کریم نے مجھ کو کھیلنے
کے واسطے نہیں پیدا کیا ہے اس نے جس واسطے مجھے پیدا کیا ہے وہ وہی کام لینا چاہتا
ہے یہ بات بار بار کہتے تھے اور پھر رات دن روتے تھے حضرت زکریا نے خدا سے عرض
کی اے رب میرے میں نے تجھ سے ایک ولی چاہا تھا وہ تو نے مجھے عنایت فرما دیا تاکہ میں
خوش رہوں اب گزارش یہ ہے کہ جو فرزند تو نے عنایت فرمایا ہے وہ رات دن روتا ہی
رہتا ہے جس کی وجہ سے مجھ کو چین نہیں پڑتا اور اس وجہ سے غمگین رہتا ہوں۔ جناب
باری تعالیٰ نے فرمایا اے زکریا مجھ سے تو نے ایک صالح بیٹا چاہا تھا اور میں نے
تجھ کو ویسا ہی دیا۔ جیسا تو نے مجھ سے طلب کیا تھا اور تو نے خواہش کی تھی کہ فرزند ایسا
ہونا چاہیئے کہ وہ میری اطاعت کرے میں ایسے بندے کو پیار کرتا ہوں کہ وہ شب و
روز میری محبت سے رویا کرے اور میرے عذاب سے ہر وقت ڈرتا رہے اور میرے
سوا کسی سے کوئی اُمید نہ رکھے یہ سن کر حضرت زکریا خدا کا شکر بجا لائے اور پھر قوم
بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کرتے رہے ایک دن کہنے لگے کہ میرا بیٹا یحییٰ اگر یہ بات بہشت و
دوزخ کی سنے گا تو اور بھی زیادہ روئے گا اور تمام قوم بنی اسرائیل حضرت زکریا کا وعظ سن
رہے تھے اور حضرت یحییٰ بھی وہاں ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے چپکے سنتے تھے اور
ان سب کو معلوم تھا اور حضرت زکریا اس وقت بہشت و دوزخ کا وعظ بیان فرما
رہے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ لَهَا
سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۚ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ
اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ترجمہ اور دوزخ پر وعدہ ہے اور ان سب کا اور اس
دوزخ کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کو ان میں ایک فرقہ بٹ رہا ہے جیسے کہ بہشت
کے آٹھ دروازے ہیں اور وہ نیک اعمال والوں پر تقسیم کئے ہوئے ہیں۔ شاید بہشت کا ایک
زیادہ ہے کیونکہ بعضے لوگ اللہ کے فضل سے جاویں گے اور ان کے پاس کوئی خاص عمل
بھی نہ ہوگا اور باقی سات دروازوں سے نیک عمل کرنے والے داخل کیے جاویں گے اور

جو پرہیزگار ہوں گے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے اللہ ان سے فرمائے گا کہ اس میں سلامتی سے خاطر جمع سے رہو جب یہ نصیحت و وعظ خوف و رجا کا یحییٰ نے گوشہ میں بیٹھ کر اپنے باپ سے سنا ایک آہ مار کر اُٹھے اور وہاں سے نکل کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے مسلسل سات دن رات پہاڑوں پر روتے پھرتے رہے اور ان کی ماں پہاڑوں پر جا کر سات دن تک تلاش کرتی رہیں۔ وہ کہیں بھی ان کو نہ ملے پورے سات دن بعد ایک نوجوان نے خبر دی کہ تمہارا بیٹا تمام دن پہاڑوں میں روتا پھرتا ہے اور شب کو فلانے غار میں جا کر سو جاتا ہے یہ کیا بات ہے۔ یہ بات سنتے ہی ان کی ماں ان پہاڑوں میں جا کر تمام دن اس غار کے پاس بیٹھی رہیں۔ جب شام ہوئی یحییٰ نے اس غار کے پاس اپنی ماں کو دیکھا، چاہا کہ بھاگیں ان کی ماں رو رو کر کہنے لگیں اے بیٹا ذرا ٹھہر جا مجھ سے بات کر اور اپنا رونا موقوف کر اور مجھے بتاؤ کہ تم کس واسطے روتے ہو مجھ سے کہو تو سہی وہ بولے اے اماں جان میں کیوں کر خوش رہوں مجھے تو دوزخ کی بات یاد پڑتی ہے اور مجھے یہ خوف آتا ہے کہ نہ جانے اللہ مجھ کو کہاں لے جا کر رکھے میں اسی وحشت میں پڑا ہوں آخر کیا ہوگا۔ بہرصورت ان کی ماں ان کو سمجھا کر پہاڑ سے ان کو اپنے مکان پر لائیں اور یحییٰ کی اس وقت عمر صرف سات برس کی تھی انہوں نے مسجد میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کی اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے اور ادھر قوم بنی اسرائیل نے ایک فساد برپا کیا یعنی وہ لوگ بے شرع چلنے لگے ہر چند ان کو حضرت زکریا وعظ و نصیحت کرتے تھے چونکہ ان لوگوں میں شقاوت ازلی تھی اس لیے وہ مردود کچھ نہیں سنتے تھے اور حضرت زکریا کو مارنے کا قصد کیا کرتے تھے اسی وجہ سے حضرت زکریا نے ان ظالموں سے نکل کر ایک درخت کے پاس جا کر پناہ لے رکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے درخت کے تنہ کو کھو کھلا کر کے اپنی رہائش اختیار کر لی تھی اور وہ ظالم جو آپ کے دشمن تھے برابر آپ کا تعاقب کرتے رہتے تھے ایک روز حضرت زکریا کو جاتے ہوئے دیکھا دشمنوں نے آپ کا تعاقب کیا۔ حضرت زکریا اس درخت کے تنے میں گھس گئے اور وہ مردود آپ کا تعاقب کرتے ہوئے اس درخت کے پاس پہنچے اس کے ارد گرد بہت ہی تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا۔

پھر وہ حیرت زدہ ہو گئے اور آپس میں پھرنے لگے کہ ابھی ہم لوگوں نے حضرت زکریا کو دیکھا تھا وہ کہاں غائب ہو گئے یہ وہ کہہ رہے تھے کہ اتنے میں ان لوگوں کے پاس شیطان مردود آیا اور ان کو بتایا جس کو آپ لوگ تلاش کر رہے ہو وہ اس درخت کے تنہ میں گھسا ہے اور دیکھو اس کے جامے کا نشان بھی ابھی تک باقی ہے مٹا نہیں ہے یہ سنتے ہی ان ظالم مردودوں نے ایک آرہ بڑا لا کر اس درخت کو سر سے پاؤں تک چیر ڈالا اسی اثنا میں جبکہ وہ آرا چلا رہے تھے چونکہ حضرت زکریا اندر تھے تو ان کے سر مبارک پر آرہ جا لگا۔ حضرت زکریا اُف کہہ کر اٹھے اور فوراً حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور حضرت زکریا سے کہا اے حضرت زکریا خدا فرماتا ہے اگر تو اُف کریگا تو صابر پیغمبروں کے دفتر میں تجھ کو داخل نہ کروں گا کیونکہ تو نہیں جانتا کہ خداوند کریم سارے عالم کا پناہ دہندہ ہے اور تو نے کیوں اس درخت سے پناہ حاصل کی اب تو اسی درخت سے پناہ اور مدد مانگ ورنہ صبر کر اس بلا سے پس زکریا نے سر پر آرہ لگنے سے اُف تک نہ کی اور اپنی جان اسی طرح سے خدا کو سونپ دی اور جان بحق تسلیم ہو گئے پھر اس کے بعد یہ خبر حضرت یحییٰ کو پہنچی اور کچھ کافروں نے زکریا کو اس درخت کے اندر آرے سے چیر ڈالا یہ سن کر حضرت یحییٰ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بیان حضرت یحییٰ علیہ السلام

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد بہت دنوں تک مسجد کے اندر ہی عبادت میں مشغول رہے اور بنی اسرائیل میں ملکہ نام کی ایک عورت تھی اور پہلے شوہر سے اس کے ایک بیٹی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ شوہر ثانی کا اپنی بیٹی سے نکاح کر دے اور تمام قوم بنی اسرائیل کی اسی بات پر متفق تھی اور پھر حضرت یحییٰ کو بھی ان لوگوں نے بلایا کہ موافق شرع شریف کے اس کے شوہر ثانی سے نکاح پڑھا دیں حضرت یحییٰ نے کہا کہ تمہاری بیٹی سے تمہارے شوہر کا نکاح درست نہیں ہے اس بات کو سن کر ملکہ عورت نے غصہ ہو کر اپنے شوہر سے یہ بات کہی کہ حضرت یحییٰ اس کام سے منع کرتے ہیں کہ دختر ربیبہ سے نکاح

درست نہیں ہے اور وہ شوہر کا بادشاہ تھا اس نے یہ سن کر فوراً حکم دیا کہ حضرت یحییٰ کو باندھ کر میرے پاس لاؤ تب بموجب حکم اس کے کافروں نے حضرت یحییٰ کو اس طرح حاضر کیا وہیں حضرت جبرائیل نازل ہوئے فرمایا اے یحییٰ اگر تم کہو تو اس شہر کو غارت کر دوں حضرت نے کہا اے جبرائیل میری تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ میں اس کے ہاتھ سے مارا جاؤں وہ بولے ہاں تب حضرت یحییٰ نے کہا رَضِیْتُ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی، راضی ہوں میں اللہ کے فیصلے پر بالآخر اس بادشاہ مردود نے حضرت یحییٰ کو مار ڈالا جب سر مبارک بدن سے جدا کیا تو پھر کہا اے بادشاہ اپنی بیوی کی بیٹی سے نکاح درست نہیں فرشتوں نے یہ حال دیکھ کر جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا یا الٰہی یحییٰ نے کیا گناہ کیا تھا جو اس طرح مارا گیا حق تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اے فرشتو! وہ میرا گہرا دوست ہے میں نے اس کو اپنے پاس بلا لیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ الٰہی اپنے دوست کو اس طرح مارتے ہیں ندا آئی اے فرشتو! میرے خلق میں مشہور ہے دشمن کو مارنا اور دوست کو بچا رکھنا چاہیئے تاکہ دشمن سے کسی کو ضرر نہ پہنچے اور دوست سے نفع نہ ہو اور میں تو خدا سارے جہانوں کا ہوں دوست کو مارتا ہوں اور دشمن کو پالتا ہوں تاکہ میری مخلوق کو معلوم ہو کہ نہ دوست سے مجھ کو نفع ہے نہ دشمن سے مجھ کو ضرر۔ جب یحییٰ نے جان بحق تسلیم کی تب اس ملکہ کافرہ نے اپنی بیٹی کا اپنے شوہر سے نکاح کر دیا اس کے بعد ہی اس پر غضب الٰہی نازل ہوا کسی کام کے واسطے وہ اپنا چھت پر گئی تھی ہوا تیز چل رہی تھی۔ چنانچہ ہوا نے اس کو اڑا کر میدان میں پھینک دیا وہاں شیر صحرائی موجود تھا فعتہً اس کو پکڑ کر پارہ پارہ کیا اور پھر کھا گیا۔ الغرض وہ اس طرح سے واصل جہنم ہوئی اس کے بعد اس کا شوہر بھی چند روز میں معہ اپنی تمام قوم کے غضب الٰہی سے واصل جہنم ہوا۔ اس واقعہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت شمعون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا!

روایت ہے کہ حضرت شمعون علیہ السلام بڑے حق پرست زبردست شجاع و بہادر ہے اور یہ بھی ایک روایت ہے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بدن پر بال بہت زیادہ تھے۔

مانند مثال سر کے بالوں کے لیکن اللہ نے ان کو قوت بہت زیادہ عطا کی تھی اور ایک شہر کا نام عموزیہ ہے کنارے دریائے روم کے اس شہر کے بادشاہ کا نام فوطہ تھا وہ بڑا کافر تھا اس نے ایک مکان بھی عالیشان دریا کے کنارے تیار کرایا تھا۔ اور اس مکان کے بڑے بڑے ستون تھے اور وہ اس میں اپنا جشن منایا کرتا تھا اور حضرت شمعون چار مہینے ہر سال اس بادشاہ سے جا کر لڑا کرتے تھے اور وہ اس کافر بادشاہ کا چھ ہزار لشکر تھا حضرت شمعون چونکہ بڑے جری اور بہادر تھے اس لیے اکیلے ہی اس کافر بادشاہ کے لشکر میں گھس کر ہر مرتبہ تقریباً ایک ہزار اس کے فوجی مار آتے تھے اور کثیر تعداد میں مجروح ہو کر آتے تھے پھر اس کے بعد وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے خدا کی عبادت کرتے رہتے تھے اور چار مہینے برابر خلق خدا کی ضیافت بھی بہت کرتے تھے اور خدا نے ان کافروں پر ہمیشہ ان کو غالب رکھا تھا اور اسی وجہ سے تمام کافر ان سے عاجز رہتے تھے اور ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شمعون کی بیوی بڑی نیک بخت اور پارسا تھیں ایک دن کافروں نے آپس میں صلاح کی کہ شمعون کی بیوی کو کچھ فریب دیا جائے تب بادشاہ عموزیہ نے فریب کے کسی شخص کو مخفی شمعون کی بیوی کے پاس بھیجا اس نے کہا اے بی بی ہم دیکھتے ہیں کہ شمعون تمہاری طرف رغبت نہیں کرتے ہیں اور ان کا خیال کسی غیر کی طرف ہے تم اگر ایک کام کرو کہ ان کو کسی طرح مار ڈالو تو ہمارا بادشاہ عموزیہ تم سے نکاح کریگا پھر تم بہت ہی آرام سے رہو گی اور تخت و سلطنت بھی تم کو ملے گی پھر تو تم بادشاہی کرو گی پس عورت ناقص العقل نے دنیا کی طمع سے کہا کہ جو تمہارا بادشاہ حکم کریگا میں بسر و چشم اس کو بجا لاؤں گی تب اس نے ایک رسی اس کو دی کہ جب حضرت شمعون رات کو سو جائیں تم اسی رسی سے باندھ رکھنا اور پھر ہمیں خبر کر دینا ہم اسی حالت میں بادشاہ کے پاس لے جاوینگے اور وہیں انکو مار ڈالیں گے پس مردود کے کہنے سے حضرت شمعون کی بیوی نے اپنے پاس رسی چھپا کر رکھی جب رات ہو گئی اور حضرت شمعون سو گئے بیوی نے انکو نیند کی حالت میں باندھنا شروع کر دیا اچانک وہ نیند سے بیدار ہو گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ سر بند دیکھے رسی توڑ کر اپنی بیوی سے پوچھا کہ کس نے مجھے باندھا تھا وہ بولی کہ میں نے خود باندھا تھا حضرت شمعون نے پھر کہا کہ تم نے مجھکو کیوں باندھا وہ بولی میں تمہارا زور آزماتی تھی کہ تمہارا کتنا زور ہے یا نہیں اور میں یہ بھی چاہتی تھی کہ کوئی دشمن تم سے لڑ سکتا ہے یا نہیں یہ سن کر حضرت شمعون نے

کہا کہ تم خاطر جمع رکھو کوئی دشمن خدا کے فضل سے ہم سے زور میں بڑھ نہیں سکتا پھر
چار مہینے کے بعد حضرت شمعونؑ اس شہر میں فی سبیل اللہ کے واسطے گئے اور پھر وہاں
سے لڑائی فتح کر کے واپس تشریف لے آئے اور پھر بادشاہ عموزیہ نے حضرت شمعون کی بیوی
کے پاس لوگوں کو بھیجا وہ بولی میں نے اس کو باندھا تھا لیکن وہ بڑا ہی زور آور ہے اس
نے رسی توڑ ڈالی تم لوگ بادشاہ سے جا کر کہو۔ چنانچہ وہ لوگ پھر واپس بادشاہ کے پاس
گئے اور بادشاہ سے کہا پھر بادشاہ نے بہت سا مال و دولت دے کر اور ایک لوہے کی
زنجیر حضرت شمعون کی بیوی کے پاس بھیج دی کہ اب اس سے اس کو باندھ رکھنا اور پھر فوراً
مجھ کو خبر دینا پس دوسرے دن حضرت شمعونؑ کو ان کی بیوی نے لوہے کی زنجیر سے باندھا
جب حضرت شمعون نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ پاؤں پھر زنجیر میں
بندھے دیکھتے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ پاؤں ہلائے تو وہ زنجیر ٹوٹ گئی پھر اس کی خبر
بادشاہ کو پہنچی، بادشاہ عموزیہ بولا کہ لوہے کی زنجیر سے اور کوئی چیز مضبوط نہیں ہے
آخر میں اس کے باندھنے کے واسطے کیا بھیجوں اب تو صورت یہی ہے کہ اس سے کہو کہ
جس طرح ہو سکے اس کو میرے پاس بھیجدو پھر انہوں نے حضرت شمعونؑ کی بیوی سے
جا کر کہا وہ بولی بہت اچھا کچھ تدبیر کروں گی اور پھر آپ کو کہلا بھیجوں گی آپ سب خاطر
جمع رکھیئے ایک دن شمعونؑ لڑائی سے واپس گھر میں آئے اور اپنی بیوی سے ہر طرح
کی باتیں کرنے لگے ان کی بیوی نے کہا کہ اے صاحب تم کو اللہ تعالیٰ نے بہت زور
دیا ہے اب تم ہم کو یہ بتاؤ کہ ایسی کوئی چیز بھی ہے کہ اس سے تم کو بند کر کے رکھ سکیں اور
تم اس کو باوجود زور آزمائی کے توڑ نہ سکو یہ سن کر حضرت شمعون نے کہا کہ تم کو اس سے کیا
مطلب ہے اور یہ چیز تم کیوں پوچھتی ہو وہ بولی میں یہ پوچھتی ہوں کہ تم سے کوئی اور زور آور
ہے یا نہیں یہ سن کر حضرت شمعون نے کہا کہ مجھ کو ایک چیز سے باندھ سکتی ہو یعنی میرے سر
کے بالوں سے یا بدن کے بالوں سے اس کو میں نہیں توڑ سکتا یہ سن کر ان کی بیوی نے
شب کو نیند کی حالت میں ان کے سر اور بدن کے بال تراش کر رسی بٹ کر دست و پاؤں
مضبوط باندھے انہوں نے نیند سے اٹھ کر اپنی بیوی سے پوچھا کہ اے مجھے کس نے اس

سے باندھا ہے ان کی بیوی بولی کہ میں نے باندھا ہے اور میں تمہاری قوت آزماتی ہوں کہ کوئی دشمن بھی آپ کو باندھ کر نہیں رہ سکتا لیکن خدا کی مرضی کو میں نہیں کہتی ہوں۔ حضرت شمعونؑ نے اپنی بیوی سے کہا کہ آؤ میرے بند کھولو وہ بولی کہ کئی دفعہ میں نے آپ کو باندھا آپ نے اپنی قوت بازو سے کھولا تھا۔ اس دفعہ مجھے کیوں بلاتے ہو۔ اس کے جواب میں حضرت شمعون نے کہا کہ اگر میں ہلوں گا اور زور لگاؤں گا تو میرے تمام بدن کی ہڈیاں درہم برہم ہو جائیں گی پس ان کی بیوی نے جب دریافت کیا کہ بال کے بند توڑنے کی ان کو طاقت نہ رہی پھر بادشاہ تموزیہ کو خبر دی یہ سنتے ہی اس ملعون نے ایک ہزار مرد جنگی شتر سوار بھیجے انہوں نے آکر حضرت شمعونؑ کے ہاتھ پیر ناک کان کاٹ کر بعد ان کی آنکھیں اور زبان نکال کر اور اونٹ پر لاد کر ان کافروں نے بادشاہ کے پاس حاضر کیا۔ اور سب کافر کہنے لگے کہ اب ہم سب شمعون سے محفوظ ہو گئے۔ جب ان کو بیدست و پا اور زبان کٹی ہوئی اور آنکھیں نکلی ہوئی صرف ان کا دھڑ باقی تھا۔ بادشاہ تموزیہ کے سامنے لے جا کر رکھا تو کوئی شخص ان کافروں میں سے کہنے لگا کہ میرے باپ کو اس نے مار ڈالا ہے اور کسی نے کہا کہ میرے بھائی کو اس نے مارا ہے اور پھر ہر شخص دعویٰ کرنے لگا اور جب دیکھا کہ ابھی دھڑ میں کچھ رمق باقی ہے تو سب کے سب کہنے لگے کہ اس کو کسی شدید عذاب میں ڈال کر بالکل مار ڈالو، سب کافروں نے مشورہ کیا کہ اس کو دریا کے کنارے لے جا کر بالا خانے پر سے ان کو دریا میں گرا دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت شمعونؑ کا دھڑ دریا میں گرایا تو اسی وقت جبرائیلؑ خدا کے حکم سے آئے اور حضرت شمعون کے دھڑ کو جو ابھی ہوا ہی میں تھا اٹھا لیا اور جو کچھ اعضا ان کے دھڑ سے علیحدہ کر دیئے گئے تھے وہ سب اعضاء خدا کی قدرت کاملہ سے اپنی اپنی جگہ پر آ کر نصب ہو گئے پھر جب وہ کٹے ہوئے اعضاء حضرت شمعون کے ٹھیک ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیلؑ نے حضرت شمعونؑ سے کہا کہ اے شمعونؑ خدا نے تم کو بہت قوت و طاقت دی ہے خدا کا نام لے کر کھڑے ہو جاؤ اور پھر اس ملعون کے مکان کا ستون پکڑ کر تمام حصار اور مکانوں کی بنیادوں کو کھود کر اسی دریا میں ڈال دیا اور اس طرح کیا کہ کوئی متنفس اور شہر کا نام و نشان باقی نہ رہا

اور پھر خدا کا شکر بجا لائے اور اپنے گھر پر جا کر اپنی بیوی کو مار ڈالنے کا قصد کیا خدا کے حکم سے حضرت جبرائیل آئے اور کہا کہ خدا تم کو فرماتا ہے کہ اپنی بیوی کو مت مارو اور کوئی اذیت بھی مت دو کیونکہ اس نے نادانی سے بادشاہ عموزیہ کی اصلاح سے تم کو باندھ کر اس کے حوالے کیا تھا چونکہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے تم اس کی یہ تقصیر معاف کرو اور اس کے ساتھ نیک سلوک کرو خدا مالک ہے۔ یہاں تک تو یہ واقعہ قصص الانبیاء میں حضرت شمعونؑ کا بیان کیا گیا ہے اور بعض تاریخ کی کتابوں میں اور بعض تفسیروں میں جیسے تفسیر مرادیہ اور جامع التواریخ میں شمعون کو نبی کر کے نہیں لکھا ہے بلکہ بلاد عرب میں بنی اسرائیل میں شمعون نام ایک عابد زاہد پارسا تھا اولاً اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت زور دیا تھا اور اس کی نیک کاری اور نیک نیتی کے سبب ثانیاً ایک ہزار مہینے کی عمر اس کو بخشی اور وہ ہزار مہینے تک روزے رکھتے تھے اور شب و روز عبادت کرتے تھے اور کافروں سے جہاد کرتے تھے اور وہ ہر وقت نیک کام کرتے تھے جو ثواب کا باعث ہوتے تھے ایک دن ان کی بیوی نے کافروں کی صلاح سے کافروں کے ہاتھوں سے ان کو مروا ڈالا جس کا ذکر تفسیر مرادیہ میں لکھا ہے میں اسی پر اس واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور بلطشا بنت حنا سے تھے۔ وہ بلطشا اور یا کی بی بی تھیں بعد شہید ہونے اوریا کے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے نکاح میں لے لیا تھا کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ اسی کے بطن سے ہیں اور یہ واقعہ جامع التواریخ میں مذکور ہے حضرت سلیمانؑ جب تخت سلطنت پر متمکن ہوئے اور اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھے اور انگشتری سلطنت کی انگلی میں رکھی اور پھر لوگوں سے کہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا الآیہ ترجمہ اور وارث ہوا سلیمان حضرت داؤد کا یعنی نبی اور بادشاہ ہوا اپنے باپ کی جگہ پر اور پھر حضرت سلیمانؑ نے کہا اے لوگو!

سکھلائی گئی ہیں بولیاں ہمیں ہر جانور کی اور دیئے گئے ہیں ہم ہر چیز سے یعنی جو چیز
دنیا میں درکار ہے وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو عنایت فرمائی ہیں بیشک بزرگی
ظاہر بھی عنایت فرمائی ہے جب سلیمان کا تخت نکلتا تھا اور ہوا پر چلتا تھا تو تمام
پرندے ہوا کے جھنڈ کے جھنڈ ان کے تخت پر آ کر پروں کا سایہ کرتے اور فوج انسانوں
کی داہنی طرف اور بائیں طرف ہوتی ہے اور تمام وحوش و طیور چپ و راست پس و پیش گردا
گرد حلقہ باندھ کر ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ وَحُشِرَ
لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ ترجمہ: اور اکٹھے
کئے گئے واسطے سلیمان کے لشکر جنوں اور انسانوں اور جانوروں سے پس وہ مثل مثل
کھڑے کیے جاتے ہیں بعض تفسیر میں یوں بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کا تخت وہ
جس پر سب لشکر چلتا تھا اور ہوا اس کو لے چلتی تھی۔ جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشا
فرمایا: وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ الآیۃ ترجمہ اور مسخر
کیا واسطے سلیمان کے ہوا کو صبح کی یعنی سیر و مسافت یمن سے شام کی ایک مہینہ کی
مسافت تھی۔ اور بہا دیا ہم نے اس کے واسطے ایک چشمہ پگھلے ہوئے تانبے کا اور
جنوں میں سے بھی لوگ خدمت کرتے تھے اور یہ سب پروردگار کے حکم سے ہوتا تھا
قرآن مجید کے ترجمہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ اللہ تعالیٰ نے
نکال دیا ملک یمن کی طرف اور اس تانبے کو سانچوں میں ڈال کر برتن اور بڑی بڑی دیگیں
بناتے تھے اور اس میں لشکر کے موافق کھانا وغیرہ پکتا اور پھر تقسیم کیا جاتا تھا اور فرما
اللہ تعالیٰ نے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ترجمہ: پھر
ہم نے تابع کی اس کے ہوا کو جو چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتا کہ
ہیں کہ جس جگہ مال دفینہ رہتا تھا زمین وہاں کی آواز دیتی تھی کہ لے سلیمان جو کچھ مال مجھ
ہے اٹھا لے جا اور اس کو اپنے کام میں لے لو حضرت سلیمان نے جنوں کو حکم دیا کہ زمین
دفینے سے موتی و جواہرات دریا و خشکی سے لا کر جمع کیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالشَّيٰطِينَ
كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ترجمہ: اور تابع کیے سلیمان کے شیطان ہر ایک عمارت بنانے

اور خوف دلانے والے کہتے ہیں کہ ساری دنیا میں جہاں معلوم کرتے کہ کوئی جن ستاتا ہے
آدمیوں کو تو حضرت سلیمان اس کو قید کر کے دریا میں ڈال دیتے تھے یا پھر اس کو زمین
میں دفن کر دیتے تھے اور بعض تواریخ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جن تو
اب تک قید میں ہیں۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک مکان نہایت عالیشان
پر تکلف ایسا بنوایا تھا کہ اس کا طول و عرض چھتیس کوس کا تھا۔ اور اس کی اینٹیں
سونے چاندی کی تھیں اور اس میں یاقوت و زمرد جڑے تھے اور اس میں تقریباً سات
سو بیویوں کے واسطے بنوائے تھے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان ہر شب
کو اپنی بیویوں اور حرموں کے پاس جاتے تھے اور پھر سب سے جماع بھی کرتے تھے
اور دوسری جانب ایک مکان نہایت عالی شان کے ساتھ ایک کوشک بھی بنوایا تھا۔
کہ درازی بھی اس کی تقریباً بارہ کوس کی تھی۔ ایک کوشک پر آپ کے تخت کا جلوس
تھا اور اس کا طول تین کوس کا تھا اور سب ہاتھی کے دانت کا تھا اور لعل و فیروزہ اور
زمرد اور مروارید سے مرصع تھا اور اس کے گرداگرد سونے کی اینٹیں لگی تھیں اور اس کے
چاروں طرف کونوں پر چاند کے درخت اور اس درخت کی ڈالیاں سونے کی اور پتے
اس کے زمرد سبز کے لگائے تھے اور جو لعل یاقوت سے بنائے گئے تھے اور
ہر ایک ڈالی پر ایک طوطی اور طاؤس بنا کر اس کے پیٹ کے اندر مشک وغیرہ بھرا
تھا اور خوشے مثل انگور کے تھے اور جو لعل و یاقوت سے بنائے گئے تھے اور
نیچے تخت کے داہنے اور بائیں ایک ہزار کرسی سونے کی لگائی گئی تھیں اس پر آدمی
بیٹھتے تھے اور ان کے پیچھے جن و انسانوں میں سے غلام کھڑے کئے گئے تھے
حضرت سلیمان تاج شاہی سر پر رکھ کر جب تخت پر پاؤں رکھتے تو ان کی ہیبت
سے تخت اس وقت حرکت میں آجاتا تھا اور طوطی اور طاؤس بھی بحکم خدا اپنے اپنے
پروں کو پھیلا دیتے تھے اور پھر اس سے بوئے مشک وغیرہ نکلتی تھی اور حضرت سلیمان اس
تخت پر بیٹھ کر توراۃ پڑھتے تھے اور پھر خدا کی مخلوق پر حکمرانی کرتے تھے اور ہر ایک کی

بولی کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے اور تاج شاہی جب سر پر اپنے رکھتے تھے تو تمام پرندے
ہوا کے تخت کے اوپر معلق ہو کر ان کے سر پر سایہ کرتے تھے اور جنوں کو حکم فرماتے تھے
کہ وہ اپنی بساط کے مطابق فرش زر لبفت کا بچھا دیں اور اس کے کنارے کنارے نہریں
جاری تھیں اور تخت گاہ کے مکان میں کئی محرابیں تھیں اور سب عابد اس میں عبادت کیا
کرتے تھے اور ابر کو حکم کیا کرتے تھے کہ پانی بھر بھر کر دی جاویں اور ان کے باورچی خانے
میں ہر روز کافی تعداد میں کھانا پکایا جاتا تھا۔ باوجود اس کے حضرت سلیمان اپنے باورچی
خانے سے کچھ نہیں کھاتے تھے بلکہ وہ کھانا تمام کا تمام لوگوں کو تقسیم کر دیا جاتا تھا
اور خود حضرت سلیمان اپنے ہاتھ سے زنبیل سیتے اور پھر اس کو بیچتے تھے اور اپنے
ہاتھوں سے جو کو پیس کر آٹا بناتے اور پھر اس کی روٹی پکاتے اور ہر شام کو بیت المقدس
جا کر مسلمان روزہ دار اور درویش غریب کو ساتھ لے کر کھاتے تھے اور خدا کا
شکر ادا کرتے تھے اور ہر وقت خداوند قدوس سے مناجات کرتے رہتے تھے اور
کہتے تھے کہ یا الٰہی میں درویشوں کے ساتھ بھی شامل ہوں اور بادشاہوں کے
ساتھ بھی بادشاہوں اور پیغمبروں میں بھی ایک پیغمبر ہوں، اے میرے مالک میں تیری
نعمتوں کا کہاں تک شکر ادا کروں اس کی ادائیگی کی مجھ میں طاقت نہیں۔ فقط

ضیافت کرنا حضرت سلیمانؑ کا تمام مخلوقات کو

حضرت ابن منبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کو مشرق و مغرب اور سارے
جہان کی سلطنت ملی تو انہوں نے جناب باری میں عرض کی یا الٰہی مجھ کو آرزو ہے کہ
ایک دن سارے عالم کی مخلوقات کی جو کہ تیری آفریدہ ہے خشکی و تری میں انسانوں میں اور
جنوں میں وحوش و طیور میں یہاں تک کہ چیونٹی، مکھی اور کیڑے مکوڑے الغرض جتنے بھی
ذی روح ہیں سب کی ضیافت کروں غیب سے ندا آئی اے سلیمان میں سب کی روزی پہنچاتا
ہوں میری موجودات مخلوقات بے انتہا ہے اس لیے سب کو تم کو نہیں کھلا سکتے یہ سن کر حضرت
سلیمان بولے خداوندا تو نے مجھ کو بہت نعمت دی ہے تیری عنایت تو سب کو ہے اگر تیرا

ہو تو میں سب کا طعام تیار کروں، جناب باری تعالیٰ کا حکم ہوا کہ دریا کے کنارے ایک مکان نہایت عالیشان بنواؤ اور اس کو نہایت کشادہ رکھو تا کہ جس مخلوق کو دعوت دو اس میں آسانی سے آسکے اس مکان کی تیاری میں تقریباً ایک سال اور آٹھ مہینے صرف ہوئے اور مشرق و مغرب سارے جہان سے اس بڑے مکان کے میدان میں کھانے پینے کا سامان واسباب مہیا کیا اور بہت کثیر تعداد میں دیگیں لمبی چوڑی اور ایک لگن مثل تالاب کے جنوں نے تیار کی۔ اور یہ واقعات مختلف تواریخ سے لکھے گئے ہیں اور جامع التواریخ میں لکھا ہے کہ دو ہزار سات دیگیں پکوائی گئیں تھیں اور ہر ایک بڑی کافی لمبی چوڑی تھی مثل تالاب کے جنوں نے تیار کی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ

ترجمہ: یعنی بناتے تھے حضرت سلیمان کے واسطے جو کچھ چاہتا تھا قلعوں سے اور ان ہتھیاروں سے اور لگن مانند تالابوں کے اور دیگیں ایک جگہ پر دھری رہنے والی ایک حوالہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دعوت میں اس وقت بائیس ہزار گائیں ذبح ہوئی تھیں اور باقی اشیاء ضیافت کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے اور یہ جامع التواریخ سے لکھا گیا ہے۔ چنانچہ جب کھانا تیار ہوا جن وانس اور حیوانات سب کو اس بڑے وسیع مکان کے میدان میں بٹھایا گیا اور پھر ہوا کو حکم کیا کہ وہ بساطِ تخت سلیمان کا دریا کے اوپر ہوا پر معلق رکھے تاکہ اس کو ہر متنفس اپنی نظر سے دیکھے منجملہ ان تمام مخلوق کے وقت ایک مچھلی نے دریا سے باہر نکل کر حضرت سلیمانؑ سے عرض کی اے حضرت خداوند قدوس نے مجھ کو آپ کی دعوت میں بھیجا ہے اور ہم کو یہ بھی ہوا ہے کہ آپ نے آج تمام مخلوقات کے واسطے کھانا تیار کیا ہے اور میں اس وقت بہت بھوکی ہوں، لہذا آپ مجھ کو پہلے کھلا دیجئے یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے اس مچھلی سے کہا کہ تم ذرا صبر کرو اور سب کو آلینے دو ان کے ساتھ جتنا کھانا چاہو کھا لینا۔ خوب آسودہ ہو کر کھانا اچھی طرح کھانا۔ مچھلی بولی کہ حضرت میں تو اتنی دیر نہ ٹھہر سکوں گی کہ میں سب کا انتظار کروں۔ یہ سنتے ہی حضرت سلیمانؑ نے اس سے کہا کہ

اگر تم نہیں ٹھہر سکو گی تو پھر تم کھانا کھا لو اور تمہارا جتنا جی چاہے کھالو یہ سنتے ہی مچھلی نے
اس میدان میں کچھ کھانا تیار ہوا تھا وہ سارا کھانا اپنے ہی ایک لقمے میں سب کھانا کھا کر
اور کھانا مانگنے لگی اے حضرت سلیمان مجھ کو تو اور کھانا چاہیئے یہ دیکھ کر حضرت سلیمان بہت
ہی متعجب ہوئے اور اس سے کہا اے مچھلی میں نے تو تمام مخلوقات کے واسطے یہ کھانا
تیار کیا تھا تو سب کھا گئی اور تیرا اس سے پیٹ بھی نہ بھرا اور پھر تو اور بھی کھانا مانگتی
ہے۔ مچھلی نے کہا اے حضرت ہر روز مجھ کو تین لقمے کھانا چاہیئے اور جو تم نے تیار کیا
تھا یہ تو میرا ہی ایک لقمہ ہوا اس کے علاوہ مجھے ابھی دو لقمے اور بھی درکار ہیں کہیں
تب میرا پیٹ بھرے گا اور میں تو آج آپ کی مہمانی میں بھوکی رہی ہی اگر تم اسی طرح اور لوگوں
کو کھانا دے نہ سکو گے تو آپ نے ناحق لوگوں کو بلوایا اور لوگ آپ سے خفا ہو کر جائیں
گے حضرت سلیمان مچھلی کی یہ باتیں سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور بیہوشی طاری ہو گئی اور
کچھ عرصہ کے بعد ان کو ہوش آیا اور اپنا سر سجدے میں رکھ کر درگاہ الٰہی میں مناجات کر کے
رونے لگے اور کہنے لگے کہ الٰہی میں نے بہت ہی قصور کیا اور نادانی کی تیری درگاہ میں میں
اس بات سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرتا ہوں بس روزی دینے والا مجھ کو اور سارے جہان کو
تو ہی ہے اور میں نادان و مسکین ہوں اور تو ہی دانا ہے ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسدن
تمام خلائق جو موجود تھی بھوکی رہی اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مچھلی وہی تھی کہ ہفت
طبق زمین جس کی پشت پر اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور اس دن زمین کو اللہ تعالیٰ نے ہوا پر معلق
رکھا تھا اور بعضوں نے روایت کی ہے کہ دریا کی مچھلیاں آکر اسدن سب کھانا کھا گئی تھی
اور اکثر علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دریائی جانور بھیجا تھا اس نے ایک لقمہ میں سب کھانا
کھا لیا تھا کہ قدرت اور عجز دکھلانا ئی حضرت سلیمان کی خلائق کو دکھا دے۔ واللہ اعلم

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملاقات چیونٹیوں کے بادشاہ کے ساتھ

ایک روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان اپنے شاہی تخت پر بیٹھے ہوا پر جا رہے تھے جو تخت
جنوں نے بنایا تھا حضرت سلیمان کے واسطے اور ان کے ایک ہزار سرکاری ملازمین بھی ان

کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے تھے اور ان میں ایک وزیر اعظم بھی تھا جس کا نام آصف جاہ تھا۔ وہ سب کے سب جن وانس گرداگرد تخت شاہی کے مؤدب کھڑے تھے اور ہوا پر اڑنے والے ان کے سر پر اپنے پروں سے سایہ ڈالے ہوئے تھے اس میں فرشتوں کی تسبیح کی آواز حضرت سلیمان کے کان میں آئی! اور وہ یہ کہتے تھے اے رب تو نے حضرت سلیمان کو جیسا کہ ملک وحشم دیا ایسا کسی جن وبشر کو نہیں دیا۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! میں نے سلیمان کو ہفت اقلیم کی بادشاہی عنایت کی ہے اور اس کو نبوت سے سرفراز کیا ہے لیکن ان کو غرور وتکبر بالکل نہیں ہے اور ان کو ذرا بھی کبر ہوتا تو میں ان کو ہوا پر لے جا کر زمین پر ڈال دیتا اور پھر ان کو نیست نابود کر ڈالتا پس یہ کلام حضرت سلیمانؑ نے سنا اور پھر خدا کے دربار میں سجدہ بجا لائے اور ہوا نے ان کے تخت کو زمین پر لے جا کر رکھا۔ جہاں کہ چیونٹیوں کی بستی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ الآیہ ترجمہ: یہاں تک کہ جب پہنچے سلیمان چیونٹیوں کے میدان پر کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں تاکہ نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کا لشکر اور پھر ان کو خبر بھی نہ ہو پس شاہ مور سے یہ بات حضرت سلیمانؑ نے سن کر مسکرا کر کہا کہ یہ بھی رعیت پر شفقت اور مہربانی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۙ ترجمہ پس مسکرائے حضرت سلیمان چیونٹی کی بات پر پھر انہوں نے شاہ مور کو پکڑ کر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر پوچھا اے شاہ مور تم نے اپنے لشکر کو کیوں کہا کہ سلیمان آتا ہے اپنے اپنے غاروں میں گھس جاؤ تم نے مجھ سے کیا ظلم دیکھا اس بات کو سن کر چیونٹی نے کہا اے نبی اللہ ہم نے آپ اور آپ کے لشکروں سے کچھ ظلم نہیں دیکھا مگر اس واسطے کہ سہواً آپ کے لشکر والوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے تلے ہم سب آجائیں اور وہ ٹاپیں ہم کو ہلاک کر ڈالیں یہ کام ہم نے تو حفظ ماتقدم کے واسطے کیا تھا اس واسطے ہم نے یہ بات کہی تھی کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جائیں اور ہلاک ہونے سے بچ جائیں یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم ایسی ہی شفقتیں ان پر ہمیشہ کیا کرتے ہو وہ بولا جی ہاں حضرت جی ان کی خوشی سے میری

خوشی ہے اور ان کی غمی سے مجھ کو غم ہوتا ہے۔ اور ان کی غمخواری مجھ پر واجب ہے اللہ نے اسی واسطے مجھ کو ان پر بادشاہ بنایا ہے اگر ایک چیونٹی بھی کسی زمین کے حصہ پر جلے تو میں اس کو وہاں سے اٹھا کر اس کے مسکن پر پہنچا تا ہوں حضرت سلیمان نے اس سے پوچھا مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ ہر وقت کتنی چیونٹیاں رہتی ہیں کہا اس نے کہ ہمارے ساتھ تقریباً چالیس ہزار چیونٹیاں رہتی ہیں پھر اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اس سے پوچھا کہ سلطنت تیری بہتر ہے یا میری اس وقت چیونٹی نے کہا کہ میری بادشاہی بہتر ہے تمہاری بادشاہی سے کیونکہ ہوا اٹھاتی ہے تمہارے تخت شاہی کو اور تخت شاہی اٹھاتا ہے تم کو اور تم اس پر بیٹھے ہو یہ کتنا بڑا تکلف ہے تمہاری بادشاہی میں اس بات کو سن کر حضرت سلیمانؑ ہنس کر اس چیونٹی سے کہنے لگے کہ تم کس طرح جانتی ہو اور تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے شاہ مور نے کہا اے سلیمان اللہ نے صرف تم کو عقل عنایت فرمائی ہے اور وہ عقل صرف تم کو ہی نہیں دی ہے یعنی ہم جیسے ناتوان کو بھی عنایت فرمائی ہے اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں چند مسائل آپ سے دریافت کروں تب حضرت سلیمان نے فرمایا کہ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ تب شاہ مور نے کہا کہ تم نے خداوند قدوس سے سوال کیا تھا، قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝

ترجمہ:۔ کہا اے پروردگار مغفرت کر میری اور بخش مجھ کو ایسا ملک کہ نہ لائق ہو کسی کو میرے پیچھے تو ہے سب سے زیادہ بخشنے والا۔ تمہارے اس سوال سے حسد کی بو آتی ہے اور پیغمبروں کو یہ حسد نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ ان کی شان کے خلاف ہے اور یہ اچھی طرح سے معلوم ہے کہ خداوند قدوس سارے جہان کا مالک ہے وہ جسے چاہے بادشاہی دے اور جسے چاہے نہ دے اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ اے پروردگار میرے سوا کسی کو بادشاہی دیجیو اور یہ کہنا پیغمبروں کی شان سے بعید ہے چیونٹی کی یہ باتیں سن کر حضرت سلیمان کچھ خفا ہوئے اسی وقت چیونٹی بول اٹھی اے حضرت سلیمان ٹھیک بات ہے اس سے آپ کو بیزار نہ ہونا چاہیئے اور میں پھر آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں آپ اس کا جواب دیجئے خدا نے جو انگشتری آپ کو دی ہے اس کا کیا راز ہے حضرت سلیمان نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا بھید ہے

تم ہی بتاؤ کہ کیا بھید ہے پھر اس نے کہا کہ خدا نے تم کو سلطنت دی ہے قاف سے قاف تک وہ سب ایک نگینہ کی قیمت ہے تاکہ تجھ کو معلوم ہو کہ دنیا کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور ہوا کو اللہ نے تمہارے حکم کے تابع کیا ہے اس میں کیا بھید ہے آپکو اس کا بھید معلوم ہے یہ بات بھی سن کر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ مجھے اس کا بھید معلوم نہیں ہے اس نے کہا کہ تم کو آگاہ کیا ہے کہ اس بات سے کہ بعد تمہیں دنیا ہوا جیسی معلوم ہوگی۔ پس حضرت سلیمانؑ اس بات کو سن کر بہت روئے اور پھر فرمایا کہ تم نے سچ کہا کہ دنیا مثل ہوا کے ہے پھر چیونٹی نے کہا کہ...... کیا تم جانتے ہو کہ سلیمان کے کیا معنی ہیں پھر حضرت سلیمان نے کہا میں اس کے معنی بھی نہیں جانتا وہ چیونٹی بولی اس کے معنی یہ ہیں کہ تو دنیا کی زندگی میں اپنا دل مت لگا ہر ساعت موت کے قریب ہے حضرت سلیمان نے چیونٹی سے کہا کہ تو بڑی دانا و عقلمند ہے مجھ کو کچھ نصیحت کر اور مجھے نیکو کار بنا چیونٹی نے کہا کہ تم کو اللہ نے نبوت عطا کی ہے اور جہاں کی بادشاہت بھی دی ہے کہ تم رعیتوں کی نگہبانی کرو اور اپنے عدل و انصاف سے رعیت کو شاد رکھو اور ظالم سے مظلوم کی داد لوا اور میں تو بیچاری ضعیف و مسکین ہوں اپنی رعیتوں کی ہر روز خبر لیتی ہوں اور ان کا بار اٹھاتی ہوں کہ کوئی بھی کسی پر ظلم نہ کر سکے پس حضرت سلیمان نے بادشاہ مور سے یہ بات سن کر وہاں سے مراجعت کرنا چاہی۔ شاہ مور نے کہا اے حضرت سلیمان بغیر کچھ کھائے ہوئے آپ کو یہاں سے تشریف لے جانا بے مناسب ہے اور جو کچھ اللہ نے ہم کو روزی دی ہے اس میں سے آپ کچھ تناول فرما کر جائیے یہ سن کر حضرت سلیمان نے کہا بہت اچھا تب شاہ مور نے جا کر ایک ران ٹڈی کی حضرت سلیمان کے واسطے لا کر رکھی یہ دیکھ کر حضرت سلیمان ہنس کر بولے اے شاہ مور مجھ کو میرے لشکر سمیت ایک ران ٹڈی کی کیا ہوگی اس نے کہا حضرت اس ایک ران کو آپ کم نہ سمجھئے اور اللہ کی قدرت کو دیکھئے اور اس میں بہت برکت ہے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان معہ اپنے لشکر کے ایک ران کو کھا کر آسودہ ہو گئے اور پھر بھی اس میں سے کچھ باقی رہی۔ حضرت سلیمان یہ حال دیکھ کر بہت ہی متعجب ہوئے اور پھر سجدے میں گر کر کہا اے پروردگار تیری قدرت بے انتہا ہے اور تو ہی بیشک عظمت و بزرگی کے لائق ہے ؎

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ   تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

بیان حضرت سلیمانؑ کا اور خبر لانا ہُدہُد کا بلقیس کے شہر سبا سے

روایت ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت شاہی پہ بیٹھے ہوئے ہوا پر پرواز کر رہے تھے اور تمام جن وانس ان کی بساط پر حاضر تھے اور پرندے سب اپنے پروں سے ان کے سر پر سایہ ڈالے ہوئے تھے یکایک حضرت سلیمان علیہ السلام کو گرمی آفتاب معلوم ہوئی جب انہوں نے اوپر کی طرف دیکھا اور بہت عمیق نظر کی تو سب پرندوں کو دیکھا کہ حاضر ہیں مگر ہُدہُد کو نہ دیکھا اسی وقت آپ نے فرمایا قولہ تعالیٰ: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ ترجمہ: اور خبر لی حضرت سلیمان نے اڑتے ہوئے جانوروں کی پس کہا کیا ہے مجھ کو کہ نہیں دیکھتا ہوں میں ہُدہُد پرندے کو یا وہ مجھ سے غائب ہو گیا ہے اگر اس نے کیا ہے تو البتہ عذاب کروں گا میں اس کو عذاب سخت یا ذبح کروں گا میں اس کو یا پھر لاویگا میرے پاس کوئی دلیل ظاہر بس اسی وقت عقاب کو بھیجا برائے تلاش ہُدہُد کے عقاب نے فوراً ہی ہُدہُد کو لا کر حاضر کر دیا تو اس وقت حضرت سلیمان نے اس ہدہد سے پوچھا کہ تو کہاں گیا ہوا تھا اس کے جواب میں ہدہد نے کہا کہ ایک خوشخبری لایا ہوں آپ کے لیے شہر سبا سے قولہ تعالیٰ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ الایہ ترجمہ: بولا ہدہد میں ایک چیز کی خبر لایا ہوں۔ اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ سبا ایک قوم تھی اور ان کا ایک وطن سرزمین عرب میں یمن کی طرف تھا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سبا ایک شہر کا نام ہے۔ بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا کہ تو وہاں سے کیا خبر لے کر آیا ہے اور تو وہاں کس طرح گیا اس کو بھی اچھی طرح سے بیان کر۔ یہ بات سنکر ہدہد نے کہا کہ اے نبی اللہ فلانے وقت جب آپ تخت سے نیچے اترے تھے اس وقت میں نے ہوا پر اڑ کر دیکھا کہ میرا ہم جنس ایک ہُدہُد دیوار باغ کے اوپر بیٹھا تھا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ملک شام سے آیا ہوں اور میرے آقا حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ وہ بولا کہ حضرت سلیمان کون ہیں۔ میں نے کہا وہ اس وقت بادشاہ ہیں۔ جن وانس و وحوش وطیور اور جمیع مخلوقات کے اور پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ وہ بولا میں تو اس شہر کا رہنے والا ہوں۔ پھر میں نے اس سے

کہا کہ اس شہر کا نام کیا ہے وہ بولا کہ اس شہر کا نام سبا ہے پھر میں نے اس سے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اس شہر کا بادشاہ کون ہے۔ وہ بولا کہ اس شہر کا بادشاہ بلقیس نام کی ایک عورت ہے اور وہی اس ملک کی ملکہ ہے اور اس کے تابع بارہ ہزار سردار قوم اور ہر سردار کے تابع ایک لاکھ سوار و پیادہ ہر وقت رہتے ہیں اور تو میرے ساتھ چل میں تجھ کو وہ سب دکھاتا ہوں تب اس سے میں نے کہا کہ بہت دیر ہوئی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے آیا ہوں کبھی بادشاہ کو یا لشکر کو پانی کی تلاش ہو تو اس وقت وہ مجھے تلاش کریں گے اور میں اس وقت حاضر نہ ہوگا تو پھر مجھ کو سخت سزا دیں گے کیوں کہ میں پانی کے واسطے مقرر ہوں۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بصارت دی تھی کہ جس زمین میں پانی ہوتا یا نہ ہوتا وہ دُور دور تک دیکھ کر بتا دیتا تھا اور جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شاہی جاتا وہاں ہدہد کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور پھر اس کو پانی کے واسطے بھی بھیجتے تھے۔ جہاں وہ نشان دیتا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جنوں کو بھیج کر تالاب و کنواں کھدوا کر وہاں سے پانی منگواتے تھے۔ الغرض اُس ہدہد نے کہا کہ میرے ساتھ چلو اور وہاں چل کر بلقیس دختر شراحیل کو دیکھو کہ اس کی شان و شوکت کیسی ہے اور اس کے حسن و اخلاق کو دیکھ کر خوش ہو جاؤ گے پھر میں اس کے کہنے سے اس جگہ پر گیا اور شہر سبا میں بلقیس کو دیکھا ایک تخت عظیم ہے کہ طول و عرض اس کا تیس گز ہے اور تمام جواہرات سے مرصع اور چاروں پائے اس کے یاقوت سرخ اور زبرجد اور زمرد اور لعل کے ہیں اس پر وہ بیٹھی ہے اور وہ بے دین ہے اور وہ آفتاب پرست ہے اور وہ اپنا شوہر بھی کوئی نہیں رکھتی حضرت سلیمان نے کہا تو نے جو کہا مجھ کو معلوم ہوا لیکن تو نے کیوں کر جانا کہ وہ بے دین ہے! اس نے جواب میں کہا، قولہ تعالیٰ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ الآیۃ ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہدہد بولا میں نے پایا ایک عورت بادشاہی کرتی اپنی قوم کی اور اس کو ہر چیز عنایت کی گئی ہے یعنی مال و اسباب حسن و جمال اور اس کا ایک تخت شاہی بہت بڑا ہے اور میں نے وہاں یہ بھی دیکھا کہ اس کی قوم اس کو

سجدہ کرتی ہے اور وہ سب کے سب سورج کو سجدہ کرتے تھے اور اسی کو خدا مانتے تھے اور حقیقی معبود کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اے نبی اللہ کے مجھ کو آپ خلعت عطا فرمائیے کہ میرے پاس آپ کا کچھ نشان باقی رہے اور پھر میرے بعد میرے فرزند بھی آپ کو یاد کرتے رہیں۔ یہ سُنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس ہُدہُد سے کہا قولہ تعالیٰ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ؕ ترجمہ: کیا ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہ سُنکر ہُدہُد بولا اے نبی اللہ آپ سے جھوٹ نہیں کہتا ہوں اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہدہد کے سر پہ جو تاج ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دی ہوئی نشانی ہے اور یہ ہُدہُد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا اس سے بہتر خلعت چاہتا ہوں آپ سے کہ جس میں میری اولاد کی بہتری ہو۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کار قصاص کا تجھ کو اور تیری اولاد کو میں نے دیا اور تو بلقیس کے پاس میرا خط لے کر جا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ الایۃ۔ ترجمہ: اور کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہ میرا خط لے جا اور وہ خط لے جا کر اس کی طرف ڈال دو اور پھر اس کے پاس سے چلے آؤ اور دیکھو وہ کیا جواب دیتی ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط لکھا سر بمہر سلیمانی کر کے اس ہُدہُد کے حوالے کیا اور وہ خط ہُدہُد اپنی چونچ میں لے کر شہر سبا میں بلقیس کے در پہ جا پہنچا اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مکان سے بلقیس کے مکان تک دس کوس کا فاصلہ تھا اور ہفت در قصر معلیٰ بلقیس کا بند پائے لیکن اس کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اس کے اندر جا کر دیکھا تو بلقیس کو سوتا ہوا پایا اور اس خط کو بلقیس کی چھاتی پہ رکھ کر چپکے سے باہر نکل آیا۔ جب بلقیس بیدار ہوئی تو وہ مختوم سر بمہر سلیمانی کو اپنی چھاتی پہ پایا اور اس نے اس کے لانے والے کو معلوم نہ کیا اور اپنے دل میں کچھ خوف زدہ سی ہوگئی۔ اور پھر اس نے اپنے کارپردازوں کو بلا کر ان سے پوچھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ۝ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ الخ ترجمہ: اور کہنے لگی بلقیس اے درباریو! مجھے یہ بتاؤ کہ میرے پاس یہ خط کس طرح ڈال دیا گیا ہے اور وہ خط بڑی عزت و

عظمت کا ہے اور ہے وہ حضرت سلیمان کی طرف سے اور اس خط کو شروع بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے کیا گیا ہے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا اور اس میں یہ لکھا ہے تم اپنی سلطنت پر زور مت دکھاؤ اور میرے پاس مسلمان ہو کر چلی آؤ۔ بلقیس نے خط پا کر اس کو بڑی تعظیم و تکریم سے پڑھا اور اللہ کی مہربانی سے وہ دولت اسلام سے مشرف ہو گئی اور تقدیر الٰہی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجیت میں داخل ہوئی اور خط کا مضمون دریافت کر کے کہنے لگی اپنے ملازموں سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ: قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۔ الآیۃ: کہا انہوں نے ہم صاحب قوت اور صاحب جنگ ہیں اور یہ کام تیرے اختیار میں ہے سو تو دیکھ لے جو حکم کرے یہ سنکر بلقیس نے کہا کہ مجھ کو تو حضرت سلیمان علیہ السلام اسلام کی دعوت دیتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ تم آفتاب پرستی چھوڑ دو۔ اور اسلام میں پورے طریقے سے داخل ہو جاؤ۔ اگر میں ان کی یہ بات نہ مانوں گی تو وہ میری سلطنت کو برباد کر دیں گے چنانچہ قولہ تعالیٰ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا الآیۃ ترجمہ: کہا بلقیس نے تحقیق بادشاہ جس وقت کسی بستی یا ملک میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اس بستی کو خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے سرداروں کو بے عزت کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح سے اگر وہ ہمارے ملک میں داخل ہوئے تو پورے ملک کو خراب کریں گے اور پھر بلقیس کہنے لگیں قولہ تعالیٰ وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ: ترجمہ: تحقیق میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف ہدیہ کو پھر میں دیکھتی ہوں کہ آئندہ وہ کس چیز کے ساتھ واپس آتا ہے۔ اور اگر سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں تو پھر ان کے ساتھ کسی طرح مناسب نہیں ہے چنانچہ میں ہدیہ بھیج کر ان کی آزمائش کرتی ہوں۔ کیونکہ اگر وہ پیغمبر اللہ کے ہوں گے تو وہ ہدیہ نہیں لیں گے اور بغیر اسلام کے . . . . . . وہ کسی طرح سے راضی نہ ہوں گے بلقیس کے وزیر نے کہا اے بلقیس تمہاری جو مرضی میں آوے وہ کر دیں بلقیس نے قسم قسم کے ہدیے اور تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کے

پاس ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجے، حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھے اور ایک
ہزار وزیر ان کے چاندی کی کرسیوں پر ان کی ملازمت میں بیٹھے تھے تو اور جن
اُن کے گرد بیٹھے تھے۔ ہم نے جلدی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر پہنچائی کہ
آپ کو بلقیس نے بہت سے ہدیے اور تحائف اور سات اینٹیں سونے کی اور چاندی
کی اور سات پردے زربفت کے حضور کے پاس بطور ہدیہ و تحائف ارسال کیے
ہیں یہ چیزیں دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ بادشاہی
دروازے کے سامنے میدان کی دیوار سے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے جو بنی ہے
وہاں سے سات اینٹیں سونے کی اور سات اینٹیں چاندی کی اور سات پردے
زربفت کے لے آؤ جب ان قاصدوں نے شاہی میدان کو دیکھا اور اس دیوار کے
قریب آئے تو وہ قاصد یہ شان و شوکت اور حشمت و عظمت کو دیکھ کر بھونچکا رہ گئے
اور سمجھ گئے کہ یہ ہم چند طشت سونے کی حضرت سلیمان کی نذر کیوں کر کریں اور ہم
دیکھتے ہیں کہ تمام در و دیوار ان کی شاہی بارگاہ کے میدان سونے اور چاندی کے
ہیں اور ہماری یہ چودہ اینٹیں حضرت سلیمان کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں۔
اور جس دیوار سے وہ چودہ اینٹیں سونے و چاندی کی اور سات پردے زربفت
کے کھلوا کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے منگوا لیے تھے۔ جب اس جگہ پر بلقیس کے
بھیجے ہوئے قاصد وہاں پہنچے تو انہوں نے وہ دیکھ کر کہا کہ شاید ہم کو چور ٹھہرا کے
پکڑنے کے لیے یہاں سے اینٹیں نکال کر فریب کیا ہے۔ غرض بلقیس کے قاصد نے
حضرت سلیمان کے پاس آ کر وہ تمام تحفے و تحائف ان کی خدمت میں پیش کر دیے
اور پھر شرطیں خدمت کی بجا لائے چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا جَآءَ
سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ۔ الایۃ۔ ترجمہ: پس جب آیا حضرت سلیمان
کے پاس بلقیس کا قاصد تو اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ
تم کیا مدد دیتے ہو میرے لیے اپنے مال سے پس جو کچھ مجھ کو دیا ہے اللہ تعالیٰ
نے وہ بہتر ہے اس چیز سے کہ دیا ہے تم کو اور جاؤ تم اپنے اس تحفے سے خوش رہو

اور ان کو یہ تحفے واپس کر دو پھر تم لوگ ان کے پاس چلے جاؤ اور اب ہم بھیجتے ہیں ان لشکروں کو کہ جن کا وہ سامنا نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو اب نکال دیں گے بے عزت کر کے اس شہر سے پس وہ ذلیل ہو جائیں گے یہ خبر لے کر بلقیس کے قاصد فوراً واپس ہو لیے اور وہاں پہنچ کر بلقیس سے کہا کہ وہ صاحب حشمت و عظمت اور نبوت سے سرفراز ہیں۔ یہ سنکر وہ بولی کہ وہ بیشک نبی ہوں گے اور ان سے کہو کہ اپنی نبوت کا کچھ معجزہ دکھا دیں کیوں کہ اصل دلیل پیغمبری کی معجزہ ہوا کرتی ہے چنانچہ وہ ہم کو اپنا معجزہ دکھا دیں تب ہم سب ان پر ایمان لے آدیں گے ادھر بلقیس نے ایک سو لونڈی غلام سب کو ایک ہی صورت کے لباس پہنا کر اور ٹکڑا یاقوت ناسفتہ ڈبیہ میں رکھ کر اور چند مادیاں اسپ ساتھ کرہ[1] کے ملا کر اور ایک شیشہ خالی واسطے امتحان وانیانہ کے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اپنے قاصدوں کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ تم جاؤ اور یہ سب کچھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچاؤ اور پھر ان سے کہو کہ آپ ان سب غلام اور لونڈیوں میں امتیاز کر دیں اور اس یاقوت ناسفتہ کو سفتہ کر دیں بغیر آہن اور الماس کے اور اسپ اور مادیاں کرہ سے جدا کر دیں اور یہ شیشہ بھی پانی سے بھر دیں اور نہ وہ پانی آسمان سے برسا ہو۔ اور نہ وہ زمین سے نکلا ہو۔ اور پھر وہاں سے جلد چلے آؤ میرے پاس اس بات کی خبر لے کر چنانچہ قاصدوں نے وہ سب لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو پہنچا دیا۔ اور وہ شرطیں جو بلقیس نے چلتے وقت کہی تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیان کر دیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا سیلابی آفتابہ لا کر پہلے لونڈی اور غلام کے ہاتھ دھلائے۔ لونڈیوں نے اپنا کف دست دھویا وہ لونڈیاں تھیں اور جنہوں نے سرانگشت دھویا وہ سب کے سب غلام تھے۔ اور عورت و مرد میں یہی عادت ہے اور دوسرا اعجاز یہ کہ یاقوت چھیدار نے کو کیڑے کو حکم کیا۔ چنانچہ کیڑے نے فوراً چھیدا۔ اور تیسرا اعجاز یہ کہ اسپ مادیاں اور کرہ کو پس و پیش بند ھوا کر سامنے دانہ گھاس دیا۔ ان میں سے بعضوں

[1] ساتھ تشدید رے کے گھوڑے کے بچے کو کہتے ہیں ۱۲۔

نے دانے پر جلدی سر بڑھایا اور بعضوں نے پیچھے پس اسی سے حضرت نے دریافت کیا اور فرمایا کہ جن گھوڑوں نے جلدی سے اپنا منہ دانے پر بڑھایا سو وہ مادیاں گندمیں اور جن گھوڑوں نے تاخیر کی کھانے میں وہ نا گندہ ہیں۔ اس کے بعد حکم کیا کہ اپنے گھوڑوں کو دوڑاؤ اور ان کے پسینہ سے شیشہ بھرا۔ غرض حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے سوالات ناشائستہ کو بطریق شائستہ حل کر کے اور اس کے قاصدوں کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

پس قاصدوں نے بلقیس سے جا کر یہ معجزات اور کرامتیں بالشرح بیان کیں بلقیس نے یہ سن کر اپنے ارکان دولت سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں حضرت سلیمان کے پاس جاؤں اور ان کی اطاعت قبول کروں۔ یہ کہہ کر بلقیس نے اسباب سفر کا تیار کرایا اپنے ساتھ لونڈی و غلام اور بہت سا لشکر بھی اپنے ساتھ لیا اور تخت و دولت کو ہفت خانے پر رکھ کر ہفت در بند کر کے کنجیاں اپنے ساتھ لے لیں۔ اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ معتمد الیہ کے سپرد کر دیں اور پھر اس سے کہا کہ تخت جڑاؤ اور دولت پہ بدار سلطنت ہے اچھی طرح سے حفاظت میں رکھنا یہ کہہ کر حضرت سلیمان کی خدمت میں جانے کا قصد و عزم کیا چنانچہ ہوا نے جلدی سے آکر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی کہ بلقیس ملکہ شہر سبا سے عنقریب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے والی ہیں اور ہوا سے بھی پہلے جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے آکر کہا۔ اور کچھ مذمومیت بھی بلقیس کی بیان کی تھی کہ اس کی ساق پر بال بہت ہیں اور وہ کچھ کم عقل بھی ہے کیونکہ ان کی ماں جنوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اور بہ نسبت انسان کے جن کم عقل ہوتے ہیں پس جن یہ بات حضرت سلیمان سے کہہ کر بعد میں بہت ڈرے کہ اگر ہماری بات جھوٹ ہوگی تو ہم کو ضرور سزا ملے گی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان باتوں کو آزمائش کرنے کے لیے بلقیس کی آمد کی راہ پر اپنے تخت گاہ کے سامنے حوض بنوا کر اس پر ایک پل شیشے کا تیار کیا۔ اور اس حوض میں مچھلی و مرغابی بھی چھوڑ دیں اور وہ پل ایسا تھا کہ اوپر ظاہر معلوم ہوا اور بلقیس اس کے اوپر سے آوے گی تو یقین ہے کہ پانی ہی کے دھوکے سے پنڈلیوں کے کپڑے اٹھائے گی۔ تو پنڈلیوں کے بال ظاہر ہو جائیں گے، یہ ہی حکمت اس کی آمد پہ کی گئی قولہ تعالیٰ: قَالَ

یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا الایۃ: ترجمہ: اور کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اے دربار والو! تم میں کوئی ہے کہ لے آوے میرے پاس تخت بلقیس کا پہلے اس سے کہ وہ آوے میرے پاس مسلمان ہو کر۔ کہا ایک جن نے جنوں میں سے کہ میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ تم اٹھو اپنی جگہ سے اور تحقیق میں البتہ اس پر زور آور ہوں بامنت اور باامانت اس واسطے کہا کہ اس کے تخت میں جواہر لگے ہوئے تھے نہایت بیش قیمت۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا نے کہا کہ اس سے میں جلدی لاؤں گا بلقیس کے تخت کو مانند ایک پلک کے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ الایۃ۔

ترجمہ: کہا اس شخص نے کہ نزدیک اس کے علم تھا یعنی اسم اعظم اللہ تعالیٰ کا وہ جانتا تھا، وہ بولا کہ میں لے آؤں گا تیرے پاس تخت بلقیس کا پہلے اس کے کہ وہ پھر آوے طرف تیرے نظر تیری یعنی کسی طرف دیکھنے سے پھر اپنی طرف دیکھے اس سے قبل۔ پھر آصف نے اسم اعظم پڑھتے ہی ایک ہی پل میں تخت بلقیس کا سلیمان علیہ السلام کے پاس لا موجود کیا۔ پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝ ترجمہ: حضرت سلیمان نے فرمایا کہ روپ بدل کر دکھاؤ اس عورت کو اس کا تخت تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ اس میں سوجھ بوجھ ہے یا نہیں یا ان لوگوں میں اس کا شمار ہے جن کو سوجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ اور روپ بدلنا یعنی بلقیس کا تخت جڑاؤ تھا وہ جڑاؤ اکھاڑ دیا گیا اور دوسرے ترینے سے اس کو جڑا گیا کیونکہ اس سے بلقیس کی عقل آزمانی تھی اور پھر اپنا معجزہ دکھانا بھی تھا۔ چنانچہ کارپردازوں نے ایسا ہی کیا۔ غرض جب بلقیس اس حوض کے کنارے پر آئی اور پل شیشے کا تھا جو کہ اعلیٰ قسم کی کاریگری سے تیار کرایا تھا اس پر اس کی نظر پڑی اس کو یقین ہوا کہ شاید یہاں پانی ہے تب اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اس کی ساق پر کچھ بال نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو بات جن نے آکر کہی تھی وہ جھوٹ بات تھی۔ اور جب بلقیس حضرت سلیمان کے پاس آئی اور پھر اس نے تخت اپنے کو پہچانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ الایۃ۔ ترجمہ: جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس

آئی کسی نے اس کو کہا ایسا ہے تیرا تخت. تب وہ اپنے تخت کے پاس جا کر بولی گویا یہ وہی تخت ہے اور ہم کو معلوم ہو چکا ہے کسی ذریعہ سے اور ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں اس بات سے بھی معلوم ہوا کہ بلقیس عقلمند اور ہوشیار ہے اور کسی نے کہا اس عورت کو کہ اندر محل میں چلو پھر جب وہ محل کے اندر گئی تو دیکھا کہ محل کے اندر پانی ہے پھر اس نے اپنی پنڈلیوں کو کھولا تو پھر کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ تو شیشے کا جڑا ہوا محل ہے پھر وہ بڑی ہی متحیر ہو کر بولی قولہٗ تعالیٰ: قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ترجمہ: کہا بلقیس نے اے میرے پروردگار تحقیق میں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور مطیع ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ واسطے اللہ قدوس کے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا ایک تفسیر میں بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت اپنے دیوان میں بیٹھے ہوئے تھے اور اس میں پتھروں کی جگہ پر شیشے کا فرش تھا اور دیکھنے والے کو دور سے پانی نظر آتا تھا اسی وجہ سے بلقیس نے اپنی پنڈلیاں وہاں کھولدیں . . . . حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو کہا کہ یہ شیشے کا فرش ہے پانی نہیں ہے اس بات سے عقل کا قصور اور عقل کا کمال حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوا اور پھر حضرت سلیمان نے جو جنوں کی زبانی سنا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں بکریوں کی طرح اب معلوم ہوا کہ وہ سچ ہے پھر انہوں نے اس کی دوا تجویز کی اور اس کو نورہ کہتے ہیں اور وہ دوا بہت مشکل سے تیار ہوئی تھی۔ بالآخر حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اپنے نکاح میں لائے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں تھیں اور سات حرم تھیں سب پر اس کو شرف دیا! اور ایک مکان نہایت عالیشان پرتکلف بنا کر اس میں اس کو رکھا تھا۔ ایک دن بلقیس نے کہا اے نبی اللہ آپ ہر روز تخت پر بیٹھ کر ہوا پر سیر کرتے ہیں اور تمام عالم کے گرد پھرتے ہیں مجھ کو بھی ایک دن اپنے ساتھ لے چلیے تاکہ میں فلاں جزیرے میں جا کر عجیب و غریب تماشا دیکھوں یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم کیا کہ اس تخت کو اس جزیرے میں جو سات دریا کے جزیرے میں پہنچا تب ہوا نے وہاں ان کے حکم پر وہ تخت پہنچا دیا بلقیس وہاں کا سبزہ اور آب رواں دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور وہاں کے دریائی گھوڑوں کے بازوؤں

لہ یہاں اختلاف روایت ہے اور مترجم نے دونوں روایتوں کو نقل کیا ہے کہ بلقیس کے ساق پر بال تھے یا نہیں۔

پر پڑ دیکھے وہ سب کے سب سلیمان علیہ السلام کا تخت دیکھ کر مثال پرندوں کے اڑ گئے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم کیا جنوں کو کہ ان گھوڑوں کو پکڑ لاؤ۔ انہوں نے عرض کی اے نبی اللہ ہم ان گھوڑوں کو نہیں پکڑ سکیں گے مگر ہاں سمندروں کا ایک جن ہے اور وہ آپ سے باغی ہو کر قعر دریا میں چھپ گیا ہے اگر حضور کا حکم ہو تو میں اس کو پکڑ لاؤں او دلسے جا کر کہوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تو مر گئے ہیں اب تم جاؤ یہ سنتے ہی وہ ہمارے ساتھ چلا آئے گا تب اس کو پکڑ کر حضور میں لائیں گے اور پھر اس کے ہاتھ سے وہ گھوڑے پکڑے جائیں گے یہ سنکر حضرت سلیمانؑ نے حکم کیا کہ وہ جن حاضر کیا جائے۔ چنانچہ بہت سے جن دریاؤں میں جا کر گرد عالم کے سمندروں میں پکارتے رہے اور یہ آواز دیتے رہے کہ اے جنوں اب تم نکل آؤ حضرت سلیمان علیہ السلام تو مر گئے کیونکہ یہ آواز اس جن کے کانوں میں بھی پہنچی وہ اس بات کو سن کر قعر دریا سے خوش ہو کر باہر نکل آیا پس انہوں نے اس سے کہا کہ بھائی اب ہم نے سلیمان کے عذاب و سزا سے نجات پائی اور اب ہم کو چاہیے کہ ہم سب وہاں جا کر سلطنت میں دخل کریں اور خوب مزے سے رہیں اور اور اچھی طرح سے چین و راحت حاصل کریں یہ کہہ کر جب دونوں میں خوب ملاپ ہو گیا تو انہوں نے اچانک اس پر کمند ڈال کر ہاتھ پاؤں باندھ کر حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر غضب سے اس طرف کو دیکھا تو اس وقت سمندروں کے مارے خوف کے کہا کہ یا نبی اللہ مجھ کو امان دو اور جان بخشی کرو۔ اور میں آپ کا فرمانبردار ہوں اور جو کچھ آپ فرمائینگے اس کو بسر و چشم بجا لاؤں گا۔ یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگر تو اپنی جان بخشی چاہتا ہے تو دیکھ فلانے جزیرے میں دریائی پرند گھوڑے میرے لیے پکڑ لا۔ یہ سنکر کہنے لگا کہ اے نبی اللہ بغیر کچھ حیلہ و حکمت کے وہ گھوڑے میرے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تو اس وقت کیا چاہتا ہے وہ بولا کہ گھوڑے فلانے چشمے سے پانی پیتے ہیں چند جنوں کو میرے ساتھ کر دیجیے تاکہ وہ اس چشمے سے پانی نکال ڈالیں اور بجائے پانی کے اس کو شراب سے بھر دیں تب وہ بمنزلہ پانی کے اس کو پئیں گے اور پھر اس کے پینے سے ان کو نشہ ہو گا پھر اسی وقت اس پر کمند ڈال کر پکڑ لیں گے اور خدمت میں آپ کی حاضر کریں گے پس حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو سمندروں پر ان کے ہمراہ کر دیا انہوں نے وہاں جا کر چالیس گھوڑے دریائی پکڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت

میں لے آئے اس وقت عصر کا وقت تھا حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی لطافت اور خوبیاں
دیکھنے لگے یہاں تک کہ عصر کا وقت بھی رخصت ہونے لگا اسی وقت حضرت جبرائیلؑ جناب
باری تعالیٰ سے عتاب لائے اور کہا کہ اے سلیمان تو دنیا کے مال و محبت میں ایسا مشغول ہوا کہ نماز
عصر جانے پر ہوئی حضرت سلیمان یہ الفاظ سنتے ہی فوراً سجدے میں گر پڑے اور زار و زار رونے لگے
اور برابر استغفار پڑھنے لگے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ
الْجِیَادُ ؕ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ الآیۃ جس وقت کہ روبرو لائے گئے حضرت سلیمانؑ کے شام کو خاصے
گھوڑے پس حضرت سلیمان نے کہا تحقیق میں نے دوست رکھا مال کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک
کہ سورج چھپ گیا پردے میں پھر کہا لاؤ ان گھوڑوں کو میرے پاس پس شروع کیا ہاتھ پھیرنا پاؤں
اور گردن ان گھوڑوں پر ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے آفتاب ٹھہر گیا اس کو
ڈوبنے نہ دیا یہاں تک کہ سلیمان علیہ السلام نے وقت پر نماز عصر کی پڑھ لی تب آفتاب غروب ہوا۔
اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان نے ان گھوڑوں کے پر کاٹ ڈالے پھر ان کے پر
دوبارہ پیدا نہیں ہوئے اور اسپ تازی انہیں کی نسل سے ہیں۔

بیان حضرت سلیمان علیہ السلام کا شہر صیدون میں جانا اور بادشاہ عنکبو کا مارا جانا

تواریخ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کو بلقیس کے قصہ سے فراغت ملی تو
حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمندون سے پوچھا کہ اے سمندون تو نے کسی جزیرے میں کوئی چیز
عجیب و غریب دیکھی ہے یہ سن کر وہ بولا اے حضرت میں نے دیکھی ہے دریائے مغرب میں
ایک جزیرہ ہے اور اس میں ایک شہر عظیم ایسا ہے کہ چاروں طرف اس کی دیوار سنگین ہے اور
بلندی اس کی ایک سو گز ہے اور اس کے اندر بارہ برج ہیں اور ہر برج پر ایک علم نصب کیا
ہوا ہے اور اس دیوار کے بیچ میں ایک بڑا میدان ہے اور اس میں ایک مکان عالیشان ہے
جس کی بناوٹ سنگ مرمر کی ہے اور اس پر ایک منارہ بلند ہے اور اس منارے پر دو شیر
سنگین اور عقاب بزرگ مثل آدمی کے سونے سے بنا ہے اور اسی قسم کی بہت سی صورتیں
ہیں۔ اور جب میں نے اس کوشک پر جا کر دیکھا چار ہزار لونڈیاں صاحب جمال بیٹھی ہیں

اور اس کے بیچ میں ایک عظیم الشان تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک نہایت حسین ماہ لقا
اور اس کے ساتھ ایک دختر برج اختر کے بیٹھی ہے اور تقریباً ایک ساعت کے بعد
وہ دختر اس تخت سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور وہ چار ہزار لونڈیاں اپنے اپنے حجروں میں
داخل ہوئیں اسی وقت میں نے ایک لونڈی سے معلوم کیا کہ اس شہر کا کیا نام ہے اور ماہ لقا حسین
نیک خاتون کون ہے اور اس کے ساتھ جو دختر ہے وہ کون ہے۔ اور وہ علم جو برج پر رکھا
ہوا ہے یہ کیوں رکھا ہے اور وہ شیر اور عقاب جو مینار پر بنا رکھے ہیں وہ کون ہیں یہ باتیں
سن کر وہ لونڈی مجھ سے بولی کہ کس ملک کے باشندے ہو اور کہاں سے آئے ہو میں نے اس کے
جواب میں کہا کہ دوسرے ملک سے آیا ہوں یہ سنکر وہ کہنے لگی کہ میں پہلے سے ہی جانتی تھی کہ سوا
اس کے ملک کے اور کوئی دوسرا ملک نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگی کہ اس شہر کا نام صیدون
ہے اور جو حسین و جمیل ماہ لقا آپ نے دیکھی ہے وہ ہمارے بادشاہ کی بیوی ہے اور اس کے
ساتھ جو دختر ہے وہ بادشاہ زادی ہے اور یہ صورتیں طلسم کی اس واسطے بنائی ہیں کہ جب
کوئی دشمن اور غنیم کو دیکھیں گے تو یہ آواز دیں گی پھر اسی وقت ہمارے بادشاہ کو معلوم بھی
ہو جائے گا کہ ہمارے ملک پر کوئی دشمن اور غنیم آیا ہے تو اسی وقت مکمل تیاری کر کے
اس کو مار ڈالیں گے اور وہ جو عقاب ہے۔ یہ تو ہمارا داعی ہے اور جب ہماری پوجا کرنے کا
وقت ہوتا ہے تو وہ بانگ دیتا ہے تب ہم سب جا کر بادشاہ وقت کی پوجا کرتے ہیں اور
ہماری عبادت کا طریقہ یہی چلا آتا ہے (عیاذاً باللہ من ذالک) اور اس کے علاوہ دوسرے
حاکم منصف ہیں جب کوئی اسامی اور فریادی دونوں میں کوئی خصومت واقع ہو تو ان دونوں
شیروں کے پاس ان کو بادشاہ وقت بھیجتا ہے اور جو ناحق ہوتا ہے اس کو یہ دونوں شیر پھاڑ
ڈالتے ہیں اور کوئی شخص بھی بے راہ نہیں چلتا۔ اور نہ کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ جناب اس کا
یہ ماجرا ہے پس سمندروں جن سے شہر صیدون کی حقیقت و ماجرا سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام
نے اپنے لشکروں کو فرمایا کہ تم لوگ شہر صیدون میں جہاد کو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ چلونگا
یہ سنتے ہی تمام جن لوگ بموجب حکم حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر آ موجود ہوئے اور
حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم کیا کہ جلدی سے میرا تخت شہر صیدون میں پہنچا دے

چنانچہ ہوا نے بموجب حکم جلدی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت شہر صیدون کے قریب پہنچا دیا۔ جب تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور سے نمایاں ہوا تو وہ طبل و علم حضرت سلیمانؑ کا تخت لبساط دیکھ کر اس مینارے اور برجوں پر سے پکار کر آواز دینے لگے پھر اہل صیدون کو معلوم ہوا کہ ہم پر کوئی غنیم آتا ہے تب تمام اہل شہر و سپاہ اور تمام لشکر معہ ہتھیاروں کے آراستہ کر کے جنگ کے واسطے اپنے شہر صیدون سے نکلے تو وہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت معہ فوج کے تخت پر بیٹھی ہوئی ہوا پر چلی آتی ہے یہ دیکھ کر اہل صیدون بولے کہ ہم نے آج تک کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا اور نہ کبھی سنا کہ اس کا لشکر سوار ہو کر ہوا پر چلے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ بادشاہ نہایت بزرگ ہے پس وہ لوگ میدان جنگ میں آکر کھڑے ہو گئے ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جنوں سے فرمایا کہ پہلے تم جاؤ اور ان کافروں سے لڑو۔ بموجب وہ تمام جن ان کافروں سے لڑنے لگے مردم جزیرہ جنوں پر غالب آئے۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرے جنوں کی جماعت کو ان سے لڑنے کے واسطے بھیجے۔ چنانچہ وہ جماعت بھی ان سے مغلوب ہو گئی۔ پھر اس کے بعد آدمیوں کو فرمایا کہ اب تم لوگ ان کافروں سے جا کر لڑو بموجب حکم جب مردم بسیار ان سے لڑے تو ان کو زیر کیا۔ اور آخر میں ان کا بادشاہ بھی نکل کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے لڑنے کے واسطے میدان میں آیا اور اس بادشاہ کا نام عنکبود تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہوا کو حکم کیا ہوا نے ایک مشت خاک اس پلید کی آنکھوں میں ڈال دی تو وہ اندھا ہو گیا اور فوراً غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور اسی کے شیر نے اس پلید کا سر کاٹ کر کھا لیا۔ اور بعض نے کہا ہے ٹڈی آکر اس پلید کی آنکھیں کھا گئی تھیں۔ اسی طرح وہ پلید جہنم واصل ہوا۔ اور باقی کافروں کو لشکر سلیمان علیہ السلام نے مار کر دریا میں بہا دیا اور شاہ عنکبود کی بیٹی کہ وہ نہایت حسین و جمال تھی اس کو اپنے ساتھ حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر اٹھا کر اور شہر کو ویران کر کے چلے آئے۔ میں اس قصہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان حضرت سلیمان کا مبتلا ہونا رنج میں بعض سہو تقصیرات کی وجہ سے

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہر صیدون سے مراجعت فرمائی تو راستے میں آتے وقت اس بادشاہ کی بیٹی سے کہنے لگے کہ اے نیک بخت تو ایمان لے آ اور مسلمان ہو جا۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک میں مسلمان ہو ل گی لیکن مجھ کو میرے باپ سے ملاقات کراؤ۔ پھر یہ سُنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے باپ کو مار ڈالا گیا ہے اس کو تم کیوں کر دیکھو گی۔ بہرکیف اس دختر کے کہنے سے حضرت سلیمان نے اس کے باپ کا سر منگوا کر اس کو دکھلایا۔ وہ دختر بیہوش ہو کر گر پڑی۔ پھر وہ کافی عرصہ کے بعد ہوش میں آئی اور بہت ہی گریہ زاری کرنے لگی۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کو بہت پیار کیا اور اس کی ہر طرح پہ دلداری کی۔ پر اس کی خاطر جمع نہ ہوئی۔ آخر الامر وہ دین اسلام سے مشرف ہوئی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو اپنے نکاح میں لائے اور اس کو بہت چاہتے تھے ایک دن ابلیس لعین نے صورت آدمی کی بن کر اس دختر سے جا کر کہا کہ اے لڑکی تو بادشاہ زادی ہے کیوں اپنے باپ کی صورت بنا کر نہیں پوجتی تاکہ تیرے باپ کی روح تجھ سے خوش رہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تجھ سے خوش تھا۔ اور خبردار یہ بات حضرت سلیمان سے مت کہنا۔ اس بات کو چھپا کر رکھنا۔ تب وہ دختر اس شیطان سے اپنے باپ کی صورت بنا کر گھر میں مخفی پوجتی تھی، اور اس طرح وہ اپنا دل شاد رکھتی تھی۔ اسی طرح سے چالیس دن گذر گئے۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس دختر سے کہا کہ تو ایمان لا کر مسلمان ہو جا پھر میں تجھ سے نکاح کر لوں گا یہ سنکر وہ بولی کہ میں مسلمان ہوں گی اور میں تمہاری زوجیت بھی قبول کر دوں گی۔ اس شرط پر کہ آپ حکم دیں کہ میں اپنے باپ کی صورت بنا کر اپنے سامنے رکھوں اور اس صورت پرستی سے اپنے باپ کا دل خوش کروں اور میں غم مہجور بھول جاؤں۔

پس اس زمانے میں صورت بنانا شرع میں ممنوع نہ تھا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی بیبیوں سے زیادہ پیار کیا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان نے ان کو تصویر بنانے کی اجازت دے دی پھر وہ مخفی طور پر اپنے باپ کی تصویر کو پوجتی تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی وجہ سے چند روز بلا میں مبتلا رہے اور شاہی تخت اور حکومت سے معزول رہے اور بعض نے یوں بھی روایت کی ہے کہ دختر عنکبود نے کہا کہ اے حضرت سلیمانؑ آج عید قربان ہے کچھ قربانی کرنی چاہیے اور بعض نے یوں بھی روایت کی ہے کہ دختر عنکبود نے کہا اور ٹڈی کا قربانی کرنا ثواب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹڈی میں گوشت نہیں ہوتا لہذا اس کو ذبح کرنے سے کیا فائدہ ہے تم اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کرو تو اس میں ثواب ہے۔ وہ بولی نہیں میں تو ٹڈی ہی ذبح کروں گی اور ٹڈی سے اس کی غرض یہ تھی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام شہر صیدون میں جا کر اس کے باپ سے لڑ رہے تھے تو اس وقت بھی ٹڈی سنے آکر اس کے باپ کی آنکھیں کھائی تھیں اور وہی بغض اس کے دل میں تھا تا کہ اس سے وہ اپنے باپ کا انتقام لے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ بات یاد نہ تھی سہواً فرمایا کہ اچھا تم منگوا کر اس کو ذبح کرو تب اس نے ایک ٹڈی کو منگوایا اور عداوتاً اس کو ذبح کیا۔ پس حضرت سلیمان کی بیوی نے یہ دو گناہ کیے تھے کہ اپنے باپ کی صورت بنا کر گھر میں پوجتی تھی اور یہ خبر حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھی دوسرے یہ کہ ٹڈی کو بے گناہ ذبح کیا تھا۔ ان دو معصیت کے سبب حضرت سلیمان علیہ السلام چند روز بلا میں مبتلا ہوئے۔ پس اے مومنو! یہ بات متحقق ہے کہ جس نیک مرد کے گھر میں بد عورت ہو اور اپنے شوہر سے چھپا کر گناہ کے کام کرے خواہ وہ خلا نیہ خواہ مخفی تو لازم ہے اور واجب ہے کہ عورت کے گناہ کے باعث اس کے شوہر پر آفت نازل ہوگی اور اس کا خاندان بھی ویران ہوگا جیسا کہ استاد شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

زنِ بد در سرائے مرد نیکو ہم دریں عالم است دوزخ او

اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ ترجمہ: تحقیق آزمایا ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور ڈال دیا ہم نے اوپر کرسی اس کی کے ایک دھڑ پھر اس نے رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف پس معاملہ یوں تھا کہ حضرت سلیمان جب استنجے کو جاتے تو خاتم اپنے ہاتھ کی نکال کر ایک خادم محرم کے حوالے کر جاتے تھے کیونکہ اس انگوٹھی پر اسم اعظم اللہ تعالیٰ کا تھا اس لیے وہ اس کو

استنجے کے وقت اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن مرضی الٰہی سے ایسا اتفاق ہوا کہ
جنوں میں سے ایک جن نام اس کا صخرہ تھا اس نے صورت و شکل حضرت سلیمان علیہ السلام
کی بنا کر اس خادمہ امینہ سے جا کر انگوٹھی لے کر اپنی انگلی میں پہن کر تخت پہ جا بیٹھا اور جن سب
کے سب اپنے اپنے عہدہ پہ قائم تھے۔ جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کی ملازمت میں کھڑے رہتے
تھے ویسے ہی اس کے سامنے بھی سب آ کر حاضر ہوئے اور اسی طرح سے پرندوں نے بھی آ
کر اپنے پروں سے سایہ کیا اور وہ صخرہ حکم و احکام جاری کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد
حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے استنجے سے فراغت پا کر اس خادمہ امینہ سے اپنی انگشتری
طلب کی وہ بولی کہ انگشتری تو حضرت سلیمان علیہ السلام لے گئے ہیں اور تم کون ہو جو مجھ
سے انگشتری طلب کرتے ہو۔ یہ سنکر حضرت نے جواب دیا کہ میں سلیمان ہوں تم نے انگوٹھی
کس کو دے دی وہ بہت زیادہ حیران و پریشان ہوئی اس نے ہر چند حضرت سے عرض
کی لیکن وہ یقین نہ کرتے تھے پھر بذات خود حضرت سلیمان اپنے تخت کے قریب گئے
تو وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ وہی صخرہ جن تخت پہ بیٹھا ہے اور انگوٹھی بھی اس کے ہاتھ میں
ہے اور اس کے سامنے تمام جن و انس دربار عام میں باادب کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت
سلیمان علیہ السلام نے انسان سے کہا کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں۔ لوگوں نے ان کی تکذیب کی
اور دیوانہ جان کر کچھ بدلہ نے وہاں سے نکال دیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام میں گردش آنے کا سبب یہ تھا کہ ان کی بے شمار بی بیاں تھیں ایک
دن انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی شب میں تمام بی بیوں کے پاس جا کر جماع کروں اور
ہر ایک بی بی ایک بیٹا جنے گی تو میرے بیٹوں کی تعداد بہت ہو جائے گی اور پھر جب وہ سب
کے سب جوان ہو جائیں گے تو ہم سب کو لے کر جہاد فی سبیل اللہ کریں گے لیکن یہ ارادہ کرتے
وقت انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا۔ اور پھر موجب ارادہ انہوں نے اپنی بیبیوں سے اسی
شب جماع کیا لیکن اللہ کی مرضی سے کسی بیوی کو کوئی حمل نہیں ہوا۔ ہاں ایک بیوی سے
اس کے پیٹ سے آدھے دھڑ کا بچہ پیدا ہوا۔ یہ حال دیکھ کر پھر وہ انشاء اللہ نہ کہنے
کے سبب سے بہت نادم ہوئے اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ ایک آنکھ اور

ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا لوٹا پیدا ہوا۔ القصہ جب ان جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ پہچانا اور کچھ تعظیم و تکریم بھی کی اور اس تخت گاہ سے باہر نکال دیا پس وہاں سے نکل کر بیت المقدس میں جاکر تین دن تک سجدہ میں پڑے روتے رہے۔ پھر بے طاقتی سے مارے بھوک کے مسجد سے نکل کر کسی بنی اسرائیل کے گھر جاکر کھانے کو مانگا لیکن کسی نے بھی ان پہ کچھ التفات نہ کیا۔ پھر وہاں سے مایوس ہوکر شہر میں آئے اور یہاں پر بھی کھانے کی تمنا کی اور بہت جگہ کوشش کی اتفاقاً یہاں بھی کسی نے بھی ان پہ کچھ التفات نہ کی۔ پھر نوکری کی خواہش ظاہر کی لیکن کسی نے بھی نوکر نہ رکھا پھر یہاں سے بھی بھوکے پیاسے نکل کر دریا پہ گئے مچھلی والوں کو مچھلیاں شکار کرتے ہوئے دیکھا ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو نوکر رکھ لو اور ہم تمہارا کام کریں تب ماہی گیر نے ان کو دو مچھلیاں دینی ہر روز مقرر کیں اور نوکر رکھ لیا آخر تمام دن گزار رات کے وقت دو مچھلیاں مزدوری میں ان کو ملیں ان میں سے ایک مچھلی بازار میں بیچ کر روٹی مول لی اور دوسری مچھلی کو تل کر روٹی کے ساتھ کھائی اور پھر اللہ کا شکر بجالائے اسی طرح پہ چالیس روز تک اپنی روزی پیدا کرکے کچھ آپ کھاتے اور جو باقی بچتی وہ محتاجوں کو دیتے اور پھر تمام رات عبادت میں مشغول رہتے اور توبہ استغفار کرتے اور چالیس دن صخرہ جن نے حضرت سلیمانؑ کے تخت پہ بیٹھ کر بادشاہی کی مگر آدمی اور جن کو اس کے طور طریقہ سے کچھ معلوم معاملہ ہوا کہ جن ہے تخت پر بیٹھ کر سلطنت کر رہا ہے اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔ بلکہ یہ راز دلی کسی سے ظاہر نہیں کرتے۔ اور آصف جی سلیمان علیہ السلام کا وزیر اعظم بڑا عقلمند وہوشیار تھا جس دن سے وہ تخت پر بیٹھا اور اپنا حکم جاری کرنے لگا! اسی دن سے وہ آصف جی اس بات کا متلاشی اور متردد ہوا کہ آج چالیس دن سے یہ شخص تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتا ہے کون ہے اور یہ تو یقین ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔ بالآخر آصف جی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیبیوں سے جاکر پوچھا کہ آج حضرت سلیمان علیہ السلام کہاں ہیں کیا تمہارے پاس تشریف لاتے ہیں یا نہیں وہ بمینہ خادمہ کہ جس کے ہاتھ سے سلیمان علیہ السلام کام لیتے تھے وہ بولی کہ آج چالیس دن ہوئے ہیں ہم لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہیں دیکھتے ہیں اور نہ ہمارے پاس تشریف لاتے ہیں اور اپنی خاتم بھی مجھ کو نہیں دیتے شاید اور

کہیں تشریف لے گئے ہوں گے یا تورع دیگر ہوا ہو گا پس آصف جن نے یہ سنکر پیغیر سے کہا بہت اچھا میں ابھی معلوم کریتا ہوں اسی وقت اس نے چالیس آدمی توراتیت خواں کو بلاکر تخت گاہ میں لے جاکر توراتیت سب کے ہاتھ میں پڑھنے کے لیے دی جب وہ لوگ توریت پڑھنے لگے تب وہ صخرہ جن جو تخت پر بیٹھا تھا یہ کلام الٰہی سُنکر تخت پر نہ ٹھہر سکا آخر وہاں سے الگ ہو کر اس تخت سے ایک کنارے پر جا بیٹھا تھا پھر وہاں بھی نہ ٹھہر سکا وہ وہاں سے بھی بھاگا اور وہ خاتم حضرت سلیمانؑ کی دریا میں ڈال کر چلا گیا مرضی الٰہی سے ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام ان مچھلی والوں کی نوکری بجالاکر تھکے ماندے دریا کے کنارے سو رہے تھے اچانک سانپ آیا اور ایک سبزا اپنے منہ میں لیکر ان پر ہوا کر رہا تھا۔ ایک مچھیرے کی بیٹی تھی اور وہ صاحب جمال تھی۔ ہر روز اپنے باپ کا کھانا دریا کے کنارے لایا کرتی تھی اس نے حضرت سلیمانؑ کو دریا کے کنارے سوتا دیکھا اور وہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ ایک آدمی سوتا ہے اور ایک سانپ ان پر ہوا کر رہا ہے وہ دختر دراصل بالغہ تھی یہ حال دیکھ کر اس نے اپنے باپ سے جاکر کہا اے ابا جان مجھ کو تم اس شخص سے بیاہ دو تو بہت بہتر ہو گا ورنہ میں اس کے سوا کسی دوسرے سے بیاہ نہ کروں گی۔ تب وہ ماہی گیر اپنی بیٹی کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام سوتے تھے ان کی آہٹ سے وہ جاگ اٹھے۔ اس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنی بیٹی سے تم کو بیاہ دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی میں تو تمہارا نوکر ہوں اور میں نوکری کر کے پیٹ پالتا ہوں اور مجھ کو روزمرہ دو مچھلیاں اجرت حضور سے ملتی ہیں انہیں کو کھاتا ہوں بتلایئے کہ میں آپ کی بیٹی کی خوراک اور مہر کہاں سے دوں گا۔ یہ سُنکر وہ بولا کہ میری بیٹی آپ سے مہر نہیں چاہتی ہے اور کھانے کو میں دیتا رہوں گا یعنی کھانا میرے ذمے ہے۔ بالآخر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بات اس کی قبول کر لی اور اس کے ساتھ اس کے مکان پر جاکر اسی کی بیٹی سے بیاہ کر لیا۔ پھر توبہ استغفار کر کے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے فی الجملہ اس صخرہ جن نے جو انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی دریا میں ڈال کر بھاگا تھا اس انگشتری کو ایک مچھلی نگل گئی تھی اور تمام مچھلیاں دریا کی اس انگوٹھی کے سبب سے اس مچھلی کی مطیع و فرمانبردار ہو رہی تھیں۔ دوسرے دن سب ماہی گیر

حضرت سلیمان علیہ السلام کو لے کر اس دریا میں جہاں انگشتری حضرت سلیمانؑ کی صخرہ جن نے ڈالی تھی وہاں مچھلی کے شکار کو گئے۔ اللہ کے حکم سے وہ مچھلی کہ جس نے انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی نگلی تھی وہ جال میں پکڑی گئی۔ پس مچھیرے نے اس مچھلی کو اور دو اور مچھلیوں کو لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجرت دی۔ پس حضرت سلیمانؑ نے ان تینوں کو لے کر ان میں سے دو مچھلیوں کو بیچ ڈالا اور ایک مچھلی اپنی بیوی کے حوالے کی کہ اس کو ذبح کر کے صاف کرو۔ جب ان کی بیوی نے اس مچھلی کا پیٹ چیرا تو وہ انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس کے شکم سے نکل پڑی۔ اس کی روشنی سے سب گھر میں اجالا ہو گیا۔ مچھیرے کی بیٹی یہ عجوبہ دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی پہچان کر اپنے ہاتھ میں پہن لی اور مرغان ہوا آکر سر پر سایہ فگن ہوئے اور جن و انسان جمیع خلق ان کی ملازمت میں بدستور سابق آکر حاضر ہوئی اور ہوا نے شاہی تخت لا کر موجود کر دیا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیوی ماہی گیر کی بیٹی سے کہا کہ میں سلیمان ابن داؤد ہوں، اور تمام احوال اپنا اول سے آخر تک بیان کیا اور اس وقت ہوا کو حکم کیا تب ہوا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تخت سمیت اپنے مکان خاص پہ پہنچا دیا اور جتنے ملازمان تھے سب نے آکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے دربار عام میں حاضری دی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محل میں جا کر اس صیدونیہ عنکبو دلعین کی بیٹی کو کہ جس کو شہر صیدون سے لا کر اپنے نکاح میں لائے تھے۔ وہ اپنے باپ کی صورت بنا کر گھر میں مخفی پوجتی تھی اس واسطے اس کو اور اس کے ساتھ چار ہزار لونڈیوں کو مروا ڈالا اور جو کتابیں جادوگری کی تھیں جو ہمراہ زہزمیت عنکبو دلعین کے صخرہ جن اس شہر صیدون سے لوٹ کر لایا تھا اور اس جادو کے سبب سے اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم ان کی خادمہ یمینہ سے لے کر چالیس دن تک سلطنت کی تھی اور حضرت کو دکھ میں ڈالا تھا اس کتاب کو بھی پارہ پارہ کر کے ڈال دیا۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہندوستان میں بھی پہنچا تھا اسی سے لوگ اب تک جادوگری کرتے ہیں بعد اس کے حضرت سلیمان علیہ السلام نے صخرہ جن کو طلب کیا لیکن اس کو نہ پایا اور تمام جنوں کو حکم کیا ان لوگوں نے اپنی بھرپور کوشش کی لیکن معلوم نہ کر سکے۔ بہت کوشش

کے بعد معلوم ہوا پھر انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے آکر کہا کہ اے نبی اللہ صخرہ جن
آپ کے خوف سے بیچ سمندر کے جا کر چھپ گیا ہے اور بغیر کچھ حیلہ کیے اس کو پکڑ کر آپ کے
پاس نہیں لا سکتے اگر آپ کا حکم ہو تو ہم لوگ کچھ جھوٹ بنا کر اس سے جا کر کہیں تو ممکن ہے
کہ ہم لوگ اس کو پکڑ کر آپ کے حضور میں لا سکیں یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اچھا جاؤ
تب جنوں نے جا کر سمندر کے بیچ میں پکارتے تھے کہ اے صخرہ تو کہاں ہے باہر نکل آ حضرت سلیمان
علیہ السلام تو مر گئے ہیں اور وہ یہ سنکر سمندر کے بیچ میں سے نکل آیا۔ پھر اس کو جنوں نے گرفتار کر کے
حضرت سلیمانؑ کے پاس حاضر کیا۔ چالیس دن حضرت سلیمانؑ نے اس کو عذاب قید میں رکھا اور
بعد اس کے وہ شکنجے میں پتھر کے ڈال رکھا۔ کہتے ہیں کہ اب تک وہ شکنجے میں پڑا ہے اور قیامت
تک اسی طرح شکنجے میں پڑا رہے گا پس اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے کئی برس تک
حکومت کی اور بیت المقدس جو حضرت داؤدؑ نے بنایا تھا اس کو اور بھی بڑا کر کے بنوایا پھر
جنوں کو حکم کیا کہ اس کی دیواریں سنگ سفید کی بناؤ کیونکہ وہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں تب
بموجب ارشاد ان کے جنوں نے ویسا ہی کیا اور ستون بھی اس کے چالیس گز لمبے سنگ مرمر سے
بنائے اور کواڑ دروازوں کے آب نوش لگائے اور ایک دروازے کا نام بھی باب داؤد
اور دوسرے دروازے کا نام طوبیٰ اور تیسرے دروازے کا نام باب رحمت اور چوتھے
دروازے کا نام نبی العربی آخر الزمان رکھا اور اس کی چھت بھی ساج لکڑی سے بنوائی
تھی اور دیوار اس کی سونے سے زراندودہ کی تھیں اور مسجد کے اندر قندیلیں چاندی کی
لگائی تھیں اور قندیل میں تیل کی جگہ لعل شب چراغ تھا اس کی روشنی سے سب کچھ روشن ہو
جاتا تھا اور گندھک سرخ سے قندیلوں کو ترتیب دیا تھا ایسا کہ تین کوس تک اس کی
روشنی کی شعاع جاتی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہی گندھک سرخ کیمیا ہے وہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی تھی۔ باتفاق ایک روز حضرت
سلیمان علیہ السلام گنبد کے دروازے پر جو شیشے سے بنایا تھا اپنے عصا ٹیکے کھڑے
تھے اللہ کے حکم سے ملک الموت حاضر خدمت ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے
ان سے پوچھا کہ تم میری ملاقات کو آئے ہو یا میری روح قبض کرنے کو۔ یہ سن کر

ملک الموت نے کہا کہ میں تمہاری روح قبض کرنے کو آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بہت اچھا مجھے ذرا پانی پینے کی مہلت دو اس کے جواب میں ملک الموت نے کہا میں اللہ کے حکم میں اب کچھ دیر نہیں کر سکتا ہوں اور اب آپ کے لیے پانی پینے کا حکم اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح ایک برس تک حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاش بے جان عصا کے ٹیکے سے کھڑی تھی اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ دو مہینے تک ان کی موت کی خبر کسی کو نہ ہوئی۔ اور تمام اجنہ اسی طرح سے بیت المقدس کا کام انجام دیتے رہے یہاں تک کہ عصا ان کا گھن کھا گیا۔ اور لاش زمین پر گر پڑی۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے روز سے بے جان کھڑے تھے اس کے بعد تخت ان کا ہوا پر گیا اور وہ آدمیوں کی نظروں سے غائب ہو گیا اور تمام جن تاسف کرتے ہوئے چلے گئے۔ اس میں حکمت حکیم علی الاطلاق کی تھی کہ جن اپنی غیب دانی سے فخر کرتے تھے کہ ہم کو غیب کی بات معلوم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بطور آزمائش کے ان کو آزمایا۔ اگر وہ غیب کی بات جانتے تو حضرت سلیمان کی موت کی خبر ان کو معلوم ہوتی اور پھر وہ ذلت میں نہ رہتے۔ پس اللہ کی مرضی یہی تھی کہ جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مرنے کی خبر نہ ہو ورنہ وہ سب چلے جاتے اور پھر بیت المقدس کی تیاری بھی نہ ہوتی یوں ہی زیر تعمیر مرمت رہ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ: ترجمہ: پس جب فیصلہ کیا ہم نے اس پر موت کا تو پھر ہم نے نہ خبر کی اس کی موت کی کسی کو کھاتا رہا اس کا عصا کیڑا۔ پس جب گر پڑا پھر معلوم ہوا جنوں کو۔ اگر وہ جن خبر رکھتے غیب کی بات تو نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں۔

اور دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھ سے بیت المقدس بنواتے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ موت آ پہنچی پھر انہوں نے جنوں کو پورا نقشہ تیار کر کے آپ شیشے کے مکان میں دروازے بند کر کے بندگی میں مشغول ہوئے اور بعد وفات ایک برس تک جن لوگ مسجد بناتے رہے اور جب مسجد پوری ہو چکی تو جس عصا پر حضرت سلیمان علیہ السلام ٹیک لگا کر کھڑے تھے گھن کھانے سے وہ گر پڑا۔ تب

سب پر وفات حضرت سلیمان کی معلوم ہوئی اور جو جن آدمیوں سے غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے سب کے سب قائل ہوئے بس میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں (واللہ اعلم بالصواب)

بیان تولد حضرت مریم علیہا السلام

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے وقت میں بنی اسرائیل کی قوم میں حنہ نام کی ایک عورت تھی اور اس کے شوہر کا نام عمران بن لاثان تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی اور یہ بھی بذریعہ روایت معلوم ہوتا ہے کہ اس حنہ عورت سے پہلے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی اور اس کا نام اشباع تھا اور وہ حضرت زکریا سے بیاہی تھی۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حنہ کی بہن سے حضرت زکریا کا بیاہ ہوا تھا غرض حنہ جب آخری عمر میں حاملہ ہوئی تو وہ بیت المقدس میں جا کر اللہ کی بندگی میں مشغول ہوئی اور پھر نذر مانی کہ یارب میرے پیٹ سے جو لڑکا ہوگا وہ میں نے تیری نذر کیا تاکہ وہ اس بیت المقدس کی خدمت کرے اور ہمیشہ تیری یاد میں لگا رہے اور وہ دنیا کا کام نہ کرے۔ چنانچہ حق تعالیٰ سبحانہٗ فرماتا ہے۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا الخ ترجمہ: جب کہا عمران کی بیوی نے کہ نام اس کا حنہ تھا اے پروردگار میرے تحقیق میں نے نذر مانی ہے واسطے تیرے کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اس امت میں یہ دستور تھا کہ بعض لڑکوں کو ماں باپ اپنے حق سے آزاد کرتے اور اللہ تعالیٰ کی نذر دیا کرتے تھے۔ پھر تمام عمر ان کو دنیا کے کسی کام میں نہ لگاتے تھے اور وہ ہمیشہ مسجد میں عبادت کرتے رہتے تھے۔ پس عمران کی بیوی کو حمل تھا اس نے نذر مانی اس حمل کی حالت میں جو لڑکا جنوں گی وہ اللہ تعالےٰ کی نذر رہے۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اس نے لڑکی جنی تو اس کا نام اس نے مریم رکھا۔ اس حنہ عورت کا دل اس واقعہ سے سست ہو گیا یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ بیٹا ہوتا اور بیٹی ہونے سے وہ اپنے دل میں ناخوش ہوئی کہ میری نذر بھی پوری نہ ہوئی کیوں کہ

اس امت میں لڑکی کو نذر اللہ کرنے کا دستور نہ تھا۔ پس اس نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثَىٰ الآیۃ ترجمہ: پس جب اس کو جنا تو بولی اے رب میں نے یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے کہ جو کچھ جنا اور نہیں ہے مرد مانند عورت کے تحقیق میں نے نام اس کا مریم رکھا ہے اور میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا۔ پس ندا آئی اے حنہ میں نے قبول کیا مریم کو اگرچہ وہ مرد نہیں اچھی طرح قبول کرنا اور بڑھایا اس کو اچھی طرح سے بڑھانا اور تو اس کو سپرد کر دے حضرت زکریا کے۔ جب مریم بی بی سات برس کی ہوئیں تب ان کی ماں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر لوٹایا اور لے جا کر بیت المقدس میں حضرت زکریا کے پاس گئیں اور ان کو سلام کیا اور پھر کہا اے نبی اللہ کے میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرے پیٹ سے لڑکا ہوگا تو میں اس کو مسجد اقصیٰ کی خدمت میں دوں گی جب کہ میں نے لڑکی جنی اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور اس کو لے کر آپ کی خدمت لائی ہوں تاکہ وہ مسجد میں رہے اور مسجد کی خدمت کرتی رہے۔ چنانچہ حضرت زکریا نے مسجد اقصیٰ کے مصبوں سے دریافت کیا کہ اس کی پرورش اور خبرداری کون کرے گا تب وہاں کا ہر شخص کہنے لگا کہ میں اس کی خبرداری کرتا رہوں گا آخر میں سب میں نزاع پیدا ہو گئی کسی نے کہا کہ اس کو میرے حوالے کرو اور کسی نے کہا کہ اس کو مجھ کو دو پھر بات اس پر ٹھہری کہ ہر شخص اپنا اپنا قلم آہنی کہ جس سے توریت لکھی جاتی ہے ان کو ایک لگن پانی بھر کر اس میں ڈال دو۔ جس کا قلم پانی کے اوپر رہے گا یعنی پانی میں نہ ڈوبے گا وہی شخص کفیل مریم ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا: إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ۔ جب ڈالے قلم اپنے کہ کون پالے مریم کو خلاصہ یہ ہے کہ مسجد کے بزرگوں نے جب مریم کی ماں کا خواب سنا تو پھر ہر ایک چاہنے لگا کہ مریم کو پالیں گے۔ آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ہر ایک نے ایک طشت میں اپنا قلم پانی میں ڈالا سب کا قلم پانی میں ڈوب گیا لیکن زکریا کا قلم اوپر ہی تیرنے لگا۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف ان کا پالنا ٹھہرا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا: یعنی کفیل ہوئے مریم کے حضرت زکریا علیہ السلام اور پھر قلم نے حضرت زکریا علیہ السلام سے

کہا اے نبی اللہ اس لڑکی کو اللہ نے آپ ہی کے ذمے کیا پالنے کے لیے درحقیقت ان کی ماں نے
خواب میں دیکھا اگرچہ یہ لڑکی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی نذر میں قبول کیا اور اس کو
مسجد میں رہنے دو اگر رکھو پس مسجد کے بزرگوں نے پہلے کہا تھا کہ لڑکی کو مسجد میں رکھنا درست
نہیں۔ لیکن جب ان کا خواب سنا تو پھر اس کو قبول کیا اور ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ زکریا کی بیوی حضرت مریم کی خالہ تھیں۔ چنانچہ وہی ان کو پالنے لگیں۔ ان کے واسطے
مسجد میں ایک حجرہ بنوا دیا گیا۔ چنانچہ دن میں مریم وہاں عبادت کرتی تھیں اور رات کو
حضرت زکریا علیہ السلام ان کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دن حضرت زکریا حضرت مریم
کو مسجد میں ایک حجرہ کے اندر بند کر کے اپنے گھر چلے گئے۔ چنانچہ جب ان کو یاد آیا تو ایک آہ
ماری اور نہایت افسوس کرنے لگے کہ میں نے کیا کام کیا کہ لڑکی کو بے گناہ بھوکا پیاسا کوٹھڑی
کے اندر بند کر کے آیا ہوں کبھی شاید مر نہ گئی ہو۔ تیغدی سے جا کر مسجد کے حجرہ کا دروازہ
کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ مختلف انواع و اقسام طرح طرح کا کھانا اور میوے ان کے سامنے
دھرے ہیں اور حضرت مریم نماز پڑھ رہی ہیں۔ جب انہوں نے نماز سے فراغت کی تو حضرت
زکریا نے پوچھا اے مریم یہ کھانا اور میوے اس بند کمرے میں کہاں سے آئے اور اس کو کون
لایا۔ وہ بولیں یہ کھانا اور میوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ اور ان کو فرشتے لائے ہیں
قولہ تعالیٰ: كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ الآیۃ: جس وقت آتے حضرت زکریا علیہ السلام مریم
کے حجرے میں پایا اس کے پاس کچھ کھانا بولے اے مریم کہاں سے آیا تجھ کو یہ کھانا بولی مریم کہ اللہ
تعالیٰ کے پاس سے آیا یہ رزق اور وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب حضرت مریم نے اس لیے
بے حساب کہا کہ یہ کھانا بہشت سے آیا تھا اور نعمت بہشت کی بے حساب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مریم
کو تین رات دن بہشت کے کھانے سے پرورش کیا اس کے بعد فرشتوں نے کہا: إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ
يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ: اور جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ تعالیٰ نے
برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو سارے جہان کی عورتوں سے اے مریم تو بندگی کر اپنے رب کی اور اسی کو
سجدہ کیا کر اور اسی کو رکوع کیا کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔ چنانچہ یہی خطاب حضرت مریم پر
خاص طور پر ہوا چنانچہ میں اسی پر حضرت مریمؑ کے واقعہ کا اکتفا کرتا ہوں (واللہ اعلم بالصواب)

بیان تولد حضرت عیسٰی علیہ السلام

روایت ہے کہ جب حضرت مریم کی عمر چودہ برس کی ہوئی اور غسل حیض کے واسطے نکل کر اس چشمہ میں کہ جس کو عین السلویٰ کہتے ہیں وہ گئیں اور ان کی بہن اشیاع زکریا علیہ السلام کی بی بی تھیں ان کے گھر میں غسل حیض کو گئیں۔ یہ ان کا پہلا حیض تھا اور جب انہوں نے غسل حیض سے فراغت کی تو ایک جوان خوبصورت اجنبی اپنے پیچھے کھڑا ہوا دیکھا۔ یہ درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ۞ پھر بھیجا ہم نے طرف مریم کے روح اپنی کو پس صورت پکڑی واسطے اس کے تندرست آدمی کے جوان خوبصورت۔ حضرت مریم دیکھ کر ڈریں اور پھر کہنے لگیں قولہ تعالیٰ: قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ۞ ترجمہ: کہنے لگی مریم تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمٰن کے تجھ سے اگر ہے تو پرہیزگار اور بعض نے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص فاسق و فاجر تھا اور نام اس کا معروف و مشہور یوسف تھا اور وہ سنار کا کام کرتا تھا۔ حضرت مریم نے دریافت کیا شاید یہ وہی شخص ہے اس لیے ڈریں حالانکہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ حضرت مریم سے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ۞ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ الآیۃ ترجمہ: کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اور دے جاؤں گا تجھ کو ایک لڑکا ستھرا پاک۔ پھر حضرت مریم بولیں کہ کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا کہ چھوا تک بھی نہیں مجھ کو کسی آدمی نے اور نہ میں تھی کبھی بدکار۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ كَذٰلِكِ الآیۃ: کہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح فرمایا تیرے رب نے کہ وہ مجھ پہ آسان ہے اور ہم اس کو کیا چاہیں گے لوگوں کے لیے نشانی کہ بن باپ کے لڑکا پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کام قطعی ٹھہر چکا ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی چھینک حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریم علیہا السلام کے بدن میں ڈال دی۔ اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ مریم کے پیٹ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ہوا پھونکی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہوا یا چھینک

مریمؑ کے پیٹ میں پھونکی اور وہ ان کے رحم تک پہنچی تھی تو آواز آئی کہ اللہ واحد مطلق ہے
اور میں اس کا بندہ ہوں اور اس کے بعد حضرت مریم مسجد اقصٰی میں جا کر عبادت الٰہی
میں مشغول ہو گئیں اور اس حقیقت کو انہوں نے کسی پر ظاہر نہ کیا اور برابر عبادت الٰہی
کرتی رہیں اور رات دن روتی تھیں اور زبان حال سے کہتی تھیں کہ یارب جو حادثہ مجھ پر
ہوا ہے ایسا کسی پر نہ ہو کیوں کہ میں بے گناہ لوگوں میں رسوا ہوئی ہوں اور میرے ماں باپ بھی
میرے واسطے خلق میں رسوا ہوئے۔ پس بعد چند روز کے یہ راز قوم بنی اسرائیل میں ظاہر
ہوا کہ مریم کنواری باکرہ حمل سے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی یہودی حضرت مریم کو تہمت دینے
لگے اور نصیحت وملامت کرنے لگے کہ اے مریم یہ حمل تو کہاں سے لائی ہے کیا تو نے بدکام
کیا ہے۔ حضرت مریم اس کا کچھ جواب نہ دیتی تھیں یہ سن کر وہ خاموش ہو رہتی تھیں۔ جب
حمل نو مہینے کا ہوا اور مریم قریب جننے کے ہوئیں تو بحسب الہام الٰہی بیت المقدس سے چپکے
سے نکل کر ایک میدان کی طرف گئیں۔ وہاں پر ایک درخت خشک خرما کا تھا اسی کے
نیچے جا بیٹھیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ
ترجمہ: پس لے آیا اس کو جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں۔ مریم بولی کسی طرح میں مر چکتی
اس سے پہلے اور ہو جاتی میں بھولی بسرائی خلق کے دل سے تو یہ حال مجھ پر نہ گزرتا۔
اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص حضرت مریم کے حمل
سے واقف ہوا تھا وہ یوسف سنار تھا اور حضرت مریم کا خلیرا بھائی تھا۔ اس نے مریم سے
کہا کہ اے مریم تیری پارسائی اور زہد میں مجھ کو شبہ ہے اور یہ حمل تو کہاں سے لائی ہے تب
مریم صادقہ نے اس سے ساری حقیقت اپنے حمل کی بیان کی اور جب وقت ولادت
حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قریب ہوا حسب الہام الٰہی مریم نے یوسف مذکور کو لے کر
بیت المقدس سے نکل کر وہاں سے تقریباً چھ کوس بیت اللحم ایک قریہ ہے وہاں پہنچتے
ہی درد زہ سے بے قرار ہو گئیں۔ تب وہ ایک درخت کھجور کی جڑ میں پشت لگا کر
بیٹھ گئیں وہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے اور درخت خرما فوراً اللہ کی
مہربانی سے ہرو تازہ ہو گیا اس میں کھجوریں لگیں اور اس کے نیچے ایک چشمہ جاری

ہوا اتنے میں فرشتوں اور جنت کی حوروں نے بہشت سے آکر رفع حاجت ان کی کی۔
آب حوض کوثر سے لاکر سر و تن عیسیٰ علیہ السلام کا دھلایا۔ اور ایک پیراہن بہشت کا پہنا کر
ان کی گود میں دیا۔ یہ واقعہ جامع التواریخ سے نقل کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَّا تَحْزَنِیْ الایہ ترجمہ: پس آواز دی اس کو اس کے نیچے
سے فرشتے نے کہ غم نہ کھا اے مریم تحقیق کر دیا تیرے رب نے ایک چشمہ جاری زمین
میں جب نگاہ کی مریم نے تو ایک چشمہ دیکھا اور ان کے بیٹے عیسیٰ آہ مار کر روئے اور
پھر کہنے لگے اے میری اماں جان کوئی نہیں تم کو مبارک باد دینے والا۔ یہ باتیں اپنے
بیٹے سے سنکر بہت خوش ہوئیں اور جب کھانے کی ان کو اشتہا ہوئی بھوک لگی تب
غیب سے یہ آواز آئی قولہ تعالے وَهُزِّیْ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ الخ ترجمہ:
اور اے مریم تو اپنی طرف کھجور کی شاخ ہلا تاکہ اس سے گریں تجھ پہ کھجوریں اور اب کھاؤ
اور پیو اور اپنی آنکھ کو مسیح کی طرف رکھ۔ پس مریم نے جب درخت خرمے کی طرف نظر
کی تو انہوں نے اس پر تازہ خرما دیکھا۔ جناب باری تعالےٰ میں عرض کی اے رب
جس وقت حضرت ذکریا نے بھولے سے تین دن تک بیت المقدس میں حجرے کے اندر
مجھ کو بند کر کے رکھا تھا۔ اس وقت بھی تو نے بے رنج و محنت مجھ کو روزی پہنچائی
اور اس وقت حکم ہوا درخت سے کھجور اتار کر کھانے کو
تب جل وعلا سے یہ خطاب آیا
اے مریم اس وقت تو سوائے میرے اور کسی کو دوست نہ رکھتی تھی۔ اور اب تیرا دل
تیرے فرزند کی طرف مائل ہوا ہے اب تجھ کو لازم ہے کہ تو اپنی محنت اور کسب سے کھا اور
پی اور اپنے فرزند سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ اور تو بیت المقدس کی طرف چلی جا اور
اپنی جگہ پر رہائش اختیار رکھ اور کسی سے مت بول۔ جب تجھ سے کوئی آدمی پوچھے تو یہ کہہ۔
قولہ تعالے: فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
صَوْمًا الخ ترجمہ: اے مریم سو کبھی تو دیکھے کوئی آدمی تو کہنا میں نے مانا ہے اپنے
رحمان کا روزہ اس وجہ سے میں بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے پس اللہ کے

زمانے سے مریم حضرت عیسٰی کو گود میں لے کر آئیں .... اپنے لوگوں کے
پاس چنانچہ قولہ تعالیٰ: فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ الخ پس گود میں لے کر آئیں مریم
عیسٰی کو اپنے لوگوں کے پاس۔ پس یہودیوں نے کہا تحقیق تو لائی ہے ایک عجیب
چیز۔ بہن ہارون کی کہ نہ تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار۔ اگرچہ
بی بی مریم ہارون کی بہن نہ تھیں۔ لیکن اس واسطے کہا کہ مریم حضرت ہارون کی اولاد
میں سے تھیں پس مریم نے لوگوں کو حضرت عیسٰی کی طرف اشارہ کیا کہ تم لوگ اس
بچے سے پوچھو اور میں تو روزہ دار ہوں۔ اور میں آج کسی سے نہ بولوں گی جیسا کہ ارشاد
ربانی ہے: فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ الایہ ترجمہ: پس اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا مریم
نے اس لڑکے کو یہ اشارہ دیکھ کر وہ بولے ہم کیوں کر بات کریں اس شخص سے کہ
ابھی وہ گود میں ہے اور حال یہ ہے کہ ابھی وہ بچہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی
کو زبان تکلم عنایت فرمائی قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ
نَبِیًّا الخ ترجمہ: حضرت عیسٰی بولے میں بندہ ہوں اللہ تعالیٰ کا اس نے مجھ کو کتاب
دی ہے اور مجھ کو نبی کیا ہے اور مجھ کو برکت والا بنایا ہے اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور
ادائیگی زکوٰۃ کی جب تک کہ میں دنیا میں رہوں اور مجھ کو حسنِ سلوک کی تلقین
فرمائی اور جس دن میں مروں اور جس روز میں اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر قبر سے جب
یہ کلام ان یہودیوں نے سنا حضرت عیسٰی علیہ السلام سے تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ اور
پھر آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو لڑکا نبی ہوگا اور لوگوں نے جو تہمت لگائی تھی وہ سراسر
کذب اور بہتان ہے۔ پس مریم حضرت عیسٰی کی پرورش میں مصروف رہیں اس وقت تک
کہ جب تک وہ بالغ ہوئے اور ہر روز حضرت عیسٰی کے گہوارے کے پاس بنی اسرائیل آ کر
بیٹھتے اور حضرت عیسٰی ان کو توریت پڑھ کر سنایا کرتے جب وہ بالغ ہوئے تو اللہ کی طرف
سے ان پر وحی نازل ہوئی کہ اے عیسٰی تو قوم بنی اسرائیل کو اپنے اللہ کی طرف دعوت دے۔
پس حضرت نے سب کو بلایا اور پھر ان کو راہ ہدایت کی دکھلائی انہوں نے نہ مانا اور کہنے لگے کہ ہم
اپنے دین موسٰی کو چھوڑ کر ایسے بے پدر کی بات کیونکر مانیں۔ یہ باتیں سنکر اور ان کا یہ حال دیکھ کر

حضرت عیسیٰؑ بیزار ہو کر شہر سے نکل کر گاؤں کی طرف چلے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ کچھ دھوبی کپڑے دھوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان دھوبیوں سے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ تم کپڑے کیوں دھوتے ہو اپنا دل پاک و صاف کرو کفر و شرک سے یہ سنکر انہوں نے کہا اچھا ہم کو بتاؤ کہ ہم کس چیز سے اپنا دل پاک و صاف کریں۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کہا کہ یہ کلمہ پڑھو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عِیسٰی رُوْحُ اللّٰهِ پس ان دھوبیوں نے حضرت عیسیٰؑ کا کلمہ پڑھ کر اپنے دل کو کفر و شرک سے پاک و صاف کیا اور وہ جس کا کپڑا دھونے کو لائے تھے اس کو پھیر دیا اور وہ تمام دھوبی حضرت عیسیٰ کی امت میں داخل ہو گئے اور وہی لوگ پھر انصار کہلانے لگے۔ پھر وہاں سے وہ سب دریا کے کنارے مچھیروں کے پاس گئے وہ دریا کے مچھلی پکڑتے تھے ان سے بھی حضرت عیسیٰؑ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا۔ وہ کہنے لگے اے عیسیٰ جو جو پیغمبر آئے اُن سبھوں نے اپنے اپنے معجزے دکھائے اور تمہاری نبوت کی کیا دلیل ہے وہ ہم کو دکھاؤ یہ سنکر حضرت عیسیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ: اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ الایہ الخ ترجمہ: حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کہا کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے جانور کی صورت پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتا ہے اڑتا ہوا جانور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہوں جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کچھ کھا کر آؤ گے اپنے اپنے گھر سے اور جو کچھ رکھ آؤ نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو۔ اور سچ بتاتا ہوں توریت کو جو کہ آسمانی کتاب ہے، اور وہ مجھ سے پہلے کی ہے اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر اپنے رب کی طرف سے سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جو کچھ میں تم کو کہوں اس کو مانو اور بے شک اللہ ہی ہے رب میرا اور رب تمہارا بس اسی کی بندگی کرو اور یہی سیدھی راہ ہے یہ سنکر ان ماہی گیروں نے کہا قولہ تعالیٰ: قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الخ ترجمہ: اور جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے تو اتارے ہم پر ایک خوان بھرا ہوا آسمان سے۔ یہ سنکر حضرت عیسیٰؑ نے کہا ان سے ڈرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم کو یقین ہے اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس خوان سے طعام اور چین پاویں ہمارے دل اور ہم یہ بھی جانیں کہ تم نے ہم کو سچ بتایا ہے اور رہیں ہم سب تیری اس رسالت پر گواہ رہیں۔ یہ

باتیں حضرت عیسیٰ نے ان کی سنیں اور پھر وہ ایک بڑے میدان کی طرف چلے گئے اور وہاں جاکر اپنے سر کو ننگا کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاکر اللہ قدوس سے دعا مانگی کہ اے رب میرے تو دانا بینا ہے جو کچھ کہ حواریوں نے مجھ سے کہا ہے اور جو کچھ انہوں نے طلب کیا ہے۔ اگر ان کی قسمت سے روزِ اول سے تو نے مقرر کیا ہے تو ان کے واسطے ایک خوان نعمت اپنے فضل سے بھیج دے قولہ تعالیٰ

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا الخ

ترجمہ: کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ اے رب میرے اتار ہم پر ایک خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید ہو وے ہمارے پہلوں اور پچھلوں کو اور نشانی ہو وے تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی بہتر روزی دینے والا ہے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہوکر کہا قولہ تعالیٰ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ الآیہ: کہا اللہ تعالیٰ نے میں اتاروں گا تم پر خوان پھر جو کوئی تم میں سے ناشکری کرے اس کے بعد تو میں اس کو عذاب کروں گا وہ عذاب جو نہ کروں گا کسی کو جہانوں میں سے بعد اس کے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک نہایت معتم بالشان خوان طرح طرح کے کھانوں سے بھرا ہوا تھا جب ان لوگوں نے اس خوان کا سرپوش اٹھاکر دیکھا تو اس میں پانچ روٹیاں اور ایک مچھلی تلی ہوئی جس میں کانٹے نہ تھے اور نہ اس میں ہڈی تھی اور تھوڑی سی ترکاری اور ایک نمکدان اور پانچ انار اور تھوڑے سے خرمے اور روغن زیتون اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی تھیں یہ چیزیں تمام قوم بنی اسرائیل نے دیکھیں لیکن انہوں نے اس میں سے کچھ نہ کھایا اور کہنے لگے اے عیسیٰ دیکھیں کہ اس تلی ہوئی مچھلی کو تم اپنے معجزے سے زندہ کرو تب ہم تم پر ایمان لے آویں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس تلی ہوئی مچھلی پر کچھ پڑھ کر پھونکا اللہ کے حکم سے وہ مچھلی زندہ ہوگئی اور پھر وہ مچھلی اس خوان میں سے کود پڑی یہ دیکھ کر سب آدمی گھبرا گئے اور کچھ آدمی سہم کر مر گئے۔ پھر حضرت عیسیٰ سے لوگوں نے فرمائش کی کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ یہ پھر ویسی ہی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مچھلی پھر ویسی ہی تلی ہوگئی اور یہ معجزہ تمام قوم بنی اسرائیل نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر اسکے بعد عیسیٰ علیہ السلام اس خوان نعمت پہ کھانے کو بیٹھے اور بعض غریب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گئے اور جو مغرور تھے انہوں نے وہ کھانا ان کے ساتھ نہیں کھایا اور ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس غریب نے ان کے ہاتھ سے کھانا کھایا تھا وہ بہت جلد غنی ہوگیا۔ اور جس اندھے نے کھایا تھا وہ بینا ہوگیا اور جس کوڑھی نے کھایا تھا اس کو آرام ہوگیا۔ چنانچہ وہ خوانِ نعمت سارا دن اسی طرح بھرا ہوا رکھا رہا اور کچھ بھی کم نہ ہوا آخر رات کو وہ خوانِ نعمت پھر آسمان پر چلا گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ جن لوگوں نے کھانا کھایا نہ تھا وہ بعد میں بہت پشیمان ہوئے اور پھر کہنے لگے کہ ہم بہشت کی نعمتوں سے محروم رہے اس کے بعد اللہ کے حکم سے دوسرے دن بھی خوان نعمت بہشت سے آیا پھر اس خوان نعمت سے بہت کثیر لوگوں نے وہ تلی ہوئی مچھلی اور ترکاری اور وہ پانچ روٹی اور انار غرض سب کچھ کھایا اور وہ ذرا بھی کم نہ ہوا ویسا ہی وہ خوان بھرا رہا۔ اور پھر ویسا ہی خوان نعمت آسمان پر چلا گیا۔ غرض جن لوگوں نے اس میں سے کھائی جو چیز وہ ان کی پسند ہی پر تھی۔ بعض نے اپنے ذوق شیریں سے کھانا چاہا اس کو وہی مزا ملا اور جسے ترشی سے ذوق تھا اس کو ترشی ہی کا ذائقہ حاصل ہوا اور جس کو نمکین کا شوق تھا اس کو نمکین ملتا رہا۔ الغرض اسی طرح وہ خوانِ نعمت تین دن آتا اور جاتا رہا اور شہر کے جتنے لوگ تھے سب کے سب آسودہ ہو کر کھاتے تھے اور بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ خوانِ نعمت چالیس روز تک برابر آتا اور جاتا رہا اور تمام اہل شہر اس میں سے کھاتے رہے لیکن اللہ کے فضل سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ قوم بنی اسرائیل یہ معجزہ دیکھ کر بعضے ایمان لے آئے اور بعض نے پھر بھی انکار کر دیا اور جو اس کے بعد بھی ایمان نہ لایا تو اس کی شکل سور اور ریچھ کی ہوگئی اور جو لوگ ایمان لائے تھے ان پر رحمتِ الٰہی نازل ہوئی۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ سات سو آدمیوں کے چہرے مسخ ہوئے تھے یعنی سؤر اور ریچھ کی صورت بن گئے اور جو لوگ کہ ایمان لے آئے تھے انہوں نے نور اسلام سے سعادت دارین حاصل کی۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام مومنوں کو لے کر ایک میدان کی طرف سیر کو گئے تو وہاں ایک لومڑی کو دیکھا تو حضرت عیسیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتی ہے اس نے کہا اپنے گھر سے آتی ہوں اب دوسرے مکان پر جاؤں گی۔ یہ سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا لَیْسَ مَکَانٌ لِّابْنِ مَرْیَمَ ترجمہ کہا مریم کے بیٹے کے واسطے مکان

نہیں ہے یہ سنتے ہی جو مومن لوگ آپ کے ساتھ تھے انہوں نے فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ فرما دیں تو آپ کے واسطے ہم ایک مکان تیار کر دیں۔ یہ سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس دولت نہیں ہے انہوں نے کہا کہ دولت ہم دیں گے۔ حضرت نے فرمایا اے یارو گھر بنانے کو میں جہاں کہوں وہاں بناؤ تب دوسرے دن مومنین عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بہت روپیہ دولت لے کر آئے اور پھر آپ نے فرمایا آؤ میرے ساتھ میں بتا دوں تب دریا کے کنارے سے جا کر موج کی جگہ بتائی کہ تم لوگ یہاں پہ میرے واسطے مکان بناؤ۔ انہوں نے کہا اے حضرت عیسیٰ یہ جگہ تو بہت مخدوش ہے یہاں پہ کیونکر مکان بنے گا اور پھر کیسے ٹھہر سکے گا تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے یارو جان لو دنیا بھی جائے مخوف مخدوش ہے اور اس کو حوادث کے تھپیڑے اور موجیں ہر وقت مارتی رہتی ہیں اور اس گرداب موج میں گھر بنا کر کوئی رہا نہیں اور نہ آئندہ رہے گا۔ الغرض دنیا میں عمارت بنانا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ آخرت کی عمارت بنائے جس کو ہمیشہ بقا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ایک نیک بخت عورت تھی ایک دن وہ روٹی پکانے کے واسطے آگ سلگا رہی تھی تاکہ اس سے روٹی پکائے۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا لہٰذا وہ نماز پڑھنے لگی۔ جب اس نے نماز سے فراغت پائی تو دیکھتی کیا ہے کہ اس کا لڑکا اس آگ کے چولھے کے اندر اس آگ سے کھیل رہا ہے اس نے یہ دیکھتے ہی جلدی سے اپنے لڑکے کو اٹھا لیا۔ اور اپنے شوہر سے یہ ماجرا جا کر کہا اس نے جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیان کیا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تم اپنی بیوی کو یہاں بلا لاؤ۔ اس سے حال پوچھ کر میں تم کو بتاؤں گا۔ پھر آپ کے فرمانے سے اس عورت کے شوہر نے اپنی بیوی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو نے اللہ کا کیا کام کیا جو یہ تیرا لڑکا آگ سے بچا۔ وہ بولی اللہ عالم الغیب ہے میں کچھ نہیں جانتی ہوں مگر صرف چار باتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کی نعمت پر شاکر ہوں۔ دوسری اس کی بلا و مصیبت پر صابرہ ہوں تیسری اس کی رضا پہ راضی ہوں۔ چوتھی آخرت کا کام دنیا کے کام پر مقدم جانتی ہوں۔ اگرچہ کار دنیا فوت ہو جائے۔ یہ سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بس یہی باعث ہے اس بچے کی محفوظیت کا۔ یہ عورت اگر مرد ہوتی تو اس پہ وحی نازل ہوتی

روایت ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گورستان کی طرف جاکر دیکھا کہ ایک شخص کی قبر سے نور چمکتا ہے۔ حضرت نے دعا کی اسی وقت وہ قبر پھٹ گئی اور ایک شخص اس قبر سے نکلا اور وہ نور کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تجھ کو یہ بزرگی کس عمل سے ملی اس نے کہا ایک میرا صالح بیٹا تھا۔ اس نے میرے حق میں دعا کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمایا۔ اور جو گناہ میں نے دنیا میں کیے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیے۔ اور مجھ پر اپنی رحمت زیادہ کی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ سچ ہے دعا بیٹے کی ماں باپ کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ مردے سب اپنے فرزند پر فخر کرتے ہیں اور ناز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہماری اولاد ہے ہمارے حق میں دعا کرے گی اس سے ہم کو نجات حاصل ہوگی (واللہ اعلم بالصواب)

بیان ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جمجاہ بادشاہ کے سر بوسیدہ سے اور گفتگو کرنا اس سے

کعب الاحبار نے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیابان شام سے جاتے تھے تو راستے میں ایک سر بوسیدہ کی ہڈی ملی۔ چنانچہ انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی یا الٰہی یہ کس کا سر راہ میں پڑا ہوا ہے تو اس کو زندہ کر دے تاکہ وہ مجھ سے بات کرے اور مجھے معلوم ہو کہ یہ کون شخص تھا اور دنیا میں کیا کام کرتا تھا۔ اور کس گناہ کی پاداش میں اس کی کھوپڑی راستے میں پڑی ہوئی ہے اور جو بات میں اس سے پوچھوں یہ اس کا جواب دے ایسا کر دیجیے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کھوپڑی زندہ ہو گئی۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سر بوسیدہ سے پوچھا کہ اے کھوپڑی اللہ کے حکم سے تو ہم سے بات چیت کر ندا آئی اے عیسیٰ تو جو کچھ اس سے پوچھے گا یہ تجھے جواب دے گا سب سے پہلے اس سر بوسیدہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے حضرت آپ کیا پوچھتے ہیں مجھ سے پوچھیے۔ تب حضرت عیسیٰ نے اس سے پوچھا تو مرد تھا یا عورت۔ سعید تھا یا شقی۔ مقبول تھا یا

مردود. تو تمر تھا یا غریب، نیک تھا یا بد. دراز قد تھا یا کوتاہ قد، بخیل تھا یا سخی یاد رہے
مجھے یہ بھی بتا کہ تیرا کیا نام تھا۔ یہ سنکر اس کھوپڑی نے کہا اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
میں بادشاہ تھا اور میرا نام مجاہ بادشاہ تھا اور میں بہت سخی تھا اور سعید و مقبول اور
نیک اور دراز قد بھی تھا اور کئی بادشاہ میرے زیر فرمان تھے۔ دولت و دنیا سب کچھ
مجھ کو حاصل تھی اور مجھے کسی بات کا غم نہ تھا اور ہمیشہ عیش و نشاط میں رہتا تھا۔ اور پانچ
ہزار غلام میرے عصا بردار جوان و خوبصورت سرخ قباپوش باشمشیر بندی دائیں بائیں کھڑے
رہتے اور پانچ سو غلام ماہر ترانہ ساز اور پانچ سو غلام باچنگ و چغانہ میری خدمت
میں مدام حاضر رہتے تھے اور ایک ہزار لونڈیاں ترکی خوش آواز گانے والی ہر وقت میری
مجلس میں رہا کرتی تھیں اور ہزار لونڈیاں ہم جنس ہم قدم ہم رنگ رقص کرتی تھیں اور
ان کا رقص ایسا ہوتا تھا کہ مرغان ہوا اور درندے چرندے دیکھ کھڑے رہتے تھے اور
آدمی تو سکتے کے عالم میں رہ جاتے تھے۔ اے پیغمبر اللہ کے اگر میں اپنے تمام اوصاف حشمت
بیان کردوں تو پھر آپ بھی تعجب کریں گے اور جب میں شکار گاہ میں برائے شکار جاتا تھا تو
ایک ہزار اعلیٰ قسم کے گھوڑے معہ زین زریں میرے ساتھ ہوتے تھے اور ایک ہزار میر شکار
سفید قباپوش و تاج مکلل بر سر باز و بہری شاہیں لے کر میرے ساتھ چلتے تھے اور ایک
ہزار غلام باکمر زریں کلاہ گوشہ سرخ پوش میرے آگے اور ایک ہزار اسی طرح میرے پیچھے رہتے
تھے اے پیغمبر اللہ کے اگر تم سے صفت شکار کی بیان کردوں تو پھر آپ کو بڑا تعجب ہوگا اور
مشرق سے مغرب تک میری بادشاہت تھی اور میرا لشکر بے شمار تھا اس کے لکھنے سے
وزیر وغیرہ عاجز رہتے تھے اور بے شمار بادشاہ اور ملک میرے زیر فرمان تھے جو میں نے
ان پر بزور شمشیر قبضہ کیا تھا اور اگر صفت اس زور اور لڑائی کی بیان کروں تو آپ اس کو
بھی سن کر بڑے ہی متعجب ہوں گے یعنی کسی بادشاہ کو طاقت نہ تھی کہ میرا مقابلہ کر سکے
اور تقریباً چار سو برس تک میں نے بادشاہی کی اس چار سو برس میں ایک دن بھی مجھ کو
غم و رنج نصیب نہ ہوا اور میں جوان مرد و صاحب جمال و کمال و خوبی میں بے نظیر تھا
یعنی کوئی بادشاہ وغیرہ بھی میرے برابر نہ تھا جو شخص بھی میری طرف نگاہ کرتا

وہ نہایت متحیر رہتا اور میرا ہمیشہ کا معمول تھا کہ ہر روز ایک ہزار دینار فقیروں محتاجوں کو تقسیم کرتا تھا اور ہر بھوکے کو کھانا کھلاتا تھا اور اسی طرح سے ایک ہزار ننگوں کو کپڑا دیتا تھا لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اپنے حقیقی معبود اللہ عزوجل کو نہیں جانتا تھا اور میں خود بت پرستی کرتا تھا۔ پس یہ حقیقتیں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سر بوسیدہ سے سن کر پوچھا تجھ کو مرے ہوئے کتنے دن ہوئے اور تو کس حال میں تھا کیا تو نے ملک الموت کی صورت و شکل و ہیبت کیسی تو نے دیکھی سو وہ بھی مجھ سے بیان کر۔ تب اس نے بیان کیا اے پیغمبر اللہ کے آج ایک سو برس ہوئے ہیں میرے مرنے کو اور اس وقت بات یہ ہوئی تھی کہ ایک دن میں موسم گرما میں بیٹھا ہوا تھا گرمی نے سر پر بشدت صعود کیا۔ میں وہاں سے اٹھ کر اپنے جائے رہائش گاہ پہ گیا اور تمام اعضاء میں میرے اس قدر سستی آئی کہ طبیعت میری بدمزہ ہوگئی پھر میں وہیں سو رہا اور میرا حال متغیر ہوتا رہا اور اسی بستر شاہی پہ وزیروں کو بلایا کہ فوراً میرا علاج کیا جائے اور اس وقت میری سلطنت میں ایک ہزار طبیب نوکر تھے ان سب کو بلا کر میں نے ان سے کہا کہ تم سب میرا علاج صحیح طور پہ کرو۔ اس حکم کے سنتے ہی تمام طبیبوں نے میرے واسطے دارو دوا کی لیکن ان کے علاج نے مجھے کچھ فائدہ نہ دیا اور کوئی دوا بھی مجھے مفید نہ پڑی اور پانچویں روز میرا حال از حد ابتر ہوگیا اور میری زبان بند ہوگئی اور سیاہ ہوگئی اور بدن کانپنے لگا اور میری آنکھوں میں سیاہی چھاگئی اور روشنی جاتی رہی اور مجھے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ اور پھر مجھے بیہوشی آنے لگی اس حالت سکرات میں غیب سے ایک آواز آئی وہ میں نے اچھی طرح سنی کہ روح جمجاہ کی قبض کر کے دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر ایک لحظہ بعد ہی ملک الموت بہیئت وشکل سہم ناک ایسی کہ سر ان کا آسمان پہ اور پاؤں تحت الثریٰ میں میرے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور کئی منہ ان کے تھے میں نے جب ان کو دیکھا تو مارے ڈر کے ان سے میں نے بہت ہی الحاح وزاری کی لیکن انہوں نے میری کچھ نہ سنی یہ سنکر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا اے جمجاہ بادشاہ تم نے ملک الموت سے پوچھا تھا کہ تمہارے اتنے منہ کیوں ہیں اس کا کیا سبب ہے۔ جمجاہ بادشاہ نے کہا اے پیغمبر اللہ کے میں نے ان سے پوچھا تھا انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ سامنے کے منہ سے جان مومنوں کی قبض

کرتا ہوں اور داہنی طرف کے منہ سے باشندگان عالم سماوات کی روح قبض کرتا ہوں اور جو جو منہ کہ بائیں طرف ہے اور جو منہ پیچھے کی طرف ہیں ان سے کافروں اور مشرکوں کی روح قبض کرتا ہوں پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے پوچھا کہ سکرات الموت تجھ پر کیسی گزری تھی اور کس طرح تیری جان نکلی تھی وہ بھی بیان کر اس نے کہا کہ میں نے حضرت عزرائیل کو دیکھا کہ کئی فرشتے ان کے ساتھ ہیں کسی کے ہاتھ میں آگ کے گرز اور کسی کے ہاتھ میں چھری اور تلوار ہے اور کوئی اپنے ہاتھ میں شعلہ آتش لے کر آئے ہیں اور انہوں نے میرے بدن پر ڈال دیا۔ اس وقت مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ آتش تیز تر کوئی دوسری نہ ہوگی ایک ذرہ بھی اس میں سے زمین پر گرے تو ساری زمین کو جلا ڈالے اور راکھ کا ڈھیر کر دے، پھر وہ میرے تمام بدن کا رگ و ریشہ پکڑ کر جان تن سے کھینچنے لگے میں نے ان سے کہا اے فرشتو! مجھ کو چھوڑ دو اور میری دولت جتنی ہے وہ تم میری جان کے بدلے لے لو۔ پس یہ بات سنتے ہی میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا کہ اس سے تمام بدن کے جوڑ الگ ہو گئے اور پھر کہا اے بدبخت بے شرم و بے حیا تو جانتا ہے کہ اللہ بعوض گناہ کافروں سے مال نہیں لیتا ہے۔ پھر میں نے کہا مجھ کو چھوڑ دو میں اپنی آل و فرزند اللہ کی راہ میں قربان کرونگا یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رشوت نہیں لیتا ہے۔ اے پیغمبر اللہ کے جان نکلنے میں ایسی تکلیف گزری کہ اگر ہزار شمشیر مجھ پر ماری جائیں تو بھی اتنی تکلیف نہ ہوتی الغرض وہ فرشتے میری جان قبض کر کے لے گئے اس کے بعد لوگوں نے مجھے کفن پہنایا اور پھر قبرستان میں لے جا کر مردوں کے ساتھ گورستان میں دفن کر دیا اور مجھے اچھی طرح مٹی سے ڈھانک کر چلے آئے پھر اس قبر میں میری دوبارہ جان آئی اور منکر نکیر فرشتے آئے اور وہ فرشتے بھی جو دنیا میں میرے ساتھ تھے آئے اور وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جو تم نے دنیا میں بھلا و برا نیکی و بدی کی تھی سو وہ اب تم دیکھو اور کیے ہوئے کا مزہ چکھو اور جو کچھ میں اپنا کیا ہوا بھولا تھا وہ اس وقت سب یاد آ گیا اور میں اپنے کیے ہوئے کرتوتوں پر آنسو بہاتا رہا اور جب منکر نکیر میرے پاس آئے تو ان کو دیکھ کر میرے عقل و ہوش جاتے رہے کیونکہ میں نے ایسا بھی کسی کو دیکھا نہیں تھا اور ان کے آنے سے زمین خود بخود پھٹ جاتی تھی اس خطرناک حالت میں آکر مجھ

بدبخت کو قبر کے اندر بٹھا کر پوچھنے لگے مَنْ رَّبُّکَ یعنی تیرا رب کون ہے! اس پر میں نے کہا کہ تم ہو
یہ الفاظ سنتے ہی گرز آہنی سے مجھ کو مارنے لگے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی حرکت و دھمک
سے تحت الثریٰ تک ہل گئی ہو گی پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا مَا دِیْنُکَ یعنی کونسا دین ہے تیرا
یہ سنکر اور عقل و ہوش باختہ ہو گئے اور زبان مارے خوف کے بند ہو گئی پھر وہ مجھ سے کہنے لگے
اے دروغ گو تیرا رب کون ہے میں نے پھر کہا تم ہی ہو میرے رب۔ پھر انہوں نے یہ سنتے ہی ایک
گرز آتشی مجھ پر مارا اور اس وقت میں اُف و آہ کر کے کہا دریغا و حسرتا، اگر میں پیدا نہ ہوتا تو اچھا تھا
اب کہاں جاؤں اور کس سے فریاد کروں اور اب تو کوئی سنتا بھی نہیں صرف اللہ ہی رحمٰن و رحیم
ہے میں کچھ جانتا نہ تھا چار سو برس کی بادشاہی اور دنیا کی خوشی عذاب قبر اور سوال و جواب سے مجھ پر
تلخ ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ غضب اللہ کا ہو کہ نعمت اللہ کی کھا وے اور پھر غیر کو پوجے۔
پھر کچھ دیر بعد ہی مشرق و مغرب کی زمین، آکر مجھ کو دبانے لگی اور اس نے تو ایسا دبایا کہ میرے تمام
بدن کی ہڈیاں درہم برہم ہو کر ٹوٹنے لگیں۔ پھر زمین نے کہا کہ اے دشمن اللہ تو نے روز
میری پشت پر رہا اور برابر کفر کرتا رہا اور عیش و آرام کرتا رہا اور اب تو میرے پیٹ کے اندر آیا
ہے قسم ہے مجھ کو اپنے رب کی میں اب تجھ سے حق اپنا اور حق اللہ تعالیٰ کا سمجھ لوں گی۔ پھر اس کے
بعد دو فرشتے آئے وہ بالکل سیاہ پوش تھے اور خشمناک معلوم ہوتے تھے! ایسا کسی کو میں نے اس سے
قبل نہ دیکھا تھا۔ مجھ کو یہاں سے پکڑ کر عرش کے نزدیک لے گئے یہ دیکھ کر مجھے کچھ اطمینان ہوا کہ میں اب
شاید اللہ کی رحمت کی جگہ آیا ہوں اتنے میں عرش کے کنارے سے ایک آواز آئی اس شقی القلب کو دوزخ
میں لے جاؤ اور عرش کے پاس جا کر چار کرسی جواہرات سے مرصع میں نے دیکھیں ایک پر ابراہیم خلیل اللہ اور
دوسری پر موسیٰ کلیم اللہ اور تیسری پر محمد حبیب اللہ اور چوتھی کرسی پر ایک پیر مرد خشمناک بیٹھا تھا اور اس کے
پاس کار خانہ آتش ایستادہ تھا اور سلاسل و اغلال یعنی زنجیریں اور طوق سب آتشیں اس کے پاس
موجود تھے اور نام اس کا مالک تھا چنانچہ مجھ کو اس کے پاس لے گئے اور اس نے دیکھتے ہی مجھ کو
ایک جھڑکی دی ایسی کہ میرے تمام بدن میں لرزہ آگیا اور میں بری طرح سے کانپنے لگا تو یہ بولا کہ اس
بدبخت کو لوہے کی زنجیر سے بند کر رکھو پس مجھ کو قید شدید میں رکھا اور تقریباً ستر گز غبار کے
نیچے بیٹھا۔ پھر میرے بدن سے کھال نکال کر سانپ اور بچھوؤں کے بیچ میں اس دوزخ میں ڈال دیا۔ اے

پیغمبر اللہ اگر اس زنجیر کا ایک حلقہ زمین پر پڑ جاوے تو تمام خلق روئے زمین کی ہلاک ہو جائے اور میری زبان پر مہر ثبت کر دی گئی اور پھر میں کسی قسم کی کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جمجاہ بادشاہ آتش دوزخ کیسی تھی وہ بیان تو کر وہ یہ سنتے ہی اس نے کہا اے پیغمبر اللہ کے دوزخ کے درجات سات ہیں ان کے نام یہ ہیں ہاویہ، سعیر، سقر، جہنم، لظی، حطمہ ہاویہ۔ حطمہ اور ہاویہ سب سے نیچے طبقے میں ہے۔ اے پیغمبر اللہ کے اگر آپ اہل دوزخ کو دیکھتے تو کہتے کہ ان پر اللہ کا غضب ہے ان کے نیچے اوپر دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے دھکتی ہوئی آگ ہے اور اس کے اندر بھوکے پیاسے لوگ جل رہے ہیں وہاں کھانا پینا اور سایہ قطعاً نہیں ہے ہمیشہ سوائے غم کے خوشی اور راحت نہیں ہے اور منہ ان کا مانند سیاہ کوئلے کے ہے اور ہمیشہ گریہ و زاری اور توبہ وزاری کرتے ہیں لیکن وہاں توبہ قبول نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت آواز آتی ہے اے اہل دوزخ تمہارا طعام ہمیشہ آتش دوزخ ہے تم تو دوزخ ہی کی لکڑی ہو برابر جلتے رہو۔ پھر وہاں سے مجھ کو ایک درخت آتشی کے پاس اندر دوزخ کے لے گئے اور اس درخت کا نام اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں شجرہ زقوم فرمایا ہے اور ہندی میں سیج کہتے ہیں پس اس جگہ میں نے کچھ کھانے کو مانگا وہی درخت زقوم لا کر مجھ کو دیا۔ جب میں نے اس سے کچھ کھایا تو اس سے میرا حلق بالکل بند ہو گیا اور اس طرح سے بند ہوا کہ وہ نہ نیچے اترتا ہے اور نہ اوپر آتا ہے مارے درد اور سوزش کے بُری طرح چلاتا رہا کہ مجھ کو پانی دو تاکہ لقمہ حلق سے نیچے اترے۔ جب پیالہ بھر کر پانی گرم جہنم سے لا دیا۔ اور جب میں نے اسے پیا تو اس کے پینے سے گوشت پوست ہڈی تک جل کر خاک ہو گئی اس کے پیچھے ایک جھڑکی کی آواز آئی اس آواز کے بعد پھر میری ہڈی گوشت پوست ہڈی تک جل کر خاک ہی ہو گئیں یعنی مکمل میرا جسم جل گیا اور پاؤں کے تلوے سے سر تک میرے آگ سے جل رہے تھے۔ پھر اس کے بعد مجھ کو جوتیاں آتشیں لا کر پہنائیں اور مجھ سے کہا اے بدبخت اپنے عمل کی جزا چکھ اب تجھ کو سوائے عذاب کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ تو نے دنیا میں بدعمل کیے تھے اور تو نے اللہ کو بھی نہیں مانا تھا اور نہ اس کے عذاب سے ڈرا تھا تو نے اپنے خالق و معبود سے شرم اور اس کی عبادت نہیں کی تھی اور نہ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لایا تھا اور اپنے بھائی برادر مومن مسلمانوں کا مال زبردستی سے چھین لیتا تھا اور نہ حرام خوری سے کبھی ڈرتا تھا اور برابر مسلمانوں کو ایذا دیتا تھا اور کسی برائی کے کام سے پرہیز

نہیں کرتا تھا اے پیغمبر اللہ کے ایسی ایسی باتیں مجھ سے کہیں اور آگ کی جوتیاں مجھے پہننے کو دیں۔ پس اس کی طپش سے مغز میرا سر سے اور کان اور ناک سے نکل پڑا اور اس وقت پژمردہ ہو گیا۔ اے پیغمبر اللہ کے میرے کھانے کی چیز سوا آگ اور زقوم کے کچھ نہ تھا۔ پھر وہاں سے مجھ کو ایک پہاڑ پر لے گئے اس پہاڑ کا نام سکرات ہے لمبائی اس کی تین ہزار برس کی راہ ہے اور اس کے اندر ستر کنویں آتشیں ہیں اور جتنے عذاب مجھ پر گزرے سب اس میں موجود پائے اور اس میں سانپ و بچھو بے شمار ہیں اور سانپ و بچھو جب دانت اپنے بجاتے ہیں اس کی کھٹ کھٹ کی آواز سو برس کی راہ تک سنی جاتی تھی اور جب کسی کو کاٹتے تو وہ فوراً ہی خاک ہو جاتا تھا اور اگر ان کے زہر دانت کا ایک قطرہ روئے زمین پر گر پڑے تو دنیا جل کر خاک ہو جائے غرض مجھ پر ہر روز اس پہاڑ پر تین مرتبہ سکرات موت ہوتی تھی پس اسی وجہ سے اس پہاڑ کو سکرات الموت پہاڑ کہا جاتا ہے اور جس کو بھی اس پہاڑ پر لے جاتے ہیں تو وہ تلخی سکرات چکھتا ہے پھر مجھ کو وہاں سے ایک چشمے میں لے جا کر ڈال دیا گیا اور میں اس جہنم میں دوزخیوں کے پاس جا پہنچا اور آواز اس چشمے کی سو برس کی راہ تک جاتی ہے اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے اس سر بوسیدہ جمجاہ بادشاہ سے دریافت کیا کہ یہ تو بتاؤ اس چشمے کا نام کیا ہے اس نے کہا اس چشمے کو غضبان کہتے ہیں اس واسطے کہ وہ ہمیشہ غضبناک رہتا ہے۔ اے پیغمبر اللہ کے جو شخص اللہ سے ڈرے گا اور گناہ سے باز رہے گا تو وہ چشمہ عذاب کا اس پر آسان ہو جائے گا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس چشمے کی بات سنی تو ہوش ان کے جاتے رہے اور بہت زیادہ روئے اور بہت ڈرے اور کہا اے جمجاہ بادشاہ اس چشمے کا عذاب جو تم پر گزرا سو بیان کرو۔ اس نے کہا اے نبی اللہ کے اس چشمے کے عذاب کا اگر بیان آپ سنیں گے تو تعجب کریں گے جب پاؤں میں نے اس چشمے میں رکھا تو فوراً ہی میرے جسم کا چمڑا اور میرا پورا جسم اس پانی سے جل گیا اور مالک دوزخ نے مجھ کو ایک جھڑکی دی اس کی ہیبت سے میں اس چشمے میں گر پڑا اور اسی میں غرق ہو گیا۔ یا نبی اللہ میں اس چشمے کا حال کیا بیان کروں کہ عذاب اس کا سب عذابوں سے اکبر ہے ایسا کہ میرے جسم کی تمام ہڈیاں جل کر رہ گئیں اور اول جو عذاب مجھ پر گزرا تھا وہ تو اس سے عذاب اصغر تھا اے پیغمبر اللہ کے اگر میں اس کو ایک سو برس تک بیان کرتا ہوں تو بھی اس کا

بیان ختم نہ ہوگا۔ پھر مجھ کو اس چشمے سے نکال کر ایک کنوئیں پہ لے گئے اور مجھ کو اس میں ڈال دیا اور لمبائی اس کی ایک ہزار برس کی تھی اور اس کو بیت الاحزان کہتے ہیں۔ اور اس کنوئیں کے کنارے ایک تابوت آتشی رکھا ہوا تھا اور لمبائی اس کی تین سو کوس تھی مجھ کو اس تابوت کے اندر رکھا اور جن شیطانوں نے مجھ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا کر گمراہ کیا تھا اور غرور میں ڈالا تھا ان کو مجھ پر مؤکل مقرر کیا اور جب ہی سے میں اس تابوت آتشی میں ہوں۔ بہت مدت کے بعد ایک آواز عرش سے آئی کہ جمجاہ کو آج دنیا میں سر راہ عیسیٰ علیہ السلام کے ڈال دو کیونکہ اس نے کچھ ثواب کیا تھا دنیا میں بہت لونڈی اور غلام آزاد کیے تھے اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلایا تھا اور پیاسوں کو پانی پلایا تھا اور ننگوں کو کپڑا پہنایا تھا اور غریبوں پر مہربانی کی تھی اور مسافروں کی خبر گیری کی تھی۔ اور روز ازل میں لکھا گیا تھا کہ جمجاہ کو عذاب آخرت سے ایک بار رہائی کر کے پھر دنیا میں بھیج دوں گا یہ آواز میں نے اپنے کانوں سے سنی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جمجاہ بادشاہ سے پوچھا کہ تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ وہ بولا میں قوم حضرت الیاس سے ہوں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اس وقت مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ اور اللہ قدوس سے کیا مانگتے ہو۔ یہ سن کر جمجاہ بادشاہ نے کہا یا نبی اللہ الاماں الاماں آپ کو اللہ کی قسم ہے مجھ بے چارہ گنہگار کے حق میں آپ دعا کریں کہ مجھ کو اس عذاب سے اللہ نجات بخشے اور زندہ کر کے پھر اس دنیا میں بھیج دے میں اس کی بندگی کروں گا اور اسی سے مدد چاہوں گا تا کہ دنیا و آخرت میں آپ ہی حق مجھ پر ثابت ہو۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے اللہ یا تو بے مثل و بے مانند سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور سب کا پیدا کنندہ اور مارنے والا ہے اور تو ہی سب کی فریاد سننے والا ہے میری دعا قبول فرما اس بیچارے جمجاہ کو زندہ کر تا کہ یہ تیری عبادت کرے اور حق عبودیت تیرا بجا لائے۔ تب حق تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں نے روز ازل میں لکھا ہے کہ تیری دعا سے میں اس کو زندہ کر کے پھر دنیا میں بھیجوں گا اور اس کی توبہ قبول کروں گا اور اپنے عذاب سے خلاصی دوں گا کہ وہ دنیا میں سخی اور دولت دار فقیر و مسکین کا تھا پس عیسیٰ علیہ السلام یہ کلام الٰہی سن کر شکر اللہ بجا لائے

اور خوش ہو کر اس جمجاہ بادشاہ کی ہڈیوں پر کہا کہ اے ہڈیو! گوشت پوست بال پراگندہ ہوئے اللہ کے حکم سے ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ تب اللہ کے حکم سے اس وقت جتنی ہڈیاں تھیں اور جتنا گوشت و پوست و بال جمجاہ کے تھے ہیئت اصلی پر جسم مرکب بن گیا اور زندہ ہو کر یہ کلمہ کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد مطلق ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق ہیں اور بہشت و دوزخ اور بعث و نشر سچ ہے۔ پھر جمجاہ بادشاہ نے تقریباً اسی برس زندگی پائی اور اس زندگی میں قیام و صیام یعنی روزہ عبادت الٰہی میں ہمہ تن معروف رہا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا رہا، بجز اس عبادت الٰہی کے کچھ بھی دنیا کا کام نہیں کرتا تھا۔ آخر پھر بھی سجادہ مسلمانی پر رہ کر شربت موت کا پیا۔ اللہ کریم و غفور و رحیم نے اپنے فضل و کرم سے اس کے گناہ معاف کر کے اس کو جنت نصیب کی: ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بیان وفات حضرت مریمؑ کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کو لے کر بیت المقدس سے ملک شام کو جاتے تھے چنانچہ راستے میں اچانک بیمار ہو گئیں اور وہ جگہ ایسی تھی کہ جنگل و گھاس کے سوا کچھ نہ تھا اس وجہ سے وہ بیخ گیاہ کے علاوہ اور کچھ استعمال نہیں کر سکتی تھیں مجبوراً انہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ اے میرے بیٹے مجھ کو وہی لا دو وہ اسی وقت اپنی ماں کو اس جگہ پر چھوڑ کر اس جڑ کو لینے گئے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد اسی جگہ پر حضرت مریم نے وفات پائی اور اللہ کے حکم سے اسی وقت بہشت کی حوروں نے آکر ان کو غسل دیا اور پھر بہشت کے کپڑوں سے کفنایا اور وہ حوریں اسی جگہ ان کو دفن کر کے چلی گئیں اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ہوا کیونکہ وہ ان کے لیے اس تعمیل ارشاد کی تکمیل میں گئے ہوئے تھے اور ان کے انتقال کی ان کو کچھ خبر نہ تھی جب وہ اسی جگہ پر واپس آئے جس جگہ پر اپنی والدہ کو چھوڑ گئے تھے تو انہوں نے

ان کو آکر کئی مرتبہ پکارا لیکن ان کو کوئی جواب نہ ملا آخری آواز میں جواب ملا لبیک اے میرے فرزند تم مجھے کیوں بلاتے ہو یہ سن کر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا اے امی جان میں نے آپ کو تین دفعہ پکارا۔ اب تک کہاں تھی یہ بات حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سن کر حضرت مریمؑ نے کہا اے بیٹے پہلی بار پکار میں فردوس اعلٰی میں تھی اور دوسری پکار میں سدرۃ المنتہٰی میں تھی اور تیسری پکار میں آسمان اول پہ آکر میں نے جواب دیا یہ سن کر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہا کہ اے اماں جان اپنا حال بیان کرو حضرت مریم بولیں اے بیٹے جس کو اللہ تعالٰی فردوس اعلٰی نصیب کرے اور وہ اپنی مراد کو پہنچے اس سے بہتر اور کیا چیز ہے اس کے متعلق کیا پوچھتے ہو۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی والدہ سے یہ باتیں سن کر آبدیدہ اور گریاں سینہ بریاں واپس بیت المقدس آگئے اور لوگوں کو اللہ قدوس کی دعوت دیتے رہے ایک دن منبر پہ لوگوں سے کہنے لگے اے لوگو! اللہ تعالٰی نے توریت میں فرمایا تھا کہ حضرت موسٰی کو ہفتہ کا دن مبارک ہے اور اس روز سوائے عبادت کے کچھ اور دنیا کا کام کرنا حرام ہے اب اللہ رب العزت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور تمہاری کتاب انجیل میں فرمایا ہے کہ اتوار کا دن بہت مبارک ہے اس دن کو مانو اور اس کا احترام کرو اور اس دن نمازیں پڑھو اور کچھ کام دنیا کا اس دن نہ کرو اور مطابق انجیل کتاب کے چلو پس قوم بنی اسرائیل حضرت عیسٰیؑ سے اس بات کو سن کر اپنے دل میں کینہ لائے اور پھر کہنے لگے کہ کتنے ہی پیغمبر بنی اسرائیل میں بعد حضرت موسٰی کے آئے کسی نے بھی حضرت موسٰی کی شریعت کو منسوخ نہیں کیا اور یہ لڑکا وہ بھی بے پدر مجہول النسب آکر ہماری کتاب موسٰی کو منسوخ کرتا ہے لہٰذا اس کو مار ڈالنا چاہیے تاکہ ہمارے نبی موسٰی علیہ السلام کا دین جاری رہے اور ان میں سے مومن یہ دیکھ کر کہنے لگے اے قوم! تم نے زکریا علیہ السلام جو اللہ تعالٰی کے نبی تھے ان کو مار کر عذاب اٹھایا تھا اور تم پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا سو تم بھول گئے اور اب حضرت عیسٰی جو کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے مرسل نبی ہیں ان کو مارنے کا قصد کرتے ہو تم لوگ عذاب اللہ سے ڈرو اور اس سے پناہ مانگو اور اس کے حضور میں توبہ کرو کیوں جہنم کی راہ اختیار کرتے ہو۔ پس تم لوگ ان پر اور ان کی کتاب پہ ایمان لاؤ۔ آخر بہتیرا کہا مگر ان کافروں نے نہ مانا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے

مارنے کی فکریں لگے رہے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتے رہے اور کہنے لگے کہ جب کبھی ہم لوگ ان کو تنہا پائیں گے تو ان کو مار ڈالیں گے۔ یہ باتیں ان کافروں کی مومن لوگوں نے سنیں تو وہ ہر دم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور ان کی ہر وقت خبرداری کرتے تھے کہیں بھی حضرت عیسیٰ کو تنہا نہ جانے دیتے تھے۔ اگر کہیں جانے کا اتفاق ہوتا تو خود ان کے ساتھ جاتے تھے ایک دن ایک عورت نے حضرت عیسیٰ کے اصحاب حواریوں سے پوچھا کہ تم لوگ ہر دم ہر ساعت حضرت عیسیٰ کے ساتھ جو رہتے ہو تم لوگوں نے اس سے کیا معجزہ دیکھا ہے یہ سن کر ان حواریوں نے اس سے کہا کہ حضرت عیسیٰ مسیح اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اندھے کو بینا کرتے ہیں اور کوڑھی اور لنگڑے کو اچھا کرتے ہیں تب اس عورت نے کہا کہ مبارکبادی اس شکم کو ہے کہ جس نے اس کو پیٹ میں رکھا یہ باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے سنیں اور پھر کہا کہ مبارکبادی تو اس نبی کی امت کو ہے جو قرآن پڑھیں گے۔ یہ سن کر اس عورت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے حضرت عیسیٰ مجھے بتاؤ کہ قرآن کیا چیز ہے ہم نے تو کبھی نہیں سنا یہ سنتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن وہ چیز ہے کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل ہوگا چنانچہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (ترجمہ: اور جب کہا عیسیٰ بن مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ تعالیٰ کا تمہاری طرف سچا کرتا ہوں اس کو جو مجھ سے آگے تھی یعنی توریت کو اور خوشخبری سناتا ہوں ایک رسول کی جو آوے گا مجھ سے پیچھے اور اس کا نام احمد ہوگا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ہمارے حضرت کا نام رکھا گیا۔ دنیا میں محمدؐ اور فرشتوں کے درمیان احمدؐ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان کی امت میں حافظ قرآن بہت ہوں گے اور دوسرے پیغمبروں کی امت قرآن حفظ نہ کر سکے گی اور کتاب توریت اور انجیل کو بھی ان کے زمانے میں حفظ نہ کر سکے گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو خوشخبری سنائی کہ پیغمبر آخر الزماں آویں گے اور ان کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی۔ تب سب یہودیوں نے مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کی مشورت کی

اور آپس میں کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ ابن مریم زندہ رہے گا تو ہمارا دین موسیٰ کا بالکل باطل و منسوخ کریگا۔
اور اس زمانے کا بادشاہ وقت کافر تھا۔ اس ظالم نے ان مردودوں کے ساتھ اتفاق کیا اور پھر
ان کو حکم دیا پھر ان لوگوں نے جمع ہو کر ان کی ہلاکت کا قصد کیا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد
حواریوں نے اس بات کو معلوم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تو یہ سن کر حضرت عیسیٰؑ نے کہا
تم لوگ خاطر جمع رہو اور بالکل مت ڈرو میرے دشمن کیا کر سکتے ہیں۔ شعر

دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست ۔ پس تم لوگ اپنے دین اور نبی آخر الزماں احمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ایمان لاؤ۔ اور اسی پر ثابت قدم رہو تب تم نجات پاؤ گے۔ الغرض
حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے تمام حواریوں کو لے کر ایک مکان پہ گئے جس کا نام
عین السلوک ہے یہودیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر اس مکان کا محاصرہ کر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اپنے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اس مکان کی چھت میں شگاف کر کے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو چوتھے آسمان پہ اٹھا لے گئے اور ان کو فرشتوں کی صحبت میں رکھا اور ان یہودیوں
کے سردار کا نام شیوع تھا اور وہی سب سے پہلے مارنے کے واسطے اس مکان میں گھسا تھا اس نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت ڈھونڈا لیکن نہ پایا اور جب اس ملعون کے اس مکان سے نکلنے میں
کافی دیر ہوئی تو جو باقی یہودی مکان کے باہر کھڑے تھے بہت حیران ہوئے اور اسی حیرانی میں وہ
اس مکان میں سب کے سب داخل ہو گئے اور جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے کے لیے
گھسا تھا وہ اپنی قوم کا بہت بڑا سردار تھا مکان کے اندر لوگوں نے اپنے سردار شیوع کو دیکھا کہ
وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت بن گیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے بچانے کے واسطے کیا تھا کیونکہ ان یہودی لوگوں نے جو طیش میں آ چکے تھے
ان کے قتل کرنے کی مکمل تدبیر کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان
پر اٹھا لیا تھا اور ان کی جگہ ان کے سردار شیوع کو انہی کی شکل و صورت بنا دیا تھا۔ ان یہودیوں
نے چاہا کہ اس کو حضرت عیسیٰ کی شکل و صورت دیکھ کر بضرب شمشیر پکڑ لیا۔ ہر چند اس نے فریاد کی کہ میں
شیوع ہوں تم لوگ مجھ کو چھوڑ دو۔ لیکن وہ لوگ ہرگز نہ مانے اور پھر کہنے لگے کہ تم ہی عیسیٰ ابن
مریم ہو تم نے اپنے جادو سے شکل شیوع کی بنا رکھی ہے پھر وہ غور کر کے لگے

اچھا ہم نے مانا شیوع ہے تو یہ بتاؤ عیسیٰ ابن مریم کدھر گیا آخر وہ تمام کے تمام اس بڑے شبہے میں پڑ گئے اور اپنے سردار شیوع کو حضرت عیسیٰ جان کر پکڑ لیا اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الخ ترجمہ: اور ان کو نہ مارا گیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا گیا۔ ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے سامنے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں ان کی خبر ان کو نہیں مگر انکل پہ چلنا اور اس کو مارا نہیں بیشک اس کو اٹھا لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے کیونکہ میری حکمت زبردست حکمت ہے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار دیا یہ غلط ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا ذکر فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ہرگز اس کو نہیں مارا اور اس کی صورت کو سولی پر چڑھایا گیا اور نصاریٰ بھی اول سے یہی کہتے ہیں کہ ہمارے مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہیں لیکن تحقیق وہ نہیں سمجھتے کئی باتیں کہ بدن کو مارا لیکن ان کی روح اللہ تعالیٰ کے پاس گئی اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ مارا تو تھا لیکن تین روز بعد وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے لیکن یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے اور نہ کسی دوسرے طریقے سے ثابت ہوئی ہے کہ ان کو مارا گیا۔ یاد رکھو یہ خبر صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس نے ہم کو بتایا کہ اس کی اصلی صورت کو نہیں مارا اور ان کے پکڑنے کو وہ نصاریٰ لوگ ان کے قریب تھے دور بھاگ گئے تھے اور کچھ یہود بھی نہ پہنچے تھے اس لیے صحیح خبر نہ ان لوگوں کو ہے اور نہ ان یہودیوں کو ہے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سردار شیوع کو پچاس برس تک ناز و نعمت سے پالا تھا اس واسطے کہ جب حضرت عیسیٰ یہودیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوں گے تو اس وقت اپنے سردار شیوع کو ان کے صدقے میں دے کر خلاص کریں گے اور فرعون ملعون کو اللہ تعالیٰ نے چار سو برس تک ناز و نعمت سے پال کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدقے میں دریائے نیل میں ڈبو دیا اور حضرت موسیٰ کو ان کی قوم سمیت نجات دی اور ہزار برس دنبہ ہابیل کا فردوس اعلیٰ میں پال کر اللہ تعالیٰ نے ناز و نعمت سے اس واسطے پالا تھا کہ بعوض گناہ مومنوں کے ان کو دوزخ میں ڈال دے اور کافروں کو اللہ تعالیٰ نے

نازونعمت سے اس واسطے پالا تھا کہ بعوض گناہ مومنوں کے ان کو دوزخ میں ڈال دے گا اور مومن سب اس دوزخ سے نجات پاویں گے۔ ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ قریب قیامت کے دجال ملعون خروج کرے ساری خلائق کو گمراہ کرے گا اور حضرت امام مہدی آخر الزمان مومنوں کے ساتھ بیت المقدس میں رہیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر امام مہدی کے ساتھ ہو کر سب کافروں کو مشرق سے مغرب تک اور دجال کو مار ڈالیں گے اور تمام لوگوں کو دین محمدی کی تلقین کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دین محمدی میں ہی رہیں گے کوئی نئی شریعت نہ لا دیں گے۔ اور جو شخص دین محمدی قبول کرے گا اس کو رکھیں گے اور امان دیں گے۔ اور جو شخص دین محمدی نہ قبول کرے گا اس کو مار ڈالیں گے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو مسلمان کریں گے۔ اور دین محمدی میں سب کے سب داخل ہوں گے ایک متنفس کافر جہاں میں باقی نہ رہے گا اور اس روز عدالت پوری ہوگی اور عدل وانصاف صحیح معنی میں ہوگا کسی پہ کسی قسم کی زیادتی نہ ہوگی یعنی شیر وبکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے اور جو لوگ ظلم پہ آمادہ ہوں گے ان کو دور کر دیا جاوے گا۔ اسی طرح سے چالیس برس حضرت عیسیٰ کی بادشاہت اور تبلیغ محمدی جاری رہے گی۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی انتقال فرمائیں گے اور اس وقت کے مومن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے پاس دفن کریں گے اور بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال فرمائیں گے اور مومن لوگ ان کی اپنے ہاتھوں سے تجہیز وتکفین کریں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں آنیکا

ایک روایت سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ اجماع اہل سنت اور آئمہ اسلام ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان فیض ترجمان ولسان معجز بیان سے خود فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ یعنی سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی وہ میرا نور تھا۔ الغرض یہ چیز باتفاق ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا اور پھر ان کے نور سے تمام فرشتے

عرش و کرسی لوح و قلم بہشت و دوزخ جن و انس اور ساری مخلوقات پیدا کی چنانچہ اس کا ذکر کتاب کے اول میں آچکا ہے اسی واسطے یہاں پر مختصر کیا ہے کتاب بدونمۃ الاحباب و کتاب الاخبار میں لکھا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم صفی اللہ کو پیدا کیا تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کی پیشانی پر ظہور کیا ایسا کہ ان کی پیشانی اس نور محمدی سے عرش تک چمکتی تھی۔ پھر آدم ؑ کی پیشانی سے حضرت شیث ؑ کی اور حضرت شیث ؑ سے حضرت ادریس کی اور حضرت ادریس سے حضرت نوح ؑ کی اور حضرت نوح ؑ سے اسی طرح درجہ بدرجہ منتقل ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ تک پہنچا اور ان سے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کو نصیب ہوا۔ بعد اس کے نسلاً بعد نسل عبدالمناف تک پہنچا اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ عبدالشمس، ہاشم، ابوالمطلب اور ابو نوفل اور ہاشم رسول اللہ کے دادا تھے اسی واسطے رسول اللہ کو ہاشمی کہتے ہیں اور ابوالمطلب امام شافعی کے دادا کا نام تھا۔ اور عبدالشمس ابوجہل کے باپ کا نام تھا اور ابو نوفل لاولد تھے۔ وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عبدالمناف سے ہاشم کو ملا اور بعد فوت ہونے عبدالمناف کے ہاشم کو مکہ کی ریاست اور کنجی خانہ کعبہ ملی۔ اتفاقاً انہی ایام میں مکے میں قحط پڑا اور اکثر آدمیوں کو رات و دن فاقہ گزرتا تھا چنانچہ ہاشم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور اپنی برکت کاملہ سے تونگر کیا تھا انہوں نے تمام مکہ والوں کی ضیافت کی اور جب دسترخوان بچھاتے تو روٹیاں توڑ توڑ کر اور پارہ پارہ کر کے دسترخوان پر رکھ دیتے کہ کھاتے وقت کوئی کسی کو معلوم نہ کر سکے کہ کس نے کتنی روٹیاں کھائیں۔ اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم رہا اور اول نام ان کا عمر تھا اور ان سے عبدالمطلب پیدا ہوئے اور پھر عبدالمطلب سے کئی بیٹے پیدا ہوئے۔ جب انہوں نے نذر مانی اللہ تعالیٰ سے کہ اگر میرے دس بیٹے پیدا ہوں گے تو ان میں سے ایک اللہ کی راہ پر قربان کروں گا ایک روایت میں ہے کہ جب ہاشم کو مکے معظمہ کی ریاست ملی تو خبر ملی کہ چاہ زمزم میں اسمٰعیل ذبیح اللہ نے خزانہ جمع کر رکھا ہے تو چاہا کہ اس کے اندر سے نکالیں پھر انہوں نے وہ چاہ کھودا تو اس کے اندر وہ خزانہ نہ پایا اور اللہ کی مرضی سے پانی بھی اس کا

سوکھ گیا پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر خزانہ مجھ کو مل گیا تو میں اس چاہ کو از سر نو تعمیر کروں گا اور پھر ایک لڑکے کو بھی تیرے نام پر قربان کروں گا تب پھر وہ چاہ کھودا اللہ کے فضل سے بہت خزانہ اس سے پایا ایک روایت میں ہے کہ اس خزانہ میں سے دروازے خانہ کعبہ کے لوہے اور فولاد سے بنوائے اور چاہ زمزم کی بھی درستگی کرادی اور پھر کاہنوں کو بلوا کر اپنی نذر کا حال بیان کیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ ایفائے نذر واجب ہے۔ لازم ہے کہ ہر بیٹے کے نام پر قرعہ ڈالو جس کا نام نکلے گا اسی کو قربان کرو۔ پس عبد المطلب کے بارہ بیٹے تھے چنانچہ ہر بیٹے کے نام پر قرعہ ڈالا اس میں نام عبداللہ پدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکلا اور عبداللہ کی پیشانی پر نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر ہوا۔ اسی سبب سے ان کی صورت اپنے بقیہ بھائیوں سے بہت زیادہ حسین تھی۔ ماں باپ اور اقربا ان کو بہت چاہتے تھے اور جب انہوں نے قربانی کی خبر سنی تو ان کی ماں اور اقربا نے عبد المطلب سے کہ ہم لوگ عبداللہ کی قربانی نہ دیں گے تم دوسری چیز قربان کردو یہ سن کر عبد المطلب نے منجموں کو بلوا کر ان سے استفتار چاہا انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ ہو سکتا ہے۔ تب ان کے عوض دس اونٹ قربان کیے۔ اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا بہ تقدیر قبولیت کے آتش آسمان سے آکر قربانی کو جلا کر چلی جاتی تھی۔ اور اس وقت علامت قبولیت کی یہی تھی پس وہ دس اونٹ قبول نہ ہوئے پس اسی طرح پانچ سو تک اونٹ عبد المطلب نے ذبح کیے اور بعض روایت میں ہے کہ ایک سو اونٹ ذبح کیے پھر وہ بھی قبول نہ ہوئے۔ پھر سب خویش و اقربا نے مل کر اللہ کی درگاہ میں تضرع و مناجات کی اسی وقت ایک آتش سفید مثل دودھ کے آسمان سے نازل ہوئی اور تمام قربانیوں کو جلا گئی۔ تب وہ قربانی اللہ کے دربار میں قبول ہوئی پھر سب خوش ہو گئے اور ہر ایک ان میں سے اللہ کا شکر بجا لایا۔ اس واسطے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا ابنُ الذَّبِیحَین یعنی میں بیٹا دو ذبح کیے ہوؤں کا ہوں یعنی اسماعیل ذبیح اللہ اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ ابن عبد المطلب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب ابن عبد مناف تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ کہیں کسی کام کو جاتے تھے راستہ میں خواہر رقیہ بنت نوفل سے ملاقات ہوئی اور وہ

عورت کتب سماویہ سے بہت واقف تھیں اور بہت خوبصورت اور صاحب عصمت ناکت
الہیٰ اور مالدار مکہ میں مشہور معروف تھیں۔ جب ان کی نظر عبداللہ پر پڑی اور جو جو حکایات اور
علامات نور محمدی کی توریت اور انجیل میں دیکھی تھیں وہ عبداللہ کے چہرے پر چمکتی دیکھیں
اور پھر دیکھتے ہی وہ عاشق و بیقرار خواہاں وصال جسمانی عبداللہ کی ہوئی اور پھر بولی کہ تم کون
ہو اور تمہارا نام کیا ہے وہ سن کر بولے میرا نام عبداللہ ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں
وہ بولی کہ تمہیں کو تمہارے باپ نے نذر قربانی کی تھی۔ کہا ہاں بے شک نذر مانی تھی اور وہ
بولی کہ میں دختر نوفل ہوں اور خواہر رقبہ تاجرہ ہوں اگر تم مجھ سے نکاح کرو گے تو ایک سو اونٹ
کے اور مال اور خزانہ تم کو دوں گی۔ اور یہ معلوم نہ تھا کہ عبداللہ نے شادی کی ہوئی ہے یا
نہیں۔ پھر عبداللہ نے ایک بہانے سے اس کو جواب دیا اور کہا بہت اچھا اپنے باپ سے پوچھ کر
ان سے اذن لے آؤں۔ تب عبداللہ اپنے گھر میں جا کر اپنی بیوی آمنہ سے ہم بستر ہوئے تب
وہ نور محمدی عبداللہ سے منتقل ہو کر آمنہ کے رحم میں گیا اور آمنہ حضرت کی والدہ حاملہ ہوئیں۔
اس کے بعد صبح کو اٹھ کر عبداللہ اس عورت کے پاس گئے جس سے کل وعدہ کر آئے تھے جا کر
اس سے کہا کہ کل جو تم نے مجھ سے نکاح کی بات کی اب میں آیا ہوں۔ وہ عورت بڑی عقلمند
تھی عبداللہ کے چہرے کی طرف جو نظر کی تو وہ نور متبرک نہ دیکھا پھر عبداللہ سے پوچھا کہ شاید گھر
میں جا کر تم اپنی بیوی سے مباشرت کر کے آئے ہو کیونکہ جو نشانی میں نے تمہاری پیشانی میں
کل دیکھی تھی وہ آج نہیں دیکھتی ہوں۔ وہ بولے ہاں جو تم نے تجویز کی وہ سچ ہے۔ تب وہ
بولی اب مجھ کو نکاح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس لیے میں نکاح کرنا چاہتی تھی سو وہ بات اب
ہو چکی ہے، ایک روایت میں ہے کہ جب صدف شکم آمنہ کا در یتیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے بار آور ہوا عبداللہ نے وفات پائی آمنہ بیوہ ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پیدا ہونے کے پہلے ایک مہینہ بائیس دن ابرہہ نام ایک بادشاہ یمن میں تھا وہ مردود
خانہ کعبہ کے توڑنے کو بڑے بڑے ہاتھی اور بہت سا لشکر لے کر آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
نے بہ برکت قدوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے ہاتھ سے خانہ کعبہ کو محفوظ رکھا
پس قصہ ابرہہ کا اس کتاب کے مؤلف نے یہاں مختصر کیا ہے کیونکہ یہ قصہ اصحاب فیل کا ہے

اور تمام صاحبوں کو اچھی طرح سے سورۂ فیل میں معلوم ہے اس واسطے فقیر نے بھی مختصر کیا اکثر مفسروں نے بہت روایات لکھی ہیں جو ضعیف پائی گئی وہ چھوڑ دی گئی ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

بیان بادشاہ ابرہہ ملعون ومردود کا

تواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ بادشاہ حاکم ولایت یمن کا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ہر سال اطراف وجوانب سے لوگ مکہ معظمہ کی زیارت کو جاتے ہیں تو تخم حسد ملعون نے اپنے دل میں بویا اور ایک مکان نمونہ کعبہ کے بنا کر اس کا نام بھی کعبہ رکھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ خلق اللہ کو بیت اللہ کے حج سے باز رکھیں۔ اپنے بنائے ہوئے مکان میں جو نمونہ بیت اللہ کے بنایا تھا سب کو لا کر اس کا حج کرائے۔ ہر چند اس نے اپنی جہد بے فائدہ اور کوشش بیہودہ کی کہ خانہ مذکور کو بیت اللہ قرار دیوے لیکن یہ صورت پذیر نہ ہوئی ناچار ہو کر پھر اس نے بیت اللہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا ان ایام میں ایک شخص قریشی وہاں گیا اور اس بنائے ہوئے کعبہ کا خادم ہوا۔ اس نے ایک شب فرصت پا کر اسی گھر میں غائط وبول کیا اور جو کچھ مال واسباب پایا۔ لیکر چلا آیا۔ جب صبح ہوئی تو ابرہہ بادشاہ نے اس قریشی کی یہ حرکت دیکھی تو فوراً طیش میں آیا اور پھر بیت اللہ کو لشکر کثیر اور فیل وہاں لے کر توڑنے کا قصد کیا اور جلد از جلد بیت اللہ کی طرف مع اپنے لشکر کے روانہ ہو گیا۔ اور راستے میں جو قوم بھی بیت اللہ توڑنے کی مزاحم ہوتی اس کو قتل کرتا۔ جب متصل بیت اللہ شریف کے معہ لشکر اور ہاتھی کے جا پہنچا تو ان مقامی قریشیوں نے یہ حشمت دیکھ کر تمام اہل قریش معہ قبائل اپنا اپنا گھر چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ کر دیکھتے تھے ہر چند فیل بانوں نے چاہا کہ اپنے ہاتھیوں سے کعبہ کو مسمار کریں لیکن خوف الٰہی سے کوئی ہاتھی بھی آگے نہ بڑھا اور ایک کا نام محمود تھا جو خاص سواری بادشاہ ابرہہ کی تھی اس ہاتھی نے اس کو اپنی پیٹھ پر یعنی پلید کو سوار نہ کیا تب اس مردود نے دوسرے فیل پر سوار ہو کر کعبہ پر تاخت کی اس نے چاہا کہ ملیا کعبہ کو منہدم کروں اتنے میں ہزاروں کی تعداد میں ابابیل بحکم رب جلیل تین تین کنکر لائے

مثل دانہ مسور کے ایک ان کے منہ میں اور ایک ایک پنجوں میں لے کر آئیں اور سب اصحاب فیل اور فیل پر اور گھوڑوں اور شتر پر مثل گولہ بندوق کے مارنے لگے۔ ایک ایک کنکری ہر سوار کے سر سے گھس کر نیچے سے نکل گئی اور بعض سوار کے پشت سے گھس کر پیٹ سے باہر ہوئی ایک ہی پل میں اللہ قدوس نے سب کو جہنم رسید کیا اور بادشاہ ابرہہ پلید یہ دیکھ کر بھاگا اپنے گھر میں جاکر لوگوں سے حال بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اللہ کی مرضی سے ایک ابابیل اس مردود کے پاس گئی۔ اس نے لوگوں کو دکھایا کہ اس قسم کے جانور پرندے تھے یہ کہتے ہی بادشاہ کے سر پر ایک کنکر مارا وہیں اس مردود کو واصل جہنم کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر پتھر پر نام اس شخص کا لکھا ہوا تھا کہ جس پتھر سے وہ مارا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ فیل میں اس کا بیان فرمایا ہے قولہ تعالیٰ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے کیونکر کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا نہ کر دیا ان کے مکر و فریب کو بیچ گمراہی کے اور بھیجے ان پر جانور پرندے جماعت پھینکتے تھے کنکر پتھر منہ سے پس کیا ان کو مانند بھس کھائے ہوئے کے۔ اس قصہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بیان جانا عبدالمطلب کا واسطے تہنیت بادشاہ سیف ذی یزن ابن دوران ملک زادہ حمیر کے پاس بعد موت مسروق بیٹے ابرہہ کے

بحوالہ تاریخ بتایا گیا ہے کہ جب سیف ذی یزن تخت شاہی پر بیٹھا۔ قبائل عرب کے واسطے تہنیت کے ان کے پاس جاتے تھے وہ سب پر نوازش کرتا تھا اور قوم قریش میں عبدالمطلب چونکہ محافظ بیت اللہ کے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عرب کے درمیان معزز کیا تھا وہ بھی سیف ذی یزن کی تہنیت کو گئے بعد حمد و ثنا اللہ تعالیٰ مطلق کے اور ادائے آداب بادشاہی کے کہا کہ میں آپ کی تہنیت کو آیا ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا تم کون ہو اور کس قوم سے تمہارا تعلق ہے اور تمہارا کیا نام ہے یہ سنکر کہا کہ میرا نام عبدالمطلب ابن ہاشم ہے اور قوم قریش سے ہوں

تب یہ سن کر بادشاہ نے تعظیم و تکریم سے جائے مکلف میں رکھا اور تقریباً ایک ماہ تک ان کی ضیافت کرتا رہا۔ ایک دن بادشاہ نے ان کو بلا کر کہا کہ اے عبدالمطلب ہم تم سے ایک بات کہیں اس کو آپ کسی سے نہ کہیں اور وہ یہ ہے کہ میں نے توریت اور انجیل میں اور دیگر صحیفوں میں اگلے زمانے کے دیکھا ہے کہ تمہاری قوم قریش میں ایک شخص پیدا ہوگا اور ان کی بادشاہی بھی قیامت تک قائم رہے گی۔ یہ سن کر عبدالمطلب نے کہا اے صاحب مجھ کو آپ نے بہت خوش کیا وہ کون شخص ہے آپ ذرا اس کی تشریح فرمائیں اس نے کہا دیار عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوں گے اور ان کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں ایک نشان مہر نبوت کا ہوگا اور وہ پیغمبر آخر الزماں ہوں گے اور قبل نبوت ان کے ماں باپ مر جائیں گے اور دادا چچا ان کی پرورش کریں گے اور ان کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا، اور بہت ان کے دشمن ان کی بلا کی پر رہیں گے مگر اللہ کے فضل سے ان کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے گا اور ان پر ایک نئی آسمانی کتاب قرآن مجید نازل کرے گا اور ان کے اصحاب اور امت سب اولیاء اور بزرگ ہوں گے اور ان کے تمام دشمن ذلیل و خوار ہوں گے اور روئے زمین کی تمام مخلوقات ان کا دین محمدیؐ قبول کرے گی اور وہ سب کے سب اللہ پرست ہوں گے اور ان سے شیطان سارے دور ہوں گے اور ان کی آمد کے بعد تمام بت خانے توڑے جائیں گے اور آتش کدہ فارس بجھ جائے گا اور ان کی رفتار و گفتار اور کردار سب صحیح و درست ہوں گے اور ان کے ماننے والے امر الٰہی کی تعمیل میں ہر وقت لگے رہیں گے اور ان کاموں سے وہ باز رہیں گے جن سے ان کو منع کیا جائے گا پس عبدالمطلب یہ سن کر سجدہ شکر بجا لائے اور درگاہ کبریا میں ملتجی ہوئے اور بادشاہ نے ان کو ایک سو اونٹ اور دس غلام اور دس لونڈیاں دس رطل سونا اور دس رطل چاندی اور کافی مشک و عنبر اور دیگر بہت سی چیزیں دے کر ان کو خوش کیا اور جو لوگ ان کے ساتھ آئے تھے ان کو بھی خلعت فاخرہ دے کر معزز و سرفراز کیا۔ اور پھر کہا اے عبدالمطلب جس وقت لڑکا پیدا ہو تو فوراً مجھ کو خبر دینا اس کے واسطے جناب باری تعالیٰ

میں دعا کروں گا اور میں ان پر اعتقاد لایا ہوں حالانکہ پیغمبر اللہ اس وقت تولد ہو چکے تھے اور اس وقت آپ کا دو برس کا سن مبارک ہو چکا تھا۔ عبدالمطلب یہ باتیں کسی سے ظاہر نہ کرتے تھے اور اس بادشاہ سے بھی نہیں کہا بلکہ اس سے بھی چھپا رکھا اور اپنے مکان پر مکے میں واپس آ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب کی کئی بیٹیاں تھیں سب سے فرزند تولد ہوئے تھے آخر عمر میں خواب دیکھا کہ فاطمہ بنت عمر کو نکاح میں لاؤ تب ساٹھ اونٹ سرخ بال کے اور چند دینار زر سرخ اس کے مہر میں دے کر اپنے نکاح میں لائے اور ان کے بطن سے ابوطالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد پیدا ہوئے سب ملا کر تیرہ بیٹے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حارث، ابوطالب، ابولہب، غیداق، امیر حمزہ، عباس، ضرار، عبداللہ، مقوم، قثم، عبدالکعبہ، حجل اور ان کے علاوہ چھ بیٹیاں۔ ام حلیمہ، صفیہ، برہ، عاتکہ، اروی، امیمہ اور حارث کے تین بیٹے تھے، ابوسفیان اور مغیرہ اور نوفل، ابوسفیان جس سال مکہ فتح ہوا اسی سال میں وہ مسلمان ہوئے اور ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ اور اس کی بیوی حضرت معاویہ کی پھوپھی تھیں اور غیداق اور امیر حمزہ اور ضرار اور زبیر یہ چاروں لاولد تھے اور ابوطالب کے بیٹے تھے عقیل اور طالب اور جعفر طیار اور حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے علاوہ دو بیٹیاں بھی تھیں ایک ام ہانی اور دوسری جمانہ یہ سب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے تھے اور عبداللہ اپنے سب بھائیوں سے صورت اور بزرگی میں زیادہ تھے چونکہ ان کے صلب سے سید الکونین سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور حضرت عباس کے چھ بیٹے تھے، عبداللہ، فضل اور عبید اللہ اور قثم اور معبد اور عبدالرحمٰن اور بیٹی کا نام صفیہ تھا اور حضرت عباسؓ نے اسی سال کی عمر میں اور حضرت عثمان غنی کی خلافت کے زمانے میں انتقال فرمایا۔ یہ تمام واقعات جامع التواریخ میں لکھے ہوئے ہیں لہٰذا میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر احوال عبداللہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بعض باتیں آنحضرت کی اپنی ماں کے شکم مبارک میں رہتے وقت جو وقوع میں آئی تھیں

بعض راویوں نے یوں روایت کی ہے کہ توراۃ میں مذکور ہے اور اہل توریت کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہتے تھے کہ ہمارے پاس جو یحیٰی بن زکریا کا سفید ریشمی جبہ ہے۔ جب عبداللہ عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوں گے تب اس سفید جبہ سے خون نکلے گا۔ اور جب ایک مدت کے بعد اس سے خون نکلا تب ان سب کو معلوم ہوا کہ عبداللہ عبدالمطلب کے گھر میں یعنی مکے میں پیدا ہوئے اور ان کی پشت سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان پیدا ہوں گے اور وہ ہمارے دین کو منسوخ کریں گے۔ پس یہ معلوم کر کے چند یہودی متفق ہو کر عبداللہ کو مار ڈالنے کو مکے میں آکر ایک مدت تک رہے آخر عبداللہ کا کچھ بھی نہ کر سکے اور سخت ہزیمت پا کر یہاں سے شام میں جا بسے اور عبداللہ بڑے ہوئے تب کبھی کبھی مکے سے نکل کر میدان کی طرف سیر کو چلے جاتے تھے اور اس میں یہ دیکھتے تھے کہ اپنی پشت سے ایک نور چمکتا ہوا دو پارہ ہو کر ایک مشرق کو جاتا ہے اور ایک مغرب کو جاتا ہے۔ پھر ایک لحظہ کے بعد پشت میں آرہا۔ تب عبداللہ نے اپنے باپ سے جا کر یہ حال بیان کیا تو عبدالمطلب نے کہا مدت ہوئی ہے میں نے ایک خواب دیکھا کہ سلسلہ نور کا میری پشت سے نکل کر چار حصے ہو کر چار طرف گیا ایک حصہ آسمان کی طرف اور ایک حصہ طرف زمین کے اور ایک مغرب کو اور ایک مشرق کو پھر کچھ دیر بعد ایک درخت سبز بن گیا۔ اور ایک شخص کو دیکھا کہ نہایت پاکیزہ اس درخت کے پاس کھڑے ہوئے ہیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو وہ بولے میں پیغمبر اللہ نبی آخرالزمان ہوں۔ یہ سن کر میں خواب سے بیدار ہوا اور صبح کو جا کر کاہنوں سے اس کی تعبیر پوچھی انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ تمہاری پشت سے ایک نبی آخرالزماں پیدا ہوں گے اور جتنے نبی اور بنی آدم ہیں سب ان پر ایمان لائیں گے اے بیٹا اس نور نے میری پشت سے تمہاری پشت میں نقل کیا ہو گا۔ تم خوش رہو اللہ تم کو خوش رکھے۔ جب یہ بات لوگوں میں منتشر ہوئی تو یہودیوں کے دل میں حسد پیدا ہوا

چند یہودیوں نے متفق ہو کر قسم کھائی کہ جب تک ہم عبداللہ کو نہ مار ڈالیں گے تب تک اور کچھ کام نہیں کریں گے یہ کہہ کر وہ مکے میں آکر مدتوں رہے۔ ایک دن عبداللہ کو میدان میں تنہا جاتے دیکھا تب سب دشمن فرصت پاکر عبداللہ کے مارنے کو ننگی تلوار لے کر میدان کی طرف چلے اچانک وہب ابن عبدالمناف جو پیغمبر اللہ کے نانا جان تھے وہ ان کے قریب تھے جب انہوں نے دور سے دیکھا کہ عبداللہ کو سب یہودی مارنے آتے تب پشت پناہ ان کے ہوئے اور اسی وقت آسمان کی طرف نظر کی دیکھا کہ ایک جماعت فوج کی فوج آسمان سے بصورت آدمی اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں وہ لے کر ان یہودیوں کو مارنے کے قصد سے آتی ہیں پس ایک لحظہ وہاں کھڑے ہو کر دیکھا انہوں نے آکر ان یہودیوں کو مار ڈالا جو عبداللہ کو مارنے آئے تھے اور وہب ابن عبدالمناف نے یہ حال دیکھ کر اپنے گھر میں اپنی بیوی سے کہا کہ تم اب جاکر کہو کہ میری بیٹی آمنہ سے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی کر دو۔ یہ سن کر عبدالمطلب نے یہ بات منظور کر لی اور عبداللہ کا نکاح آمنہ کے ساتھ کر دیا اور پھر اپنے ہی گھر میں رکھا اور قریش کی عورتیں جو عبداللہ سے نکاح کی تمنا رکھتی تھیں وہ سب عبداللہ کے نکاح کی خبر سن کر مارے غم کے بیمار ہو گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس غم میں تقریباً چالیس عورتیں مر گئیں اور جو زیب و زینت اور پارسائی و پرہیزگاری آمنہ کو تھی وہ کسی عورت میں قریش کے نہ تھی۔ وہ نور جو محمد مصطفےٰ کا عبداللہ کی پیشانی چمکتا تھا پھر وہ نور بارہویں تاریخ جمادی الاخری کی شب جمعہ میں عبداللہ کے صلب سے حضرت آمنہ کے رحم میں آیا اور اسی شب رضوان کو حکم ہوا کہ دروازے بہشت کے کھول دے اور اسی شب تمام بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے اور تخت ابلیس کا لٹ گیا۔ یعنی بالکل پامال ہو گیا اور سب کا سردار شیطان لعین مشرق سے مغرب کو جاکر دامن کوہ میں چلا چلا کر رونے لگا۔ اس کی آواز سن کر تمام شیاطین وہاں جمع ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ اے سردار ہمارے تم کس لیے روتے ہو آخر کیا مصیبت تم پر آپڑی ہے۔ وہ ملعون بولا کہ اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو گی کہ اب تک محمد آخرالزماں کا زمانہ نہیں تھا اور اب ان کا ظہور بالکل قریب

ہونے والا ہے اور جب وہ پیدا ہوں گے تو سارے جہان کی مخلوق ان کے تابع
ہو گی اور پھر دین ان کا قیامت تک جاری رہے گا اور ہمارے ماننے والے خداؤں
کو یعنی لات وعزیٰ کو باطل کرے گا تمام مخلوق مشرق سے مغرب تک مسلمان ہو گی اور ان ہی
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہشت سے نکال دیا اور مردود کر دیا اب اگر میں سر پتھر پہ یا پتھر
سر پہ ماروں گا تو بھی کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ سن کر جنوں کی جماعت نے کہا کہ تم خاطر جمع سے رہو
ہم جس طرح بھی ہو سکے گا بنی آدم کو گمراہ کریں گے اور اپنے لات وعزیٰ کی عبادت ان سے
کروائیں گے ہم اپنی پوری طاقت خرچ کریں گے لیکن ہرگز اللہ کی راہ پہ چلنے نہ دیں گے۔ یہ سنکر
اس سردار شیطان لعین نے کہا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ تم کس طرح ان کو اللہ کی راہ سے بہکاؤ گے
وہ لوگ تو نیک راہ اختیار کریں گے اور نہی عن المنکر سے باز رہیں گے خیرات و زکوٰۃ
صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیں گے وہ حرام کاری نہیں کریں گے۔ تب ان شیطان
جنوں نے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں ہم ان کے عالموں کو کسی کام میں مغالطہ دیں گے تاکہ وہ اس
میں فریفتہ ہو جائیں اور جاہلوں کو دولت اور گمراہی میں رکھیں گے اور صاحب طاعت کو
ریاکاری کی خواہش دلا دیں گے۔ پھر سردار شیطان نے کہا کہ جب وہ علم اور زہد میں مستغرق
ہوں گے تم کس طرح ان پہ غالب ہو گے ان کو کس طرح سے راہ راست سے بہکاؤ گے۔
جنوں نے کہا ہم ان کو ہوا و حرص کی راہ میں شہوت دلائیں گے پھر اسی طرح وہ ہماری
متابعت کریں گے اور جو ہم کہیں گے اسی پہ عمل کریں گے تب اس سردار لعین نے
کہا کہ اب مجھ کو خاطر جمع ہوئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس زمانے میں مکے کے ملک
میں قحط تھا اور لوگ بھوک کے مارے عاجز تھے کھانا نہ ملنے کی وجہ سے بھوکے مر جاتے تھے
جب آمنہ حاملہ ہوئیں تب اللہ کی رحمت سے پانی برسا دہ مین سیراب ہوئی تمام درخت
تر و تازہ ہو گئے اور ہر درخت اپنے اپنے پھل لایا اور لوگ اچھی طرح سے میوے
کھانے لگے اور تمام تنگی قحط کی جاتی رہی۔ بہت زیادہ غلہ وغیرہ کی فراوانی ہو گئی۔ جتنے وحوش و
طیور مور و ملخ اور خانہ کعبہ جو امان دونوں جہان کا ہے ہر ایک سرور کائنات کی بشارت دینے لگا
کہ اب ظہور نبی آخر الزمان کا قریب ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ آمنہ نے اپنے خواب میں دیکھا

کہ ایک شخص آسمان سے نازل ہو کر کہتا ہے کہ اے آمنہ تیرے پیٹ میں جو ہیں وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب وہ تولد ہوں گے نام ان کا محمدؐ رکھنا اور اپنی زبان سے یہ الفاظ کہو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ ترجمہ پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے شر سے کل حاسدوں کے۔ پس یہ خواب آمنہ نے اپنے سسر عبدالمطلب سے جا کر کہا اور بعینہٖ من وعن بیان کر دیا۔ انہوں نے یہ خواب سن کر اس خواب کی تعبیر بیان کی اور پھر کہا کسی سے یہ راز مت کہنا کیونکہ یہ خواب بالکل سچا ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی لڑکا تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بیان تولد ہونا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا

ایک روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بارہویں تاریخ ربیع الاول شب دوشنبہ وقت صبح صادق تولد ہوئے اور جو عجائبات غریبہ آمنہ نے اس شب تولد میں دیکھے وہ تحریر کیے جاتے ہیں۔ ایک روایت کہ بوقت جننے کے آمنہ اکیلی تھیں اور کوئی ان کے پاس نہ تھا اس وقت ایک آواز دہشت ناک آسمان سے آئی اس آواز کو سن کر وہ ڈر گئیں اور بڑی متحیر ہوئیں اور پھر بولیں الٰہی یہ کیا ماجرا ہے اور اسی وقت ایک مرغ ہوا سے آکر آمنہؓ کا سر ملنے لگا پھر وہ دہشت جاتی رہی اور پھر آمنہ کہتی ہیں کہ کچھ شربت لا کر مجھ کو دی وہ میں کھا گئی۔ پھر ایک نور میں نے دیکھا کہ مجھ سے نکل کر آسمان پر گیا اس کے بعد پھر کئی عورتیں دیکھیں جو بہت خوبصورت تھیں۔ میں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ عبدالمناف کی بیٹیاں ہیں یہ دیکھ کر میں بہت خوش ہوئی اور میں نے دل میں خیال کیا کہ وہ میرے کام کو آئی ہیں پھر کچھ دیر بعد معلوم ہوا وہ نہیں ہیں اور کوئی اجنبی ہیں وہ میرے پاس آکر مجھ کو تسلی دینے لگیں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ عورتیں بی بی مریم اور آسیہ خاتون فرعون ملعون کی بی بی مومنہ تھیں وہ دونوں اللہ کے حکم سے بہشت سے حوروں کو لے کر میری تہنیت کو آئی ہیں اور اسی وقت ایک آواز میں نے سنی کہ اس لڑکے کو آدمیوں کی چشم سے فی الحال پوشیدہ رکھنا۔ اور پھر دیکھا کئی آدمیوں کو وہ اپنے ہاتھوں میں سلابچی آفتابہ چاندی کا اور عطریات خوشبو مشک و عنبر لے کر آئے اور ہوا پر معلق

کھڑے ہیں اور بہت سے پرند ہوا پر اڑنے والے نہ معلوم کہاں کہاں سے میرے گھر پر آئے جب میں نے ان کو دیکھا تو چونچیں ان کی زمرد سبز کی تھیں اور پَران کے یاقوت سرخ کے تھے ان کو دیکھتے ہی آنکھیں میری روشن ہوگئیں اور اس وقت تین علم بادشاہی میں نے دیکھے ایک مغرب کو ایک مشرق کو اور ایک کعبہ پہ کھڑے ہوئے اور اسی وقت دروزہ میرا غائب ہوگیا۔ اور پھر یہ آواز آئی کہ نور سلطان آخرالزمان نے عالم خلوت سے عالم صورت میں نقل فرمایا۔ اور اس وقت آفتاب سعادت برج اقبال سے طلوع ہوا اسی وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے اور اپنی پیشانی روشن زمین کے اوپر رکھ کر سجدہ گزار ہوئے اپنے خالق کائنات کے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف کچھ مناجات کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ کلمہ پڑھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کے بعد ایک ابر سفید آکو میری گود سے اٹھا کر ان کو لے گیا۔ اتفاقاً اس شب کو میرے گھر میں چراغ نہ تھا۔ باوجود اس تاریکی کے گھر ایسا منور اور روشن ہوا کہ اس وقت کوئی چاہتا تو سوئی میں دھاگا پرو سکتا تھا۔ اس کی روشنی سے ملک شام نظر آیا پھر اسی وقت غیب سے ایک آواز آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق و مغرب اور تمام جنگلوں میں لے جا کر پھراؤ اور ان کو وہ تمام حالات دکھاؤ تاکہ تمام خلائق میں ان کا نام ظاہر ہو۔ اور پھر اسی وقت ایک ابر سفید نمودار ہوا اس سے آواز آئی کہ اس پیغمبر کے نور کو پیغمبروں کی ارواح مقدسہ پہ جلوہ دو ایک دوسرے سفید ابر سے یہ آواز آئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں۔ ہر دو جہاں کے ان کے خلقہ اطاعت میں تمام خلق رہے گی۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس غیبی آواز سے آمنہ نہایت متعجب ہوئیں۔ اس کے بعد پھر تین شخصوں کو دیکھا اور ان کا چہرہ مانند آفتاب کے روشن تھا اور ان میں سے ایک کے ہاتھ میں آفتابہ چاندی کا اور دوسرے کے ہاتھ میں طشت سونے کا اور تیسرے کے ہاتھ میں ریشمی کپڑا سفید اور اپنے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئے اور پھر اس ریشمی کپڑے سے ایک انگوٹھی نکالی اور پھر اس آفتابہ کے پانی سے سر و تن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دھلا کر ان کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں اس خاتم سے مہر نبوت

کر دی۔ پھر آپ کو اس ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر میری گود میں دیا اور ان میں سے ایک نے آپ کے کان میں بہت سا کچھ کہا۔ اس کو میں دریافت نہ کر سکی کہ کیا کہا اور دوسرے شخص نے دونوں آنکھیں ان کی چوم کر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو علم لدنی بخشا ہے جمیع پیغمبروں سے علم اور حلم تم کو زیادہ دیا۔ پھر ایک شخص نے ان میں سے آکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر منہ رکھ کر جیسا کہ کبوتر اپنے بچے کو دانہ کھلاتا ہے ویسے ہی منہ پر منہ رکھ کر کہا یا رسول اللہ یا حبیب اللہ تم کو بشارت ہے کہ علم اور بردباری اللہ تعالیٰ نے سب تم کو عنایت کیا۔ پھر کئی شخص آئے اور وہ میری گود سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر لے گئے اور میں اکیلے گھر میں بہت متفکر رہی کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پھر اسی گھڑی وہ واپس آپ کو لے آئے۔ چہرہ ان کا مانند ماہتاب کے چمکتا تھا۔ پھر ایک آواز آئی اے آمنہ اس لڑکے کو حفاظت سے رکھ اور اپنے دل میں کچھ اندیشہ مت کر ہم لوگ ان کو حضرت آدمؑ کے پاس لے گئے تھے۔ اللہ ان کا حافظ و ناصر ہے پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ان کے منہ پر بوسہ دے کر کہا کہ بشارت ہے تم کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کوئی آپ پر ایمان لاوے گا وہ حشر کے دن تمہاری امت میں داخل ہوگا اور عذاب دوزخ سے خلاصی پاویگا۔ یا اللہ ہم عاصی گنہگاروں کو ان کی محبت میں ہمیشہ رکھ اور ان کی شفاعت کا امیدوار کر۔ آمین یا رب العالمین۔

بیان عبدالمطلب کا پیدائش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کرامات کا جو انہوں نے دیکھی تھیں

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ تک ہر ایک عہد میں جو پیغمبر ہوتے تھے۔ وہ اپنی امت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور فضائل ضرور بیان کرتے تھے اور جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر آسمان سے نازل کیں ان میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب و فضائل ضرور بیان فرمائے پھر وہ پیغمبر حضرات اپنے وقت کے لوگوں کو ان مراتب و فضائل سے روشناس کراتے رہے۔ روایت ہے کہ عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت مکہ مکرمہ میں تھے۔

عبدالمطلب کہتے ہیں کہ جب آدھی رات ہوئی تو غیب سے ایک آواز آئی اور اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے جب میں نے آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھا کر دیکھا کہ سب فرشتے تکیہ رکھ رہے ہیں اور پھر میں نے اپنی نظر بتوں کی طرف کی تو دیکھا کہ وہ سب کے سب زمین پر گر کر ٹوٹ گئے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد ایک دوسری آواز آئی اور اس آواز میں یہ کوئی کہتا تھا کہ بشارت پاؤ اے اہل زمین نبی آخر الزماں پیدا ہوئے اور آب رحمت ان کے دھلانے کو لایا گیا اور خانہ کعبہ بھی اس وقت حرکت میں آیا۔ پھر سجدہ کیا مگر میں اس وقت خواب شکر میں تھا فوراً نیند سے اٹھا اور دل میں کہا دیکھنا چاہیے کہ یہ کیا ماجرا ہے تب میں بنی شیبہ کے دروازے سے نکل کر کوہ صفا مروہ کو دیکھا وہ بھی لرزے میں ہیں۔ اس کو دیکھتے ہی مجھ کو لرزہ آیا۔

پھر چاروں طرف سے یہ آواز آنے لگی کہ اے قریش مت ڈرو اس سے میں ہولناک ہوا اور یہ اندیشہ مجھ کو ہوا کہ آمنہ کے گھر پر کیوں کر جاؤں بہر صورت ان کے مکان پر گیا جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ مرغ سب ہوا کے آمنہ کے مکان کے چاروں طرف گھوم رہے ہیں اور ایک ٹکڑا ابر کا ان کے مکان کے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے یہ دیکھ کر میں بے اختیار ہو کر پڑا اور جب ہوش میں آیا چاہا کہ آمنہ کے حجرے میں جاؤں جا کر دیکھوں کیا ماجرا ہے یہ دیکھنے کی میں نے بہت کوشش کی بہت دشواریوں سے میں اس کے دروازے پر گیا تو اس جگہ میں نے خوشبو مشک وعنبر وعود کی پائی اور پھر ان کے حجرے کا دروازہ کھول کر کچھ سنبھلا دو چشم کے درمیان پیشانی پر ان کی نظر میری پڑی کیونکہ وہ جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اس وقت میں چاہتا تھا کہ میں اپنا گریبان پارہ پارہ کروں میں نے اسی اثنا میں آمنہ سے پوچھا کہ تم سوتی ہو یا جاگتی ہو آمنہ یہ سنکر بولی کہ میں جاگتی ہوں۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اے آمنہ بتاؤ کہ وہ نور جو تمہاری دو چشم کے درمیان تھا کہا ہوا کہنے لگیں کہ وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو اب پیدا ہو چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی عبدالمطلب نے آمنہ سے کہا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس کو دیکھوں وہ بولیں کہ میں آج اس کو نہ دکھا سکوں گی عبدالمطلب نے کہا کیوں نہیں دکھا سکو گی آمنہ نے کہا جس وقت لڑکا پیدا ہوا تو ایک شخص غیب سے کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ اس لڑکے کو تین دن تک کسی کو مت دکھانا یہ سنتے ہی میں نے اپنی شمشیر میان سے کھینچ کر کہا کہ کس نے تم کو منع

کیا ہے اس کو میرے پاس لاؤ ورنہ میں تم کو مار ڈالوں گا اور لڑکے کو مجھے جلد دکھاؤ۔ تب وہ بولیں بہت اچھا آپ مالک ہیں آپ اس حجرے میں آکر اس لڑکے کو دیکھیے صوف اور پارچہ حریر میں سلا رکھا ہے تب میں نے ارادہ کیا کہ اس لڑکے کو دیکھوں، وہیں حجرے میں سے ایک مرد مہیب شکل کا نکل آیا۔ وہ ایسا تھا کہ میں نے اس جیسا کبھی نہ دیکھا تھا اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تم کہاں جاتے ہو اس کے جواب میں نے کہا کہ اس لڑکے کو دیکھنے جاتا ہوں وہ بولا تم اس وقت لڑکے کو دیکھنے مت جاؤ کیونکہ اس وقت اس کو دیکھنے نہ پاؤ گے کیونکہ اس وقت اس کے پاس فرشتے ان کی ملازمت میں آئے ہوئے ہیں جب تک وہ نہ رخصت ہو جاویں اس وقت تک بنی آدم کو فرشتوں کی مجلس میں جانا منع ہے عبدالمطلب کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میرا بدن کانپنے لگا اور وہ شمشیر بھی میرے ہاتھ سے گر پڑی اور میں اس لڑکے کو دیکھنے نہ پایا اور میں نے چاہا کہ اس خبر کو قریشیوں سے جا کر کہوں چنانچہ اسی وقت میری زبان بند ہو گئی اور میری زبان اس بری طرح بند ہوئی کہ میں پھر سات دن تک کسی سے بات نہ کر سکا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرغ سبز اور ابر سفید جو آمنہ کے گھر پر سایہ کیے ہوئے تھا وہ کیا تھا انہوں نے کہا کہ اس میں سر الٰہی مضمر تھا عبدالمطلب نے کہا میں نے اس وقت سنا کہ آسمان اور زمین سے یہ آواز آئی۔ معشر الخلائق محمد حبیب اللہ اشرف الانبیاء ہے مبارک ہو اس گھر کو جس گھر میں ہے۔ روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ متولد ہوئے اس وقت تمام بت جہان کے شکستہ ہو گئے اور آتش کدہ فارس کا جو کہ ایک ہزار برس سے جل رہا تھا وہ بجھ گیا اور نوشیرواں کے بالاخانے پر بارہ برج تھے سب ٹوٹ پڑے اور لات و عزیٰ گر پڑے۔ ؏ تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد۔ معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ نوشیرواں کی سلطنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تولد تک بیالیس برس سے اوپر گزری تھی اور زمانہ حضرت عیسیٰؑ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس سے اوپر گزرا تھا اور زمانہ اسکندر رومی کو آٹھ سو بہتر برس ہوئے تھے اور حضرت داؤد کا زمانہ ایک ہزار آٹھ برس۔ اور بعض روایات میں تین ہزار ستر برس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ تین ہزار آٹھ سو برس۔ اور بعض

روایات میں تین ہزار ستر برس گزرے تھے اور زمانہ حضرت نوحؑ کو چار ہزار ایک سو نو برس اور بعض روایات میں آیا ہے کہ چار ہزار چار سو نو برس گزرے تھے اور زمانہ حضرت آدم علیہ السلام کو چھ ہزار ایک سو تریسٹھ برس گزرے تھے یہ تمام تواریخ کے حوالہ جات کتاب السیر میں لکھے ہیں اور بعض روایت میں چھ ہزار سات سو برس گزرے تھے۔ حضرت آدم سے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین رسول رب العالمین کے پیدا ہونے تک اور کرسی نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے۔ محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم بن قصی ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن نضر ابن کنانہ ابن خزیمہ ابن مدرکہ ابن الیاس ابن مضر ابن نزار ابن معد ابن عدنان۔ یہاں تک محدثین کے نزدیک محقق ہے اور عدنان سے حضرت آدم تک روایت میں بہت اختلاف ہے اور بعض روایات میں یوں ہے کہ عدنان ابن اد بن داد بن یسع ابن سلامان ابن حمل بن قیدار ابن حضرت اسماعیل ابن حضرت ابراہیم خلیل بن تارخ مشہور آذر بن ناخور بن ساروغ ابن راعو ابن قانع ابن عامر ابن شالخ ارفخشد ابن سام ابن نوح ابن مالک ابن متوشلخ ابن اخنوخ ابن بارد ابن حضرت مہلائیل ابن قینان ابن انوش ابن شیث ابن حضرت آدم اور آنحضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ شریفہ کا نام آمنہ بنت وہب ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب ابن مرہ اور پھر مرہ سے حضرت آدمؑ تک حضرت والدہ محترمہ کا نسب نامہ بھی پہنچتا ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں اسی واسطے دوبارہ نہیں لکھا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان حضرت حلیمہ دائی جنہوں نے دودھ پلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اسی سال عرب میں قحط تھا حلیمہ دائی کہتی ہیں کہ ہمارے گھر سب بھوکے تھے اور بوجہ بھوک کے میں اپنے بھائی کو ساتھ لے کر میدان میں جا کر گھاس لا کر اسے بیچ کر قوت حاصل کرتی اور اللہ کا شکر بجا لاتی اور اس وقت میں حمل سے تھی اور جب میں نے بچہ جنا اور اس کا نام ضمیر رکھا اور اس وقت میں لڑکے کے دودھ کے واسطے حیران پریشان رہتی تھی اور باوجود کوشش شدید کے کچھ کھانے کو نہ

پاتی تھی یہاں تک کہ میں سات دن رات فاقے سے بھوکی رہی اور فاقے سے بیتاب ہو گئی کچھ ہوش نہ تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک چشمہ ہے پانی اس کا نہایت سفید دودھ سے زیادہ اور اس میں خوشبو مشک عنبر کی آرہی ہے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس چشمہ سے جتنا چاہو پانی پیو تب تمہارا دودھ زیادہ ہو گا اور جب میں نے اس کے کہنے سے اس چشمہ کا پانی پیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تم مجھ کو جانتی ہو۔ میں نے کہا کہ نہیں، اس نے کہا کہ میں شکر ہوں کہ تم نے حالات قحط میں تکلیف اٹھائی بغیر کمائے اپنے رب کا شکر بجا لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے بصورت آدمی تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم کو خوش کروں تم مکے میں جاؤ تو تمہاری اور زیادہ کشادگی ہو گی یہ بات کسی سے مت کہنا حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس نے میری چھاتی پہ ہاتھ پھیرا اور کہا اللہ تمہاری روزی زیادہ کرے گا اور دودھ بھی تمہارا زیادہ ہو گا تم مکے چلی جاؤ اسی وقت میں اپنی نیند سے بیدار ہوئی اور دیکھتی ہوں کہ میری چھاتی دودھ سے بھری ہوتی تھی اور مثال مشک سے ٹپکتی تھی بنی سعد کی عورتوں نے جب یہ حال میرا دیکھا تو مجھ سے کہنے لگیں کہ اس قحط میں سب کی جان لبوں پہ آئی ہے قریب الہلاک ہوئے اور تم کو اس کے خلاف دیکھتے ہیں تم کیا کھاتی ہو۔ اس کا جواب میں نے کچھ نہ دیا کہ خواب میں مجھ کو ممانعت تھی کہ یہ بھید کسی پہ ظاہر نہ کرنا۔ پھر دوسرے دن اپنی عادت پہ گھاس چھیلنے کے لیے میدان میں گئی اسی وقت ایک آواز غیب سے آئی کہ ایک لڑکا قریش کی قوم میں پیدا ہوا ہے وہ بڑا مبارک اور سعادت مند ہے اور حقیقت میں سعادت اس کی بھی ہو گی جو اس کو اپنی گود میں لے کر اپنا دودھ پلائے۔ یہ آواز سن کر قوم بنی سعد کی عورتیں پہاڑ سے نیچے اتر آئیں اور پھر وہ اپنے اپنے شوہروں کے پاس جا کر یہ احوال کہنے لگیں پھر سب نے متفق ہو کر مکے چلنے کا مشورہ کیا اور وہاں پہ چلنے کا ارادہ مصمم کر لیا۔ پس ایک دن موقعہ غنیمت جان کر وہ سب کی سب چلیں اور میں بھی ان کے ہمراہ پیچھے گدھے پہ سوار ہو کر چلی اور میرا شوہر بھی میرے ہی ساتھ تھا لیکن جو میرا گدھا تھا وہ رفتار میں سست تھا اس واسطے کہ گدھا میرا بہت لاغر تھا۔ چنانچہ میرے ساتھی سنگاتی سب کے سب آگے نکل گئے اور میں جس کوہ اور میدان سے گزرتی تھی یہ آواز برابر سنتی تھی کہ اے حلیمہ تم کو یہ شرف مبارک ہو۔ میں اسی طرح چلتے چلتے تیسرے مقام پہ جا پہنچی وہاں

ایک شخص کو دیکھا قد و قامت میں بلند اور ایک عصا بھی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے نورانی چہرہ ایک غار سے نکل آیا یہ کیفیت دیکھتے ہی میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ میرے پاس آکر میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ اے حلیمہ سعادت دارین تم کو حاصل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ نے رضاعت پسر قریش تم پر مبارک کی۔ یہ سن کر میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ جو میں دیکھتی سنتی ہوں غیب سے تم کو معلوم ہے، وہ مجھ کو کہنے لگے کیا ہوا ہے تم کو خیر تو ہے کیا تم دیوانی تو نہیں ہو گئی ہو۔ اور میں اندیشہ کرتی ہوں راہ میں چلی جاتی تھی کہ ہمارے ہمراہ کے لوگ ہم کو ملیں یا نہیں جب میں مکے کے قریب جا پہنچی یعنی اتنے قریب پہنچ چکی تھی کہ مکہ چھ کوس باقی رہ گیا تھا۔ اور مجھ سے پہلے جانے والی قوم بنی سعد کی عورتیں مکہ میں پہنچ چکی تھیں اور میں نے ایسا کیا کہ اپنا تمام مال واسباب وسواری کا گدھا وہیں چھوڑ کر صرف اپنے شوہر کو لے کر مکے میں داخل ہو گئی۔ اور وہاں جاکر میں نے بنی سعد کی عورتوں کو دیکھا وہ شہر مکہ سے واپس آرہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں بہت ہی متردد ہوئی اور بزبان حال سے کہنے لگی کہ یاالٰہی مجھ کو بھی وہ دولت نصیب ہوگی یا نہیں جو تم نے کہا تھا۔ اتنے میں عبدالمطلب کو دیکھا کہ وہ چلے آتے ہیں دائی دودھ پلانے والی تلاش کرتے ہوئے۔ انہوں نے بنی سعد کی عورتوں کو دیکھ کر کہا اے عورتو! قوم بنی سعد کی کیا تم میں دودھ پلانے والی دائی ہے میں نے کہا میں ہوں عبدالمطلب نے کہا تم کون ہو اور تم کس قوم سے ہو اس کے جواب میں میں نے کہا کہ میں قوم بنی سعد سے ہوں۔ بولے تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا میرا نام حلیمہ ہے پھر یہ سن کر انہوں نے کہا اے حلیمہ یہ بہت نیک اور اچھی بات ہے کہ ایک لڑکا محمد صلعم جس کا نام ہے اور وہ ہے بھی یتیم تم اس کو دودھ پلاؤ گی اور میں اس کی اجرت تم کو دوں گا۔ پھر میں نے تمام قوم بنی سعد کی عورتوں سے کہا تو کسی نے بھی اس کو قبول نہ کیا اور کہنے لگیں کہ یتیم لڑکے کو دودھ پلانے سے کیا فائدہ۔ تم ہی اس کو دودھ پلاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دے گا۔ شاید اس کے باعث عزیز و مکرم ہو جاؤ۔ میں نے کہا بہت اچھا میں اپنے شوہر سے پوچھ لوں پھر دودھ پلاؤں گی جب میں اپنے شوہر سے دریافت کرنے کو جانے لگی تو عبدالمطلب نے مجھ کو قسم کھا کر کہا کہ تم ضرور واپس آنا اور دودھ پلانا نیک کام سے مت پھرو اور میں بہت خوش ہوں شاید مجھ کو اس

سبب سے فیض پہنچے اور میں نے بھی دیکھا کہ جب بنی سعد کی قوم اس سے باز آئی کہ یتیم لڑکے کو دودھ پلانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ پس اس وقت بھی میرے دل میں آگیا کہ ضرور دودھ پلانے جاؤں اور ایک بھانجی بھی میرے ساتھ تھا۔ اس نے کہا اے خالہ وہ سب عورتیں قوم بنی سعد کی بے نصیب ہوگئیں تم بھی مت جانا اور داد مرجھ کو بھی یہ بات پسند آئی کہ جب محروم ہو کر چلی گئیں تو میں بھی نہیں جاؤں گی لیکن میرے دل نے پھر مجھ کو مجبور کیا کہ تم ضرور جاؤ سعادت پاؤ گی اگر یہ لڑکا یتیم ہے تو کیا ہوا اس کو اپنی گود میں پالوں یہی چیزیں میں نے اپنے خواب میں دیکھی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہرگز جھوٹ نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ خیال کر کے میں عبدالمطلب کے پاس گئی اور وہاں جا کر اس لڑکے کو طلب کر لیا۔ عبدالمطلب نہایت خوش ہو کر مجھے آمنہ کے گھر لے گئے وہاں جا کر میں نے آمنہ کو دیکھا کہ مانند ماہتاب کے گھر میں بیٹھی ہیں اور اپنے لڑکے محمد صلعم کو سفید حریہ کے کپڑے میں لپیٹ کر سلا رکھا ہے۔ پس میں چاہتی ہوں اٹھا کر اپنی گود میں لے لوں۔ تو ان کے سینے مبارک پر جب اپنا ہاتھ رکھا اس وقت آنحضرتؐ شکر خواب سے فوراً جاگ اٹھے اور اپنی آنکھیں کھولیں اور لب مبارک بھی خنداں ہوئے اسی وقت میں نے ایک نور دیکھا کہ چشم مبارک سے نکل کر آسمان کی طرف گیا اور ادھر میں نے ان کو اٹھا کر اپنی گود میں لیا اور داہنی طرف کا دودھ اپنا دھو کر ان کے منہ مبارک میں دیا تو آپ نے فوراً دودھ پینا شروع کر دیا اور پھر اپنی بائیں چھاتی بھی ان کو پیش کی تو آپ نے نہیں لیا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ کی دوسری چھاتی اس واسطے نہ پی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پہ الہام فرمایا تھا کہ اب وہ دودھ حلیمہ کا لڑکا پیئے گا دونوں طرف تم مت پیو تاکہ حصہ متساوی رہے پس بہ نظر عدل دونوں طرف کا دودھ حضرت نے نہ پیا۔ حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول دودھ نہ پیتے تب تک میرا بیٹا بھی دودھ نہ پیتا یہاں تک کہ وہ اپنے منہ میں بھی دودھ نہ رکھتا تھا۔ اول وہ پیتے پیچھے میرا بیٹا پیتا اور داہنی چھاتی سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیتے

تھے اور بائیں چھاتی سے میرا بیٹا پیتا تھا۔ ایک وقت کاندھے پر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے شوہر کے پاس گئی اس نے لڑکے کو دیکھ کر فوراً جناب کبریا میں سجدہ کیا اور پھر مجھ کو کہا کہ اے حلیمہ تو خوش ہو جا اب کوئی آدمی ملک عرب میں ایسا نصیب آور ہم سے زیادہ نہ ہوگا۔ حلیمہ کہتی تھیں کہ جب رات ہوئی مکے کے پاس بطحیٰ ایک جگہ ہے وہاں چار شب رہی اور پانچویں شب کو خواب میں دیکھا ایک شخص نورانی چہرہ حضرت کے پاس سرہانے آبیٹھا اور حضرت کا منہ چوما۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے شوہر سے کہا اس نے کہا خاموش یہ بات کسی سے مت کہنا یہ علامت اقبال بلندی کی ہے اور اس کے بعد دوسرے دن جو جو عورتیں قوم بنی سعد کی مکہ میں آئی تھیں سب کی سب نے پھر اپنے گھر کی طرف مراجعت کی اور میں بھی آمنہ سے رخصت ہو کر رسول اللہ کو لے کر اپنے گدھے پر سوار ہو کر سب کے ساتھ چل دی اور میرے گدھے نے تین مرتبہ کعبہ کی طرف سجدہ کر کے روبسوئے آسمان کیا اور مثال ہوا کے مجھے لے کر چلنے لگا۔ اور جو لوگ میرے ہمراہ تھے وہ یہ دیکھ کر متحیر ہوئے اور پوچھنے لگے اے حلیمہ یہ وہی گدھا ہے جو تیرے ساتھ آیا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں یہ وہی گدھا ہے جو میرے ساتھ آیا تھا اور تم لوگ دیکھتے تھے کہ سب سے پیچھے چلتا تھا اور پھر گدھے نے بھی بحکم اللہ کہا اے لوگو! میں وہی گدھا ہوں جو بالکل لاغر تھا اور اب میں بالکل تازہ دم ہو گیا ہوں کسی بات کی تم کو خبر نہیں ہے تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب میری پیٹھ پر کون سوار ہے اور یہ میرے لیے بڑی سعادت ہے اور فخر مندی ہے یعنی میری پیٹھ پر خاتم الانبیاء ہیں اور میں ان کا باربردار ہوں اسی وجہ سے مجھ میں زور زیادہ ہو گیا ہے۔ حلیمہ سے روایت ہے وہ کہتی تھیں کہ گدھا میرا سب سے آگے نکل گیا تھا اور جہاں ہم منزل کرتے تھے اس جگہ آنحضرت کے طفیل بہت زیادہ گھاس پیدا ہوتی تھی اور پھر تمام چوپائے جانور اس کو کھاتے تھے۔ اور جب میں اپنے گھر پہنچی تو آنحضرت کی برکت سے بکریاں جو دبلی تھیں وہ سب موٹی تازی ہو گئیں۔ اور دوسروں کی بکریوں سے ہماری بکریاں بہت زیادہ بچے دینے لگیں اور پھر بہت دودھ ہوا پھر ایسا اتفاق

ہوا کہ لوگ ہماری بکریوں کے ساتھ اپنی اپنی بکریاں باندھ دیتے تھے پھر ان کی بکریاں بھی بہت زیادہ دودھ دیتی تھیں اور بچے بھی زیادہ دینے لگی تھیں کہتے ہیں کہ یہ سب حلیمہؓ کی خدمات کا صلہ تھا اس واسطے کہ سرور کائنات کی دائی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے خلائق کے دل میں محبت ڈالی تھی۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا وہ پیار و محبت کرتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہوئے بات چیت کرنے لگے تو سب سے اول کلمہ آپ نے یہ پڑھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لوگ یہ سنکر بڑے ہی متعجب ہوئے۔ پھر حلیمہ نے کہا اس سے بھی اور عجیب وغریب بات واقع ہوئی ہے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے روز ایک بار پیشاب کرتے اپنی عادت معین پر اور مجھ کو پیشاب پاک کرنے کی حاجت نہ ہوتی تھی فوراً پیشاب خشک ہوتا تھا اور اثر بھی نجاست کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور جب پیغمبر اللہ کے بڑے ہوئے تو میدان کی طرف بذات خود تشریف نہ لے جاتے تھے اور نہ کسی لڑکے کے ساتھ کھیلتے تھے الگ جا کر ایک کنارے بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے تھے جب عمر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار برس کی ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ میں اپنے خویش و اقربا کو نہیں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ بکریاں لے کر میدان میں رہتے ہیں اور رات کو گھر میں آتے ہیں رسول اللہ یہ بات سن کر کچھ رونے لگے کہ میں یہاں اکیلا نہیں رہوں گا تم مجھ کو میرے خویش و اقربا کے پاس بھیج دو۔ میں نے کہا اے جان مادر کیا تم باہر پھرنا چاہتے ہو پھر میں نے ان کے بالوں میں تیل ڈال کر اور شانہ وغیرہ کر کے آنکھوں میں سرمہ وغیرہ لگا کر پھر ایک پیراہن پاکیزہ پہنا کر گلوبند یمانی گلے میں باندھ دیا تاکہ ان پر کوئی اثر زحمت کا نہ پہنچے اور ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر میرے بیٹوں کے ہمراہ باہر گئے۔ اور پھر اسی طرح ہر روز باہر میدان میں جاتے اور پھر بہت ہی خوش رہتے تھے۔ ایک دن ایک لڑکا میرا ڈرتا ہوا اور آنسو بہاتا ہوا میرے پاس آیا اور اس نے آکر مجھ سے کہا کہ اے اماں جان میری چلو اور چل کر محمدؐ کو دیکھو کہ کیا ہوا۔ اب تک تو وہ مر گئے ہوں گے۔ یہ سنکر میں بہت ہی گھبرائی اور اسی گھبراہٹ میں اٹھی اور پھر بار بار اپنے بیٹے سے پوچھا کہ بیٹا بتاؤ تو کیا ہوا ہے۔ وہ لڑکا بولا کہ اے اماں جان ہم سب بھائی سنگ فلاخن کھیل رہے تھے۔

اس وقت ایک شخص نے اچانک آکر ہمارے سامنے سے محمدؐ کو پہاڑ پرے جاکر لٹا دیا۔ اور پھر ان کا پیٹ چھاتی سے ناف تک چیر ڈالا ہے اور یہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ اور میں بھی کہہ نہیں سکتا کہ وہ شخص اب تک ہے یا نہیں۔ اور اکثر روایتوں میں یوں آیا ہے کہ دو جانور گدھ کی شکل کے تھے آکر کہنے لگے یہ وہی لڑکا ہے دوسرا بولا ہاں تب دونوں جانور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گئے اور آنحضرتؐ ان کو دیکھ کر ڈر گئے اور پھر رونے لگے تب ان جانوروں نے سینہ مبارک چاک کیا۔ اور دل بے کینہ کے اندر سے جو خون مردہ سیاہ تھا نکال ڈالا اور کہا یہ خون سیاہ زہرہ شیطان ہے اور ہر شخص کے دل کے اندر یہ خون سیاہ رہتا ہے اور اب سے وسوسہ شیطان مردود کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں اثر نہیں کرے گا پھر اس کے بعد دل مبارک کو آب برف سے دھوکر اسی جگہ پر رکھ دیا اور سینہ مبارک بھی سی دیا اور سکینہ جو ایک قسم کا مرہم ہوتا ہے وہ اس پر رکھ دیا اس سے بہت جلد آرام ہوگیا اور مہر نبوت سے مہر کرکے جیسا تھا ویسا ہی کر دیا۔ اور اس عرصہ میں حلیمہ کے بیٹے جو سب گھر کھانا کھانے گئے ہوئے تھے انہوں نے بھی آکر یہ ماجرا دیکھا۔ پھر نہایت ہی سراسیمہ ہو کر دوڑتے ہوئے اپنی ماں سے جاکر یہ ماجرا کہا۔ پس حلیمہ کہتی ہیں کہ اس بات کو سنتے ہی اسی وقت دوڑی، جاکر کیا دیکھتی ہوں کہ محمدؐ ایک پہاڑ پہ آرام سے بیٹھے آسمان کی طرف اپنا منہ کرکے ہنس رہے ہیں۔ میں نے جاتے ہی ان کے سر و چشم چوم کر کہا اے میری جان میں تمہارے تصدق جاؤں مجھ سے کہو کہ آج تم پہ کیا گزری بولے خیر ہے۔ سب بھائی گھر میں کھانے کے واسطے گئے تھے اور میں اکیلا تھا۔ اچانک دو جانور آئے اور مجھ کو وہاں سے لے کر یہاں آئے اور مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ دونوں جانور شکل میں فرشتے تھے ایک کے ہاتھ میں آفتابہ پانی کا اور دوسرے کے ہاتھ میں طشت زریں تھا اور انہوں نے پھر مجھے لٹا کر میرا پیٹ سینے سے لے کر ناف تک چیر ڈالا لیکن اس سے مجھے کچھ بھی درد والم معلوم نہیں ہوا اور جو کچھ میرے پیٹ کے اندر تھا اس کو نکال کر طشت میں رکھ کر دھو ڈالا اور پھر اس کے بعد اس جگہ پہ رکھ دیا۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے آکر میرے پیٹ کے اندر اپنا ہاتھ ڈال کر میرا دل نکالا اور اس کے اندر جو سیاہ خون تھا وہ نکال ڈالا۔ پھر میرا دل بھی اسی طرح نصب کر دیا اور میرے جسم کو درست

کر دیا پھر وہ بہت جلد غائب ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حلیمہ دائی کہتی ہیں کہ جب میں نے یہ ماجرا سنا اپنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تو میں اسی وقت درگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئی اس کے بعد یہ بات جب تمام خلائق کو معلوم ہوئی تو سن کر کہنے لگے کہ محمدؐ کو آسیب ہوا ہے یا پھر کوئی بڑا مرض ہوا ہے ان کو تو کاہنوں کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ ان پر وہ کچھ پڑھ کر پھونکیں یا پھر کچھ نہ کچھ دوا کریں تب کچھ لوگوں کے کہنے سے ان کو کاہنوں کے پاس میں لے گئی اور اول سے آخر تک اس قصہ کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہور میں آیا تھا بیان کیا یہ سن کر سب کاہنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اپنی گود میں لیا اور آپس میں کہنے لگا اے لوگو! اس لڑکے کو زندہ مت چھوڑو اگر یہ بڑا ہو گا تو تمہارے تمام بتوں کو توڑ ڈالے گا اور تم کو بہت ذلیل و خوار کرے گا سوائے اللہ قدوس کے اور کسی کو نہ مانے گا۔ اور جو دین تمہارا ہے اس کو بھی باطل کرے گا۔ اور پھر ایک ہی اللہ کی طرف سب کو بلائے گا اور تم سب اپنے دین کو بھول جاؤ گے۔ پس اے صاحبو اپنا دین جس سے قائم رہے وہی تم فکر کرو۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میں نے اپنی گود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اور پھر میں نے کاہنوں سے کہا کہ تم لوگ دیوانے ہو جو تم بات کہتے ہو۔ اگر میں ایسا ہی جانتی ہوتی تو پھر ہرگز تمہارے پاس اس لڑکے کو کبھی نہ لاتی۔ پھر کچھ دیر کے بعد خاتم الانبیاء کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے کر آئی اور ان کے نور سے اور خوشبو سے میرا گھر روشن و معطر ہو گیا یہ دیکھ کر لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس لڑکے کو جلد اب عبدالمطلب کے حوالے کر دو تاکہ تم امانت سے خلاصی پاؤ پھر میں ان کو لے کر اپنے گدھے پر سوار ہو کر مکے کو جاتی تھی کہ اچانک راستے میں ایک غیب سے آواز آئی کسی نے مجھ سے کہا اے حلیمہ تم کو مبارک ہو۔ پس یہاں تک کہ میں آہستہ آہستہ مکے کے پاس بطحٰی میں جا پہنچی وہاں میں نے ایک گروہ جماعت کی دیکھی اور وہیں محمد صلعم کو بٹھا کر میں اپنی حاجت کو گئی وہاں بھی ایک آواز میں نے سنی اور پھر پیچھے کی طرف میں نے اپنی نظر کی تو میں نے اس جگہ پر محمد صلعم کو نہ دیکھا۔ پھر میں نے اس جماعت سے پوچھا کہ صاحبو! یہاں ایک لڑکا بیٹھا تھا وہ کہاں گیا انہوں نے ہم کو جواب دیا کہ ہم نے اس لڑکے کو نہیں دیکھا اور ہم کو

یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ لڑکا کون تھا اور اس کا کیا نام ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ ان کا نام محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہے۔ پس میں چاروں طرف بہت دوڑی اور کافی دیر تک دیکھتی رہی لیکن ان کو نہ پایا۔ اور روز کر میں کہہ رہی تھی کہ یا الٰہی تو نے ان کی برکت سے ہی مجھے فائز المرام کیا ہے اور ہم کو فراغت ہوئی اپنا دودھ پلا کر اور اب وہ بڑے ہو گئے ہیں اس وجہ سے میں نے ان کو جن کا لڑکا ہے دینے جاتی ہوں تاکہ میں اپنی ذمہ داریوں سے خلاصی پاؤں نہ جانے اب اس لڑکے کو اس جگہ سے کون اٹھا لے گیا ہے۔ پھر وہ قسم اپنے لات و عزیٰ کی کھا کر کہنے لگی کہ اگر مجھ کو نہ ملے گا تو میں اس پہاڑ پر جا کر پتھروں سے اپنا سر پھوڑ دوں گی یہ سنکر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تم ہم سے ہنسی کرتی ہو جو ایسی بات کہتی ہو اور تمہارے ساتھ تو ہم لوگوں نے کوئی لڑکا دیکھا ہی نہیں تم کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ یہ بات سن کر میں بالکل ناامید ہو گئی اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر واویلا کرنے لگی اور بار بار اپنے منہ سے کہنے لگی کہ اے محمد صلعم تم کہاں ہو۔ یہ کہتی تھی اور برابر روتی جاتی تھیں اور میرا رونا دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے۔ پھر دیر بعد ایک بوڑھا مرد دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک عصا بھی تھا وہ میرے قریب آکر کہنے لگے کہ اے دختر سعد تم کیوں روتی ہو میں نے کہا کہ میرا لڑکا یہاں سے گم ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ جس جن نے تمہارا لڑکا لیا ہے میں اس کو بتا دیتا ہوں تم فلانے کے پاس جاؤ اور رو دو مت تمہارا لڑکا اس کے پاس سے ضرور ملے گا۔ تم اپنی خاطر جمع رکھو اور اس سے جا کر اپنا لڑکا لے لو وہ البتہ ضرور تم کو تمہارا لڑکا دے گا پھر میں نے یہ سن کر وہاں جا کر آواز دی جس جگہ اس نے مجھ کو بتایا تھا اور میں نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ جس دن لڑکا پیدا ہوا تھا وہ تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ لات و عزیٰ پر اس دن کیا صدمہ گزرا تھا۔ تب اس نے کہا کہ میں اپنے سردار کے پاس جاتا ہوں کیونکہ تمہارا لڑکا تو وہی دے گا تب اس نے اپنے سردار سے جا کر کہا اے سردار ہمارے آپ کی مہربانی تو قوم قریش پر بہت ہے اور اس وقت دختر سعد حلیمہ یہ کہتی ہیں کہ لڑکا جس کا نام محمد صلعم ہے وہ گم ہو گیا ہے اگر تم اس کو لا دو گے تو تمہاری بہت مہربانی قوم قریش پر ہوگی۔ حلیمہ کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت ہبل بت نے دوسرے بتوں کو پکارا۔ وہاں سے یہ آواز آئی کہ اے ہبل ہم سب یہاں سے

نکل جاتے ہیں کیونکہ ہم سب اس لڑکے کے ہاتھ سے مارے جائیں گے پھر کہتی ہیں کہ میں نے ایک شخص نورانی چہرہ والے کو دیکھا اور وہ مجھ سے آکر کہنے لگا۔ اے حلیمہؓ و ملا کا در حقیقت اللہ دوست ہے اور وہ نہایت اچھی طرح سے ہے اور تم کچھ اندیشہ مت کرو۔ اور مجھ کو اس بات کا ڈر ہوا کہ اگر عبد المطلب کو یہ خبر پہنچی کہ محمد صلعم گم ہو گئے ہیں تو میرا جینا محال ہو جائے گا اور میں یہ سنکر ان کے پاس چلی ہی تھی اور کچھ دور پہنچی تھی کہ راستے ہیں میں عبد المطلب سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے میرا حال پوچھا اور میری کیفیت دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اے تم کیوں مضطرب نظر آ رہی ہو۔ آخر کیا بات ہے میں نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے پاس لاتی تھی کہ مقام بطحیٰ میں مجھ سے وہ گم ہو گئے۔ یہ بات سن کر عبد المطلب کہنے لگے کہ شاید ان کو کسی نے مار ڈالا ہو گا۔ پھر انہوں نے اپنی تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور بہت ہی غصہ میں بھرے آتے تھے اور کوئی شخص بھی مارے ڈر کے ان کے سامنے نہ آتا تھا۔ بس اسی طرح ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر ایک بلند آواز دی اور پکارا اے اہل قریش سب حاضر ہو۔ چنانچہ اسی وقت تمام اہل قریش سب کے سب حاضر ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ بتاؤ کیا بات ہے عبد المطلب نے ان تمام اہل قریش سے کہا کہ میرا پوتا محمد صلعم جو کہ حلیمہ دائی کے پاس تھا وہ واپس لا رہی تھیں میدان بطحیٰ میں گم ہو گیا یہ سن کر ان سب لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک محمد صلعم ہم کو نہ ملیں گے اس وقت تک ہم لوگوں پر کھانا پینا سب کچھ حرام ہے پھر اسی وقت سب کے سب عبد المطلب کے ہمراہ نکل پڑے اور ان میں سے ایک سو آدمیوں نے کہا کہ چلو ہم سب خانہ کعبہ میں جا کر اللہ سے التجا کریں۔ یہ سنتے ہی عبد المطلب نے ان سب کو چھوڑ کر کعبے کے آستانے پر جا کر اپنا سر زمین پر رکھ کر کہا: یَا رَبِّ رُدَّ عَلَیَّ وَلَدِیْ مُحَمَّدًا! جب انہوں نے بہت ہی فریاد کی تو غیب سے ایک آواز آئی۔ اے عبد المطلب کچھ اندیشہ مت کرو محمد صلعم کو اللہ تعالیٰ نے آرام سے رکھا ہے اور کچھ ڈر نہیں ہے۔ پھر یہ تسلی سن کر عبد المطلب خانہ کعبہ سے نکل آئے اور با شمشیر برہنہ وادی تہامہ کی طرف گئے اور آگے ورقہ اور نوفل اور مسعود اور ثقفی جاتے تھے۔ جب وہ مقام بطحیٰ میں جا پہنچے تو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔ مسعود نے پوچھا کہ اے لڑکے کون ہو تو آنحضرت محمد صلعم نے فرمایا کہ میں سید یتیم غریب ہوں اور میرا نام محمد ابن عبداللہ

ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدالمناف ہے۔ یہ سنکر انہوں نے جاکر عبدالمطلب کو خوشخبری دی۔ عبدالمطلب جب سرورِ کائنات کے پاس آئے پوچھا اے لڑکے تم کون ہو فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور میں آپ کی نسل سے ہوں۔ کہا تم اپنا نسب نامہ بتاؤ کس کے فرزند ہو۔ یہ سنکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدالمناف ہوں۔ یہ سنتے ہی عبدالمطلب سید الکونین کو اپنی گود میں لے کر وہاں سے چلے آئے اور پھر کعبہ میں آکر طواف کیا اور کہا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اور مکے کے شہر میں جتنے قریش تھے آنحضرتؐ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور عبدالمطلب نے بہت ہی انعام واکرام دے کر حلیمہؓ دائی کو خوش کر کے ان کے وطن رخصت کر دیا۔

بیان جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماموں کے گھر میں اپنی والدہ آمنہ کے ساتھ اور آمنہ کا راستہ میں فوت ہونا اور فوت ہونا عبدالمطلب کا اور ہمراہ جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر میں تجارت کو اور ملاقات ہونا ایک راہب سے راستے میں

بیان کیا جاتا ہے کہ جب دائی حلیمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدالمطلب کے حوالے کیا اور آمنہ آنحضرت کو لے کر اپنے بھائی کے گھر جاکر دو برس رہیں۔ پھر مکے میں آتے وقت اثنا راہ میں قضا الٰہی سے فوت ہوئیں اور اس وقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف صرف سات برس کی تھی اور اس کے بعد حضرت نے اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس پرورش پائی اور سن شریف آنحضرت صلعم کا آٹھ برس دو مہینے کا ہوا تو اس وقت عبدالمطلب بھی بیمار ہو گئے اور ان کی زندگی کی امید بھی منقطع ہو گئی تب اپنے بیٹے ابوطالب کو بلا کر یہ وصیت کی کہ پرورش محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمہارے ذمہ ہے میں اس بات کی تم کو تاکیداً وصیت کرتا ہوں تم اس کو اچھی طرح سے یاد رکھنا۔ یہ سن کر ابوطالب نے کہا اے اباجان وہ میرا بھتیجا ہے میں اس کو اپنے فرزند کے برابر جانتا ہوں اس کے بعد عبدالمطلب نے انتقال کیا۔ اور پھر اس کے بعد ابوطالب نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی ان ایام میں اکثر نوکر خدیجۃ الکبریٰ کے تھے اور تمام قریشی
شام کی طرف بغرض تجارت کے جایا کرتے تھے اور اس وقت ابو طالب نے بھی ان کے ساتھ
شام جانے کا عزم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شتر کی مہار پکڑتے تھے اور اس کو لے کر
چلتے تھے۔ چوں کہ اس وقت آپ کی عمر شریف کم تھی ابو طالب چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو گھر بھیجیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا جان مجھ کو آپ اکیلا
گھر میں نہ بھیجیں آخر میں کس کے پاس رہوں گا۔ بس آپ اپنے پاس ہی رکھیے یہ سن کر ابو طالب
کے دل میں رحم آیا۔ اور پھر آنسو بہا کر کہا اے جان عم کچھ ڈرو مت کوئی اندیشہ نہ کرو تم
سلامت رہو تم کو مکان پر نہ بھیجوں گا۔ پھر ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ
کر اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا لیا۔ اور دونوں چچا بھتیجے ساتھ کارواں کے چل دیے جب سب کارواں
وادی شام میں پہنچے وہاں ایک راہب کی عبادت گاہ تھی اور اس بستی میں درخت سایہ دار
تھا جو قافلہ سوداگروں کا اس راستے سے جاتا تو ضرور اس کے نیچے اترتا اور اس
راہب سرغیش نے توریت میں لکھا ہوا پڑھا تھا کہ فلانے وقت ایک پیغمبر مکے سے
سوداگروں کے ساتھ یہاں آکر قیام کریں گے اور ان کی پشت پر مہر نبوت ہوگی ان
سے فیض حاصل کرنا چاہیے اس امید پر حضرت کے آنے کا وہ منتظر تھا اور اسی وجہ سے
جو قافلہ بھی مکے سے آتا وہ سب کی خاطر مدارت کرتا تھا۔ اور سب کو بغور دیکھتا تھا۔
پس ابو طالب بھی اسی راستے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر سوداگروں
کے ساتھ اسی وادی میں پہنچے اور وہ سرغیش راہب اس دن بالائے بام جا کر
دیکھ رہا تھا کہ ایک قافلہ مکے سے آتا ہے اور ایک ٹکڑا بھی ابر کا ان کے سر پر سایہ
کیے چلا آتا ہے۔ پھر سب اسی درخت کے نیچے آکر اترے درخت نے تعظیماً کچھ
جنبش کی اور ادب بجا لایا۔ چوں کہ اس قافلے کے بیچ میں سید الکونین تشریف
لائے تھے اس سرغیش راہب نے یہ حال دیکھ کر ان سوداگروں کے پاس
کہلا بھیجا کہ مکیوں سے ہم بہت ہی محبت رکھتے ہیں جو سوداگر مکے سے یہاں آکر ا
ہے ہم ان کی خاطر کرتے ہیں۔ اور ہم نے سب کی دعوت کی ہے تم بھی ہمارے مکان پر

یہ سن کر ابو طالب نے اس کی دعوت قبول کر لی اور رسول اللہ صلعم کو ایک نوکر کے ساتھ اسباب کے پاس چھوڑ کر اس درخت کے نیچے بٹھا کر سب کے سب راہب کے گھر میں چلے گئے اور راہب نے اپنی عبادت گاہ سے نکل کر سب کو دیکھا۔ اور پھر اپنے معبد خانے کے اوپر دیکھنے لگا اور کوئی باقی تو نہیں رہا اور پھر دیکھا کہ جو ٹکڑا ابر کا جہاں تھا وہیں موجود ہے۔ پھر اس نے سب سے کہا کہ ابھی تمہارے قافلے کے دو آدمی باقی ہیں جن کو درخت کے نیچے چھوڑ کر آئے ہو۔ وہ بولے ہاں ہم لوگ ان کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں اور ان میں ایک تو ہمارا نوکر ہے اور ایک ہمارا لڑکا ہے۔ پھر راہب بولا ان دونوں کو بھی جا کر ہمارے یہاں لے آؤ۔ ایک مرتبہ پھر راہب بام پہ جا کر دیکھتا ہے کہ اتنے میں کوئی جا کر پیغمبر اللہ کو لے آیا اور وہ ابر بھی رسول اللہ کے سر پہ سایہ ڈالے ہوئے آیا۔ راہب نے یہ حال دیکھ کر کہا واللہ یہ ابر کا سایہ سوائے پیغمبروں کے اور کسی پہ نہیں ہوتا ہے یہ کہہ کر رسول اللہ صلعم کو اپنی جگہ پہ لے جا کر بہت ہی تعظیم و تکریم کی اور طعام و تحائف سب کے لیے حاضر کیے۔ جب سب نے کھانا کھانے سے فراغت کی تب راہب نے سب سے کہا کہ یہ لڑکا کس کا ہے سب نے ابو طالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے کہا مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا یتیم ہے اور ماں باپ اس کے مر گئے ہیں یہ سن کر ابو طالب بولے کہ تم نے یہ بات بالکل سچ کہی ہے حقیقت یہی ہے اور یہ میرا بھتیجا ہے اور میری گود میں پرورش پا رہا ہے۔ پھر راہب نے ابو طالب سے کہا دیکھو میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ لڑکا نبی آخر الزماں ہوگا اور اس کے دو مونڈھوں کے درمیان میں مہر نبوت ہوگی اور میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اس کی حفاظت اچھی طرح سے کرنا اور روم اور شام کی طرف اس کو مت لے جانا کیونکہ وہاں ان کے دشمن بہت ہیں کیونکہ یہودی ان کو مار ڈالنے کو ہر وقت مستعد ہیں بلکہ ان کا تو نام و نشان لے کر ڈھونڈا کرتے ہیں اور وہ کہا کرتے ہیں کہ ہم جہاں پاویں گے مار ڈالیں گے یہ باتیں راہب نے ابو طالب سے کہیں اور دست مبارک حضرت محمد صلعم کا پکڑ کر کہا یہ سید الکونین ہیں اور سب سے بہتر خلائق زمین و آسمان کے ہیں یہ سن کر ان سوداگروں نے کہا یہ باتیں آپ کو کس طرح معلوم ہوئی ہیں اور یہ کیسے معلوم ہوا

کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ اس نے کہا کہ ان کی صفت جو اس وقت میں ان میں دیکھ رہا ہوں
وہ سب نے توریت میں پڑھی ہیں۔ اور یہی علامت نبوت کی ہوتی ہے جو آپ میں پائی جاتی
ہے انہوں نے اس راہب سے پوچھا کہ بتاؤ وہ علامت کیا ہے جس سے تم نے پہچان لیا۔
کہا اس نے کہ تم ان کو چھوڑ کر میرے یہاں آئے ہو اور میں نے دیکھا کہ تمام اشجار اور
جمادات نے ان کو سجدہ بھی کیا ہے اور جتنے نباتات اور حیوانات اور حجر اور درخت ہیں
وہ سجدہ سوائے اللہ قدوس کے اور کسی کو نہیں کرتے مگر پیغمبروں کو تعظیما کرتے ہیں اور
تم یقین جانو کہ یہ پیغمبر برحق ہیں۔ سب کے سب اس گفتگو میں شریک تھے اس قافلے میں
سے سات آدمی اچانک راہب کے معبد خانے کے دروازے پہ کھڑے ہوئے تھے
ان سے پوچھا کہ تم سب کون ہو اور کہاں جاؤ گے بولے کہ ہم سب ملک روم سے آتے ہیں
اور بادشاہ روم نے ہم سب کو بھیجا ہے وہ کہنے لگے کہ ہم سب نے سنا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان
کا مکے میں خروج ہوا ہے ہم سب ان کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جائیں گے اور پھر ان کو
مار ڈالیں گے ہم لوگ ان کو دریافت کرنے کو آئے ہیں۔ راہب نے یہ سن کر کہا کہ بیہودہ رنج
اٹھاتے ہو اور تم ان کو ہرگز نہ مار سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ بس
راہب نے یہ بات کہہ کر ان کو مکے کی طرف بھیجا اور کہا تم بہت آرام سے چلے جاؤ اور تم
کیوں ناحق آئے ہو۔ اور پھر ابو طالب سے کہا کہ تم اس لڑکے کو شام اور روم کی طرف نہ لے
جاؤ بلکہ تم اپنے گھر یہیں چلے جاؤ، یہ بہتر ہے کیونکہ وہاں کے یہودی تم کو اذیت پہنچائیں گے
یہ سن کر ابو طالب پھر رسول اللہ کو مکے میں اپنے گھر پہ واپس لے آئے۔ اس کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان دوسری دفعہ چاک کرنا سینہ مبارک آنحضرت کا اور نکاح کرنا خدیجۃ الکبریٰ سے اور اقوال و افعال آنحضرت صلعم کے قبل نکاح کے جو وقوع میں آئے تھے

ایک روایت میں ہے کہ جب سن مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دس برس کا ہوا ایک دن
اتفاقیہ بلعبہ گل گشت میدان کی طرف لے گئے اس وقت دو فرشتے بصورت آدمی آنحضرت کے

سامنے آئے آنحضرت فرماتے ہیں کہ ان کے چہرے نورانی تھے اور ایسی شکل میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی
اور جو خوشبو ان کے بدن سے آتی تھی اس جیسی خوشبو مشک وعنبر وعطریات میں بھی نہ تھی
اور ان کے کپڑوں میں جو صفائی تھی وہ دنیا کی کسی چیز میں نہ تھی اور یہ دو فرشتے حضرت
جبرائیل اور حضرت میکائیل تھے ان دونوں فرشتوں نے میرے مونڈھے پکڑ کر مجھے زمین
پر لٹایا۔ اور پیٹ میرا چیر ڈالا لیکن کچھ خون بھی میرے بدن سے نہ نکلا۔ ان میں سے ایک
فرشتہ طشت میں پانی بھر کر لایا اور دوسرے نے میرے پیٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر سب کچھ
دھو ڈالا اور کہا کہ سینہ ان کا چاک کر کے اندر سے خون سیاہ جو حسد اور بغض بشریت کا
ہے نکالو بجائے اس کے رحم اور شفقت رکھ دو واسطے رحمت عالم کے پس ایسا ہی کیا گیا
اور میرے پیٹ کے چیرنے سے مجھے کچھ درد والم نہ ہوا اور مزید ایک چیز مثال چاندی کے
میرے دل میں رکھ دی اور ایک دوائے خوشبو مانند سفوف کے اس پر رکھ دی اور
انگلیاں ہاتھ کی میری پکڑ کر کہا کہ اب جاؤ، سلامت رہو، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا۔
اسی دن سے میرے دل میں مہربانی اور شفقت خلق پر زیادہ ہوئی اور غیظ وغضب سب
کچھ جاتا رہا اسی وجہ سے دوسری مرتبہ دل مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاک
کر کے پاک وصاف کیا۔ اور گندے خیالات سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان پر جا کر اپنے چچا ابو طالب سے اس حقیقت کا تذکرہ بیان
کیا اور یہ باتیں سنکر ابو طالب نے لوگوں سے مخفی رکھا کسی کو اس بارے میں کچھ بھی نہ
بتایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اے میرے پیارے بھتیجے میں تم سے
کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر پھر مجھے شرم آتی ہے۔ یہ بات سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اے چچا جان جو آپ کے دل میں ہے وہ دل کھول کر کہیے اور میں تو آپ کے برخوردار کے برابر
ہوں۔ پھر ابو طالب نے کہا کہ تمہارے باپ تو مر گئے اور تمہاری ماں بھی مر گئی ہیں اور دونوں کوئی
چیز بھی نہیں چھوڑ گئے اور میرے پاس بھی دولت نہیں ہے کہ تم کو کہیں بیاہ دوں اب صلاح یہ
ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ دختر خویلد وہ بہت مالدار ہے۔ اور نوکر چاکر بھی بہت رکھتی ہے
اور نہایت مناسب سمجھ کر اجرت بھی دیتی ہے اگر اس کے پاس تم نوکری کرو گے تو اس کے

روپے سے جو تم کو منافع ہوگا پھر میں تم کو بیاہ دوں گا اور اس طرح سے اپنی چشم روشن کروں گا۔ بتاؤ اس امر میں تمہارا کیا خیال ہے اور تم کیا چاہتے ہو مجھے اپنے پاک خیالات سے آگاہ کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو آپ کا بطور برخوردار کے ہوں اور آپ کی بات مجھے بسر و چشم قبول ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کی بات نہ مانوں اور مجھے یقین ہے کہ جو کچھ آپ میرے حق میں کریں گے انشاء اللہ وہ بہتر ہوگا۔ پھر ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر خدیجۃ الکبریٰ کے در پر گئے اندر سے ایک غلام نے آکر پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ ابو طالب نے کہا کہ تم خدیجہ سے جا کر کہو کہ ابو طالب تمہارے دروازے پر کھڑا ہے اور آپ سے عرض کرنا چاہتا ہے۔ یہ باتیں سن کر اس غلام نے جا کر خدیجہ سے کہا وہ بولیں ان کو اندر لے آؤ پھر ان کا وہی غلام آیا اور ابو طالب سے کہا کہ آپ کو اندر بلاتی ہیں۔ پھر ابو طالب اپنے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اندر گئے تو دیکھتے ہیں کہ خدیجہ ایک تخت پر بیٹھی تھیں اور تقریباً ستر کنیزیں کمربستہ ان کی خدمت میں کمربستہ کھڑی تھیں۔ خدیجہ نے ابو طالب سے کہا کہ آپ نے یہاں آنے کی کیوں تکلیف گوارا کی اور اس وقت آپ کا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے برادر زادہ ہے اور اس کا نام محمدؐ ابن عبداللہ ہے اگر آپ ان کو اپنی سرکار میں بطور نوکر رکھیں تو فیض عام سے آپ کے یہ بھی بہرہ مند ہوں گے اور پھر دعا کریں گے یہ سن کر خدیجہ نے کہا اس سے اور کیا بہتر ہے بہت اچھا آج سے میں نے ان کو نوکر رکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قریبی رشتہ دار تھیں لیکن ان کا شوہر مر گیا تھا اور وہ بیوہ تھیں اور بہت زیادہ دولتمند تھیں اسی وجہ سے وہ ہر سال تاجر لوگوں کو مال و اسباب دے کر شام و بصرہ کی تجارت کو بھیجتی تھیں اور ایک غلام ان کا میسرہ نامی تھا اس کو انہوں نے آزاد کیا تھا۔ اور تجارت کے واسطے اس کو بھیجتی تھیں اور باقی جتنے نوکر خدمت گار غلام تھے سب اس کے حکم کے تابع تھے۔ ایک دن خدیجہ نے بالاخانے سے دیکھا کہ حضرت کے سر پر ابر سایہ دار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

نزدیک بلا کر بکریوں کی پاسبانی پر مقرر کیا تھوڑے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قدم کی برکت سے خدیجہ کی بکریاں آگے سے زیادہ ہونے لگیں اور بہت دودھ بھی دینے
لگیں پس خدیجہ کی نگاہ ہمیشہ رسول اللہ پر تھی وہ ہر روز دیکھتی تھیں ایک ابر آ کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ ڈالے ہوتا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے
ہیں تو ہر درخت اور جمادات سلام علیک یا رسول کہتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی کرامات و
علامات کتاب توریت میں دیکھ کر کہتی تھیں کہ ایک جوان قریش میں بڑا بزرگ ہوگا۔ اور آپ
چونکہ بہت زیادہ دیانت دار امانت دار اور راست گفتاری میں مشہور و معروف تھے اس لیے
آپ کو محمدؐ امین کہتے تھے اور جب سن شریف آپ کا بیس کا ہوا تو خدیجہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تم اس سال میرے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کی طرف
تجارت میں جا سکو گے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بہت اچھا میں جاؤنگا
ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ اجرت مقرر کر کے تجارت کو
بھیجا اور بعض نے انبازیسرہ کو کیا۔ اور اکثر کا قول یہ ہے کہ خدیجہؓ نے آنحضرت کو اپنا
مالک مختار بنا کر اور اپنے شوہر کی پوشاک پہنا کر ملک شام کی طرف بھیجا اور غلام میسرہ
کو کہا جو حال راہ میں گزرے یاد رکھنا اور پھر بلا فرق مر مو کے مجھے آ کر بیان کرنا اور جو
کام محمدؐ امین کرنا چاہیں اس میں تم مانع اور مزاحم مت ہونا غرض جو جو سوداگر نوکر چاکر
خدیجہ کے تھے وہ سب کے سب رسول اللہ کے ہمراہ گئے اور جب وہ مکے سے باہر نکلے تو
وہ لوگ ابوسفیان کے قافلے کے ساتھ مل گئے۔ ابوسفیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھ کر ہنس کر کہنے لگا کہ خدیجہ تو بہت نادان ہے کہ جس شخص نے کبھی اپنی عمر میں تجارت نہیں
کی اور راہ و رسم خرید و فروخت کی نہ جانے اس کو مختار کر کے تجارت میں بھیجا ہے یہ تو محض
نادانی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ کا قافلہ سب سے آگے نکل گیا اور راہ میں کرامات بھی
ظاہر ہوتی رہیں۔ جب آفتاب گرم ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر ابر آ کر
سایہ کرتا تھا یہ کیفیت اپنی آنکھوں سے میسرہ غلام دیکھتا تھا پھر حیوانات اور اشجار اور
جمادات سب کے سب آنحضرت صلعم کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور آنحضرتؐ اپنا سفر برابر طے

کرتے چلے جاتے تھے۔ جب ملک شام کے متصل نزدیک معبد خانہ راہب کے پہنچے اور اس کا نام بحیرہ راہب تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک درخت کے سائے کے نیچے سوئے ہوئے ہیں۔ جب آفتاب طلوع ہوا یعنی دھوپ نکلی اس وقت درخت نے بھی جھک کر سایہ کیا۔ بحیرہ راہب نے جب یہ دیکھا تو وہ اپنے عبادت خانے سے نکل کر سوداگروں سے جاکر پوچھا تھا جو جوان اس درخت کے نیچے سوتا ہے کون ہے۔ میسرہ غلام نے کہا میرا مختار انباز ہے یہ سن کر راہب نے اس غلام میسرہ سے کہا کہ خبردار تم ان کو بطور سوداگروں اور مختار انباز کے نہ جانو بلکہ یہ تو پیغمبر اللہ اور نبی آخر الزمان ہیں اور تمام موجودات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تب راہب اور غلام میسرہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے راہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک چوم کر کہا مجھ کو نشان پیغمبری کا معلوم ہے اور بندہ اس وقت امید قوی کرتا ہے کہ اگر اجازت ہو تو حضور کا کتف مبارک دیکھے چونکہ آپ کی آمد کی خبر میں نے کتاب توریت میں پڑھی ہے اور اسی طرح کی نشانی کتاب انجیل میں بھی موجود ہے کہ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دونوں مونڈھے مبارک دکھائے جب چشم راہب کی اس سے روشن ہوئی اس وقت کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور کہا کہ آپ کے آنے کی بشارت توریت و انجیل نے دی ہے اور میسرہ غلام سے کہا کہ اے میسرہ محمد آخر الزمان کو یہودیوں سے بچاؤ اور ابوسفیان کو تاکید کی۔ ابوسفیان نے کہا کہ وہ میرا چچیرہ بھائی ہے ان کی نگہبانی اور خبرداری مجھ پر واجب ہے الغرض بحیرہ راہب نے مختلف اقسام کے تحفہ جات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر حاضر کیے اور پھر سب کو دعوت دے کر کھلایا۔ اس کے بعد ان سوداگروں نے وہاں سے کوچ کیا آگے جاکر دو راہ پر جا پڑے۔ ایک راہ نہایت خوف کی تھی اور دوسری راہ بے خوف و خطر لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب کی راہ اختیار کی اور اسی راہ میں خوف تھا اور ابوسفیان نے دوسری راہ اختیار کی اور اس میں کوئی خطرہ نہ تھا۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ کیا خدیجہ کا مال سب برباد کروگے اور اس راہ سے اپنے کو بھی

ہلاک کرو گے۔ تم اس راہ میں مت جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا اللہ حافظ و ناصر ہے۔ یہ کہہ کر تشریف فرما ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منزل راہ طے کی جس مقام میں پانی نہ تھا وہاں منزل کی۔ میسرہ نے حضرت سے عرض کی اے حضرت قافلہ ہمارا بغیر پانی کے ہلاک ہونے کو ہے۔ یہ آواز سن کر حضرت اپنے خیمے سے نکل کر بہت متحیر ہوئے اور پھر ایک درخت سبز کے نیچے کھڑے ہو کر اپنے پروردگار سے مناجات کی کہ یا اللہ مجھ بندہ یتیم پر تو رحم و کرم فرما میری فریاد سن لے اور کسی نہ کسی صورت سے آب شیریں ہم کو عنایت فرما چنانچہ اس کے بعد ایک آواز غیب سے آئی کہ میرے پیغمبر کئی قدم آگے بڑھو اور آخر قدم پر ایک کنواں کھود و وہاں سے آپ کو آب شیریں ملے گا یہ خبر سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر ایک کنواں کھودا اللہ کے فضل و کرم سے پانی صاف اور شیریں نکلا اور سب قافلہ نے آسودہ ہو کر پانی پیا۔ دوسرے دن پھر وہاں سے چل دیے چلتے چلتے ایک مقام پر کیا دیکھتے ہیں کہ کئی بیمار مجروح اونٹ بدن میں کیڑے پڑے ہوئے ہیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر فریاد کی۔ یا رسول اللہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہماری عیادت کے لیے بھیجا ہے آپ ہم پہ مہربانی کیجیے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر اور اپنی یتیمی کو یاد کر کے بہت روئے اور اپنے اونٹ پہ سے اتر کر ان اونٹوں کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیر اللہ کے فضل سے وہ سارے اونٹ اچھے ہو گئے اور جوان کو بیماری تھی وہ جاتی رہی۔

پھر آپ نے وہاں سے کوچ کیا بعد مدت قلیل آپ شام جا پہنچے وہاں پہنچ کر آپ نے سارا مال فروخت کر ڈالا اور اس مال میں منافع بھی بہت ہوا۔ اس کے بعد آپ نے پھر مال خریدا اور مکے کی طرف مراجعت فرمائی اور تقریباً بیس دن کے بعد ابوسفیان ملک شام پہنچے اور ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ آپ چند روز یہاں اور ٹھہر جائیے کیونکہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے میں دیر نہ کی اور مکے میں تشریف فرما ہوئے جب مکے کے قریب پہنچے میسرہ غلام نے آنحضرت سے کہا کہ محمد امین آج کئی برس ہوئے ہم خدیجہ کے مال سے تجارت کرتے ہیں اب کی دفعہ جیسا منافع کئی برس سے نہیں ہوا آپ جا میں سلامتی اور نفع کی خبر خدیجہ کو دیجیے تاکہ ہم سب کو سرکار سے کوئی خلعت بطور انعام کے

ملے۔ یہ بات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی پھر اس میسرہ غلام نے آنحضور صلعم کو اچھی طرح سے
زیبائش و آراستہ کر کے ایک اونٹ پر سوار کر کے مکے میں بھیجا۔ ادھر خدیجہ بھی آپ کا انتظار
کر رہی تھیں اور آپ کے آنے والے راستے کو دیکھتی رہتی تھیں۔ اسی اثنا انتظار میں ایک شتر
سوار دیکھا دور سے آتا ہے اور ایک ٹکڑا ابر کا ان کے سر پر سایہ ڈالے ہوئے ہے ہیبت اور
شکوہ ان کے چہرے پر ہویدا ہے۔ یہ دیکھ کر خدیجہ نے کہا اللہم اتہ الی داری اور جب شتر بان
خدیجہ کے دروازے پر آیا تو معلوم ہوا کہ محمد امین اپنے سفر تجارت سے واپس آئے ہیں۔ خدیجہ نے
لوگوں سے کہا کہ جا کر دیکھو یہ وہی سوار ہے جو ہم نے دور سے دیکھا تھا وہ بولے ہاں جی یہ وہی شتر
سوار ہے جس کو آپ نے دور سے آتے ہوئے دیکھا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس
جا کر منافع تجارت اور سلامتی راہ اور قافلہ کی خوشخبری دی۔ خدیجہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہا کہ آپ جا کر میسرہ غلام کو بھی لے آیئے کیونکہ اس کو خوب معلوم ہے حقیقت اس کی کہ جب مکے سے
سوداگروں کے ساتھ سفر میں تشریف لے گئے تھے خدیجہ اس کو دیکھ رہی تھیں اور جب میسرہ اور
سوداگروں کے ساتھ تشریف سفر سے لائے تھے تب بھی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
وہی صورت و سیرت پائی اور باقی دوسرے لوگ اس حال سے غافل تھے اور جب آپ سفر سے
واپس تشریف لائے اور باقی لوگ بھی سفر سے واپس آ گئے پھر خدیجہ نے میسرہ غلام سے سب
احوال راہ کا اور منافع خرید و فروخت کا پوچھا۔ اس نے کہا کہ اے سیدہ ہم نے کبھی آسائش و
راحت نہیں دیکھی جو حضرت محمد امین کے ساتھ ہے میں ان کی کیا صفت بیان کروں وہ تو
ایک صاحب کمال مرد کامل ہیں میں نے دیکھا کہ تمام اشجار و جمادات نے ان کو تعظیماً سجدہ کیا۔
غرض دریافت کرنا راہب کا اور سایہ دینا ابر کا آنحضرت کے سر پر اور پانی نکالنا کنواں کھود کر اور اچھا
کرنا اللہ کے حکم سے اونٹوں کو جو شدید مجروحانہ صورت میں پڑے تھے۔ اور بہت زیادہ منافع ہونا
تجارت میں یہ سب باتیں میسرہ غلام نے خدیجہ سے کہیں یہ سنتے ہی خدیجہ ایک دل سے ہزاروں ہو کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش آئیں اور بہت زیادہ قدر و منزلت کی اور جس قدر مشاہرہ
سرکار سے مقرر تھا اس سے دوگنا کیا۔ اور پھر تمام اپنے نوکر چاکروں سے اور جو شخص ان کے تابعدار
تھے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہیں اور

ان کی خدمت دل و جان سے ہر وقت کرتے رہیں اور کسی وقت بھی ان کی خدمت سے غافل نہ رہیں پس جب اسی طرح سے چند روز گذر رہے تو ایک دن خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے حضرتؐ آپ نے بیاہ کیا ہے یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر وہ بولیں اگر آپ مجھ عاجزہ سے نکاح کریں اور اپنی خدمت میں لاویں تو میں اپنی باقی عمر آپ کی خدمت میں صرف کروں اور پھر سعادت دارین حاصل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا یہ کام بدوں اجازت چچا ابو طالب کے ہم نہیں کر سکیں گے۔ اگر تم یہ چاہتی ہو تو اس بات کا پیغام میرے چچا ابو طالب کے پاس کرو اور مجھ کو کچھ بھی اختیار نہیں یہ بات سن کر خدیجہ نے بہت سے ہدایا اور تحائف ابو طالب کے پاس بھیجے اور ساتھ ہی خواستگاری اپنے کام کی کی اور کئی دفعہ جداگانہ اچھی اچھی پوشاکیں نفیسہ اور اجناس لطیفہ ابو طالب کی بی بی کے پاس اس کام کے واسطے بھیجیں اور ابو طالب نے خدیجہ کو جواب دیا کہ عمر شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمہارے سن سے بہت کم ہے یہ کام کیوں کر ہو سکے گا۔ خدیجہ نے جب یہ بات سنی پھر ابو طالب کے پاس بہت سا سامان و اسباب بطور ہدیے کے بھیجا۔ آخر ابو طالب نے آنحضرت رسول کریم کو بلا کر خدیجہ کے ساتھ نکاح کا اذن دیا تب حضرتؐ نے فرمایا اول شرط یہ ہے کہ جتنی مال و دولت تمہاری ہے وہ اللہ کی راہ پر مسکین محتاجوں کو دے دینا۔ پھر دوسری شرط یہ ہے کہ جتنے غلام لونڈی، باندی سب کو آزاد کر دینا اور تیسری شرط یہ ہے کہ کھانا پینا بطریق فقیری اختیار کرنا۔ پس خدیجہ نے یہ شرطیں منظور کیں۔ جتنا مال و اسباب دولت تھی سب اللہ کی راہ پر تقسیم کر دیا۔ اور تھوڑا مال ابو طالب کو بھی دیا۔ اور غلام اور لونڈی باندی سب کو آزاد کر دیا۔ اور پھر درویشی اختیار کر لی۔ اور بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ خدیجہ نے دو آدمی قریش کے جو معتبر سمجھے جاتے تھے ان کو بلا کر گواہ کیا اور انہیں کے سامنے مال و اسباب، نقود و ظروف باقی جتنا تھا سب کا سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا اور اپنا مالک و مختار کیا اور یہ کہنے لگیں کہ مجھے ان چیزوں پر کچھ دعویٰ نہیں تم لوگ اس بات کے گواہ رہو۔ اب چاہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے واسطے رکھیں یا پھر اس کو راہ اللہ میں دے ڈالیں اس کا کچھ دعویٰ مجھ کو نہیں۔ کہتے ہیں کہ ابو طالب خدیجہ کے کہنے سے ورقہ بن نوفل جو خدیجہ کا چچیرا بھائی

لیکن وہ عذاب الٰہی سے ڈرتے تھے اور اس وقت قوم کا سردار ولید ابن مغیرہ تھا وہ بولا کہ ہماری نیت اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم کعبے کو توڑ کر دوبارہ بنائیں گے اور یہ تو موجب آبادی ہے نہ کہ خرابی اس بات میں قبائل عرب چار فرقے ہوئے اور بات یہ طے پائی کہ ہر ایک فرقہ کا ایک ایک رکن کعبے کو توڑ کر تعمیر کریں پس چاروں فرقوں نے متواتر دور سے کھڑے ہو کر دیوار کعبہ کو دیکھا کہ اس کو کس طرح سے توڑا جائے اور پانچویں دن ولید بن مغیرہ تبر اپنے ہاتھ میں لے کر دیوار کعبہ کے پاس گیا اس کے ساتھ بنی مخزوم بھی تھے۔ ولید ابن مغیرہ نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو خوب جانتا ہے یہ کہہ کر کعبہ کی دیوار پر تبر مار کر اس کو گرا دیا۔ جب اور لوگوں نے دیکھا کہ ولید ابن مغیرہ نے کعبے کی دیوار توڑ دی پھر سب قبیلے متفق ہو کر کہنے لگے کہ ہم سب آج دیوار پر تبر نہیں لگائیں گے دیکھیں آج کی شب ولید ابن مغیرہ پر آفت نازل ہوتی ہے یا نہیں پھر ہم سب مل کر تینوں دیواریں توڑ ڈالیں گے جب انہوں نے ولید ابن مغیرہ کو سلامت دیکھا تو پھر ہر قبیلے نے اپنے اپنے حصے کی دیوار جو مقرر تھی توڑ ڈالی۔ اور بہ اندازِ قدِ آدم زمین کھود کر نیچے سے پتھر لگا کر دیواریں کعبے کی اٹھائیں تاکہ صدمہ سیل سے محفوظ رہے اور حجر الاسود کو دیوار پر اٹھاتے وقت سب قبیلوں میں تنازعہ ہوا۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ اور بنی زہرہ اور بنی مخزوم ہر قبیلہ کہتا تھا کہ ان میں سے ہم کو فضیلت زیادہ ہے ان لوگوں سے یہاں تک کہ سخن درازی ہوئی اور ایک مدت تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے پر پتھر مارنے لگے۔ آخر میں بات اس پر ختم ہوئی کہ ایک روز لڑائی کا وعدہ کیا جائے کہ وہاں دن آپس میں لڑائی ہوگی لیکن دانشمندوں نے اس بات سے منع کیا کہ اس سے باز آؤ اور آپس میں لڑائی کرنا اچھی بات نہیں ہے اور ہم تمہیں اعلیٰ قسم کی تدبیر بتاتے ہیں جس سے تمہارا آپس کا جھگڑا مٹ جائے گا۔ اگر تم لوگوں نے مل کر اس پہ عمل کیا اور وہ یہ ہے کہ اول جو شخص صبح کو کعبے کے حرم کے دروازے پہ آئے تم اس کو منصف مقرر کرو جو وہ کہے وہ مانو اور پھر اسی پر عمل کرو۔ یہ بات جب سب نے سنی اور بہت غور و فکر کرنے کے بعد سب نے راضی ہو کر کہا کہ بہت اچھا وہ جو کہے گا ہم اس کو ضرور مانیں گے چنانچہ صبح کو سب سے اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی حرم شریف میں حاضر ہوئے

پھر سب کوئی کہنے لگے آج صبح سب سے اول محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم ہی آئے ہم ان کو ہی اپنا حاکم و منصف مقرر کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے واسطے فرمائیں گے ہم اس کو تسلیم کر لیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہ حکمت عملی کی کہ ایک چادر زمین پر بچھا دی پھر حجر اسود کو اس چادر پر رکھا اور چار قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی کو طلب کیا۔ اور ان سے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ہر ایک کونہ چادر کا پکڑ کے کعبہ کی دیوار کے پاس لے جاؤ اسی طرح سے چاروں قبیلے اس پتھر کے اٹھانے میں مساوی ہوں گے۔ پھر سب نے اسی طرح چادر پکڑ کر حجر الاسود کو اٹھا کر اس رکن کے پاس کہ جہاں اب ہے لے گئے اور کہنے لگے کہ ایک متبرک بزرگ چاہیے کہ وہ تنہا حجر الاسود کو اٹھا کر دیوار کعبے پہ رکھ دے اور چونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب کے سب راضی تھے کہنے لگے کہ اگر کوئی حجر الاسود کو تنہا اٹھا کر کعبہ پہ رکھے تو اس وقت محمد ابن عبداللہ سب سے بہتر اور افضل ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار قبیلوں نے کہا کہ آپ خود ہی اس حجر الاسود کو تنہا اٹھا کر خانہ کعبہ کی دیوار پر نصب کر دیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حجر الاسود کو اکیلے ہی اٹھا کر خانہ کعبہ کی دیوار پر نصب کر دیا۔ جہاں اب بھی نصب ہے۔ جب خانہ کعبہ کی دیواروں کی تعمیر سے فراغت ہوئی اور چھت اور دروازے باقی رہے اس واسطے کہ مکے میں لکڑی میسر نہ تھی اور اس وقت کوئی نجار بھی نہ تھا ان ایام میں نجاشی بادشاہ حبش نے ارادہ کیا کہ ایک معبد خانہ بنا کر عبادت کرے تب لکڑی اور ہتھیار اور نجار استاد اور کاریگر کشتی سے ملک شام میں بھیجے اللہ کی مرضی ایسی ہوئی کہ دریا میں کشتی آتے وقت راہ میں ڈوب گئی اور آدمی جتنے کشتی پر تھے کوئی لکڑیوں پہ بیٹھے ہوئے تھے اور وہ بہتے بہتے موج دریا نے ان سب کو لکڑی سمیت کنارے پر لگا دیا قوم قریش نے جب یہ سنا تو انہوں نے فوراً ہی ابو طالب کو لکڑی خریدنے کو بھیجا۔ جب ابو طالب گئے تو لکڑی والوں نے ان سے کہا کہ جب تک ہم اپنے بادشاہ کو اس بات کی اطلاع نہ کریں گے تب تک ہم کو اختیار نہیں کہ ہم لکڑی وغیرہ بیچیں پھر انہوں نے ایک نامہ بادشاہ کے پاس بھیجا اور اس کا جواب بادشاہ نے یہ لکھا کہ مال خزانے میں جتنا تمہارے پاس ہے وہ سب لے جا کر کعبے میں خرچ کرو۔ تب بادشاہ کا حکم پانے سے لکڑیاں کعبے کی چھت اور دروازوں پہ لگائیں پھر خانہ کعبہ بفضل الٰہی درست ہو گیا میں اس واقعہ کو اسی پہ اکتفا کرتا ہوں۔

بیان اسماء و خصائل حمیدہ آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک لمبی حدیث میں یوں آیا ہے کہ قد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانہ تھا اور گندمی رنگ تھا اور کشادہ پیشانی اور دونوں آنکھوں کی بھویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پتلی باریک تھیں آمیختہ بھی نہ تھیں بلکہ بیچ میں تھوڑا سا فاصلہ تھا اور درمیان دونوں بھویں کے ایک رگ تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غصے میں آتے تو وہ پھول جاتیں اور ناک مبارک آپ کی دراز اور اونچی تھی اور اس کے اوپر ایک نور چمکتا تھا اور چہرہ مبارک آپ کا ملائم اور برابر تھا اور دہن مبارک کشادہ تھا اور دانت مبارک آپ کے صاف و روشن تھے اور اوپر کے دونوں دانتوں کے درمیان تھوڑا سا شگاف تھا اور ریش اور سر مبارک میں تقریباً بیس بال سفید تھے اور بال آپ کے پیچیدہ نہ تھے سیدھے نہ تھے اور شکن بالوں کی میانہ تھی۔ اور چہرہ مبارک آپ کا مانند چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا اور درمیان دونوں مونڈھوں کے پارہ گوشت مانند بیضہ کبوتر کے تھے اور اس میں نقش رنگ برنگ کے تھے ایک روایت میں ہے کہ وہی مہر نبوت تھی اور محمد رسول اللہ اسی پر لکھا ہوا تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مہر نبوت اٹھالی اللہ تعالیٰ نے اور سینہ مبارک بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کشادہ تھا اور آپ کی چھاتی سے ناف تک ایک خط باریک سا تھا۔ اور بازو اور مونڈھے اور چھاتی پہ بال نہ تھے اور بڑی مونڈھے کی اور گھٹنے کی اور زانوں کی موٹی تھیں اور ہر دو بند دست اور ہر دو کف دست و پا پر گوشت اور نرم تھے اور جسم مبارک نورانی و پاکیزہ اور لطیف اور معتدل تھا۔ اور جب خاموش بیٹھے ہوتے تو ایک ہیبت اور شکوہ بشری پہ ظاہر ہوتا اور جس وقت بات کرتے نزاکت اور لطافت معلوم ہوتی اور جو شخص آپ کو دور سے دیکھتا وہ جمال اور تازگی پاتا اور جو نزدیک آکر مشاہدہ کرتا ملاحت اور شیرینی حاصل ہوتی اور آنحضرت کبھی بھی بھوک و پیاس کا شکوہ منہ پہ نہ لاتے بلکہ جب کبھی بھی بھوکے پیاسے زیادہ ہوتے تو آب زمزم کے پانی سے قناعت فرماتے تھے اور جو چیز آپ کے پیچھے پس پشت میں ہوتی تو وہ چیز مثل سامنے کے نظر آتی اور یہ آپ کو معجزہ اللہ تعالیٰ نے عنایت

فرمایا تھا اور شب تاریک میں مانند روز روشن کے تھے اور آنحضرتؐ کے لعاب دہن مبارک سے آب شور شیریں ہو جاتا تھا اور اگر کوئی طفل اس کو چاٹ لیتا تو تمام دن اس کو دودھ پینے کی حاجت نہ ہوتی اور بغل مبارک میں آپ کے بال نہ تھے اور سایہ جسم مبارک کا زمین پہ نہ پڑتا تھا اور آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسروں کی آواز سے دور جاتی تھی اور آپ دور ہی سے آواز سن لیتے تھے۔ اور جب سوتے آنکھ ظاہر میں آپ کی غنودہ اور چشم باطن کشودہ انتظار وحی کی رہتی تھی۔ اور آپ کے جسم مبارک سے بوئے مشک اور عنبر کی ظاہر ہوتی یہاں تک کہ اگر کوچہ و بازار میں تشریف لے جاتے تو لوگ معلوم کرتے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہ تشریف لائے تھے۔ جب جائے ضرور کو جاتے تو نشان غائط و بول کوئی بھی نہ دیکھتا تھا۔ کیوں کہ زمین کو حکم تھا کہ وہ فوراً اپنے اندر فرو کرلے اس وجہ سے نشان لوگوں کو نظر نہ آتا تھا اور بوئے عطر اس سے نکلتی تھی اور آنحضرت جب تولد ہوئے تو تمام نجاست سے آپ کا بدن بالکل پاک صاف تھا اور آپ قدرتی مختون پیدا ہوئے تھے اور گہوارے میں بات کرتے تھے۔ اگر چاند کی طرف نظر کرتے تو چاند بھی متوجہ ہو کر آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا تھا۔ اور ابر ہمیشہ سر مبارک پر مانند چھتری کے سایہ دار ہوتا اور اگر کسی درخت کے قریب جاتے تو درخت خود ہی جھک کر سلام کرتا اور نہ اپنا سایہ جہاں تک ممکن ہوتا کرتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوئیں نہ پڑتی تھیں اور آپ کی جسم پہ مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی بوجہ ادب و تعظیم کے اور جب آپ دراز گوش گھوڑے یا اونٹ پہ سوار ہوتے تو وہ اس وقت بول و براز نہ کرتا تھا اور اللہ تعالٰی نے عالم ارواح میں جب کہ ساری مخلوق کو پیدا کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ترجمہ کیا میں نہیں ہوں تمہارا پروردگار اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پہ آنحضرتؐ نے کہا اور تمام مخلوق نے بھی کہا۔ قَالُوْا بَلٰی۔ یعنی تو پروردگار میرا ہے۔ اور شب معراج میں براق پہ سوار ہو کر آسمان پہ جانا قاب قوسین کے نزدیک اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا یہ تمام خصوصیات کسی اور نبی کو حاصل نہ ہوئیں۔ غصہ و خوشنودی آنحضرت کے مطابق احکام قرآن مجید کے تھی اور چہرہ مبارک آپ کا ہمیشہ بشاش و خرم رہتا تھا

اور جس امر میں رضائے الٰہی نہ ہوتی اس میں غفلت برتتے تھے۔ اور شجاعت و سخاوت میں سب سے پہلے تھے۔ ایسا کہ کوئی سائل آپ کے دروازے سے خالی نہ جاتا اور اگر موجود نہ ہوتا تو عذرخواہی کر کے اس کا دل خوش کرتے اور ہر بات جلدی نہ فرماتے تھے تامل اور غور و فکر کر کے بعد بیان فرماتے تھے اور غریب یا جاہل مسائل دینی پوچھنے میں سخن درشت یا سخت بات سے پوچھتا یا الحاح و زاری کرتا تو سن کر دل میں صبر فرماتے تھے اور اس کو کسی طرح سے ناخوش ہونے نہ دیتے تھے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم تھا جو کوئی صحبت گرامی میں بیٹھتا تو وہ ہرگز وہاں سے بر داشتہ خاطر نہ ہوتا اور راست گوئی اور ایفائے وعدہ اور بردباری آپ میں بے حد تھی۔ اور کثرت سے تمام خلائق سے شفقت فرماتے تھے۔ سوائے جہاد کے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے آزار نہیں کیا۔ اور دعوت غنی خواہ فقیر خواہ آزاد خواہ غلام سب کو قبول فرمالیا کرتے تھے اور ہر متنفس کا ہدیہ و تحائف قبول فرماتے تھے اور بعوض اس چیز کے مثل اس کے یا اس سے بہتر اسے بھیج دیتے اور اپنے اصحاب سے ہمیشہ دوستی رکھتے تھے اور ان کی دلداری بھی کیا کرتے اور ہمیشہ ہر شخص سے خیر و عافیت دریافت کرتے تھے اور اگر کوئی سفر کو جاتا یا پھر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے اور دعا بھی فرماتے اور اگر کوئی مسلمان مرجاتا تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتے اور نماز جنازہ پڑھ کر اس کے واسطے دعا خیر و مغفرت کی فرماتے تھے اور پسماندہ کے پاس جاکر تعزیت و تہنیت فرماتے تھے اور ہر حال میں اپنے ہمسایوں کی خبر گیری رکھتے تھے اور جب کسی مومن مسلمان سے ملاقات ہوتی تو پہلے السلام علیکم کرتے اور جو لوگ اپنے کسی معاملات میں معذرت پیش کرتے ان کی عذرخواہی کو سنتے۔ اور آپ کے یہاں جو کوئی بحیثیت مہمان کے آتا اس کو بہت عزیز و دوست رکھتے اور حتی المقدور اس کی خدمت کرتے تھے اور اپنے پاس سے کھانا وغیرہ بھی کھلاتے تھے اور جس وقت وہ مہمان واپس سوار ہوتا تو کچھ دور تک پاپیادہ چلتے اور اگر ان کے سواری نہ ہوتی تو اپنی طرف سے اس کو سواری کا انتظام فرماتے اور جو شخص حضرت کی خدمت اقدس میں آتا اس کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے تھے اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا آپ بھی اس کی

خدمت کرنے میں کوئی عیب نہ سمجھتے تھے۔ خواہ وہ لونڈی ہو یا غلام ہی کیوں نہ ہو اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے پیتے لوگوں کو کھلاتے پلاتے اور اصحاب کبار کے ساتھ اکثر کاموں میں شریک ہوتے تھے اور جس مجلس میں اور جماعت میں تشریف لے جاتے خالی جگہ پر بیٹھتے اور کبھی آپ نے صدر مجلس اور مسند کی تمنا نہیں کی اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کیا کرتے تھے اور جو لوگ برائیاں یا بدی کرتے ان کے ساتھ آپ ہمیشہ نیکی اور بھلائی فرماتے تھے اور غریب مسکینوں پہ مہربانی فرمایا کرتے تھے اور ان کو کسی وقت بھی بچشم حقارت نہ دیکھتے تھے اور اپنے دست مبارک سے اپنے کفش اور پاریچہ سیتے تھے اور اکثر اوقات کعبے کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور نماز بسیار اور خطبہ کم پڑھتے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے حالت نماز میں آواز مثل جوش دیگ کے آتی تھی اور قیام نماز میں بہت دیر تک کرتے تھے ایسا کہ پاؤں مبارک پھول جاتے۔ اور نماز عشا کی اول شب پڑھتے پھر سویا کرتے اور پھر نصف شب کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھا کرتے تھے اور صبح کے وقت دو رکعت نماز قرآت قصر سے ادا فرمایا کرتے باقی نماز فرض با جماعت ادا فرمایا کرتے اور ہر مہینہ میں روز دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کو عاشورہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور حیا و شرم آپ میں بہت زیادہ تھی اور کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرماتے تھے مگر سوائے سخن راست کے نہیں فرماتے تھے چنانچہ ایک دن ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کسی جانور پر سوار کر وائیے یہ بات سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بچہ ناقہ پر سوار کراؤں گا اس نے کہا یا حضرت بچہ ناقہ کیونکر ہم کو سواری دے گا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ شتر کو بھی بچہ ناقہ کہتے ہیں اور ایک دن ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ یا حضرت میرا شوہر بیمار ہے اور وہ آپ کو دیکھنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا تیرا شوہر ہے اور اس کی آنکھ میں سفیدی ہے اور سفیدی سے حضرت کو کنارہ چشم مراد تھی اس عورت نے جانا کہ سفیدی روشنی چشم کو دور کرتی ہے وہی ہو گی پھر اپنے گھر میں اپنے شوہر سے جا کر یہ بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی بیان کی اس نے یہ بات سن کر کہا کہ سفیدی تو سارے جہان کی آنکھ میں ہے اور ایک دن ایک بڑھیا نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کی اے حضرت میرے حق میں دعائے خیر

فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بہشت نصیب کرے آپ نے فرمایا کہ بڑھیا عورتیں بہشت میں نہ جائیں گی پس یہ بات سُنکر حضرت کی بہت ہی آبدیدہ ہو کر حضرت کے سامنے سے چلی آئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اس بڑھیا سے کہو کہ کوئی شخص حالت پیری میں بہشت میں نہیں جائیگا بلکہ سب کے سب نوجوان ہو کر بہشت میں داخل ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات پیراہن سبز پہنتے تھے اور جمعہ کے دن چادر سرخ اور نمازیں ہر روز دستار سات ہاتھ باندھتے اور عیدین میں چودہ ہاتھ کی دستار اپنے سر مبارک پر رکھتے اور حضرت نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز با دستار ادا کرنا بہت فضیلت رکھتی ہے یعنی ستره رکعت پڑھنے کے برابر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتہ اور چادر سے نماز پڑھا کرتے تھے اور کسی وقت آپ نے ایک کپڑے سے بھی نماز ادا کی ہے اور ہر شب سرمہ داہنی آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں بھی تین بار لگاتے تھے اور کبھی حالت روزے میں بھی آنکھوں میں سرمہ لگایا کرتے تھے اور تیل بھی سر میں ڈالا کرتے تھے اور ڈاڑھی وغیرہ کنگھی سے صاف اور ٹھیک کیا کرتے تھے اور عطریات سے بہت خوش ہوتے تھے اور بدبو سے سخت نفرت تھی اور بہت ناخوش ہوتے تھے اور اکثر اوقات نعلین و موزے پہنتے تھے اور ہمیشہ جو کام بھی کرتے داہنی طرف سے شروع کرتے تھے حتیٰ کہ وضو و مسواک اور دخول مسجد اور نعلین پہننا بسم اللہ پڑھ کر داہنی طرف سے شروع کرتے انگوٹھی چاندی کی کبھی داہنے ہاتھ اور کبھی بائیں ہاتھ میں چھوٹی انگلی میں پہنتے تھے اور انگوٹھی کے نگینے پر اللہ محمد رسول یہ تین لفظ لکھے ہوئے تھے اور جہاد میں اکثر اوقات زرہ پہنتے تھے اور شمشیر اپنے جسم سے لٹکا لیتے تھے اور بچھونا آپ کا کھجور کی پتی اور چمڑے کا تھا اور کھانے میں کچھ تکلف نہ فرماتے تھے اور شدت بھوک میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے حالاں کہ زمین کے خزانے کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی تھیں لیکن آپ نے اس کو قبول نہ کیا اور آخرت کو اختیار کیا! اور اتفاقاً دینار یا درہم بسبب نہ آنے کسی سائل کے گھر میں رہ جاتا تو اس شب کو گھر میں تشریف فرما نہ ہوتے اور روٹی مرغ کے گوشت کے ساتھ یا پھر سرکہ کے ساتھ اکثر تناول فرماتے اور اس کو بہت دوست رکھتے اور بکری کا گوشت خربزے کے ساتھ اور کھجور کے ساتھ کھاتے اور کبھی صرف خرما ہی تناول فرماتے آپ کو شہد اور شیرینی سے بہت ذوق تھا۔

بیان ازواج مطہرات آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کیا تھا اور وہ ہجرت کے تقریباً پانچ برس پہلے فوت ہوئیں اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا اور جب وہ ضعیفہ ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کو طلاق دیویں جب یہ بات انہوں نے سنی تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بولیں یا رسول اللہ میرے دل میں کسی چیز کی آرزو نہ رہی مگر صرف ایک بات کی آرزو باقی ہے کہ میں حشر کے دن آپ کی ازواج مطہرات میں شامل ہوں انہوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی اور تیسری بیوی حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق چھ برس کے سن میں قبل ہجرت کے تین برس ماہ شوال میں نکاح کیا تھا۔ اور نو برس کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لیلۃ الزفاف کیا۔ اور جب رسول اللہ نے وفات پائی تو اس وقت حضرت صدیقہؓ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی اور رمضان المبارک کی سترھویں تاریخ ۵۸ھ مدینہ منورہ میں انہوں نے انتقال کیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور چوتھی بیوی حضرت حفصہ بنت عمر فاروق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق رجعی دی تھی لیکن بحکم الٰہی یا حضرت عمر فاروق کی شفقت سے یا اس وجہ سے کہ وہ بہت روزے رکھتی تھیں اور بہت زیادہ نماز پڑھتی تھیں اس لیے ان سے حضرتؐ نے پھر رجوع کر لیا اور انہوں نے ماہ شعبان ۴۵ھ میں وفات پائی اور پانچویں بیوی زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا وہ بھی دو یا تین ماہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ۴ھ میں وفات پا گئیں چھٹی بیوی ام سلمہ بنت سہیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا اور آنحضرت کی پھوپھی کی بیٹی تھیں جن کا نام بنت عاتکہ بنت عبدالمطلب تھا۔ انہوں نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور آپ کی ساتویں بیوی زینب بنت جحش سے آپ نے نکاح کیا اور وہ بھی آنحضور صلعم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں یعنی وہ امیمہ کی بیٹی تھیں اور امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی تھیں

اور زینب بنت جحش کا۔ پہلے نکاح زید ابن حارث سے ہوا تھا اور بعد طلاق کے جو زید بن حارث
نے دے دی تھی۔ اس کے بعد وہ آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں اور سنہ ۲۰ھ میں فوت ہوئیں اور
آٹھویں بیوی حبیبہ بنت سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا تھا اور یہ نکاح چار
سو دینار کے عوض مہر میں اور نجاشی بادشاہ نے اپنی طرف سے مہر مرقومہ کے بطور ہدیہ کے ادا کیا
اور انہوں نے سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی اور نویں بیوی حضرت جویریہ بنت حارث سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور انہوں نے سنہ ۵۶ھ میں وفات پائی۔ دسویں بیوی حضرت
صفیہ بنت حیی ابن اخطب سے آپ نے نکاح کیا اور یہ حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں اور جنگ
خیبر میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بعوض آزادی کے مہر مثل مقرر کر
کے اپنے نکاح میں لائے اور انہوں نے سنہ ۵۲ھ میں وفات پائی۔ اور گیارہویں بیوی حضرت میمونہ
بنت حارث عامریہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور یہ نکاح آنحضرت نے قریہ سرف میں
کیا تھا اور قریہ سرف ایک گاؤں کا نام ہے اور یہ گاؤں مکے کے نواحی بستیوں میں شمار ہوتا ہے
اور انہوں نے سنہ ۵۱ھ میں وفات پائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پانچ جاریہ تھیں
پہلی ماریہ قبطیہ بنت شمعون اور حاکم اسکندریہ نے ان کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان کے
بطن سے ابراہیم ابن رسول اللہ پیدا ہوئے تھے اور ماریہ قبطیہ سنہ ۱۶ھ میں فوت ہوئیں اور دوسری
ریحانہ بنت زید کہ وہ داخل جاریہ بنی نضیر یا بنی قریظہ کی تھیں اور وہ سنہ ۱۰ھ میں فوت ہوئیں
اور تیسری ام ایمن اور چوتھی سلمہ اور پانچویں برصوی تھیں اور یہ تمام حوالہ جات جامع التواریخ
سے لکھے گئے ہیں اور تمام ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر پانچ سو درم تھا مگر
ام حبیبہ اور صفیہ کا مہر صرف چار سو درم اور تمام ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ثیبہ تھیں صرف حضرت عائشہ صدیقہ دوشیزہ باکرہ تھیں اور سب ازواج مطہرات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بوقت وصال آنحضرت کے بقید حیات تھیں مگر خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت
زینبؓ دونوں آنحضرت کے سامنے ہی فوت ہو گئی تھیں۔ چنانچہ میں اس بیان کو اسی پر اکتفا
کرتا ہوں۔

بیان اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت جمہور مورخین حضرات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرزند تھے ایک کا نام قاسم اور دوسرے کا نام عبداللہ اور لقب ان دونوں کے طیب و طاہر ہیں اور چار بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ زینب اور رقیہ اور ام کلثوم اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن اور یہ چھ اولاد ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے ہیں اور کتاب روضۃ الاحباب میں یوں بھی لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بھی ایک بیٹے تھے جن کا نام ابراہیم تھا۔ ماریہ قبطیہ کے بطن سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے اور بعد تولد سولہ مہینے کے وہ فوت ہو گئے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کا صرف دو مہینے کے بعد ہی انتقال ہو گیا اور قاسم اور عبداللہ قبل زمانہ اسلام کے فوت ہوئے۔ الغرض جمیع اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی گزر گئی مگر حضرت فاطمۃ الزہرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ مہینے بعد فوت ہوئیں۔ مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص ابن ربیع سے ہوا تھا اور وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا بھانجا تھا اور حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے کیا تھا۔ اس نے غصہ کے وقت کم فہمی کے باعث رقیہ کو طلاق دے دی اور اس کے بعد حضرت عثمان سے ہوا اور حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی عتبہ ابن ابی لہب سے ہوا تھا، عتیبہ ابن ابی لہب کے مرنے کے بعد حضرت عثمان غنی نے حضرت ام کلثوم سے نکاح کیا جبکہ حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا اسی واسطے حضرت عثمان غنی کا لقب ذوالنورین ہے۔ یہ دونو صاحبزادیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فوت ہو گئی تھیں۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح جب وہ پندرہ برس چھ مہینے کی عمر میں تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جب کہ وہ اکیس برس پانچ مہینے کے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان چاک کرنا سینہ مبارک کا تیسری مرتبہ اور وحی لانا حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس

ایک روایت میں ہے کہ جب وقت نبوت کا اور وحی کے نازل ہونے کا قریب پہنچا تو تنقیہ اور تقویت کے واسطے سینہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسری مرتبہ چاک کیا گیا اور اس کی شرح یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کامل اعتکاف کی نیت کی تھی اور حضرت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی آپ کے ساتھ تھیں اور وہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار سے نکل کر باہر تشریف لائے اور ستاروں کی طرف دیکھنے کو کھڑے ہوئے تھے تاکہ اندازہ کیا جاسکے کہ ابھی کتنی رات اور باقی ہے۔ بس یکایک ایک آواز آئی السلام علیکم آپ نے فوراً سلام کا جواب دیا اور میں نے اس وقت گمان کیا کہ شائد جنوں کا اس مقام سے گزر ہوا ہے چنانچہ آپ کچھ خوفزدہ ہوگئے پھر آپ اسی غار حرا میں تشریف لے گئے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے کہا کہ میں جب غار سے باہر گیا تو غیب سے آواز آئی اس آواز میں السلام علیکم کہا گیا اور میں نے بھی فوراً جواب میں وعلیکم السلام کہا اور پھر میں خوفزدہ ہو کر اپنی غار میں چلا آیا۔ آخر یہ کیا بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت خدیجہ بولیں کہ یہ تو بڑی خوشخبری ہے کیونکہ السلام علیکم تو نشانی امن وامان اور دوستی کی ہے۔ آپ کسی طرح کا خوف نہ کیجئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد ایک مرتبہ اس غار سے باہر نکل کر دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تخت پر مانند آفتاب کے بیٹھے ہیں ایک پران کا مشرق میں اور دوسرا پر مغرب میں پہنچا ہوا ہے۔ پھر میں یہ حال دیکھ کر مڑتا ہوا اپنے غار کی طرف متوجہ ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے فرصت نہ دی اور میں جلدی سے آکر درمیان میرے اور درمیان اس غار کے حائل ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کو دیکھنے اور ان کے کلام سننے سے مجھ کو ہمت اور دوستی پیدا ہوئی اور حضرت جبرائیل میرے ساتھ وعدہ مقرر کر گئے کہ فلانے وقت میں تم کو چاہیئے کہ تنہا حاضر ہو پھر

میں اس وقت تنہا حاضر ہو کر کھڑا رہا۔ جب کچھ دیر ہوئی تب میں نے چاہا کہ اپنے گھر کو جاؤں اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ اسی وقت حضرت جبرائیل اور میکائیل دونوں فرشتے آسمان کے درمیان سے زمین پر تمام عظمت اور بزرگی کے ساتھ آئے اور پھر میرے تئیں زمین پر لٹا دیا اور پھر میرا سینہ چاک کیا اور انہوں نے میرا دل آب زمزم سے طشت زریں میں دھو کر کوئی چیز اس سے نکالی۔ مجھ کو مطلق کچھ معلوم نہ ہوا پھر دل کو اپنے مقام پر رکھ کر سینے کو درست کیا اور پھر میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کر الٹا دیا جس طرح برتن سے کوئی چیز گرانے کو الٹتے ہیں۔ اس کے بعد میری پشت پر ایک مہر بھی لگادی یہاں تک کہ اثر اس ضرب مہر کا مجھ کو پہنچا اور جب عمر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس برس اور ایک دن کی ہوئی تب آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور نزول وحی کا سلسلہ قائم ہوا اور سب سے پہلے وحی کا نزول اسی غار حرا میں ہوا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر سال ایک مرتبہ اس غار حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے پھر ایک مہینہ عبادت کرنے کے بعد مکہ معظمہ میں تشریف لے آتے اور سات مرتبہ طواف بیت اللہ کا کر کے مکان میں تشریف لاتے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک دن غار حرا میں عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ ایک شخص نورانی چہرہ نہایت خوبصورت مجھ پر ظاہر ہوا۔ اور کہا کہ خوشخبری ہے تجھ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میں جبرائیل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور آپ کو اس امت کا آخری نبی آخر الزمان بنایا ہے اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میں میدان میں جاتا تو وہاں پر ایک آواز سنتا تھا اے محمدؐ اور وہاں پر ایک شخص نورانی چہرہ والے کو دیکھتا تھا کہ وہ سونے کے تخت پر زمین و آسمان کے درمیان معلق کھڑا ہے اور میں اس آواز اور صورت کو دیکھ کر بھاگتا تھا۔ جب کئی دفعہ ایسا ہی معاملہ ہوا تب ورقہ بن نوفل جو چچیرا بھائی خدیجۃ الکبریٰ کا تھا اور وہ شخص توریت اور انجیل کے علم سے خوب واقف تھا۔ اس سے میں نے یہ بات کہی یہ سن کر اس نے کہا کہ جب تم وہ سنو تو مت بھاگو اور کان دھر کر سنو کہ اس آواز میں کیا کہا جاتا ہے چنانچہ ایسا ہی میں نے کیا پھر جب آواز آئی یا محمد پھر میں نے لبیک کہا اس نے کہا کہ میں جبرائیل ہوں اور تم اس امت کے نبی ہو اور پھر یہ کلمہ پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

وَرَسُوْلُہٗ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تا آخر سورۃ اور ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ۔ ترجمہ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے جو مجھ پر نازل ہوا قرآن مجید سے وہ سورہ فاتحہ ہے اور یہ مناجات کی تعلیم کے واسطے اور ہر نماز کی رکعت میں پڑھنے کے واسطے نازل فرمائی اور اسی طرح جو حاجت جس وقت ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت وحی نازل ہوتی تھی اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ محض تعلیم اور طاقت قرأت کے واسطے نازل ہوئی اور اس کے نزول کی کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے وہ چیز کہ علامت وحی کی ہے نازل ہوئی اس سے یہ ہوا کہ تمام خواب سچے دیکھنے لگے اور جو کچھ رات کو خواب میں دیکھتے تھے اسی طرح دن کو صبح صادق کی وہی چیز ظاہر ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جو کہ مکہ معظمہ کے متصل ہے تشریف فرما ہوتے تھے اور پھر چند روز کے کھانے پینے کا اسباب اپنے ہمراہ لے کر تنہا اس مکان میں تسبیح و تہلیل اللہ تعالیٰ کی کرتے تھے اور جب کہ کھانے پینے کا اسباب تمام ہو جاتا تب پھر وہ دولت خانے پر تشریف لے جاتے اور دو ایک روز دولت خانے پر ہی تشریف رکھتے اور پھر اسی غار میں واپس جا کر ایک مہینے سے کم رہتے اور کبھی ایک مہینہ بھی رہتے۔ ایک دن خلوت کے ایام میں اس غار سے باہر تشریف لائے بغرض طہارت کے پانی کے کنارے کھڑے تھے یکایک جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی یا محمدؐ۔ آنحضرت نے اوپر کی طرف نگاہ کی تو کسی کو نہ دیکھا۔ پھر اسی طرح سے آواز دو تین بار آئی۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ متحیر ہوئے اور دائیں بائیں نگاہ کرنے لگے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص نورانی چہرہ مانند آفتاب کے روشن اور نور کا تاج اپنے سر پر رکھے ہوئے اور لباس سبز پہنے ہوئے شکل آدمی کی سی جب وہ نزدیک آنحضرتؐ کے پہنچے اور کہا پڑھ اور بعض روایتوں میں لکھا ہے کہ اس شخص کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا حریر سبز کا تھا کہ اس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا اور پھر کہا کہ پڑھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حرف کو صورت میں نہیں پہچانتا ہوں اور میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر جبرائیل نے کہا پڑھ اور پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ دبانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف

ہوئی اور پسینہ بدن مبارک میں آگیا اور اسی طرح تین مرتبہ کیا اور پھر کہا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ
الَّذِیْ خَلَقَ پانچ آیتوں تک خوب یاد کرایا۔ اور بعض روایتوں میں یوں آیا ہے کہ بعد تعلیم ان
آیتوں کے جبرائیلؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اس سے ایک چشمہ پانی کا جاری ہوا اور آنحضرتؐ
کو طریقہ طہارت وضو اور استنجا کا سکھایا اور دو رکعت نماز کی تلقین و تعلیم کی اور سورۂ فاتحہ
سکھائی کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کو پڑھا جائے۔ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ترساں و لرزاں اپنے گھر پر آئے اور خدیجۃ الکبریٰ رضی سے فرمایا کہ جلدی میرے بدن پر کمبل ڈال دو۔
تاکہ میرے بدن سے لرزہ دفع ہو پھر جب لرزہ جاتا رہا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے کیفیت دریافت
کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ماجرا ان کے آگے بیان کیا۔ خدیجہ رضی نے کہا کہ آپ ہرگز
کچھ خوف نہ کیجئے اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے صفات رحمت کے آپ پر ظاہر کئے ہیں کیوں کہ
آپ ہمیشہ مسافروں کے ساتھ حسن سلوک اور مہمانوں کی ضیافت اور محتاجوں کے کام میں یاری اور
ضعیفوں پر رحم اور اپنے اقرباؤں پر احسان کرتے ہیں اور راست گفتار اور امانت دار ہیں اور جب
کوئی اس مرتبہ پر خلق اللہ پر رحم کرے۔ وہ مستحق رحمت الٰہی کا ہوتا ہے اور ایک دن رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ الکبریٰ کے گھر میں بیٹھے تھے اتنے میں حضرت جبرائیل آئے تب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی خدیجۃ الکبریٰ سے کہا کہ دیکھو جو شخص اس دن ہمارے پاس
آئے تھے وہ یہ ہیں۔ پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغل میں آ
بیٹھیں اور کہا کہ آپ کو ان کی صورت معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب
تک موجود ہیں ان کو میں دیکھتا ہوں۔ تب حضرت خدیجہ نے سر اپنا برہنہ کیا اور حضرت سے
کہا کہ اب بھی آپ دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تب خدیجۃ الکبریٰ
نے فرمایا کہ وہ فرشتہ ہے آپ کو خوشخبری دینے آیا ہے اگر وہ جن ہوتا تو سر برہنہ سے شرم نہ
کرتا اور غائب نہ ہوتا۔ پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے جو کہ
دین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رکھتا تھا اور توریت اور انجیل سے خوب واقف تھا اور عبرانی
زبان سے ان کتابوں کا ترجمہ کرتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے تمام احوال رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کا اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا جبرائیل نام کا ایک بڑا فرشتہ ہے وہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے پیغمبروں پر وحی لاتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت موسیٰ کے پاس بھی آئے تھے اگر تم
سچ کہتی ہو تو محمد عربی نبی ہیں ان کی صفت میں نے دیکھی ہے۔ آسمانی کتابوں میں کہ وہ عرب سے
نکلیں گے بھلا کہو تو جبرائیل علیہ السلام نے ان کو دعوت اسلام کے لیے فرمایا ہے یا نہیں حضرت
خدیجہؓ نے کہا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقرا باسم ربک سکھایا ہے
ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ان پر حکم دعوت اسلام کا ہوتا تو میں اوّل اسلام میں داخل ہوتا۔ پس ورقہ
بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مت ڈریں اور اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی
اندیشہ بھی نہ کریں لیکن آپ کی قوم کے لوگ اس مرتبہ اعلیٰ کو جوان کے لیے نعمت عظمیٰ ہے نہیں
پہچانیں گے یہاں تک کہ تم کو اس شہر سے نکالیں گے کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس وقت تک
زندہ ہوتا۔ میں ضرور آپ کی مدد کرتا اور سعادت دارین حاصل کرتا۔ پس اس کے چند ہی دن بعد
ورقہ بن نوفل نے انتقال کیا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر لوگوں سے
بیان کی کہ یہ علامت بہشتی ہونے کی ہے اور اس کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ
فَانْذِرْ : ترجمہ یعنی اے لحاف یا کمبل اوڑھنے والے کھڑے ہو جایئے۔ برائے ادائیگی مراسم نبوت
کے اور تمام مخلوقات کو عذاب الٰہی سے ڈرا دیجیے پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبل اپنے
بدن سے اتار ڈالا اور فوراً اپنے بستر سے اٹھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے کہا

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں آپ سوتے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ
اب میں نے سونا نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت جبرائیل میرے پاس دوسری مرتبہ آئے اور میرے پاس
اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی لائے اور پھر مجھ کو کہا کہ مخلوق خدا کو دعوت اسلام دو اور خدا کی طرف
بلاؤ تاکہ وہ لوگ بت پرستی چھوڑ دیں اور خداوند قدوس کی عبادت کرنے لگیں اب میں سوچتا ہوں کہ
کس کو کہوں کہ کون میرا کہنا مانے گا اور یقین کرے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں
یہ سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا کہ آپ سب سے پہلے مجھ کو ایمان کی راہ بتایئے تاکہ میں ایمان
لے آؤں۔ پھر یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو ایمان کی تلقین فرمائی۔ اس
طرح وہ اوّل ایمان لائیں اور مسلمان ہوئیں اور اس وقت حضرت علی ابن ابی طالب کی عمر

سات برس کی تھی تمام دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے جب دیکھا رسول
خدا اور خدیجۃ الکبریٰ کو نماز پڑھتے کہنے لگے یہ کیا کام کرتے ہیں اور اس طرح کس کی عبادت
کرتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا خدا وہ ہے کہ جس کے دست قدرت میں
تمام زمین آسمان اور سارا جہان ہے اور اس نے مجھ کو جملہ خلائق پر پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں لوگوں
کو ایمان باللہ کی طرف بلاؤں اور نیک کاموں کی ہدایت کروں اور میں تم کو بھی کہتا ہوں کہ تم بھی اس
راہ خدا پر آؤ اور اپنے باپ دادا کی رسم چھوڑ دو۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ خبردار میں بے اجازت اپنے
باپ کے کوئی بھی کام نہیں کرتا ہوں اس بارے میں اپنے باپ سے پوچھوں گا پھر حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کو کہا کہ خبردار یہ بات سوا چچا ابو طالب کے اور کوئی نہ سننے پادے۔ تب علی ابن
ابی طالب حضرت خدیجہ کے گھر سے نکل آئے اور اپنے دل میں سوچا کہ جس کو اللہ تعالےٰ ایمان
بخشے اور راہ نجات کی دے وہ کیوں دین اسلام سے پھرے اور کیوں اپنے باپ سے اس بارے
میں صلاح پوچھے پس یہ سمجھ کر وہیں سے پھرے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور فوراً ہی آپ پر ایمان لے آئے اور پھر نماز بھی ادا کی۔ اس طرح خدیجہ رضی اور حضرت علی
رضی اللہ عنہ دین اسلام سے مشرف ہوئے اور ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی کہ
آپ تمام رات آرام نہیں فرماتے تھے اور دل میں یہ خیال فرماتے رہتے تھے کہ کہیں یہ راز کسی اور
پر نہ ظاہر ہو جائے۔ ایک دن آپ کے خیال مبارک میں آیا کہ ابوبکر مرد بزرگ اور عقلمند ہیں اور مجھ
سے کافی دوستی بھی رکھتے ہیں ان سے جا کر یہ راز کی بات کہوں اور پھر ان سے صلاح کروں۔
دیکھوں وہ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ فجر کی نماز کے بعد ان کے پاس جانے کا قصد مصمم
کیا ادھر حسن اخلاق سے ابوبکر صدیق بھی مرضی الٰہی سے اسی شب اس میں متردد ہو رہے
تھے کہ بت پرستی جو ہم لوگ یا ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ہم اس میں کچھ فائدہ متصور
نہیں کرتے کیوں کہ بتوں سے نہ کچھ خیر ہے اور نہ کچھ شر یہ تو محض فضول لایعنی شے ہے کاش
اگر کوئی ہوتا اور وہ راہ ہدایت کی بتاتا تو بہت ہی اچھا ہوتے اور ہم اس وقت اس
آفت سے بچتا اور دل میں یہ خیال بھی آیا کہ محمدؐ امین برادر زادہ ابو طالب ہیں وہ مرد عاقل
و دانا ہیں اور ہماری ان سے جانی محبت والفت ہے اور وہ بت پرستی بھی نہیں کرتے

ہیں۔ صبح ان کے پاس جانا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ وہ ہم کو راہ خدا بتادیں اور ادھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے پاس آنے کا عزم کیا تھا کہ ابوبکر کے پاس جاویں اور اپنا راز بیان کریں۔ اتفاقاً راہ میں دونوں کی اچانک ملاقات ہوئی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ میں آپ کے پاس آتا تھا کہ آپ سے کچھ مشورہ کروں اور ابوبکر صدیق نے بھی عرض کی کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کے پاس آتا تھا تاکہ آپ سے کچھ مشورہ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوں اور کچھ راہ دین معلوم کروں یہ سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کیا بات ہے حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں کیا بات ہے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت نزول جبرائیل کی اور ان کا وحی لانا خدا کے پاس سے اور حقیقت خواب کی سب کچھ ابوبکر سے بیان فرمائی سنتے ہی ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کیا ہے کہ آپ کو پیغمبر بنا کر ہمارے لوگوں میں بھیجا ہے اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو فوراً ہی ایمان باللہ کی راہ بتائیے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو راہ ہدایت بتائی اور وہ فوراً ہی اسلام و ایمان سے مشرف ہو گئے انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کسی کو ایمان کی دعوت دیتا تھا وہ فی الفور ہی انکار کر دیتا تھا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ نے انکار نہیں کیا اور فوراً ہی مشرف باسلام ہو گئے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں اور لڑکوں میں حضرت علی ابن ابی طالب ایمان لائے اور نوجوانوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ایمان سے مشرف ہوئے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال حبشی ایمان لائے تھے اور آزاد کردہ غلاموں میں زید بن حارث ایمان لائے تھے اور یہ بہت بڑی سعادت مندی ہے کیوں کہ یہ مرتبہ اور کس اصحابیوں کو میسر نہ ہوا۔ پھر اس کے بعد حضرت عثمان غنی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد ابن وقاص اور حضرت ابی عبیدہ ابن الجراح اور حضرت عبداللہ ابن مسعود اور سعید ابن زید رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ تقریباً انتالیس آدمی ایمان لائے تھے لیکن پھر بھی اپنا دین پوشیدہ رکھتے اور نماز خفیہ پڑھتے تھے ایک دن کوہ حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کی دعوت کی

اور ان کو راہ ہدایت کی طرف توجہ دلائی لیکن اس کے جواب میں ابو طالب نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑوں گا۔ ہاں تم کو جو کچھ خدا نے فرمایا ہے تم اس پر قائم رہو اور میں ہمیشہ تمہارا پشت پناہ رہوں گا اور کوئی ایذا نہ دے سکے گا۔ ابو جہل کو جب خبر اسلام کی پہنچی تو وہ مردود کہنے لگا کہ میں اگر ایسا جانتا کہ لوگ محمد ابن عبداللہ پر ایمان لاویں گے تو میں ان کا سر پتھر سے کچلتا اور اگر محمد ابن عبداللہ مسجد میں سوائے ہبل کے اور کسی کو سجدہ کرے گا تو اس کا سر پتھر سے میں کچلوں گا کہ مغز بھی اس کا باہر نکل پڑے گا۔ ایک حدیث سے معلوم ہے کہ خانہ کعبہ میں کافروں نے تین سو ساٹھ بت پوجنے کے واسطے رکھے تھے اور سب سے بڑا بت ہبل کا تھا۔ اور لات اور منات دوسری جگہ پر رکھے ہوئے تھے اور جب اہل مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی بات سنی اور وہ بہت زیادہ برہم ہوئے اور اس کی پاداش میں بہت زیادہ ظلم کیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو بہت ستایا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا دی یہاں تک کہ اہل بیت کو معہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان شعب کا محاصرہ کیا اور اس محاصرہ میں تقریباً تین برس رہے پھر محاصرہ سے باہر تشریف لائے اور ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں مشغول تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک پر کپڑا ڈالا اور دونوں کنارے اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے کھینچنے لگا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آکر چھڑایا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے، کہ ابوجہل لعین نے آکر مٹی کی ٹوکری سر مبارک پر ڈال دی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے فرمایا کہ میں نے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کوئی دن جنگ احد سے زیادہ تکلیف ہوئی ہے جس روز آپ کے دشمنوں نے آپ کے دندان مبارک شہید کئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن میں کافروں کی جماعت کو ہدایت کر رہا تھا اور انہوں نے میری تصدیق نہ کی اور مجھ کو کئی قسم کی ایذا دی اور مجھ پر ظلم کیا یہاں تک کہ پاؤں کے تلوے تک میرے خون سے تر ہو گئے۔ اس حالت میں میں نے درگاہ باری تعالیٰ

میں عرض کی چنانچہ دربار الٰہی سے ایک فرشتہ جو پہاڑوں پر موکل ہے اس نے آکر مجھ کو سلام کیا کہ آپ کی آزردگی موجب ملال ہے تمام فرشتوں کے لیے اگر آپ مجھ کو حکم فرمائیں تو میں دونوں پہاڑوں کو بحکم الٰہی جو کہ مکے کے اردگرد میں واقع ہیں ملا دوں اور تمام زمین مکے کی اٹھا کر الٹ پلٹ کر دوں کہ اس کی پہچان بھی نہ ہو سکے۔ آپ کا جو حکم ہو میں بجا لاؤں۔ تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے نہ کہ کسی قوم کے ہلاک کرنے کے واسطے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے محمد صلعم مگر واسطے رحمت عالمین کے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ترقی اسلام کی مکے کے کافروں نے دیکھی تو عتبہ بن ربیعہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ عتبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کی کہ اے میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ تم حسب نسب میں سب سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہو پھر بھی تم نے ایسا کام اختیار کیا ہے کہ اس سے اپنے ماں باپ کا کفر لازم آتا ہے۔ اور آباؤ اجداد پر طعنہ آتا ہے اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ ایک کاہن قریش میں سے ظاہر ہوا ہے اور ہم اس کو ہر طرح سے طعن کرتے ہیں اگر بسبب شہوت کے آپ یہ باتیں کرتے ہیں تو جس عورت کی قریش میں سے خواہش ہو اس کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں اور اگر آپ کو مال حاصل کرنے کی تمنا ہے تو مال دوں گا کہ آپ اچھے تونگر ہو جائیں گے۔ اور اگر آپ کو حاجت مال کی نہ ہو اور حاکم بننا چاہتے ہو تو تم کو ملک کا والی بنا دوں گا۔ اور اگر خلل دماغ ہو تو آپ کے واسطے طبیب حاذق مقرر کر دوں تا کہ آپ کا صحیح طور پر علاج ہو جائے یہ باتیں عتبہ ابن ربیعہ کی سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ: اتاری ہوئی بخشنے والے مہربان کی طرف سے کتاب ہے کہ جدا جدا کی گئی آیتیں اس قرآن عربی کی واسطے اس قوم کے جو عقلمند ہیں پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی قولہ تعالیٰ۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ

صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ ترجمہ! پس اگر وہ منہ پھیریں پس تو کہہ میں نے خبر سنادی تم کو عذاب آسمان سے مانند عذاب قوم عاد کے اور قوم ثمود کے۔ پھر عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ سوا اس کے اور کچھ یاد نہیں آتا ناچار ہو کر عتبہ بن ربیعہ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں نے ایک بڑا کلام محمد ابن عبداللہ سے سنا کہ وہ کبھی کسی سے نہیں سنا، پس اب ان کی اصلاح یہی ممکن ہے کہ ان کو ایذا دینے میں کوشش نہ کریں اور ان کو اپنے حال پر ہی چھوڑ دو اگر ان سے تم لڑنا چاہتے ہو تو بے فائدہ ہوگا کیوں کہ اگر تم ان پر غالب ہو گئے تو کوئی چیز بھی تمہارے ہاتھ نہ آئے گی اور اگر وہ تم پر غالب ہوئے تو جو ملک تمہارا ہے وہ ان کے ساتھ آجائے گا۔ پس عتبہ بن ربیعہ سے یہ سن کر مشرکوں نے کہا کہ شاید محمد کو اس نے جادو کیا ہے۔ اسی وجہ سے تو اس کی طرفداری کرتا ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ جو میری عقل میں آیا میں نے تمہارے سامنے کہہ دیا آگے تم لوگ مختار ہو۔ عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ قریش کے حق میں کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا نہیں مگر ایک دن قریب مکہ معظمہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ ابوجہل لعین نے نجاست کی ٹوکری عقبہ بن معیط کے ہاتھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر حالت سجدے میں ڈلوا دی بعد فارغ ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ملعونوں کے واسطے بددعا فرمائی جس کا نتیجہ حضرت عبداللہ ابن مسعود قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے ان کفاروں کو بدر کی لڑائی میں دیکھا کہ ان کی حالت بری ہوئی۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے بال پکڑ کر زمین پر کھینچتے ہوئے کنوئیں میں ڈالتے تھے ایک روایت میں آیا ہے کہ جس وقت انیس صحابہ مشرف باسلام ہوئے تب ابوبکر صدیق نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کی کہ یارسول اللہ کیوں ہم اب اسلام کو چھپائیں اور اب بہتر ہے کہ علی الاعلان عبادت الٰہی کریں اور لوگوں کو دعوت اسلام دیں۔ پھر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کے کہنے سے مسجد الحرام میں جا بیٹھے اور ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا تو اس وقت مشرکین نے اور عتبہ نے مل کر حضرت ابوبکر صدیق کے بازوئے مبارک پر سخت ضرب پہنچائی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق بیہوش ہو گئے اور بنی تمیم ان کو وہاں سے اٹھا کر گھر میں لائے اور ساری رات بیقرار رہے جب تھوڑا سا ہوش آیا پھر

رسول خدا کے پاس تشریف لائے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا اے ابوبکر تم نے بہت تکلیف و رنج محبت میں اٹھایا۔ یہ بات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ جو برضائے خدا اور رسول مقبول مجھ پر گزرے ہیں اس سے ناراض نہیں ہوں بلکہ بخوشی راضی و صابر ہوں اور راحت عقبیٰ کی تمنا ہر وقت دل میں موجزن ہے مگر صدمہ سے مجھ کو درد و رنج بہت پہنچا کیونکہ ضرب شدید کی وجہ سے میرے تمام اعضاء جسم میں لادو پیدا ہو گیا ہے جس کو دیکھ کر دین کے دشمن ہنستے ہیں۔ یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت ابوبکر صدیق کے تمام اعضاء بدن پر پھیرا۔ اسی وقت درد اور صدمے سے صحت پائی اور آنحضرتؐ کی نبوت کے پانچویں برس عمر فاروق ابن خطاب ایمان لائے اور ان کے سبب اسلام میں تقویت اور عزت زیادہ ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوت اور شجاعت میں اور جوانمردی اور حشمت میں عرب کے درمیان مشہور و معروف تھے اور تمام عرب ان سے ڈرتے تھے۔ جب امیر حمزہ ایمان لائے تب ابوجہل نے ولید بن مغیرہ اور ابوسفیان اور ابولہب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باپ وغیرہ سرداران قریش کو بلا کر کہا کہ اے قریش کے سردار امیر حمزہ تو محمد ابن عبداللہ پر ایمان لا کر کیا بیہودہ اور خرافات باتیں کرتا ہے ایسی کبھی کسی نے نہیں کیں اور نہ کسی سے ایسی باتیں سنیں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا کہ اے ابوالحکم میری بات سنو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ محمد ابن عبداللہ کا سر کاٹ لو بعدہ اس کے یاروں کا تدارک کیا جاوے گا۔ ابوجہل نے یہ بات سن کر کہا کہ قسم ہے مجھ کو لات و عزیٰ کی جو کوئی محمد ابن عبداللہ کا سر کاٹ کر لاوے گا میں اس کو ایک شتر کا بوجھ سونے اور چاندی اور دس غلام اور لونڈی انعام میں دوں گا۔ عمر ابن خطاب نے کہا کہ یہ کام تو میرا ہے ولید ابن مغیرہ نے کہا کہ دیکھو محمد ابن عبداللہ کی تائید میں تمام بنی ہاشم ہیں یہ کام کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر عمر ابن خطاب نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر بنی ہاشم ان کی تائید میں آویں گے تو ان کو بھی اسی تلوار سے قتل کر دوں گا۔ یہ کہہ کر تلوار لٹکا کر چلے۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے عمر کہاں جاتے ہو کہا کہ میں اس وقت محمد ابن عبداللہ کا سر کاٹنے جا رہا ہوں۔ یہ بات سن کر اس اعرابی نے کہا کہ اے عمر! حمزہ کے ہاتھ سے کیسے خلاصی پاؤ گے۔ وہ تو محمد ابن عبداللہ پر ایمان لا چکے ہیں۔ یہ بات سن کر عمر بولے

اگر وہ محمد ابن عبداللہ کی تائید میں ہیں تو میں اس کا بھی سر کاٹوں گا۔ پھر اعرابی بولا اے عمر کیا تم گھر کی بھی خبر رکھتے ہو۔ بولے نہیں۔ اس نے کہا تیری بہن فاطمہ اپنے خاوند کے ساتھ محمد ابن عبداللہ پر ایمان لا چکی ہے اور تیرا داماد سعید بھی ایمان لایا ہے۔ عمر نے کہا کہ ان کی اسلامیت کیونکر معلوم ہوگی۔ کہنے لگے اگر ان کو کھانے کے وقت اپنے یہاں بلاؤں گا تو وہ نہ آئیں گے اس طرح اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ ایمان لائے ہیں پس عمر یہ بات سن کر اپنی بہن کے گھر کی طرف چل دیئے۔ راہ میں پھر ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس نے کہا اے عمر تو کہاں جاتا ہے بولے محمد ابن عبداللہ کا سر کاٹنے جا رہا ہوں اعرابی بولا بھلا ایک بات تو سن کہ جو تیرے سامنے بکری ہے تو اس کو پکڑ تب معلوم ہوگی تیری شجاعت۔ پس عمر اس بکری کے پیچھے اس قدر دوڑے کہ تمام بدن میں پسینہ آگیا۔ آخر عاجز ہو گئے۔ لیکن بکری نہ پکڑ سکے۔ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوئے پھر اعرابی نے کہا اے عمر بکری کو تو نہ پکڑ سکا اور وہ محمد ابن عبداللہ تو شیر خدا ہے ان کو تو کیونکر پکڑے گا۔ پس عمر وہاں سے خجالت پا کر غصہ ہو کر اپنی بہن فاطمہ کی طرف چلے اور وہاں جا کر یہ کہا کہ اے بہن مجھ کو بھوک لگی ہے کچھ کھانے کے واسطے لاؤ۔ تب ان کی بہن نے جلدی سے کھانا تیار کر کے ان کو لا کر دیا اور عمر نے کھاتے وقت اپنی بہن کو اسی دسترخوان پر کھانا کھانے کو بلایا اس نے ان کے ساتھ کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر عمر نے جانا کہ یہ مسلمان ہو چکی ہے پس اسی وقت بال اپنی بہن کے پکڑ کے چاہا کہ سر اس کا اس کے تن سے جدا کر دوں۔ تب زید نے جو ان کے شوہر تھے عمر کے ہاتھ سے چھڑایا اور پھر کچھ حیلہ کر کے غصہ ان کا ٹھنڈا کیا اور پھر اطمینان سے ان کو کھانا کھلایا یہاں تک کہ جب رات ہوئی تو عمر سو گئے اور ان کی بہن سورہ طٰہٰ پڑھنے لگی جب وہ اس آیت پر پہنچی لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى: ۔ ترجمہ: اللہ کے واسطے ہے تو سب آسمانوں کے اور زمین کے ہے اور جو دونوں کے درمیان میں ہے اور جو تحت الثریٰ میں ہے۔ جب اس آیت کا مطلب عمر کے کان میں پہنچا تو دل عمر کا اسلام کی طرف مائل ہوا۔ پھر وہ اپنے بستر سے اٹھ کر اپنی بہن فاطمہ کے پاس گئے اور کہنے لگے تم کیا پڑھتی ہو۔ وہ بولیں کہ میں کلام اللہ پڑھتی ہوں جو محمد ابن عبداللہ پر نازل ہوا ہے۔ اس جگہ بعض نے کہا ہے کہ عمر کے ضد کے مارے اس کاغذ کو جس پر کلام اللہ لکھا تھا تنور کے اندر ڈال دیا۔ مگر وہ خدا

کے فضل سے نہ جلا عمر نے کہا وہ لاؤ کہا لہ ہے یعنی تم اس کاغذ کو لاؤ جس پر وہ کلام اللہ لکھا ہے۔
کیوں کر میں بھی اس کو پڑھوں گا۔ تب ان کی بہن فاطمہ نے کہا۔ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ
ترجمہ۔ اور جو کوئی مشرک ہے وہ نجس ہے اور ناپاک ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھنا چاہتے
ہو تو پاک صاف ہو کر باطہارت پڑھو کیوں کہ اس کو چھونا بغیر پاکی کے درست نہیں پھر اسی وقت
عمر نہا دھو کر پاک باطہارت ہو کر ہاتھ میں اس سورت کو لے کر پڑھنے لگے اور پھر اس کے معنی اور
مطالب دریافت کر کے رونے لگے اور پھر ان کی اسلام کی طرف خواہش ہوئی پھر سو رہے جب فجر
ہوئی ابو جہل وغیرہ مشرکوں کی بات یاد پڑی پھر تلوار لٹکا کر بارادہ کا موعودہ کے روانہ ہوئے پھر
اثنائے راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی وہ اعرابی بولا اے عمر کہاں جا رہا ہے۔ بولا کہ میں محمد
ابن عبداللہ کا سر لانے کو جا رہا ہوں وہ بولا کہ محمدؐ کہاں ہیں تو جانتا ہے وہ امیر حمزہ کے
پاس ہے پھر وہاں سے امیر حمزہ کے گھر کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا اے جبرائیل ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کو جا کر کہو کہ عمر تیری طرف آتا ہے تم اس سے مت ڈرنا بلکہ تم اس کو اسلام کی دعوت دینا جب وہ
تمہارے پاس آئے تو تم نبوت کی قوت سے اس کا پنجہ سخت پکڑو جب تک وہ ایمان نہ لائے اور اس
وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انتالیس آدمی تھے عمرؓ امیر حمزہؓ کے دروازے
پر آئے اور دستک دی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ میں عمر بیٹا
خطاب کا ہوں پھر واستماع رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر دروازہ کھولا۔ جب عمر نے اپنا پاؤں
دروازے کے اندر رکھا تو حسب تعلیم جبرائیل کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی قوت سے
اس وقت عمر کا پنجہ پکڑ کر دبایا اور تکبیر پڑھ کر دعوت اسلام دی عمر اسی وقت ایمان لائے اور
کہا یا رسول اللہ لعنت خدا کی اس پر ہے جو درپے ایذا آپ کے رہے پس رسول خدا نے کلمہ شہادت
عمر کو تلقین کیا اور عمرؓ دین اسلام سے مشرف ہوئے۔ اس وقت رب جلیل کی جناب سے حضرت جبرائیل
علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے قولہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ترجمہ کہا اللہ تعالیٰ نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کفایت ہے تجھ کو اور ان لوگوں
کو جتنے تجھ پر ایمان لائے ہیں کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس وقت عالم

سفلی سے عالم ملکوت تک خوشی حاصل ہوئی اور اس وقت نبی کریم نے فرمایا۔ اے عمر تو جس جگہ خواہش کرے گا غالب ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ دعوت اسلام سب کو دینا چاہیے اور اپنے اصحاب کو فرمایا کہ وہ کوچہ و بازار میں جا کر دعوتِ اسلام لوگوں کو علی الاعلان دیں اور اگر کوئی شخص اس میں کوئی بات ناشائستہ کہے تو اس کو پکڑ لائیں اور میں خود بھی تمام قریشیوں کو دعوت اسلام دیتا ہوں یہ کہہ کر سب کو حضرت عمرؓ نے جمع کر کے کہا اے معشر قریش اب میں اسلام میں داخل ہو گیا ہوں اور حلقہ محمدی میں پہنچ چکا ہوں اب اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کھڑا ہوگا تو میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اے ابوجہل! دین محمدی حق ہے اور دین تم سب کا باطل پرستی بالکل جھوٹ ہے۔ یہ سن کر ابوجہل اور خطاب نے کہا کہ اے بیٹا تو دیوانہ ہوا ہے یا محمد صلعم کے جادو نے تجھ پر اثر کیا ہے جو تو ہمارے گھوڑوں کی تکذیب کرتا ہے اب میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے باپ کفر کا کلام چھوڑو۔ خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور سچے مسلمان ہو جاؤ۔ خطاب نے ان باتوں سے طیش میں آ کر کہا اے عمر تو بیہودہ باتیں جو کرتا ہے اس کے سبب آج تیری شامت آئی ہے اور موت تیرے قریب آ گئی ہے جو تو ایسی باتیں کرتا ہے جب عمرؓ نے وہیں شمشیر میان سے نکالی تو یہ دیکھ کر ابوجہل تو بھاگا، اور خطاب بھی چاہتا تھا کہ بھاگے لیکن حضرت عمر نے وہیں کام اس کا ایک ہی وار میں تمام کر دیا یعنی آپ نے باپ کا سر کاٹ لیا۔ جب یہ خبر لوگوں میں پہنچی تو حضرت عمر کے رعب سے مکے کے گرد و نواح میں اور دیگر ملکوں میں اور جملہ کفاروں میں زلزلہ آ گیا۔ لیکن تمام مسلمان خوش و خرم رہے جس دن یہ واقعہ ہوا اس روز طائف اور مکے میں کوئی باقی نہ رہا کہ دعوت اسلام اس تک نہ پہنچی ہو۔ نماز اور اذان جا بجا آشکار ہوئی جماعت باقاعدہ ہونے لگی ادھر عثمان بن عفان بھی ایمان لے آئے اور پورے طور پر اسلام میں داخل ہو گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد دس برس تک اپنی قوم کو دعوت اسلام دی۔ جب دیکھا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناامید ہو کر غیر قوموں کی ہدایت کی طرف مشغول ہوئے اور مکے سے طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر راہ خدا کی ہدایت و تلقین کرنے لگے وہاں کے سردار تین آدمی تھے وہ کوئی ایمان نہ لائے اور انہوں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کی اور پھر اپنے شہر سے بھی نکال دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بازار عکاظ میں تشریف لائے اور اثنائے راہ میں مقام نخلہ میں منزل کی۔ جب رات ہوئی تو اپنے ساتھیوں کو لے کر نماز میں مشغول ہوئے اور قرأ جہر سے پڑھنے لگے اس عرصہ میں نو شخص قوم جن نے شہر نصیبین سے کہ وہ فرشتہ نہ ہو شیطان ہے کہ عمدہ ترین قبائل جنوں میں سے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ ان کا سیر کرنا اس واسطے تھا کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اسی وقت سے ان کا آسمان پر جانا موقوف ہوا۔ جب کبھی جانے کا قصد کرتے شعلۂ آتش ان پر گرنا شروع ہوتا اسی واسطے تمام جنوں نے ایک جگہ جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کہ دیکھو اور تلاش کرو مشرق سے مغرب تک دنیا میں کونسا ایسا شخص پیدا ہوا ہے کہ اس کے سبب سے ہم سب کا آسمان پر جانا موقوف ہوا تاکہ ہم اس کا تدارک بخوبی کر سکیں۔ پھر تمام جن تہامہ کی طرف چلے جب مقام نخلہ میں پہنچے تو وہاں آنحضرت کی زبان مبارک سے کلام الٰہی کو سنا تو پھر کہنے لگے کہ ہم سب کے آسمان پر نہ جانے کا سبب یہی ہے تاکہ کوئی اس کلام کو چرانے جاوے اور پھر وہ بے نقصان پہنچاوے اس کے بعد تمام قرأت قرآن مجید کی سن کر تمام جنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن مجید پر ایمان لائے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ تم سب اپنی قوم کو جا کر اس کی خبر کرو تب انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اس کی خبر کی تب جنوں سے وہ جن جن کا نام زوبعہ اور رسودہ جوان کے سردار تھے اور مزید نوے جنات ان کے ہمراہ شہر نصیبین سے اور شہر نینوا سے گروہ گروہ ہو کر روانہ ہوئے تاکہ وہ آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور قرآن مجید بھی سنیں ادھر سابق جنوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی کہ جنات آپ کو دیکھنے کے لیے اور کلام الٰہی سننے کے لیے سب منتظر فرمان واجب الاذعان ہیں جس وقت اور جس مکان میں حکم ہو وہ سب اس جگہ حاضر ہوں تب جنات سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہر کے باہر شب کے وقت شب الحجون کی نواح میں جو کہ متصل مکہ معظمہ کے ہے جمع ہوں تاکہ اہل شہر کو ڈر اور ہیبت نہ ہو پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء کے عبداللہ بن مسعود کو ہمراہ لے کر وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ جنات نے مارے اشتیاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے

نے بہت بڑا ہجوم کیا ہوا ہے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن مسعودؓ کو باہر شعب الحجون کے کھڑا کیا اور ایک دائرہ چہار طرف عبداللہ ابن مسعود کے کھینچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار تم اس دائرے سے باہر مت جانا ممکن ہے کہ جنات تم کو تکلیف دیویں۔ پس عبداللہ ابن مسعود اس دائرے کے اندر رہے اور دیکھتے تھے کہ تمام جنات کی شکل مثل وحوش کے مختلف تھی ان میں سے کسی کی شکل مثل گدھ کے ہے اور کسی کی گردہ جٹ کے جو متصل بصرہ کے ہیں، اور کسی کا سر اور پاؤں ننگا اور ستر عورت کا ایک کپڑے سے چھپا ہوا ہے اور کسی کے بدن کا سیاہ رنگ ہے اور بعض ان کے اور دوسری شکل وصورت پر ہیں وہ سب کے سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجوم لا کر صبح تک حاضر رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات ان کی تعلیم وتلقین روزہ، نماز، طہارت وغیرہ احکام میں مشغول رہے اور پھر جنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کو بطور تبرک کچھ توشہ عنایت فرمائیں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توشہ تو ہم نے تم کو ایسا دیا نسلاً بعد نسلٍ کے ہمیشہ کام آئے گا انہوں نے کہا کہ اے حضرتؐ وہ کیا چیز ہے فرمایا کہ جس جگہ ہڈی یا مینگنی اونٹ یا بکری کی یا گوبر گائے بھینس کا گری ہوئی پاؤ وہی تمہارا توشہ ہے اور اب جو چیز تم سب کھاتے ہو اس سے بہتر شیرینی اور لذت اس میں ملے گی اور یہ لذت میری دعا سے پیدا ہوئی ہے اور بعض روایت میں کوئلہ بھی آیا ہے۔ پھر جنات نے عرض کی یا رسول اللہ تمام آدمی تو ان پر نجاست گراتے ہیں اور ان کو خراب کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لوگوں کو منع کروں گا کہ وہ ان کے چہروں پر نجاست نہ ڈالیں اور خراب نہ کریں، اسی وجہ سے استنجا کرنا ہڈی اور دعث گوبر سے اور مینگنی سے اور کوئلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور انہی ایام میں جنوں نے ایک دوسرے کا خون کر ڈالا تھا۔ آنحضرتؐ نے مطابق حکم الٰہی کے انصاف کیا اور اس میں سب راضی ہو کر اپنے وطن کو چلے گئے۔ پھر اسی طرح دوسری مرتبہ جنات کوہ حرا میں جمع ہوئے سب جزائر میں سے آئے تھے اور اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تنہا تشریف فرما ہوئے اور تمام رات وہاں رہے۔ صبح کے وقت صحابہ نے آگ کی نشانی اور دوسرے اسباب جو جن چھوڑ گئے تھے وہ سب پائے اور یہ تمام واقعات

صحیح مسلم میں موجود ہیں بس میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان معراج مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس برس اور تین مہینے تک پہنچی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور شب معراج میں چوتھی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تاکہ دل مبارک میں قوت پیوست کر دی جائے تاکہ آسمان سے عالم ملکوت کی سیر کر سکیں اور تجلیات الٰہیہ کو دیکھ سکیں اور ماہ رجب کی ستائیسویں تاریخ میں درگاہ الٰہی سے جبرائیلؑ کو یہ حکم ہوا کہ وہ رضوان سے کہیں کہ بہشت کی آرائش کریں اور حور و غلمان سے کہو کہ وہ اپنے تئیں زیب و زینت سے آراستہ کریں اور ملائکہ سے کہو کہ قبروں میں عذاب کرنے والے ہیں آج شب عذاب قبر سے اپنا ہاتھ اٹھالیں اور مالک داروغہ کو کہو کہ وہ دوزخ کی آگ بجھادے پس یہ حکم حضرت جبرائیلؑ نے اپنے پروردگار کا لے کر رضوان اور حور و غلمان اور ملائکہ عذاب کو اور مالک دوزخ کو پہنچا دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں درمیان حطیم کے سو رہا تھا کہ اچانک جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام نے آکر مجھ کو اٹھایا اور سینے سے ناف تک چیر کر دل میرا نکالا اور ایک سونے کی طشت میں آب زم زم سے اس کو دھو کر ایمان و حکمت سے بھرا پھر اس کو اسی مقام پر رکھ دیا اور روایت ہے کہ جبرائیلؑ کو جناب باری تعالےٰ سے حکم ہوا کہ اے جبرائیل مرغزار بہشت سے براق اور ستر ہزار فرشتے لے کر کے میں جاؤ اور میرے حبیب قریشی کو میری درگاہ عالی میں پہنچاؤ حضرت جبرائیل بموجب ارشاد جناب باری تعالےٰ کے براق اور ستر ہزار فرشتے لے کر حضرت ام ہانی کے گھر میں جو جواہر حضرت علی کی تھیں پہنچے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شب کو ام ہانی کے گھر میں بعد نماز عشاء کے سو رہا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر مجھ کو نیند سے اٹھالیں، میں نے دیکھا کہ جبرائیل اور میکائیل دونوں میرے سرہانے بیٹھے ہیں اور مجھ کو نیند سے اٹھایا میں نے دیکھا کہ جبرائیل اور میکائیل دونوں میرے شب آپ کی معراج ہے۔ ان کے اٹھانے سے میں اپنے

نیند سے بیدار ہوا تو مجھ کو آبِ زم زم کے کنوئیں کے پاس لے گئے آب زم زم سے وضو
کرایا اور دو رکعت نماز پڑھوا کر مسجد کے دروازے پر لائے تو وہاں میں نے ایک براق کھڑا
ہوا دیکھا ایسا کہ وہ گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا اور منہ اس کا مانند آدمی کے تھا اور
سرین اس کے مانند گھوڑے کے اور پاؤں اس کے مانند شتر کے اور سینہ اس کا مانند
شیر کے اور دونوں پر اس کے مانند پروں کے تھے اور زین اور لگام اس کی یاقوت
اور مروارید سے مرصع جڑاؤ تھی۔ پس سوار ہونے میں میں نے ذرا تامل کیا۔ بس اسی
وقت حکم الٰہی پہنچا۔ اے جبرائیل علیہ السلام میرے حبیب سے پوچھو کہ توقف کرنے
کا کیا سبب ہے۔ تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل آج کو اللہ تعالے
نے اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا اور میری سواری کو براق بھیجا لیکن میں اس اندیشے میں
ہوں کہ قیامت کے دن میری امت کے لوگ بھوکے پیاسے گناہوں کے بوجھ گردن پہ رکھے
ہوئے قبروں سے نکلیں گے اور پچاس ہزار برس کی راہ قیامت کے دن آگے رکھی ہے اور
تیس ہزار برس کی راہ پل صراط کی دوزخ پر رکھی ہے اور وہ کیوں کر طے کر کے منزل مقصود
تک پہنچیں گے۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ اے حبیب میرے کچھ غم نہ کیجئے جس
طرح آج میں نے تمہارے لیے براق بھیجا ہے اسی طرح تمہاری امت کے واسطے ہر ایک قبر
پر براق بھیجوں گا اور سب کو براق پر سوار کرا کر پل صراط سے پار اتاروں گا اور میں اپنی شان
کے مطابق تیس ہزار برس کی راہ ایک پل میں طے کروا کر منزل مقصود پر پہنچاؤں گا۔ جب
یہ حکم ہوا تب پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہونے لگے اور
براق کودنے پھاندنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق سے کہا کہ اے
براق تو نہیں جانتا ہے کہ یہ پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ یہ سن کر براق نے عرض کی
کہ اللہ تعالےٰ نے بہت براق اور بھی میرے سوا پیدا کیے ہیں اور وہ سب داغ محمدی
رکھتے ہیں۔ اب عرض میری یہ ہے کہ قیامت کے دن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میری ہی پشت پر سوار ہوں تاکہ قیامت کے دن سب براقوں پر مجھ کو فخر حاصل ہو وے
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ تب براق نے فخر سے اپنی پیٹھ رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے اور داہنے بائیں جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام مع ستر ہزار فرشتوں کے رکاب میں حاضر تھے مکہ معظمہ اور آب زم زم اور مقام ابراہیم کے پاس جا کر ایک ہی لمحے میں بیت المقدس میں پہنچے فرماتے ہیں اثنا درراہ میں ایک آواز داہنی طرف سے اور ایک آواز بائیں طرف سے سنی کہ اے محمدؐ کھڑے رہو۔ تم سے کچھ سوال کروں گا۔ میں نے اس آواز کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور وہاں سے آگے بڑھا۔ پھر دیکھا کہ ایک بڑھیا کو اپنے تئیں زیورات اور لباس سے آراستہ کر کے خوبصورت بن کر میرے سامنے آکھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے محمدؐ میری طرف دیکھو۔ سو میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا اور آگے بڑھا اور جبرائیل علیہ السلام سے میں نے پوچھا وہ آواز داہنی طرف اور بائیں طرف کیسی آواز آئی تھی اور بڑھیا سنگار کیے کون کھڑی تھی۔ جبرائیل نے کہا کہ آواز داہنی طرف یہودیوں کی تھی اگر آپ جواب دیتے تو سب امت آپ کی یہودی ہو جاتی اور جو آواز کہ بائیں طرف سے آئی تھی وہ نصرانیوں کی تھی اگر آپ جواب دیتے تو سب امت آپ کی نصرانی ہو جاتی اور بڑھیا سنگار والی دنیا تھی اگر آپ اس کی طرف دیکھتے تو سب امت آپ کی غلبۂ دنیا میں ہلاک ہو جاتی۔ اس کے بعد تین پیالے لائے گئے ایک پیالہ شہد کا دوسرا شراب کا اور تیسرا دودھ سے بھرا ہوا تھا یہ تینوں پیالے میرے سامنے لائے گئے ہیں۔ میں نے دودھ والے پیالے کو اٹھایا اور اس کا سارا دودھ پی گیا اور باقی کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ نے بہت خوب کیا جو آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھالیا اور اس کا دودھ پی لیا۔ اس دودھ سے مراد دین اسلام ہے اور پھر وہاں سے دوسرے مقام میں آگئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اس جگہ دو رکعت نماز پڑھیے کیونکہ یہ جگہ طور سینا ہے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کی تھیں تب میں نے اس جگہ اتر کر وہاں دوگانہ نماز پڑھ لی پھر وہاں سے براق پر سوار ہو کر آگے چلا تو ایک جگہ نظر آئی پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہاں پر پھر دو رکعت نماز پڑھیے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اسی جگہ پیدا ہوئے تھے اور پھر اس جگہ سے میں بیت المقدس گیا اور تمام ملائکہ نے آسمان سے نیچے اتر کر کہا السلام علیکم یا نبی الآخر اور کہا قولہ تعالیٰ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ ۔ ترجمہ: بہت پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کے اندر اور تمام انبیاء وہاں آکر جمع ہوئے اور پھر سب نے کہا السلام علیکم یا نبی اللہ پھر تمام نبیوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور امامت کرائی اور تمام انبیاء مقتدی ہوئے ایک روایت میں ہے کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تین مہینے کی راہ ہے لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو قدم میں وہاں پہنچے یہ آپ کو معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک پتھر سامنے بیت المقدس کے تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم پڑا تو اس پتھر نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اس جگہ پر ستر ہزار برس ہوئے ہیں کسی کا قدم مجھ پر نہ پڑا آپ میرے لیے دعا کیجئے کہ ہوا پر معلق رہوں قیامت تک تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اور فوراً ہی مستجاب ہوئی۔ چنانچہ اب تک وہ پتھر ہوا پر معلق ہے اس جگہ میں عجائب و غرائب دیکھتے ہوئے براق پر سوار ہو کر اول آسمان کے دروازے پر جا پہنچا۔ اسی جگہ جبرائیل نے دروازے پر دستک دی۔ فرشتوں نے پوچھا تم کون ہو بولے میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد پیغمبر آخر الزمان ہیں، تب فرشتوں نے کہا کہ مرحبا یا رسول اللہ اور فوراً دروازہ کھول دیا اور درمیان کے داخل ہوئے اور وہاں پر اسماعیل فرشتوں کے سردار موجود تھے وہ اپنے ہمراہ سب فرشتوں کو لے کر ہمارے پاس آئے اور پھر سب نے ہم سب سے معانقہ کیا پھر وہاں سے آگے بڑھے آدم باغ رضوان سے میرے استقبال کو آئے اور کہا مرحبا یا نبی الصالح پھر وہاں سے آگے بڑھے دیکھا کہ ایک مرغ سفید عظیم الشان ہے جسم اس کا سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور ایک پاؤں اس کا عرش تک اور دوسرا پاؤں

تحت الثریٰ تک ہے اور ایک بازو اس کا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور پر اس کے نور سے بنے تھے اور غذا اس کی حمد و ثنا ہے۔ جبرائیل سے میں نے پوچھا یہ کون مرغ ہے کہا کہ یہ مرغ نہیں ہے ایک فرشتہ ہے بصورت مرغ کے جب رات ہوتی ہے تب اس وقت یہ اپنے پروں کو جھاڑتا ہے اور تسبیح اس کی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْكَبِيرِ الْمُتَعَالِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ہے اور اس کی تسبیح کی آواز سے دنیا کے مرغ بیدار ہوتے ہیں اور وہ بھی اپنے اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں اور آواز دیتے ہیں۔ پھر وہاں سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک فرشتہ آدھا جسم اس کا آگ کا اور آدھا جسم اس کا برف کا ہے نہ آگ برف کو جلا دے اور نہ برف آگ کو بجھا دے اور وہ تسبیح پڑھتا ہے اور دائیں اور بائیں اس کے فرشتے کھڑے ہیں میں نے پوچھا جبرائیل سے یہ کون سا فرشتہ ہے وہ بولے کہ یہ مہتر رعد ہے اور یہ دنیا میں پانی اور برف برساتا ہے بس یہی کام اس کا ہے پھر وہاں سے گزر کر لب دریا گیا۔ اور وہاں سے آگے بڑھ کر دیکھا کہ کچھ لوگ زراعت کرتے ہیں وہ اسی وقت بوتے ہیں وہ اسی وقت تیار ہو جاتی ہے اور اسی وقت کاٹتے ہیں اور ایک ایک دانے کے بدلے سات سات سو دانے اٹھاتے ہیں پھر میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کوشش و محنت خدا کی ہے اور لوگوں کی خدمت محض خدا کے واسطے کرتے تھے اور محتاج لوگوں کی حاجت برلاتے تھے دل اور زبان سے ہاتھ اور مال سے خدمت کرتے تھے۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے ان کی روزی میں برکت دی ہے اس کے بعد دیکھا کہ چند فرشتے آدمیوں کا سر پتھر سے کوٹتے ہیں اور پھر وہ درست ہو جاتا ہے پھر کوٹتے ہیں دم بدم اسی طرح ہوتا ہے میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ تارک جماعت پنجگانہ نماز ادا کرنے میں سستی کرتے تھے اور نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک گروہ کو دیکھا کہ فرشتے سب مانند چارپایوں کے ان کو ہانکتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں اور نہایت شدید پیاس اور بھوک میں ان کو کانٹے مزیح کے کھلاتے ہیں۔ میں نے

جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ ان سبھوں نے زکوٰۃ
کا مال اور صدقہ فطر اور قربانی ادا نہیں کی تھی اور حقدار فقیر و محتاج کو نہیں دیا تھا اور نہ اس
پر رحم کیا پھر کچھ آگے بڑھے تو دیکھا کہ مرد اور عورتیں ہیں کہ ان کے آگے طرح طرح کی نعمتیں
رکھی ہوئی ہیں اور دوسری طرف گوشت اور مردار رکھا ہوا ہے اور وہ نعمتیں سب چھوڑ کر
گوشت مردار نجس کھاتے ہیں اور نعمت پاکیزہ کی طرف نہیں دیکھتے ہیں میں انہیں دیکھ
کر بڑا ہی متحیر ہوا۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا سب جورو خصم ہیں
مرد اپنی جورو کو چھوڑ کر اور جورو شوہر کو چھوڑ کر حرامکاری اور بے حیائی کا کام کرتے تھے
اور حلال کسب نہیں کھاتے تھے۔ چوری دغابازی اور فریب سے کھاتے تھے اور پھر
ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کو آگ کی سولی پر چڑھایا ہے اور وہ سب خوب چلا رہے
ہیں میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بولے یہ حال ان سبھوں کا ہے جو
سر بازار اور راہ میں بیٹھ کر لوگوں پر ہنستے تھے اور لباس اور شکل پر طعن و تشنیع
کیا کرتے تھے اور لوگوں کو ہنسانے کے واسطے نام خراب لے کر پکارتے تھے۔ اور ایک
گروہ کو دیکھا کہ ان کو انہی کے بدن کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھلاتے ہیں۔ میں نے جبرائیل
علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ اپنے بھائی مسلمان کی
غیبت و شکوہ اور عیب کرنے والوں کا حال ہے اور پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے آگ
کی قینچی سے ہونٹ اور زبان کاٹی جا رہی ہے میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ
ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ سب بسبب طمع کے بادشاہوں اور امیروں اور دولت مندوں
کی خوشامد کے واسطے جھوٹی بات کیا کرتے تھے اور یہ سب لیڈر اور واعظ ہوتے ہیں۔ یہ
لوگ دوسروں کو تو حق بات کی نصیحت کرتے تھے۔ لیکن خود بدعمل کرنے کے مرتکب
ہوتے ہیں اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے تھے۔ پھر چند آدمیوں کو دیکھا کہ منہ ان کے سیاہ
اور آنکھیں ان کی نیل اور نیچے کا ہونٹ ان کے پاؤں پر اور اوپر کا ہونٹ ان کے سر پر ہے
اور لہو پیپ اور نجاست ان کے منہ سے بہتی ہے اور گدھوں کی طرح چلاتے ہیں۔ میں نے
جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرائیل نے کہا کہ یہ حال نشہ پینے والوں کا ہے اور پھر

ایک گروہ کو دیکھا کہ زبان ان کی پیچھے کی طرف کھینچ کر نکالی ہے اور شکل ان کی مانند سور کے ہے اور وہ آگ کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔
جبرائیل نے کہا کہ یہ جھوٹی گواہی دینے والوں کا گروہ ہے اور پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ پیٹ ان کا پھولا ہوا مانند گنبد کے اور رنگ ان کا زرد اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں اور گردنوں میں طوق آتشی ہے اور سانپ بچھو ان کے پیٹ کے اندر سے نظر آتے ہیں اور جب وہ اٹھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو پیٹ کے بوجھ سے گر پڑتے ہیں اور آتش کے اندر جلتے ہیں جبرائیل نے کہا کہ یہ حال سود اور رشوت خوروں کا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک گروہ عورتوں کا دیکھا ان کے منہ سیاہ اور آنکھیں نیلی پیلی اور آتشی کپڑے پہنے ہیں۔ اور فرشتے ان کو آگ کے گرزوں سے مارتے ہیں اور وہ مانند کتوں کے چلاتی ہیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کن لوگوں کا حال ہے جبرائیل نے کہا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کی نافرمان تھیں اور اپنے شوہروں کو ناخوش رکھتیں تھیں اور بے حکم اپنے شوہروں کے ادھر ادھر پھرتی رہتی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول خدا کے حکم کے خلاف کام کیا کرتی تھیں۔ پھر ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ الٹے ہوا میں لٹکے ہوئے ہیں۔ اور فرشتے بدشکل آگ کے گرزوں سے ان کو مارتے ہیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ حال منافقوں کا ہے پھر اس کے بعد ایک فرقہ کو دیکھا کہ وہ آگ کے جنگل میں قید ہے اور آگ ان کو سختی سے جلاتی ہے اور تمام بدن میں زخم مانند جذام کے ہیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی ہے اور کھانے پینے اور رہنے کے مکان کے واسطے ان کو تکلیف دی اور اپنے ماں باپ سے بے ادبی کرتے تھے ناشائستہ گفتگو کرتے تھے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ کر ایک میدان بڑا دیکھا کہ اس سے مشک و عنبر کی خوشبو اور اس کے ساتھ ایک آواز بھی آتی تھی۔ اس مضمون کی۔ یا الٰہی جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے پورا کر۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ بڑی خوشبو اور آواز کہاں سے آتی ہے تو جبرائیل نے کہا کہ یہ خوشبو اور آواز بہشت کی ہے۔ نعمتیں اور میوے رنگ برنگ اور مکان سونے چاندی اور یاقوت اور مرجان کے بعد مدت سے اللہ تعالیٰ نے تیار کر کے رکھے تھے اور اس کی آواز کے

جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاوے گا اور حکم قرآن و حدیث کے چلے گا اور شرک اور بدعت سے دور رہے گا تو میں اس شخص کو تجھ میں داخل کروں گا۔ اور بہشت کہتی ہے کہ یا الٰہی میں راضی ہوں۔ اس کے بعد پھر ایک میدان میں گئے۔ اس میں سے بدبو اور آواز گریہ کی آئی۔ حضرت جبرائیل نے کہا کہ یہ بدبو دوزخ کی ہے۔ اور وہ زنجیر آواز طوق اور سانپ اور بچھو وغیرہ کی ہے اور دوزخ فریاد کرتی ہے یا الٰہی وعدہ میرا پورا کر۔ جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوتا ہے کہ جو کوئی شخص شرک اور کفر اور بدعت کرے گا اور صحیح طور پر میری پرستش نہ کرے گا اور میرے رسول کی تکذیب کرے گا۔ اس کو میں تیرے حوالے کر دوں گا اور دوزخ کہتی ہے یا الٰہی میں راضی ہوں پھر وہاں سے دوسرے آسمان کے دروازے پر گئے۔ اور دروازے پر جبرائیل نے دستک دی۔ ملائکہ نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد حبیب اللہ ہیں۔ اسی وقت فرشتوں نے دروازہ کھولا اور نہایت تعظیم و تکریم سے لے گئے ان فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے آکر السلام علیکم کہا اور پھر مجھ سے آکر معانقہ کیا۔ اور پھر سب کے سب کہنے لگے کہ مرحبا یا رسول اللہ، آپ کی تشریف آوری سے آسمان روشن ہو گیا۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھا تو وہاں حضرت یحییٰ پیغمبر اور حضرت عیسیٰ روح اللہ نے آکر با تعظیم و تکریم السلام علیکم کہا اور پھر کہنے لگے مرحبا یا اخی الصالح و نبی الصالح۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک فرشتہ مہیب شکل ہے اور اس کے ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں یہ دیکھ کر میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ مہتر قاسم ہے کہ اس کے ہاتھ میں تمام مخلوقات کی روزی ہے جو حق تعالیٰ نے اس کے سپرد کی ہے اور ہر روز اور ہر وقت جس قدر اللہ تعالیٰ نے اندازہ کیا ہے اسی قدر اس شخص کو پہنچاتا ہے۔ پھر وہاں سے تیسرے آسمان کے دروازے پر پہنچے وہاں مہتر مائیل جو سب فرشتوں کے سردار ہیں انہوں نے آکر السلام علیکم مرحبا یا رسول اللہ کہہ کر معانقہ کیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے آکر مجھ سے ملاقات کی اور سلام کی تعظیم دی اور پھر کہنے لگے مرحبا یا نبی الصالح۔ پھر وہاں سے چوتھے آسمان پر گئے اور وہاں پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے آتے ہی السلام علیکم

پیش کیا اور پھر کہا یا نبی الصالح، پھر وہاں سے آگے بڑھا اور دیکھا کہ ایک فرشتہ ہیبت ناک اور ہر دو طرف اس کے فرشتے کھڑے ہیں اور چار چار منہ ان کے تھے اور دایاں ہاتھ ان کا مغرب میں اور بایاں ہاتھ ان کا مشرق میں ہے اور آسمان و زمین ان کے دونوں پاؤں کے ٹخنے پر ہیں اور سامنے ان کے لیے ایک تخت عظیم ہے۔ حضرت جبرائیل سے میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کہا یا رسول اللہ یہ مہتر عزرائیل ہیں۔ تب میں ان کے سامنے گیا اور کہا السلام علیکم یا ملک الموت انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ اسی وقت حکم ہوا کہ اے عزرائیل جواب سوال کا میرے حبیب کو دے اور جو کچھ وہ تجھ سے پوچھے اس کا جواب بخوبی دینا۔ تب اس وقت عزرائیل نے اپنا سر اٹھا کر کہا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اور پھر مجھ سے نہایت شوق و جذبہ سے معانقہ کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا۔ اور پھر کہا کہ یا حبیب اللہ جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جب ہی سے خلق اللہ کے بہت کام میرے سپرد کیے ہیں۔ ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں ملتی کہ میں کسی سے بات کروں اور آج مجھ پر حکم ہے اللہ تعالےٰ کا، اس واسطے میں بات کرتا ہوں۔ میں نے کہا اے عزرائیل تم روحوں کو کس طرح قبض کرتے ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے یہ جو درخت ہے اس کے پتوں کے شمار کے موافق خلائق ہیں۔ اور ہر ایک کا نام ہر ہر پتے پر لکھا ہوا ہے جب موت قریب ہوتی ہے چالیس روز آگے اس پتے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور جس روز موت واقع ہوتی ہے اس روز یہ پتہ درخت سے نیچے گرتا ہے اور میں اس پتے پر نگاہ رکھتا ہوں اگر وہ بندہ اہل رحمت ہے تو داہنی طرف کے ملائکہ رحمت کو بھیجتا ہوں اور اگر وہ بندہ بد اور لعنتی ہے تو بائیں طرف کے ملائکہ عذاب کو بھیجتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا اے عزرائیل حقیقت روح کیا ہے بیان کرو، یعنی وہ کیا چیز ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نہیں جانتا کہ روح کیا چیز ہے لیکن وقت قبض کے ایک بوجھ سا میری ہتھیلی پر معلوم ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمہارے چار منہ ہونے کی کیا وجہ ہے کہا یا رسول اللہ سامنے کا منہ جو نور سے ہے ان سے مومنوں کی روح قبض کرتا ہوں اور داہنی طرف کا منہ جو غصہ سے ہے اس سے جان گنہگاروں کی قبض کرتا ہوں اور بائیں طرف کا منہ جو قہر سے ہے اس سے منافقوں کی روح قبض کرتا ہوں اور پیچھے کا منہ جو دوزخ کی آگ سے ہے

اس سے جان مشرکوں اور کافروں کی قبض کرتا ہوں۔ پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا ہے اس دن سے فرمانِ حق تعالیٰ کا مجھ پر یوں ہوا ہے کہ جان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانی سے نکالو جیسے بچہ سوئی ہوئی ماں سے دودھ پستان کھینچ کر پیتا ہے اور اس سے ماں کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا میں یہ سن کر سجدہ شکر بجالایا، پھر پوچھا اے عزرائیل کبھی تم کو اس کرسی سے اٹھنے کی نوبت پہنچی یا نہیں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اٹھنے کی نوبت پہنچی۔ پہلی مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بنانے کے لیے مٹی لانے کو اور دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کو اور تیسری مرتبہ حضرت موسیٰؑ کی روح قبض کرنے کو، پھر میں نے پوچھا اے عزرائیل تم نے روح قبض کرتے وقت کبھی کسی پر رحم کیا ہے یا نہیں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شخصوں کے واسطے میں نے بہت غم کھایا۔ پہلی مرتبہ اس عورت پر کہ وہ دریا پر کشتی میں بچہ جنتی تھی اس کے بعد اس کی جان قبض کرنے کا حکم ہوا۔ اور دوسری مرتبہ ملعون کی جان قبض کرنے پر کہ جب اس نے چار سو برس کی مدت میں باغ آرام اور اس کے دیکھنے کے واسطے ایک پاؤں اس کا چوکھٹ کے اندر اور دوسرا چوکھٹ کے باہر تھا۔ اس وقت اس کی جان قبض کی گئی۔ پس وہ بادشاہ شداد معہ اپنی بیس لاکھ فوج کے ساتھ وہیں ہلاک ہوا اور اپنی بنائی ہوئی بہشت کو دیکھنے نہ پایا۔ پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں آسمان کے دروازے پر گئے اور اس دروازے پر مہتر اسمٰعیل علیہ السلام سب ملائکہ کے سردار ہیں۔ انہوں نے آکر مجھ کو السلام علیکم کہا اور پھر معانقہ کیا اور پھر کہا کہ مرحبا یا نبی الصالح پھر وہاں سے آگے ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کہا یا اخی الصالح مرحبا۔ پھر وہاں سے چھٹے آسمان کے دروازے پر تشریف لے گئے۔ وہاں مہتر ہائیل جو سب فرشتوں کے سردار ہیں انہوں نے بھی آکر سلام پیش کیا اور مرحبا کہا اور پھر معانقہ کیا پھر وہاں سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے السلام علیکم کیا اور پھر معانقہ کیا پھر وہاں سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کی امت پر فرض کیا جاوے آپ خوب سمجھ کر قبول کیجیے۔ اس واسطے

کہ آپ کے امتیوں کی عمر تھوڑی ہے اور بہت ضعیف اور ناتواں ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آگے بڑھے ایک فرشتہ پُر ہیبت ناک دیکھا کہ جس کو دیکھنے سے عقل و ہوش گم ہو جاویں اور وہ ایسا تھا کہ اس کے داہنے مونڈھے سے بائیں مونڈھے تک ایک برس کی راہ ہے اور بہت سے فرشتے بدصورت گرداگرد اس کے حاضر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا کہ یا اخی جبرائیل یہ کونسا فرشتہ ہے۔ جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام مالک ہے اور یہ انیس ہزار فرشتوں کا سردار ہے اور دوزخ کا داروغہ ہے جس طرح حکم الٰہی ہوتا ہے یہ اسی طرح بجا لاتا ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور اس کو السلام علیکم کہا جواب سلام کا اس نے نہ دیا۔ پھر اسی وقت حکم الٰہی ہوا۔ اے مالک یہ محمد مصطفٰے خاتم الانبیاء میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم نے ان کو سلام کا جواب نہ دیا اور ان کی تعظیم نہ کی تب مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر اٹھا اور تکریم سے بٹھایا اور پھر کہا مرحبا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاؤں پر آپ کو افضل کیا ہے اور تمام پیغمبروں کی امت تمہاری امت کی پیروی کرے گی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے مالک ماہیت دوزخ کی بیان کرتا کہ میں اس سے خبردار رہوں۔ مالک نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھنے اور سننے کی طاقت نہ ہوگی۔ اتنے میں درگاہِ الٰہی سے حکم آیا اے مالک جو کچھ میرا حبیب تم سے پوچھے اس کو اچھی طرح بیان کرو۔ تب مالک نے کہا یا رسول اللہ سات دوزخ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیض و غضب سے پیدا کئے ہیں اور اس کا طول و عرض ہر ایک کا مانند زمین و آسمان کے ہے اور اس میں آتش گوناں گوں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور درمیان دوزخ کے ستر ہزار میدان آگ کے ہیں۔ اور ہر ایک میدان کے بیچ میں ستر ہزار پہاڑ آگ کے ہیں اور ہر ایک پہاڑ کے ستر ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے میں ستر ہزار مکان آگ کے ہیں اور ہر ایک مکان میں ستر ہزار کوٹھریاں آگ کی ہیں۔ اور ہر ایک کوٹھری میں ستر ہزار مکان آگ کے ہیں اور ہر ایک مکان میں ستر ہزار سانپ اور بچھو آگ کے ہیں اور وہ آگ ہے کہ اگر ایک ذرہ اس سے روئے زمین پر پہنچے تو تمام آدمی پہاڑ اور درخت وغیرہ کو بھسم

کرڈالے۔ معاذاللہ منہا۔ پھر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مکانات اور
میدان وغیرہ میں نے ذکر کیے ویسے ہی ہر ایک دوزخ کے اندر ہیں اور ایک دوزخ تو برف
سے پیدا کی ہے اور ہر سال دو مرتبہ اپنی سانسیں چھوڑتی ہے۔ اس واسطے چھ
مہینے سردی اور چھ مہینے گرمی دنیا میں رہتی ہے اور اسی طرح گوناگوں عذاب
ذلت کا بیان کیا۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت
غمگین ہو کر ساتویں آسمان کے دروازے پر گئے تو وہاں دیکھا کہ کثیر تعداد میں
فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ یہ مشاہدہ کر کے کہا مرحبا
یا نبی الصالح اور وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی
انہوں نے بعد سلام کے کہا مرحبا یا نبی الصالح اور وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک
فرشتہ نیک صورت خوش خلق عظیم الشان کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے ہر چہار طرف
نور چمکتا ہے اور دائیں بائیں اس کے بہشت سے فرشتے نیک صورت جمع ہیں۔
جبرائیل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فرشتے کا
نام رضوان ہے اور بہشت کا داروغہ ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس
کے سامنے تشریف لے گئے۔ اور کہا السلام علیکم یا رضوان الجنۃ اس نے
جلد سلام کا جواب دیا اور فوراً ہی معانقہ کیا اور پھر کہا مرحبا یا حبیب اللہ اتنے
میں حکم الٰہی ہوا اے رضوان میرے حبیب کو مالک دوزخ نے، دوزخ کی باتیں سنا کر
غمگین کیا ہے تم ان کو بہشت کی باتیں سنا کر خوش کر دو۔ تب رضوان نے کہا یارسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم صفت اور ثنا آپ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی
ہے۔ اور امت آپ کی اور پیغمبروں کی امت سے پہلے بہشت میں داخل ہوگی یہ کہہ کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر جنت الفردوس میں واسطے سیر کرانے باغوں کے
لے گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طرح طرح اور اقسام اقسام کی نعمتوں سے آگاہ
ہوئے۔ پھر ایک آواز غیب سے آئی اے حبیب میری امتوں کے واسطے ہی سب
نعمتیں بہشت کی ہم نے تیار کی ہیں اور امت تیری ابدالآباد بہشت میں خوش و محظوظ

و معزز و مکرم رہے گی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکر قاضی الحاجات بجا لاکر آگے
بڑھے اور وہاں سے بیت المعمور میں پہنچے اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو یاقوت اور
موتی اور سبز زمرد سے بنایا ہے اس میں تیرہ ستون یاقوت سرخ کے ہیں اور صحن اس
کا موتی کا ہے اور اس جگہ پر دو رکعت نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں
کے ساتھ پڑھی اتنے میں تین پیالے بھرے ہوئے دودھ، شراب، شہد کے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے پہنچے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چوتھا پیالہ پانی کا بھی تھا۔ تب جبرائیل
نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے جو آپ کی خواہش ہو قبول کیجئے
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ دودھ کا پیا یہ دیکھ کر پھر سب فرشتوں نے
آپ کو آفرین کہی اور پھر کہنے لگے یا حبیب اللہ اگر آپ پیالہ پانی کا پینا اختیار کرتے تو
سب امت آپ کی پانی میں غرق ہوتی اور اگر آپ پیالہ شراب کا اختیار کرتے تو سب امت
آپ کی نغمے میں مشغول ہوتی اور اگر شہد کا پیالہ اختیار فرماتے تو سب امت آپ کی لذت
دنیا میں مستغرق ہوتی۔ لیکن آپ نے پیالہ دودھ کا اختیار فرمایا اس لیے آپ کی امت آفت و
بلائے دنیا کی نجات پاوے گی لیکن تھوڑا سا دودھ جو آپ نے پیالہ میں چھوڑا ہے اس
سبب سے تھوڑا سا گناہ آپ کی امت سے سرزد ہوگا پھر آپ نے چاہا کر جو دودھ باقی رہا ہے
اس کو بھی پی جاؤں تب جبرائیل نے عرض کیا کہ اگر آپ اس وقت پئیں گے تو کچھ مفید
نہ ہوگا اور اب جو کچھ ہوا سو ہوا۔ کیونکہ حکم الٰہی رد نہیں ہوا کرتا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وہاں سے غمگین ہو کر سدرۃ المنتہیٰ کو گئے جو جبرائیل کے رہنے کی جگہ ہے اس
جگہ پر پیغمبر خدا اپنی براق سے اترے اور پھر جبرائیل وہاں سے رخصت ہوئے اور کہا کہ
میرا مقام یہاں تک تھا۔ اور اب آپ خود ہی آگے تشریف لے جائیے اور مجھ کو سر مو برابر آگے
جانے کا حکم نہیں ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اخی جبرائیل مجھ
کو اس جگہ تنہا چھوڑ کر جاؤ گے جبرائیل نے کہا یا حبیب اللہ اور دوسرے فرشتے آگے آپ
کو یہاں سے لے جائیں گے آپ کسی طرح سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور میری طرف ایک
التماس ہے کہ آپ جناب باری تعالیٰ میں عرض کیجئے اور میرے حسب خواہش جواب دے دیجئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کیا بات ہے تب جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو آرزو ہے کہ قیامت کے دن اپنے پروں کو پل صراط پر بچھاؤں اور اس کی امت کو سلامتی کے ساتھ پار اتاروں۔ اتنے میں اسرافیل تخت نورانی لے کر حکم الہٰی سے آئے۔ جس کو رف رف کہتے ہیں۔ اس کو نور سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس میں ستر ہزار پردے جواہرات کے تھے اور مسافت ایک ایک پردہ کی پانچ سو برس کی راہ ہے۔ آخر وہ راہ طے کر کے مقام رف رف میں جو اسرافیل کی جگہ ہے پہنچے اور پھر عرش نے وہاں سے جلدی اٹھالیا خطاب آیا جناب باری تعالےٰ سے اے حبیب آگے آؤ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نعلین پاؤں سے اتاریں تب عرش مجید جنبش میں آیا حکم ہوا اے حبیب نعلین مت اتارو مع نعلین کے آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی یا الٰہی موسیٰ کو حکم ہوا تھا کہ وہ چالیس روزے رکھیں اور اپنے پاؤں سے نعلین اتار کر طور سینین پر آئیں اور یہ مقام تو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کیونکر میں نعلین سمیت آؤں پھر حکم ہوا اے حبیب موسیٰ کو اس واسطے نعلین اتارنے کا حکم دیا تھا کہ خاک طور سینین ان کے پاؤں میں لگے جس میں ان کو بزرگی حاصل ہو اور تیری خاک نعلین سے عرش کو بزرگی دوں گا۔ چنانچہ آپ نے وہاں دیکھا کہ داہنی طرف کے تین سو بارہ ممبر ہیں اور بائیں طرف ایک ممبر بڑا عظیم الشان جڑاؤ جواہرات سے مرصع نظر آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ممبروں کا احوال دریافت کیا۔ خطاب آیا کہ داہنی طرف کے سب ممبر اور پیغمبروں کے لیے بنائے گئے ہیں اور بائیں طرف کا ممبر صرف تمہارے واسطے بنایا گیا ہے کیونکہ عرش کے دائیں طرف بہشت ہے اور بائیں طرف دوزخ ہے جس وقت کہ تو بائیں طرف ممبر پر بیٹھے گا تو ضرور ہے کہ دوزخیوں کا گزر اسی طرف سے ہوگا اسی وقت اگر کوئی تیری امت میں سے دوزخیوں میں شامل ہو جائے گا اور تو اس کی شفاعت کرے گا تو میں اس کو بخشوں گا غرض کوئی گنہگار تیری امت میں سے ہمیشہ دوزخ میں گرفتار نہ رہے گا پھر رف رف نے آکر مجھ کو اٹھالیا اور حجاب کبریائی تک پہنچا کر وہ بھی غائب ہوا اور میں اس جگہ تنہا رہا۔ جب مجھ کو خوف کبریائی ہوا تب ناگاہ مانند آواز ابوبکر صدیق کے یہ آواز میں نے سنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم توقف کر کہ بیشک پروردگار تیرا صلوٰۃ میں مشغول ہے

اس دم میں نے اس آواز سے متعجب ہوکر اپنے جی میں کہا یا الٰہی اس جگہ آواز ابوبکر رضی کی کہاں سے آئی لیکن اس آواز سے وحشت میری جاتی رہی اور میں نے عرض کی جناب باری تعالےٰ میں یا الٰہی تو نماز پڑھنے سے پاک ہے اور آواز ابوبکر رضی کی کہاں سے آئی حکم ہوا اے میرے حبیب صلوٰۃ میری رحمت ہے تجھ پر اور تیری امت پر اور آواز ابوبکر کی سی اس واسطے تھی کہ وہ تیرا یار غار ہے اور انس و وفادار ہے پس ایسے مونس کی آواز سننے سے وحشت تیری اس مقام میں دفع ہوگی اس واسطے میں نے ایک فرشتہ بصورت ابوبکر کے پیدا کیا اور اس کی آواز مثل آواز ابوبکر کے ہے اسی نے آواز دی تھی۔ چنانچہ اسی سے تیری وحشت جاتی رہی اور بعض نے یوں بھی روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا اس وقت ایک قطرہ پانی کا کہ شیریں زیادہ شہد سے اور زیادہ ٹھنڈا برف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آیا اور اس سے علم اول و آخر کا معلوم ہوا تب وحشت دل سے جاتی رہی پھر ستر ہزار پردۂ نور سے گزر کر قاب قوسین میں پہنچے اور وہاں پر احدیت کا ظہور پایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور احدیت کا دیکھا فوراً اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھا اور پھر ایک آواز آئی اے دوست میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ ترجمہ یعنی ہر قسم کی عبادت خواہ وہ مالی ہو یا بدنی یا روحانی اللہ کے واسطے ہے پھر اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی سلام ہے تجھ پر اے نبی اور رحمت اللہ تعالیٰ کی اور برکتیں اس کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ یعنی سلام ہو ہم پر اور سارے نیک بندوں پر پھر اس مقام میں فرشتوں نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالےٰ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ بندے اس کے اور رسول اس کے ہیں اور وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ اس مقام میں اس واسطے نہ کہا کہ وہاں کوئی مشرک نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب جو کچھ میں نے اور تو نے اور فرشتوں نے اس وقت کہا اس کو ہر نماز کے قعدے میں پڑھا کیجئے

اور پھر فرمایا اے میرے حبیب عرش و کرسی لوح و قلم زمین و آسمان نباتات و جمادات بلکہ جز و کل مخلوقات چھ ہزار عالم خشکی اور بارہ ہزار عالم تری کے اور آفتاب اور مہتاب اور ستارے اور بروج اور بہشت اور دوزخ تیری محبت کے سبب سے میں نے بنائے ہیں اور اس وقت تیرے واسطے اجازت ہے جو چاہے سو مانگ اور میں تیری منہ مانگی مراد پوری کروں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک سجدے میں رکھ کر خداوند قدوس سے عرض کی کہ میں امت گنہگار رکھتا ہوں اور تیرے عذاب سے ڈرتا ہوں، لہٰذا تو میری امت کے گناہ بخش دے اور اس کو دوزخ کی آگ سے پناہ دے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تہائی گناہ تیری امت کے بخشے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرتے ہوئے عرض کی یا الٰہی تمام گناہ میری امت کے اپنے فضل و کرم سے بخش دے پھر جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ تیری اُمت کے آدھے گناہ بخش دیئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرتے ہوئے عرض پیش کی تو جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ جو کوئی صدق دل سے کلمہ طیبہ ایک بار پڑھے اور اس کے مضمون پر کامل اعتماد کرے گا اس کو میں ضرور بخشوں گا۔ اگرچہ وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ کفر و شرک تک پہنچا ہوگا تو اس کو ہرگز نہ بخشوں گا اور اس کو جہنم کے عذاب سے نجات نہ دوں گا پھر حکم ربانی ہوا کہ اے دوست تو نے دنیا کے درمیان فقیری اور عجز بے اختیار کی اگرچہ دنیا فانی ہے مگر دنیا چاہے تو تمام جمادات اور نباتات وغیرہ وغیرہ کو سونا چاندی بنا دوں اور دنیا کو دارالقرار کر دوں اور یاقوت اور زمرد اور لولو اور مرجان جا بجا پیدا کر دوں تاکہ اپنی امت کو لے کر اچھا آباد بے موت کے گزران کروں اور نعمتیں بہشت کی وہیں موجود کروں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک سجدے میں رکھ کر مناجات کی خداوندا دنیا تو مردار نجس ہے اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَّطَالِبُهَا كِلَابٌ۔ یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں اور میرے لئے تو دنیا سے آخرت بہتر ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا اے حبیبؐ سوال جبرائیل کا تو بھول گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یا الٰہی تو دانا و بینا ہے اور سوال اس کا تو خوب جانتا ہے۔ جناب باری تعالیٰ سے یہ حکم ہوا اے حبیب سوال جبرائیل کا تیرے دوستوں اور اصحابو کے واسطے میں نے منظور کیا اور وہ سوال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل نے کہا تھا یا رسول اللہ میری

تمنا ہے کہ قیامت کے دن اپنے بازوؤں کو پل صراط پر بچھاؤں اور آپ کی امت کو سلامتی کے ساتھ پار اتار دوں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کے واسطے حکم کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نعمتیں بہشت کی دیکھیں اور جو مکان اہل بیت اور اصحاب کبار کے واسطے تیار ہوئے ہیں جدا جدا دیکھ کر حمد و ثنا خالق کون ومکان کی بجالائے اور جناب باری تعالیٰ سے حکم آیا اے دوست تو مکان اپنی امت کا دیکھ کر خوش و راضی ہو۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی خداوندا بندے کو کیا طاقت ہے کہ اپنے خدا کی نعمت سے ناراض ہو۔ تب جناب باری تعالیٰ سے حکم ہوا کہ یہ سب نعمتیں بہشت کی ہیں میں نے تیرے دشمن کے واسطے حرام کی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقات دوزخ کے دیکھنے کے لئے متوجہ ہوئے اور دوزخ کے طبقات ملاحظہ کرتے رہے۔ پہلے طبقات میں بہ نسبت طبقات دوسرے کے رنج و عذاب کم تھا پھر دیکھا کہ اس کے اندر ستر ہزار دریائے آتش ناپیدا کنار ایسے جوش و خروش سے بہتے تھے کہ اگر تھوڑا سا بھی شور اس دنیا میں پہنچے تو خلقت زمین کی زندہ نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے جو دوزخ کا داروغہ ہے پوچھا کہ یہ طبقہ کس خلقت کے واسطے بنایا گیا ہے اس نے یہ سن کر اپنا سر جھکا لیا۔ کچھ جواب اس کا نہ دیا۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ یہ شرم و حیا کی وجہ سے آپ سے عرض نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان کرو شاید آج اس کا تدارک ہو سکے۔ تب پھر مالک نے رو کر عرض کی کہ یہ طبقہ آپ کی امت کے گنہگاروں کے واسطے تیار ہوا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی امت کو بہت زیادہ نصیحت فرمائیے اور اچھی طرح سمجھا لیجے تا کہ وہ گناہوں سے باز رہیں ورنہ قیامت کے دن مجھے مجال تخفیف عذاب و رنج کی مطلق نہ ہوگی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر اور اپنا عمامہ سر مبارک سے اتار کر آب دیدہ مناجات کرنے لگے کہ خداوندا مجھ کو اس کے دیکھنے سے ایسا خوف آیا ہے کہ مجھے تاب و طاقت اس کے دیکھنے کی نہ رہی اور امت تو میری بہت ہی ناتواں و ضعیف ہے وہ کیونکر اس عذاب کو برداشت کرے گی خداوندا تو غفور الرحیم ہے اور مجھ کو تو نے امت کا پیشوا بنایا ہے اور عزت و آبرو بھی میری تیری

قدرت کے قبضے میں ہے پس پھر حکم اللہ تعالیٰ کا ہوا کہ اے میرے حبیب تو کچھ غم نہ کر قیامت کے دن میں تمہاری شفاعت سے اتنے لوگ بخشوں گا کہ تم اس سے راضی رہو گے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا قسم ہے تیری ذات پاک کی میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک ایک ایک شخص کو میری امت میں سے بہشت میں نہ لے جائے گا۔ اسی طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نوے ہزار کلمات راز و نیاز اور امر و نہی کے ارشاد کیے۔ پھر جناب باری تعالےٰ سے حکم ہوا کہ روز پچاس وقت کی نماز اور چھ مہینے کے روزے ہر سال میں تم پر اور تمہاری امت پر میں نے فرض کیے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر سجدے میں رکھ الحاح وزاری کی پھر کہا یا الٰہی میری امت ضعیف و ناتواں ہے اور عمر بھی تھوڑی ہے اس قدر بار گراں نہ اٹھا سکے گی۔ جناب باری تعالےٰ سے حکم ہوا کہ ہر روز پچیس وقت کی نماز اور تین مہینے کے روزے فرض کیے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر سجدے میں رکھا اور اپنے دل میں ارادہ کیا اگر رات دن میں پانچ وقت کی نماز اور ایک سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہوویں تو پھر بخوبی ادا ہو سکیں گے۔ چنانچہ باری تعالےٰ سے حکم ہوا کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ اس وجہ سے اے میرے حبیب جو دل میں تو نے ارادہ کیا ہے وہ میں نے قبول کیا اور پچاس وقت کی نماز اور چھ مہینے کے روزوں کا ثواب تجھ کو ملے گا میں نے تجھ کو یہ بخشا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کی کہ یا الٰہی میری امت مجھ سے پوچھے گی کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہدیہ و تحفہ ہمارے واسطے عنایت فرمایا تو میں ان کو کیا خوشخبری دوں گا۔ جناب باری سے حکم ہوا کہ اول نماز پنج وقت کی اور روزے ایک مہینے رمضان المبارک کے اور تیس ہزار کلمات دینی و دنیاوی ان کو دینا اور تیس ہزار کلمات جو رازداری کے ہیں اس کا کسی سے نہ کہنا اور باقی تیس ہزار کلمات جو ہیں اس کو کہو یا نہ کہو۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا اور پھر اپنا سر مبارک سجدے میں رکھ کر عرض کی کہ یا الٰہی جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے یہ میں کس سے کہوں اور کون میری اس بات کا اعتبار کرے گا۔ جناب باری تعالیٰ

سے حکم ہوا کہ پہلے تم ابوبکرؓ سے کہو وہ تمہاری بات کو سچ جانے گا پیچھے اس کے پھر ہر ایک مانے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدۂ شکر بجالائے اور پھر بارگاہِ الٰہی سے رخصت ہوئے اور رفرف پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور وہاں پر حضرت جبرائیلؑ منتظر تھے براق لے کر آگے بڑھے پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت المقدس میں پہنچے اور نبی و رسل وہاں آپ کا انتظار کر رہے تھے ان سبھوں کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی اور جملہ انبیاء کرام نے مقتدی ہو کر نماز پڑھی اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے بی بی ام ہانی کے گھر میں تشریف لائے اور حضرت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان پر پہنچا کر اور براق لے کر اپنی جگہ پر چلے گئے

۔ اور جس جگہ پر وضو

کیا تھا۔ وہاں سے پانی کو بہتے اور حجرے کی زنجیر کو ہلتے دیکھا۔ اس واقعہ کو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

بیان کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی حقیقت کو یہودی کا مسلمان ہونا وغیرہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر کے کچھ واقعات معراج شریف کے حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرماتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات صداقت آیات سنتے ہی کہا کہ صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اس سبب سے ان کا لقب بھی صدیق ہوا۔ اور جب ابوجہل وغیرہ نے یہ سن کر کہا کہ کَذَبْتَ۔ اس واسطے خطاب ان کافروں کو کذاب و زندیق و ملعون کا دیا گیا اور جو کوئی حضرت ابوبکرؓ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج پر تصدیق کرے گا وہ بے شک مثل ابوبکر صدیق کے صدیقوں کے مرتبے میں ہے اور جو کوئی منکر معراج ہوگا وہ یقیناً

مطابق ابو جہل کے لعین اور مردود ہوگا اور اس محفل میں ایک یہودی گنوار نے معراج کا حال سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا اور حضرت کے پاس سے اٹھ کر بازار میں آکر ایک بڑی مچھلی مول لے کر اپنی بیوی کو دی اور اس سے کہا کہ جلدی اس مچھلی کے کباب بنا میں بھوک سے بیتاب ہوں اور مجھے سخت بے قراری ہو رہی ہے اتنا دن آیا ہے اب تک نہار منہ ہوں۔ جب میں دریا سے نہا کر آؤں گا تو پھر کھانا کھاؤں گا۔ وہ یہودی یہ کہہ کر سب دریا چلا گیا اور اپنے کپڑے کنارے پر رکھ کر پانی میں غسل کرنے کو اترا اور پھر اس نے غوطہ لگایا جب اس نے اپنا سر اٹھایا اپنے تئیں ایک جوان عورت خوب صورت پایا۔ اور جو کپڑے کنارے پر رکھے تھے وہ بھی اس کو نہ ملے۔ یہ ماجرا عجیب و غریب دیکھ کر بہت گھبرایا اور پھر اس نے اسی گرداب تحیر میں غوطہ کھایا۔ کنارے کے پاس آکر پاس آبرو کے سبب آنکھوں سے اپنی آبرو پر رو رو کر آنسو بہایا، بار بار ہاتھ پر ہاتھ اور اپنے منہ پر سے ہیہات ہیہات پکارتا اور اپنا ننگا بدن دیکھ کر شرم آئی تو اس نے درختوں کے پتوں سے اپنی شرم گاہ چھپائی اور اتنے میں ایک گنوار جو گھوڑے پر سوار تھا اس طرف سے گزرا کہ ایک عورت حسین خوبصورت ننگی بیٹھی ہے اس نے نہایت خوش اور شیدا ہو کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اپنے گھر لے گیا اور پھر اس کو اپنے گھر میں لایا غرض سات برس اس کو اس جوان کی خانہ داری میں گزرے اور تین فرزند بھی اس سے تولد ہوئے۔ ایک دن وہ عورت اپنے ہمسایہ کی عورتوں کے ساتھ دریا پر نہانے گئی اور جس جگہ اس نے پہلے کپڑے رکھے تھے اسی جگہ پر اب کی بار بھی کپڑے اتار کر رکھے اور اپنے خیال سے وہ واردات بھول کر نہانے میں مشغول ہوئی۔ جب اس نے غوطہ مار کر اپنا سر اٹھایا تو اپنے تئیں صورت اصلی پر دیکھا اور کنارے پر جو مردانے کپڑے پہلے رکھے ہوئے تھے۔ وہاں پر وہی پائے۔ اور جب وہ اپنے کپڑے پہن کر اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ وہ مچھلی جو بازار سے لا کر اپنی بیوی کو دی تھی وہ اب تک زندہ تڑپ رہی ہے اور اس عورت کے ہاتھ میں جو کام تھا وہی کام کر رہی تھی اور بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ اس کی عورت سوت کات رہی تھی اور ابھی تک وہ پونی اس کے ہاتھ سے تمام

نہ ہوئی تھی۔ پھر اس نے اپنی عورت سے جا کر کہا کہ تم نے ابھی تک مچھلی نہ پکائی اتنی دیر تو نے پکانے میں کیوں کی ہے۔ اس کی عورت بولی کیا خیر تو ہے کچھ پی کر آئے ہو ابھی مچھلی لائے ہو۔ ایک لمحہ میں کیسی مچھلی پکتی ہے۔ پھر اس نے اپنی بیتی ہوئی واردات کو اس سے بیان کیا۔ وہ بولی ابھی ابھی بہت دور رہو۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تم نشے میں چور ہو۔ اس نے یہ بات سن کر جی میں جانا کہ میں نے حال معراج کا سچ نہ جانا تھا۔ اور میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھا تھا۔ اسی سبب سے یہ حال مجھ پر گزرا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے پس میں نے یقین کامل کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں اور دین اسلام برحق ہے۔ الغرض حاصل کلام یہ ہے کہ اس یہودی کو دین اسلام کی خواہش ہوئی چنانچہ وہ اسی وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور دیکھا کہ معراج شریف کا حال بیان فرماتے ہیں۔ اس نے آکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو میں جھوٹا جانتا تھا۔ اس کی میں نے تعذیر پائی۔ اس کے کہنے پر صحابہ کرام نے اس سے پوچھا۔ کیا تو نے کوئی تعذیر پائی۔ تب اس یہودی نے سب حقیقت مچھلی اور غسل اور صورت بدلنے اور اولاد اور سات برس گزرنے اور پھر اصلی صورت میں آنے کی حقیقت بیان کی۔ یہ بات سن کر تمام صحابہ کرام سجدہ شکر جناب رب العالمین کا بجا لائے اور پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ معجزہ خاص کر آپ کے واسطے ہے ایسا معجزہ عنایت ہوا۔ آخر وہ یہودی ایمان لایا اور ابوجہل کو کچھ اثر نہ ہوا اور پھر اس نے کہا کہ یہ سب فریب بازی ہے اور افترا سازی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قولہ تعالیٰ: مَنْ یَّهْدِی اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ ۔ ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ راہ دے پھر کوئی نہیں بہکانے والا اس کا اور جس کو اللہ تعالیٰ بہکا دے پھر اس کو کوئی راہ دینے والا نہیں اور جب خبر معراج شریف کی مکہ معظمہ میں مشہور ہوئی تب اکثر اہل مکہ متفق ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اگر آپ تمام احوال بیت المقدس کا ہم سب سے بیان کریں تو ہم آپ کے معراج کے حال پر ایمان لے آئیں گے اور صدق دل سے مسلمان ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہم لوگ بیت المقدس کی علامات کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اگر آپ

آسمان پر گئے ہوں گے تو وہاں کا حال بھی آپ کو معلوم ہو گا اگر تم سچے ہو تو نشانات
بیت المقدس کے بیان کرو۔ یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تامل سا
ہوا اس واسطے کہ احوال بیت المقدس کا بیان کرنا اس وقت کچھ ضرور نہ تھا۔ چنانچہ حضرت
جبرائیل علیہ السلام خدا کے حکم سے بیت المقدس کو اپنے پروں پر اٹھا لائے اور پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ اس وقت جو لوگ جو حال
بیت المقدس کا پوچھتے تھے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیان کرتے۔ اس
کے بعد جو لوگ نیک اصل اور سعید ازلی تھے وہ تو ایمان لے آئے اور انہوں نے فوراً صدقت
یا رسول اللہ کہا اور جو لوگ بدبخت ذاتی تھے انہوں نے جسم خاکی کا آسمان پر جانا خلاف
قیاس سمجھا اور قدرت کاملہ سے غافل ہو کر انکار کیا۔ پس اے نیک طالع مہربانو ہیبت
اس دقیقہ کی بدرجہ احسن جانو کہ عالمیان ہیئت و نجوم نے رصد اور ہندسہ کی دلیل سے ثابت
کیا ہے کہ ماہتاب اگرچہ ستاروں میں چھوٹا ہے مگر جرم اس کا زمین سے بہت بڑا ہے اور
بسبب گردش فلک کے ہزاروں برس کی راہ ایک ہی لحظہ میں طے کرتا ہے اور اپنی حرکت
سے مشرق و مغرب تک سینکڑوں برس کی راہ ایک گھڑی میں جاتا ہے جب یہ سیر
بسرعت ماہتاب کی عند العقل محال نہیں ہے تو پھر آفتاب نبوت کا جس کے نور سے
سب کچھ پیدا ہوا ہے۔ اگر تھوڑی سی رات میں عرش تک جاوے اور پھر آوے تو کیا کوئی
عجب بات ہے اور پھر شیطان بدترین خلق اللہ سے ہے وہ ایک لحظے میں مشرق سے مغرب
تک اور جنوب سے شمال تک جاتا ہے اور جو شخص بہترین مخلوقات ہو اگر تھوڑی رات میں
آسمان پر جائے اور پھر واپس آئے تو کیا محال ہے اے نیک بختو ذرا غور کرو کہ فرشتے جبرائیل
وغیرہ ہزاروں بار زمین پر آتے ہیں اور جاتے ہیں اگر ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہ وہ تمام فرشتوں سے اور تمام مخلوقات سے بہتر اور افضل ہیں۔ زمین سے آسمان پر تشریف
فرما ہوویں تو کیا بعید معلوم ہوتا ہے۔ اے لوگو! ہوشیار و بیدار سمجھو کہ جو نور البصر سے
پاکیزہ ہو وہ اگر ایک رات میں طاقت الٰہی سے آسمان پہ پہنچے کیا عجب ہے اسی طرح
ہزاروں دلیلیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی صداقت کی۔ میں اس

جگہ پر طوالت کلام میں نہیں دیتا۔ بس اہل ایمان کے واسطے جو قدر دان ہیں ان کے لیے اسی قدر ہی کافی دوانی ہے۔ لہٰذا میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں، خداوند قدوس ہم سب کو پکا مسلمان بنائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے، (آمین)

بیان معجزات اور بزرگی اور خصائل حمیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ (۱)۔ حضرت ابوبکر صدیق بن قحافہ سے روایت ہے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظلم وستم سے قریشیوں کے گھر چھوڑ کر میدان میں جا کر ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے اور آپ نے اپنی تلوار کو اس درخت کی شاخ پر لٹکا دیا تھا۔ اچانک ایک یہودی اعرابی نے وہ تلوار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے واسطے اٹھائی۔ فوراً درخت نے اپنی شاخ سے اس یہودی کو ایسا مارا کہ اس کا مغز منہ سے نکل پڑا اور پھر عذاب ابدی میں گرفتار ہوا۔ **معجزہ (۲)**، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی لکا زبن غبن اسفند یار مثل تہتیں بکریاں چراتا تھا ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بولا اے محمد تو ہمارے معبودوں کو باطل کہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں بے شک تب اس نے کہا ہم تم دونوں امتحان کریں تو اپنے خدا کو پکار اور میں اپنے معبودوں کو پکارتا ہوں۔ اگر تو مجھ سے جیتا تو میں تجھ پر اور تیرے خدا پر ایمان لاؤں گا اور نہ میں جیتا تو سب میرے معبود بزرگ ہیں۔ یہ بات کہہ کر رسول خدا کو پکڑ کر ایسا زور کیا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو اس کو بھی اپنی جگہ سے اکھاڑ دیتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو جنبش نہ دے سکا پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زور نبوت سے اس کو اٹھا کر ایسا ٹیکا کہ جیسے دھوبی کپڑا پاٹ پر مارتا ہے۔ تب اس نے جانا کہ محمد صادق ہیں اور ان پر جو نازل ہوا ہے وہ سب سچ ہے اور ہمارے معبود سب جھوٹے ہیں۔ بالآخر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔ **معجزہ (۳)** اور حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ایک مٹکا گھی کا حضرت نے

مالک بن انس کی ماں کو عنایت کیا تھا کہتے ہیں کہ اس مٹکے نے تقریباً پینتالیس برس تک گھی خرچ کیا لیکن وہ خالی نہ ہوا مگر بعد میں انس کو ایک دھکا لگنے سے وہ مٹکا ٹوٹا۔ اس کے بعد وہ ختم ہو گیا۔ **معجزہ (۴)** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو چند خرمے بخشے تھے اور میں نے ایک ہانڈی میں تقریباً بیس برس تک رکھا تھا اور میں بھی ان میں سے کھاتا تھا اور دیگر لوگوں کو بھی خدا کی راہ میں دیتا تھا لیکن وہ کم نہ ہوتے تھے مگر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن سے وہ برکت جاتی رہی۔

معجزہ (۵) جس دن مکہ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے آپ کے دست مبارک میں چابک تھا اور اس چابک سے بتوں کی طرف جو کعبے کے اندر تھے اشارہ کرتے تھے اور پھر یہ آیت پڑھتے۔ **قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ** ترجمہ یعنی حق آیا اور جھوٹ نکل بھاگا، اسی وقت سب بت سرنگوں ہو کر گر پڑے۔ **معجزہ (۶)** ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم داہنے ہاتھ سے کھانا کھایا کرو اس نے مکروبانہ سے کچھ عذر پیش کئے اور کہنے لگا اسی وجہ سے میں داہنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا ہوں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تو نہ کھا سکے گا پھر تا عمر وہ شخص اپنے داہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکا۔ **معجزہ (۷)** حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پتھر بھی کہتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ جب کسی سنگریزے کو اپنے ہاتھ میں اٹھاتے تو وہ تسبیح پڑھنے لگتا تھا۔ **معجزہ (۸)** ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھتے تھے بعد چند روز منبر تیار ہوا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اس وقت اس ستون سے آواز فریاد وزاری کی نکلی اس سے معانقہ کیا تب اس کو قرار آیا۔ **معجزہ (۹)** ایک دن ایک ہزار چار سو آدمی کا لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، تمام کار ضروریات کے واسطے سب کے سب عاجز و مجبور تھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی شہادت کی زمین پر ٹیک دی اسی وقت سے اس سے پانی جاری ہو گیا، چنانچہ تمام لشکر وضو اور غسل اور کار ضروریات سے فارغ و آسودہ ہوا۔

معجزہ (۱۰) ایک دفعہ خندق کی لڑائی کے دن چار سیر جو کی روٹی سے ہزار آدمیوں کے لشکر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے سیر کرایا اور وہ پھر اسی قدر موجود رہی۔ **معجزہ (۱۱)** ایک دفعہ جنگ تبوک میں تیس ہزار آدمیوں کے لشکر میں ایک آدمی کے لائق پانی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تیر اس میدان میں کھڑا کیا فوراً اس جوش وخروش سے پانی نکلا کر سارا لشکر آسودہ ہوا۔ **معجزہ (۱۲)** ایک مرتبہ کئی شخص انصار سے آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اونٹ بہت شوخی کرتے ہیں اور اپنی پیٹھ پر سے بوجھ نیچے ڈال دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹوں کے پاس جا کر کچھ پڑھا پھر ان اونٹوں نے کبھی سرکشی نہ کی۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب حیوان آپ کو سجدہ کرتے ہیں کیا ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں اگر سجدہ کرنا آدمیوں کو روا ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورتیں اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ **معجزہ (۱۳)** ایک مرتبہ ایک اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے مالک کا شکوہ کیا کہ وہ مجھ سے بہت محنت لیتا ہے اور مجھ کو پیٹ بھر کر کھانا کھانے کو نہیں دیتا اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ لہٰذا آپ مجھ کو اس سے خرید لیجئے۔ یا میری طرف سے اس سے سفارش کیجئے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے مالک سے کہا تو اونٹ کو بقیمت واجبی بیچ دے ورنہ تو اس کو پیٹ بھر کر کھانے کو دے۔ **معجزہ (۱۴)** ایک دن ایک اعرابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اس نے کہا کہ آپ کی پیغمبری کی کیا دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ درخت جو میرے سامنے ہے یہ گواہ ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا۔ چنانچہ وہ درخت خدا کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور پھر تین مرتبہ اس درخت نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تب وہ اعرابی یہ دیکھ کر فوراً ایمان لے آیا۔ **معجزہ (۱۵)** ایک دن ایک اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر عرض کی کہ میں جن لوگوں میں ہوں۔ وہ لوگ نماز عشاء کی نہیں پڑھتے ہیں اور قبل نماز عشاء کے وہ لوگ سو جاتے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو طلب کیا اور نماز کی ادائیگی کی سخت تاکید فرمائی۔ **معجزہ (۱۶)** ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور معاذ کے لڑکوں کے حق میں دعا

زبان تو اس مکان کے درودیوار اور پتھروں نے فصیح زبان سے آمین کہا۔
معجزہ (۱۷) ایک لڑکا جس دن تولد ہوا اسی دن اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے۔ حضرت نے پوچھا اے لڑکے! میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سچ کہتا ہے اور پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کے واسطے برکت کی دعا کی۔ معجزہ (۱۸) ایک شخص گونگا مادرزاد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے بے تامل کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ معجزہ (۱۹) ایک عورت اپنے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکے کو جنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے سینے پر پھیرا فی الفور اس کا جنون جاتا رہا۔ معجزہ (۲۰) ایک شخص اپنے لڑکے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور کہا اے حضرت یہ لڑکا مثل گونگے کے چپ رہتا ہے اور بات نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا پانی اپنی کلی کا پلایا وہ فی الفور باتیں کرنے لگا اور پھر ایسا بڑا عالم اور عقلمند ہوا کہ اکثر لوگ اس سے تعلیم پاتے تھے۔ معجزہ (۲۱)۔ ایک شخص کو استسقا کی بیماری تھی جلکہ وہ قریب الہلاک ہو چکا تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دعا کی درخواست کی اور اس مہلک بیماری سے شفا کی خواہش ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آب دہن تھوڑا سا خاک میں ملا کر اس کو دیا اس نے وہ خاک اپنی زبان پر رکھی۔ بحکم خداوند فی الفور ٹھیک ہو گیا۔ معجزہ (۲۲) غزوہ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں شدت کا درد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے واسطے شفا کی دعا کی۔ اور پھر تھوڑا سا لعاب دہن مبارک کا آنکھوں میں لگایا۔ بحکم خدا فی الفور آنکھوں کو آرام آگیا۔ معجزہ (۲۳) ایک شخص کی آنکھ سفید ہو گئی تھی اور اس کو کچھ نظر بھی نہ آتا تھا۔ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اس کی آنکھوں پر کچھ پڑھ کر پھونکا بفضل خدا اس کی آنکھیں اپنی اصلی حالت پر آگئیں اور وہ شخص اچھی طرح سے دیکھنے لگا۔ معجزہ (۲۴) ایک شخص کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر پھیرا بحکم خدا فوراً جوڑ مل گیا اور اس نے بیماری سے شفا پائی۔ معجزہ (۲۵) ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم میرے بیٹے کو آپ زندہ کردیں. تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا. چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے ساتھ اس کی قبر پر گئے. وہاں جاکر آپ نے اس لڑکے کو آواز دی
کہ اے لڑکے کیا تیری خواہش ہے پھر دنیا میں آنے کی؟ اس نے کہا نہیں اور پھر کہا یا رسول اللہ
میں نے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تیرے ماں باپ
مشرف باسلام ہوتے ہیں اگر تیری خواہش دنیا میں آنے کی ہو تو اپنے ماں باپ کے ساتھ آکر رہ۔
اس نے کہا کہ ماں باپ سے زیادہ مہربان تو میں نے خدا کو پایا۔ **معجزہ** (۲۶) ایک دن حضرت
جابر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور اس میں ایک بکری ذبح کی. تب حضرت
جابر کے بیٹے نے اس کو کھیل سمجھ کر اپنے چھوٹے بھائی کو ذبح کر دیا اس کی ماں یہ حال دیکھ کر دوڑی.
اور لڑکا مارے ڈر کے بھاگ کر چھت پر چڑھ گیا اور جب اس لڑکے نے اپنی ماں کو اپنی طرف آتے
دیکھا تو بہت زیادہ ڈرا اور چھت سے کود کر وہ بھی مرگیا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت جابر کے گھر پر تشریف لے آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ تمہارے لڑکے کہاں ہیں. اس
وقت حضرت جابر نے گمان کیا کہ اگر میں ان دونوں کا مرنا بیان کروں گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کھانا نہیں کھائیں گے اور ناخوش ہونگے مزید آپ نے جابر سے فرمایا کہ بھائی ان کو تلاش کر کے لاؤ.
اور ہم سب مل کر کھانا کھائیں گے. تب ناچار ہو کر لڑکوں کی ماں نے ان کے مرنے کا احوال بیان کیا.
چنانچہ یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیقرار ہو کر ان دونوں کی لاشوں پر جاکر کھڑے ہوگئے
اور پھر دعا کی چنانچہ فوراً دونوں لڑکوں نے زندہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا.
اور پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ بکری کا گوشت کھاؤ اور اس کی ہڈی نہ توڑو.
پھر بعد اس کے ہڈیوں کو جمع کیا اور اپنا دست مبارک اس پر رکھ کر کچھ کلام پڑھا اور پھر اس پر دم
کیا چنانچہ فوراً وہ بکری زندہ بحکم خدا ہوگئی. **معجزہ**۔ (۲۷) ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جس کے حق میں دعا فرماتے تھے ان کی تین پشت تک اس دعا کا اثر باقی رہتا تھا.
معجزہ ۔ (۲۸) ایک دن حضرت انس بن مالک نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ میرے واسطے کچھ دعا دنیا کی کیجئے. پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا الٰہی مال
اولاد میں انس کو برکت دے حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اس

قدر دولت مند ہوا کہ دولت میری کبھی کم نہ ہوئی۔ اور پھر جو عیش و خوشی میں نے کی ہے سو کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ اور اولاد بھی میری تقریباً ایک سو سے زائد ہوئی۔

معجزہ۔ (۲۹) ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن ابن عوف کے واسطے برکت کی دعا کی سوان کے واسطے دروازہ روزی کا اس قدر کشادہ ہوا کہ اگر وہ پتھر اٹھاتے تو اس کے نیچے بھی سونا چاندی پاتے پہلے وہ فقیر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایسے امیر ہوئے کہ ان کی موت کے بعد پچاس ہزار بموجب وصیت محتاجوں کو دیئے گئے اور چار لاکھ دینار چاروں بیبیوں کے حصے میں آئے حالانکہ وہ خود بھی بہت کچھ خیرات کر چکے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہشت کی بشارت دی تھی۔

معجزہ (۳۰) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر ہاتھ پھیرا اور پھر دعا اللہ تعالیٰ سے کی اس دعا کی برکت سے حضرت عمر ہر وقت جوان معلوم ہوتے تھے۔ حالانکہ وہ اسی برس کی عمر رکھتے تھے۔ معجزہ (۳۱) ایک دن ایک شخص کے چہرہ پر دست مبارک پھیرا ایسی صفائی اور لطافت ان کے چہرے پر نمودار ہوئی کہ دوسرے کا منہ اس کے منہ میں مثال آئینہ کے نظر آتا تھا۔ معجزہ (۳۲) ایک دن تھوڑا سا پانی حضرت زینب کے منہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈال دیا تب وہ بی بی ایک حسینہ اور خوبصورت ہو گئیں اور پھر ان کے حسن و جمال میں کمی کو نہ پایا۔ معجزہ (۳۳) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے بدن پر واسطے دفع مرض کے اپنا ہاتھ پھیرا اس کے بدن سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ بوئے مشک و عنبر پر غالب تھی ہر چند کہ عورتیں اس کے اقسام کی طرح خوشبو ملتی تھیں لیکن وہ خوشبو سب پر غالب تھی۔ معجزہ (۳۴) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت فاطمہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تین دن سے کچھ کھانا نہیں کھایا ہے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور پھر اپنا شکم مبارک کا کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ میں نے بھی چار پتھر باندھے ہوئے ہیں تاکہ تم کو اچھی طرح سے تسکین و تسلی ہو جائے یعنی چار دن سے کھانا تناول نہیں کیا پھر اس کے بعد اپنی صاحبزادی کی بھوک سے غمگین ہو کر

صحرا کی طرف تشریف لے گئے وہاں ایک اعرابی اونٹوں کو پانی پلواتا تھا۔ اس کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اعرابی کوئی مزدوری بتا اس نے کہا کہ تم کنویں سے پانی نکالو ایک ڈول پر تین خرمے مزدوری دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ جب پہلے ڈول کی اجرت میں تین خرمے لے خود تناول فرما کر پھر پانی نکالنے میں مشغول ہو گئے۔ جب آٹھ ڈول اور نکالے قضا الٰہی سے رسی ٹوٹ کر ڈول کنویں میں گر پڑا۔ یہ دیکھ کر اعرابی بہت ہی غصہ ہوا اور ایک طمانچہ بھی رسید کیا۔ پھر کسی ترکیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ڈول بھی کنویں سے نکالا اور چوبیس خرمے اپنی اجرت کے لے کر حضرت فاطمہ کے گھر میں تشریف لائے۔ اعرابی نے جب حضرت کا صبر و تحمل دیکھا تو اس نے اپنی حرکتِ نامعقول سے نادم و پشیمان ہو کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس کی درد سے بے ہوش ہو گیا جب تھوڑا سا ہوش آیا پھر حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر آ کر شور و غوغا کرنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اعرابی کی خبر سن کر باہر تشریف لائے اس اعرابی نے آپ سے عذر پیش کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے پوچھا ہاتھ اپنا تو نے کیا کیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تقصیر معاف کیجئے میں نے نادانستہ گستاخی کی ہے۔ اس کے خوف سے میں نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ آپ سے عفو تقصیر کا خواہاں ہوں آپ بیشک رحمتہ للعالمین ہیں لہٰذا میرے حال پر رحم کیجئے اور میرے کٹے ہوئے ہاتھ درست کیجئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کو ملا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پھونک دیا بحکم خدا اس کا ہاتھ بدستور سابق ہو گیا۔ اور پھر وہی اعرابی اس معجزہ کو دیکھ فوراً ایمان لے آیا۔ **معجزہ۔** (۲۵) ایک روایت میں ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکڑیاں واسطے تعمیر مسجد مدینہ منورہ درکار ہیں یہ لکڑیاں کہاں سے ملیں گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں میرا مکان ہے۔ اس مکان میں لکڑیاں بہت عمدہ ہیں۔ اگر وہ کسی طرح سے آسکیں تو پھر مسجد بہت آسانی سے تعمیر ہو جائے گی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں التجا کی

خدا کے فضل و کرم سے از غیب وہ لکڑیاں مدینہ منورہ میں آگئیں اور پھر وہ مسجد نبوی میں لگائی گئی۔ **معجزہ** (۳۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبوت کی شہرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل قریش کے ظلم وستم زیادہ ہو گئے تھے لیکن اس وقت ایک یہودی بڑا ہی عقل مند تھا۔ اور مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ ہمیشہ توریت کی تلاوت کرتا تھا ایک دن توریت میں صفت اور نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا دیکھا مارے غصے کے اپنی بیوی سے قینچی منگوا کر صفت اور نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاٹ دیا۔ پھر دوسرے دن اپنے معمول کے مطابق توریت پڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ پھر اسی مقام میں نام مبارک موجود ہے۔ پھر کاٹنے پر مستعد ہوا۔ فوراً ایک آواز غیب سے آئی کہ اے ملعون تو اگر ہزار بار بھی صفت اور نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹا دے گا تو تو ہرگز ہرگز مٹا نہ سکے گا۔ تب یہودی ڈرا اور جانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول اللہ ہیں۔ اسی وقت وہ مدینہ منورہ سے جا کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور سچا مسلمان ہو گیا۔ **معجزہ** (۳۷) حضرت ابو بکر صدیق روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت اپنے صحابہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ایک یہودی بکری کے کباب بنا کر گوشت میں زہر ہلاہل ملا کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور پھر کہا کہ اے محمد ابن عبداللہ ہیں یہ کباب آپ کے واسطے لایا ہوں تناول کیجئے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کھانے کا کیا تب وہ گوشت بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس گوشت کو نہ کھاویں کیونکہ اس گوشت میں زہر قاتل ملا ہوا ہے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہودی اس گوشت میں تو زہر ملا ہوا ہے اس یہودی نے کہا سچ فرمایا آپ نے۔ لیکن یہ بتایئے کہ آپ کو اس بات کی کس نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا اس گوشت نے۔ پھر اس یہودی نے عرض کی کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو آپ اس گوشت کو کھایئے اور زہر آپ کو اثر نہ کرے تو پھر ہم جانیں گے کہ آپ بیشک نبی سچے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر ایک ٹکڑا کھایا اور بقیہ اپنے صحابہ کو تقسیم کر دیا اور سب صحابہ کرام بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھا گئے

اور اس کی برکت سے کسی پر زہر نے اثر نہ کیا۔ پس اکثر یہودیوں نے اس معجزہ سے دین اسلام قبول کیا۔ **معجزہ** (۳۸) روایت ہے کہ ایک مرتبہ بارہ ہزار آدمی اہل بن کے واسطے حج کرنے کو معظمہ میں آئے تھے اور ان کے ساتھ ایک بت بھی تھا جس کا نام ہبل تھا وہ بہت ہی جڑاؤ جواہرات سے مرصع تھا اور ریشمی کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ اور وہاں کے لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تب ان لوگوں نے کہا کہ تمہاری پیغمبری کی کیا دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمہارا ہبل میری پیغمبری کی گواہی دے تو تم سب مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ کہا انہوں نے ہاں اگر ایسا ہووے گا تو ہم ضرور سب ایمان لائیں گے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہبل بت کو اپنے پاس منگوایا اس نے آتے ہی آپ کے حضور لبیک کہا: پھر آپ نے اس سے کہا کہ اب تم ادھر کو جاؤ۔ چنانچہ وہ ادھر کو لبیک یا رسول اللہ کہتا ہوا آیا اور پھر رسول خدا کے سامنے باادب کھڑا ہو گیا۔ پس اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی اس کو ماری اور پھر اس سے فرمایا کہ تو کہہ کہ میں کون ہوں؟ وہ بولا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یعنی آپ رسول خدا ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود لائق بندگی کے مگر اللہ تعالیٰ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بندے اللہ کے اور بھیجے ہوئے اللہ کے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو کون ہے اس نے کہا میں تو ایک پتھر ہوں ان لوگوں نے مجھے اپنی معبودی میں پکڑا ہے اور یہ محض غلط ہے۔ جب ان لوگوں نے یہ حال دیکھا تو وہ ایک بارگی ہی بارہ ہزار سب کے سب سجدہ میں گر پڑے اور اپنے اپنے گناہوں کی توبہ استغفار کرنے لگے اور پھر اسی وقت کامل مسلمان ہو گئے۔ **معجزہ** (۳۹) ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہو کر ابوایوب انصاریؓ کے گھر اترے تو ان کی صرف ایک ٹکڑا زمین تھی اور اس میں غلہ وغیرہ بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی گیہوں اس زمین میں بکھیر دیئے۔ چنانچہ چند ہی ایام میں اُگے اور پک کر تیار ہوئے کھیت کاٹا گیا اور پھر گندم کو پیس کر کھا گیا۔ اور

اس کے کاٹنے کے بعد اس کی جڑوں سے بینگن کا درخت پیدا ہوا۔ **معجزہ** (۴۰) ایک روایت
میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے روز حضرت عائشہ صدیقہ کھانا پکاتی تھیں۔ آنحضرت نے
اپنا ہاتھ مبارک اس چولہے میں کہ تیز آگ جلتی تھی داخل کیا اور پھر دیر تک اس کے اندر اپنا
دست مبارک رکھے رہے۔ لیکن آپ کے ہاتھ کو کسی طرح کی کچھ ضرر نہ ہوئی۔
معجزہ (۴۱) روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص انصار میں سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری چار بیبیاں ہیں لیکن فرزند ایک سے بھی نہ ہوا
یہاں تک کہ وہ سب بوڑھیاں ہو گئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیویوں
کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس دعا کی برکت سے ان کی بیویوں کے استقرار حمل
ہوا اور پھر فرزند تولد ہوئے۔ **معجزہ** (۴۲) روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تبوک کی راہ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک مقام پر اترے وہاں ساتھیوں
نے شکایت کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے واسطے لکڑیاں نہیں ہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے لکڑیوں کے پتھر رکھ دیئے وہ مانند لکڑیوں
کے جلتے رہے **معجزہ** (۴۳) روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ابوبکر کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف فرمائے ہوئے تو آپ کے ساتھ اس وقت درندے
اور پرندے چلے آتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ **معجزہ** (۴۴) ایک روایت
میں ہے کہ اہل طائف نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ
اگر اس پتھر سے ایک درخت میوہ دار پیدا ہو جائے تو ہم سب آپ پر ایمان لا دیں گے۔
یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک اس پتھر پر رکھ دیا۔ قدرت الٰہی
سے ایک درخت میوہ دار اس پتھر سے پیدا ہوا۔ پھر اہل طائف اس معجزے پر ایمان لائے
معجزہ (۴۵) خبر ہے کہ حدیبیہ کی لڑائی کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
امام حسن کو پکارا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن راہ میں تھے انہوں نے جواب
دیا لبیک یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور اس آواز کو سن کر حضرت فاطمہؓ نے عرض کی
کہ اے میرے ابا جان میں بہت بھوکی ہوں۔ **معجزہ** (۴۶) روایت ہے کہ خندق کی لڑائی

کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے مانند آفتاب کے روشنی ظاہر ہوئی
اور اسی روشنی کی شعاع سے بہت سے لوگ منش میں آ گئے۔ **معجزہ** (۴۷) ایک روایت
میں ہے کہ ایک انصاری قوم خزرج میں مقتول ہوا تھا اور ان کو قاتل کا دریافت کرنا مشکل
تھا تب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس مقتول پر کسی درخت کی شاخ رکھی تب اس مقتول نے حکم الٰہی سے زندہ
ہو کر اپنے قاتل کا نام بتایا۔ **معجزہ** (۴۸) ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مقام تبوک میں آئے تو وہاں آپ نے ایک قوم کو دیکھا کہ ان کے ساتھ بت ہے
اور وہ بت سونے کا ہے یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا یہ
بت لکڑی کا ہے اور آپ نے اپنا دست مبارک اس لکڑی پر رکھ دیا۔ چنانچہ وہ بت لکڑی کا
ہو گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر اکثر بت پرست ایمان لے آئے اور انہوں نے ہمیشہ کے لیے بت پرستی
چھوڑ دی۔ **معجزہ** (۴۹) ایک روایت میں ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم سے بنی قریظہ
قتل ہوئے خون سے ان کی زمین بھر گئی لیکن حضور کی دعا کی برکت سے بد بو جاتی رہی۔
معجزہ۔ (۵۰) ایک مرتبہ شہر جدہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف
تشریف فرما ہوئے اور وہ اسی دن کی راہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مابین طائف اور جدہ زمین نہ بتہ قدم
مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری مانند تھان کپڑے کے پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک ساعت میں وہاں پہنچ گئے۔ **معجزہ** (۵۱) ایک روایت میں ہے کہ جب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن یزید النخعی کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ بولا پتھر کے معبودوں
کو اگر تم سونا بنا دو تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اس دعا کی برکت سے وہ سب سونے کے ہو گئے۔ اس کو دیکھ کر
وہ سب ایمان لے آئے اور سچے مسلمان ہو گئے۔ **معجزہ**۔ (۵۲) ایک دن حضرت فاطمہ نے شکایت
کی یا رسول اللہ حسنین بھوکے ہیں اور ہمارے یہاں کچھ کھانے کی قسم موجود نہیں۔ تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے کہ ایک خوان کہ
جس میں مچھلی تلی ہوئی اور اس کے علاوہ طرح طرح کی نعمتیں بھی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کے

گھر میں بھیجا سب نے آسودہ ہو کر کھایا اور پھر دیکھا کہ کھانا اسی طرح سے بھر موجود ہے۔ کچھ بھی کم نہ ہوا۔ **معجزہ (۵۳)** ایک بار لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ روٹی اور سالن کو ہوا پر پکا دو تو ہم سب ایمان لے آئیں گے۔ پھر اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی برکت سے روٹی اور سالن ہوا سے پکایا گیا اور پھر سب نے ان کو کھایا اور سارے اسی وقت مسلمان ہو گئے **معجزہ (۵۴)** ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک انصاری کو جو کہ عرصے سے برص اور جذام کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفا ہو گئی اور وہ انصاری بھلا چنگا ہو گیا۔ **معجزہ۔ (۵۵)** ایک روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم عیسوی کو دعوت اسلام دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام تو مٹی کی چڑیاں بنا کر پھونک مارتے تو وہ خدا کے حکم سے زندہ ہو کر اڑ جاتی تھیں۔ اگر آپ بھی ہم کو ایسا معجزہ دکھا سکیں تو ہم لوگ آپ پر ایمان لاویں گے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی خاک اٹھا کر چڑیا کی صورت بنا کر بسم اللہ پڑھ کر پھونک ماری خدا کے حکم سے وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ **معجزہ۔ (۵۶)** ایک روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے ایک مرد قریشی نے آ کر کہا یا رسول اللہ ابو جہل پر دس ہزار دینار میرے واجب ہیں اور وہ مجھے دیتا نہیں ہر روز مجھے لیت و لعل میں رکھتا ہے اور مجھے سخت حیران کرتا ہے۔ کیونکہ وہ زبردست ہے اور میں کمزور ہوں اگر آپ اس کے پاس جا کر دلا دیں تو مجھ پر بہت ہی احسان ہوگا یہ باتیں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے ہمراہ لے کر ابو جہل کے پاس تشریف فرما ہوئے اور وہ اس وقت قریشیوں کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور پھر کہا آپ کس ارادے سے تشریف لائے ہیں فرمایا اے ابو جہل دس ہزار دینار اس غریب کو کیوں نہیں دیتا۔ یہ سنتے ہی فوراً ابو جہل نے دس ہزار دینار اس کو دے دیئے۔ پھر وہ مرد قریشی خوش ہو کر اسی وقت آپ پر ایمان لے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں سے تشریف لائے تو ابو جہل کی بیوی ابو جہل سے لڑنے لگی کہ کیوں تو نے اپنے دشمن کی خاطر مدارت کی اور ان کے کہنے سے اپنا مال بھی اپنے ہاتھ سے کھو دیا! اس

نے کہا کہ جب محمد ابن عبداللہ میرے پاس آئے تھے تو میں نے دیکھا کہ دو اژدہے ان کے دونوں کاندھوں پر موجود تھے اور جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو قریب تھا کہ وہ مجھے اپنے منہ میں رکھ کر نگل جائیں۔ میں نے اس ڈر اور خوف کی وجہ سے اسی وقت اس مرد کی واجب الاداء رقم دیکر فوراً رخصت کر دیا۔ **معجزہ (۵۷)** ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل بارہا قریشیوں کی مجلس میں کہا کرتا تھا کہ بمجرد دیکھنے محمد ابن عبداللہ کے مجھے شدید خوف اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بہت نیزے بردار اور شیر اور سانپ گرداگرد مجھ کو نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص محمد ابن عبداللہ کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی اور نامعقول گفتگو کرے گا تو اس کو ہم سب مار ڈالیں گے۔ بس اسی طرح کا جادو ہر وقت محمد ابن عبداللہ کے ساتھ رہتا ہے۔ سچ ہے خدا جس کو گمراہ کرے اس کو راہ پر کون لائے گا۔ وہ لعین یہ سب معجزے دیکھ کر جادو ہی شمار کرتا ہے **معجزہ۔ (۵۸)** ایک روایت میں ہے کہ جب خبر نبوت پیغمبری اطراف عرب میں مشہور ہوئی تو اکثر لوگ ہر چہار طرف سے آنے لگے۔ ایک دفعہ بہت لوگ اعرابی بقصد ایمان لانے کی راہ سے آتے تھے۔ قریش اور ابوجہل نے کہا کہ معجزہ ان سے طلب کریں تو ان سب نے کہا کہ چلو ہم سب بھی تمہارے ساتھ مل کر کوئی معجزہ طلب کریں تب وہ سب مل کر آئے اور انہوں نے آکر کہا اے محمد ابن عبداللہ اہل قریش اور اعرابی سب جمع ہوئے ہیں۔ اگر تم ایک معجزہ دکھاؤ تو ہم سب تم پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ کیا معجزہ چاہتے ہو بیان کرو۔ انہوں نے کہا ایک پتھر سفید اس میدان میں پڑا ہے اسی پتھر کا رنگ مثل گل سرخ کے ہو جائے اور پھر اس سے سونے کا درخت جس کی چھ شاخیں ہوں پیدا ہووے اور اس کی ہر شاخ میں سو سو پتے ہوں اور وہ شاخیں پھولوں سے بھری ہوں اور ہر پتے پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہووے۔ اور اس کی ہر شاخ میں چھ قسم کے میوے اور ہر میوے میں چھ قسم کا مزہ مانند کھجور کے اور امرود اور سیب اور انار اور بیر کے ہو اور ہر شاخ میں ایک چڑیا سفید پیدا ہووے کہ منقار اس کی سونے اور پاؤں اس کے مانند لعل کے ہوں اور وہ فصیح زبان سے تمہاری پیغمبری پر گواہی دیوے تو پھر ہم سب ایمان لے آویں گے یہ باتیں ان کی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

سنیں اور سن کر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ ھٰذِہِ الْمُعْجِزَۃَ۔ ترجمہ: یعنی خدایا مجھ کو یہ معجزہ بخش دے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ علیہ وسلم جو آپ نے درخواست کی ہے وہ جناب باری تعالیٰ میں مقبول ہو گئی ہے اب جو آپ کو مطلوب ہو آپ پتھر سے طلب کیجئے خدا کے فضل و کرم سے وہ سب ظہور میں آوے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کی طرف اشارہ کیا تو اس اشارہ سے اس پتھر پر درخت و چڑیا وغیرہ جیسا کہ انہوں نے کہا تھا ویسا ہی موجود ہوا۔ یہ معبود برحق کا معجزہ دیکھ کر تمام کے تمام اعرابی اسی وقت ایمان لے آئے۔ لیکن اہل قریش پھر بھی ایمان نہ لائے اور پھر اہل قریش نے کہا کہ یہ سب جادو ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! یہ جادو نہیں یہ تو قدرت الٰہی ہے۔ **معجزہ۔** (۵۹) ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل لعین نے ایک دن کہا کہ میرے گھر میں ایک پتھر ہے اگر اس پتھر میں سے ایک عجیب قسم کا طاؤس نکالو میں پھر ایمان لے آؤں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا کی تو پتھر پھٹا اور اس میں سے ایک طاؤس نکلا اور اس طاؤس کا سینہ سونے کا اور سر زمرد کا اور بازو اس کے موتی کے ابوجہل لعین نے یہ امر عجیب اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بھی وہ اپنے ارادے سے نہ پھرا اور ایمان نہ لایا۔ **معجزہ** (۶۰) ایک روایت میں ہے کہ ایک دن ابوجہل ایک یہودی کو اپنے ساتھ لے کر بوقت شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد ابن عبداللہ اس وقت کوئی معجزہ ہم کو دکھاؤ نہیں تو تیغ بیدریغ سے تمہارا سر جدا کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا کہو کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو وہ یہودی ابوجہل سے بولا کہ محمد ابن عبداللہ تو سخت جادوگر ہے اور جادو جو ہے وہ آسمان پر نہیں چلتا۔ چنانچہ ان سے کہو کہ چاند کو آسمان پر دو ٹکڑے کر دیں۔ تب ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے پاس جادو ہے یا معجزہ بس ابوجہل کے کہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اٹھا کر چاند کی طرف اشارہ کیا تو اسی وقت چاند شق ہو گیا۔ بحکم خداوند تعالیٰ کے یعنی اسی وقت دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا مشرق کو اور دوسرا مغرب کو چلا گیا پھر یہ دیکھ کر ابوجہل بولا کہ آپ پھر دونوں ٹکڑوں کو ملا دیں۔ چنانچہ پھر آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ دونوں ٹکڑے آپس میں آکر مل گئے۔ بس وہ یہودی تو ایمان لے آیا اور ابوجہل کہنے لگا کہ محمد ابن عبداللہ

نے ہماری آنکھیں جادو سے باندھ کر دو ٹکڑے دکھلائے ہیں اب اس کی تحقیقات ان مسافروں سے کرنی چاہیئے جو دات کو سفر میں تھے کہ فلاں تاریخ کو چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے تم لوگوں نے دیکھا ہے یا نہیں۔ الغرض اس نے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے کہا فلاں رات کو ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا جب لوگوں نے یہ گواہی دی تب بھی ابو جہل ایمان نہ لایا۔

معجزہ (۹۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نویں سال ہجری میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی مسجد میں فرمایا کہ اے میرے صحابیو! نجاشی بادشاہ نے وفات پائی ہے اور اس کی نماز جنازہ اسی وقت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے اور نماز جنازہ ادا کی۔ بعد نماز کے صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائب میت پر نماز جنازہ واجب ہے تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن مجھ کو حضرت جبرائیل نے اس کی وفات کی خبر دی تھی اور اس کی لاش کو میں نے دیکھا۔ اس واسطے نماز جنازہ ادا کی پھر تمہاری بھی نماز جنازہ میری اقتدا میں درست ہوئی۔ الغرض جیسے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے ایسے معجزات اور کسی نبی یا مرسل یا غیر مرسل سے ظہور میں نہیں آئے اور جو جو کرامتیں اس امت کے اولیاء اللہ سے ظاہر ہوئی ہیں درحقیقت وہ بھی ایک قسم کے معجزات ہیں اور وہ قیامت تک اسی طرح درخشاں رہیں گی۔

بیان ہجرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

ایک روایت میں ہے کہ جب معراج کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک عرب میں ہر طرف مشہور ہوئی تب اکثر اہل عرب حضرات آپ پر ایمان لے آئے اور بعض شدید مشرک لوگ ایذا اور تکلیف دینے پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعد ہو گئے اس لیے جناب باری تعالیٰ سے حضرت جبرائیل آئے اور پھر فرمایا اے رسول مقبول صلعم بعد سلام اور درود کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے ساتھیوں کو مدینہ منورہ بھیجو سوائے ابو بکرؓ کے، پھر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو بلایا تو ان میں سے حضرت مصعبؓ اور ابن مکتوم رضی اللہ عنہما اور ابن مسعودؓ اور عمارؓ اور بلالؓ اور سعدؓ وغیرہ تقریباً چھبیس صحابہ کرام کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کو روانہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منتظر وحی الٰہی کے رہے اور ادھر ابوجہل لعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مار ڈالنے کا کافروں سے حتمی فیصلہ کیا۔ اس مشورہ میں ابلیس خبیث علیہ اللعنۃ ایک پیر مرد کی صورت بن کر ان کافروں کے پاس آیا اور کہا اے صاحبو، میں بوڑھا ہوں اور نجد کا رہنے والا ہوں اور میں تمہاری مدد کے واسطے آیا ہوں اور میں مال اور آدمی بہت رکھتا ہوں پھر یہ سن کر انہوں نے ابلیس کو اپنے لوگوں میں بیٹھنے کی جگہ دی اور اپنی مجلس شوریٰ میں شریک کر لیا۔ اس وقت ابوجہل نے کہا کہ اے ابوالحکم (ابوجہل) محمد ابن عبداللہ نے تو اپنے باپ دادا کے دین کو جھوٹا کیا ہے اور وہ اپنے جھوٹے دین کو جادو کے ذریعے سے جاری کرنا چاہتا ہے اور تم حاکم مکہ ہو قوم تمہاری بے شمار ہے اور لشکر بھی کافی تعداد میں ہے اور محمد ابن عبداللہ تو اس وقت تنہا ہیں کیونکہ اس وقت ان کے ساتھی بھی سب کے سب مدینہ چلے گئے ہیں اور جس وقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر سوتے ہیں ایک شخص اسی وقت جا کر ان کا سر کاٹ لاوے اور اسی طرح سے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے یہ رائے پسند کی اور آپس میں یہ بات مقرر ہوئی۔ تب ابوجہل لعین نے کہا کہ اے یارو آج کی رات محمد ابن عبداللہ کا سر کاٹنا ضروری ہے۔ غرض اس کام کے لیے بیس آدمی جری بہادر کارآزمودہ کو قریش میں مقرر کیا اور حضرت جبرائیلؑ نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آج قریش کی مجلس شوریٰ میں یہ بات قطعی مقرر ہوئی ہے کہ آج کی رات سر آپ کا تن سے جدا کریں گے اور حکم جناب باری تعالیٰ کا یوں ہوا ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں اور اب تمام کام اسلام کے وہیں سے انجام پائیں گے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی حقیقت حضرت ابوبکر صدیق سے بیان کی جب رات ہوئی علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر سلا کر ابوبکر صدیق کو اپنے ساتھ لے کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں ماہ ربیع الاول

شب دو شنبہ کو بعثت کے تیرھویں سال اور شب معراج کے آٹھ مہینے کے بعد کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ترپن برس کی تھی ہجرت فرمائی اور اس شب میں ان بیس آدمیوں کے جو ابو جہل لعین کے متعین کیے تھے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر جا کر محاصرہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے وہاں پر ان پر ایک خواب ایسا مسلط کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس محاصرے سے نکل گئے اور ان کو اصلاً خبر نہ ہوئی۔ پیچھے ایک ساعت کے ابلیس نے نیند سے اٹھا کر کہا کہ اے یارو محمد ابن عبداللہ تو جا گنا چاہتے ہیں۔ تب بیس آدمی اپنے ہاتھوں میں تلوارلے کر آنحضرت کے بستر پر آئے تو دیکھا کہ حضرت علی مرتضےٰ رسول خدا کے بستر پر سو رہے ہیں۔ انہوں نے ان کو اٹھایا اور ان سے پوچھا کہ محمد ابن عبداللہ کہاں ہیں۔ علی مرتضےٰ نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ پھر انہوں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہیں پایا۔ پھر انہوں نے مجبور ہو کر اس امر کی خبر ابو جہل لعین کو دی۔ پھر شیطان نے کہا کہ اے ابو جہل میں جانتا ہوں کہ محمد ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف بھاگے ہیں تو لوگ اس کا جلدی پیچھا کریں یقیناً وہ تم کو ضرور ملیں گے وہ لوگ غار الحل جبل ثور میں جا کر چھپ رہیں گے۔ تم ان کو وہاں پاؤ گے۔ پس تمام قریش نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی خانہ تلاشی لی ان کو بھی نہ پایا۔ تب پھر وہ لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں حضرت جبرائیل نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ تمام قریش آپ کے پیچھے آتے ہیں اور وہ آپ کو ایذا دینا چاہتے ہیں۔ آپ اس غار الحل میں ہی چھپ رہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے ساتھ اس غار میں جا کر چھپ گئے اور خدا کے حکم سے مکڑی نے اس غار کے منہ پر جالا بنا دیا اور پھر دو کبوتروں نے اس میں دو انڈے بھی دیئے اور حضرت جبرائیل نے آکر خاک وغیرہ بھی اس پر بچھا دی تاکہ وہ پرانا معلوم ہو اسی طرح سے آنے والے کفار نہ پہچان سکیں۔ جب وہ بدخواہ غار الحل میں پہنچ گئے اور ہر طرف تلاش کرنے لگے ابلیس لعین کو معلوم تھا۔ اس نے چاہا کہ آدمی کی صورت بن کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دے اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر شیطان کو مار کر دریائے محیط میں گرا دیا اور پھر وہ بدخواہ اس غار کے دروازے پر آکر تلاش کرنے لگے کوئی کہتا تھا کہ شاید اس غار

کے اندر گھسے ہیں اور کسی نے کہا کہ نہیں اس کے اندر کیونکر جائیں گے منہ تو اس کا بہت ہی چھوٹا ہے اور کسی نے کہا کہ پھر یہاں سے محمد ابن عبداللہ کہاں گئے چنانچہ اسی طرح کفار عرب آپس میں کہہ رہے تھے کہ دو کبوتر غار کے منہ سے اڑ گئے جب کبوتر کے انڈے اور مکڑی کا جالا خاک اور کوڑا اس پر پڑا ہوا دیکھا تو وہ ناچار و مجبور ہو کر واپس لوٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک اسی غار کے اندر خدا کے آگے سجدہ ریز رہے اور حضرت ابوبکر نے جو دیکھا کہ اس غار کے اندر چاروں طرف سانپ و بچھو کے سوراخ بہت ہیں تو انہوں نے اپنے کپڑے اور اپنی دستار کو پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ صرف ایک کپڑا ازیر جامہ کو ثابت رکھا اور کپڑا نہ ہونے کے سبب ایک سوراخ باقی رہا اور وہ بند نہ ہو سکا۔ حکم الہٰی سے ایک مار زہر دار نے چاہا کہ اس سوراخ سے نکل کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک چومے اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق کی نظر اس پر پڑی چنانچہ انہوں نے اپنے پیر کو اس سوراخ پر رکھ دیا۔ اور اس کے باہر آنے کی راہ کو بند کر دیا پھر اس غار کے اندر سے سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق کے پاؤں میں کاٹا اور پھر زہر نے ان پر غلبہ کیا جس کی وجہ سے ان کے تمام بدن میں لرزہ پڑا۔ لیکن باوجود اتنی شدید تکلیف کے اپنا پاؤں اس غار کے منہ سے نہ ہٹایا اور مثل ستون کے قائم رکھا۔ ادھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا فارغ ہوئے تو آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیا حال ہے تمہارا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ ایک بڑا سانپ اس سوراخ سے نکلتا ہے۔ اس واسطے میں نے اس سوراخ کو اپنے پاؤں سے بند کیا اور اس سانپ نے میرے پاؤں میں کاٹا اور اس کے زہر نے مجھ پر غلبہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنا پاؤں اس سوراخ سے کھینچ لو۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا پاؤں اس سوراخ سے کھینچ لیا۔ یکایک وہ سانپ اپنے اس سوراخ سے نکل آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں نے دیکھا کہ ابوبکر صدیق آپ کے قدم چومنے سے مجھے محروم کرتے ہیں اسی طرح میں نے ان کے کاٹا ہے۔ یہ کہہ کر وہ ایمان لایا اور وہ پھر قدم بوس ہو کر اپنے سوراخ کے اندر گھس گیا اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخم کو تین بار چوس کر تھوکا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو شفاء کامل بخشی اور پھر چوتھے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اس غار سے نکل کر مدینے کی طرف روانہ ہو گئے ادھر ابوجہل نے سراقہ بن ابوجعشم کو یہ خط لکھا کہ محمد ابن عبداللہ یہاں سے بھاگ کر مدینے کی طرف جاتے ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ وہ جہاں بھی تم کو وہ ملیں ان کو پکڑ کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس ہدایت پر سراقہ بن جعشم نے اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ میں گھیرا اور اپنا نیزہ داہنے ہاتھ میں پکڑا اور اپنے گھوڑے کو دوڑا کر ارادہ کیا کہ وہ دفعتہً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آوے اور پھر ان کو پکڑ لیوے۔ خدا کے حکم سے اسی وقت زمین اس کے گھوڑے کو پیٹ تک نگل گئی۔ اس وجہ سے سراقہ نے سمجھا کہ محمد ابن عبداللہ سچے رسول ہیں اور پھر وہ اپنی عذر خواہی کرنے لگا اور اقرار کیا کہ اگر آپ مجھ کو چھڑا دیں گے تو اب واپس چلا جاؤں گا اور مزید کہنے لگا کہ جو بدخواہ آپ کے پیچھے آتے ہیں ان کو بھی پھیر دوں گا۔ اور میں ان سے کہوں گا کہ میں نے اس طرف بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہیں پایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو فرمایا یَا اَرْضُ خَلِّیْہِ یعنی اے زمین اس کو چھوڑ دے تب زمین نے اس کے گھوڑے کے پاؤں کو چھوڑا اور سراقہ اس طرح خلاص ہو کر واپس گیا اور اس کی جب بدخواہوں سے ملاقات ہوئی تو سراقہ نے وہی باتیں کیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کراع الغنم میں پہنچے تو وہاں کا سردار قوم بریدہ اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر اپنے ساتھ تقریباً سات سو آدمی لے کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کو آیا وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے ماہ ربیع الاول کی سولھویں تاریخ دوشنبہ کے روز قبا میں پہنچے اور قبا ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ کے قریب میں واقع ہے وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے

نتیجے میں بہت سے لوگ ایمان لائے اور چار روز وہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم رہے جب اہل مدینے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر پائی تو وہاں کے تمام سردار معہ اپنے اصحاب کے حضرت عمرؓ اور حضرت امیر حمزہؓ وغیرہ کے ہمراہ حضرت کے استقبال کو آئے غرض ربیع الاوّل کی بیسویں تاریخ بروز جمعہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں اترے اور پھر وہیں سے اشاعت اسلام و تبلیغ کے سلسلے کو جاری کیا گیا۔ ہجرت کے بیان کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان جنگ بدر الکبریٰ

ایک روایت میں آیا ہے کہ ہجرت کے بعد ایک برس تک جہاد کا اتفاق نہ ہوا، ہجرت کے دوسرے سال ہی بدر الکبریٰ واقع ہوئی اور ہجرت کے پانچویں سال میں بدر النصریٰ سے واقع ہوئی اور اسی طرح دس برس کے اندر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پچیس لڑائیاں کفاروں سے لڑنا پڑیں اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ستائیس اور بعد نزول اس آیت کے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ۔ ترجمہ: یعنی قتل کرو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ لیکن ان میں سے سات لڑائیوں میں یعنی جنگ بدر اور جنگ اُحد اور غزوہ خندق اور بنی قریظہ اور بنی مصطلق اور خیبر اور طائف میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وادی القریٰ اور غابہ اور بنی نضیر میں گئے تھے۔ ایسی ہی اور بچاس لڑائیاں ہوئیں ان میں صرف لشکر ہی کو آپ نے بھیجا اور خود تشریف فرما ہوئے اور اس مدت کے اندر آنحضرتؐ کو سوائے دعوت اسلام اور تعلیم احکام دین اور کافروں سے جہاد کرنے اور مسجد کے بنانے کے سوائے کوئی دوسرا کام نہ تھا یہاں تک کہ دین کمالیت کو پہنچا اور لڑائی بدر الکبریٰ کے ہونے کا یہ سبب تھا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ اپنے صحابہ کرا

مشرک سوداگر ابو سفیان اور عمرو بن العاص شام کی طرف سے آتے ہیں آپ اپنے صحابہ کرام کو بھیجیں تاکہ وہ ان سب کی ماریں اور مال غنیمت حاصل کریں اور ان سے کسی طرح کا خوف نہ کریں خدا کے فضل و کرم سے تم کو فتح و نصرت ہوگی آنحضرت نے صحابہؓ کو فرمایا اور ایک سو تیرہ مسلمان جمع ہوئے ان میں تیرہ آدمی گھوڑے کے سوار اور اسی آدمی شتر سوار اور باقی پیادہ تھے اور کسی کے پاس ہتھیار لڑائی کا نہ تھا مگر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک لاٹھی تھی۔ ان کافروں سے لڑنے کے واسطے جب چاہ بدر کے قریب پہنچے تو ان سوداگروں کو یہ احوال کسی طرح سے معلوم ہوگیا آخر انہوں نے یہ خبر مکے میں پہنچائی کہ محمد ابن عبداللہ نے جماعت کثیر سے کر ہماری راہ بند کی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارادہ تخت و تاراج کا رکھتے ہیں۔ پس ابو جہل نے یہ بات سن کر منادی کی کہ تمام اہل مکہ ایک ہزار ایک سو تیرہ سوار ہمراہ رکھتے ہیں پس ابو جہل ان سواروں کو لے کر خود لڑنے کو آیا۔ جبرائیل یہ خبر لے کر رسول اللہؐ کے پاس آئے کہ تم سے لڑنے کو ابو جہل کا اتنا بڑا لشکر آتا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے تمہاری ہی نصرت ہوگی اور وہ سب کے سب ذلیل و خائب و خاسر ہونگے جو لوگ مومن تھے یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور ادھر دوسرے دن ہی دونوں طرف سے لشکر جمع ہوئے اور جب ابو جہل نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو آنحضرتؐ کا لشکر بہت ہی تھوڑا معلوم ہوا اور اپنے لشکر کو دیکھا تو بہت بڑا معلوم ہوا۔ اس واسطے وہ خوش ہو کر کہنے لگا کہ میرے ساتھ اتنا لشکر ہے کہ ہم لوگ تو محمد ابن عبداللہ کے خدا سے بھی لڑ سکتے ہیں اور اس لشکر کے واسطے تو ہمارا لشکر تھوڑا سا کافی ہے جب یہ بات رسول اللہؐ کے کانوں تک پہنچی تو آپ اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اپنے خداوند قدوس سے التجائیں کرنے لگے کہ اے خدا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا فرما اور ہم کو اس جم غفیر لشکر پر فتح دے۔ پس ابو جہل سے عتبہ اور شیبہ اور ولید ابن مغیرہ جنگ گاہ میں آکھڑے ہوئے اور لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ ابن رواحہ اور عوف ابن حارثؓ اور مسعودؓ ابن حارث لڑائی میں آئے۔ تب لشکر ابو جہل کے لوگ حقارت سے کہنے لگے کہ اول نام اپنا بتاؤ۔ پیچھے ہم سے لڑو پھر ان تینوں مومنوں نے اپنا نام بتایا۔ پھر مشرکوں نے کہا کہ تم لوگ ہماری لڑائی کے قابل نہیں ہو واپس چلے جاؤ۔ اس کے بعد ایک نعرہ بلند ہوا کہ اے محمد ابن عبداللہ ہمارے مقابل میں ہمارا ہم سر بھیج پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ اور علی مرتضےؓ اور عبیدہؓ بن حارث کو بھیجا۔ پھر دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی حضرت حمزہؓ

نے ابو جہل کے لشکر سے شیبہ کا سر کاٹا اور علی مرتضیٰ نے مغیرہ کو مارا اور عتبہ نے حضرت عبیدہ رضہ کا پاؤں توڑا لیکن پھر بھی حضرت عبیدہؓ نے عتبہ مردود کو قتل کیا اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے تو آپ نے ان کو بہشت کی بشارت دی اور ان کے پیچھے سے مشرکوں نے تیر مار کر پانچ مومنوں کو شہید کر دیا۔ پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں آکر دعائے نصرت طلب فرمائی۔ تب خدا عزّ و جل نے ایک ہزار فرشتے بھیجے۔ انہوں نے آکر مشرکوں کو جہنم واصل کیا اور عبداللہ بن مسعودؓ نے جنگ گاہ میں ابو جہل کا سر کاٹا اور سجدۂ شکر بجا لائے اور اس دن بہت کافر مارے گئے اور بہت سے قید کر لیے گئے اور بہت سے شکست پا کر بھاگ گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس دن کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے مارنے کا قصد کیا تو خدا کے حکم سے اس دن خود بخود ان کافروں کے سر کٹ کر زمین پر گرے اور ان کافروں کی لاشوں کو خندق میں ڈال دیا گیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کنارے کھڑے ہو کر کہا کہ اے بدبختو! اقارب ہمارے تم ہی تھے۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھ کر متعجب ہو کر یہ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مقتولوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ مردے بات سنتے ہیں، لیکن وہ بول نہیں سکتے۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فتحیاب صحابہ کرام کے ہمراہ مدینہ منورّہ میں تشریف لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں سے صرف تیرہ آدمی شہید ہوئے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسیروں کو اپنے پاس بلایا عتبہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس کی تکلیفیں دی ہوئی یاد آ گئیں پھر آپ نے حضرت علی مرتضیٰ رضہ سے فرمایا کہ تم عتبہ کو قتل کرو اسی وقت علی مرتضیٰ رضہ نے عتبہ کی گردن اڑا دی اور وہ ہمیشہ کے لیے داخل جہنم ہوا۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ تھے کہ نام ان کا سودہ تھا قیدیوں کو قتل کے وقت کہا کہ تم اگر لڑائی میں مارے گئے ہوتے تو اس وقت اس خرابی سے

کیوں مارے جاتے ۔ یہ بات سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ پر غصہ ہوئے اور پھر ان کو طلاق دے دی۔ سودہ نے غمگین ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رض کو بہت ممنون اور سفارش اور عفو و تقصیر پر راضی کیا۔ چنانچہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش منظور کی اور حضرت سودہ رض کو پھر نکاح میں لائے۔ اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عباس سے جو کہ اس وقت اسیر ہو کر آئے تھے کہا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تم کو آزاد کر دوں گا۔ اس وقت حضرت عباس مسلمان ہو گئے اور اس طرح سے دولت ایمان ان کے ہاتھ لگی اور وہ جنت کے مستحق ہوئے۔ چنانچہ میں اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم

بیان احوال جنگ اُحد

ایک روایت میں آیا ہے کہ مشرکوں نے جنگ بدر کی ہزیمت کے بعد لڑائی کا سامان پھر تیار کیا اور اس وقت سردار قریش ابوسفیان تھے وہ کافر معہ جم غفیر و لشکر کثیر لے کر مدینہ کو بارادہ تاخت و تاراج آئے اور حضرت جبرائیل امین نے یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ فوج کفار کی مدینہ کے متصل آئی ہے۔ لہذا لشکر اسلام مسلح ہو کر ہمرکاب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے جبل اُحد پر آیا جو کہ مدینہ منورہ سے دو کوس کے فاصلے پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن زبیر کو ستر تن تیر انداز کے اسی کوہ پر لشکر وغیرہ کی حفاظت کو متعین کیا اتنے میں لشکر دونوں طرف سے صف کشیدہ ہوئے اول تیروں کا مینہ برسا پھر شمشیر و خنجر بجلی کی طرح چمکتے اور خون کے دریا بہاتے رہے۔ الغرض اسلامی فوج نے پروردگار کے فضل و کرم سے لشکر کفار پر فتح و نصرت پائی اور مشرکوں نے ہزیمت و شکست کھائی اور تقریباً ستر نگہبان کوہ احد کے باوجود ممانعت عبداللہ بن زبیر کے یہ دیکھ کر غنیمت لوٹنے کو دوڑے، کفار کی فوج موقعہ کو غنیمت جان کر اس پہاڑ

ہیں اور پھر لشکر اسلام مغلوب ہوا اور پھر اس مغلوبیت میں ستر آدمی شہید ہوئے اور کچھ زخمی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک بھی اسی جگہ پر ایک پتھر کی ضرب شدید سے شہید ہوئے اور آپ کے دہن مبارک سے خون بہا اور ایک صحابی اپنی پگڑی سے آپ کا لہو مبارک پونچھتے تھے۔ ابلیس لعین نے یہ حال دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ کر پکارا کہ اے لوگو! محمد ابن عبداللہ تو مقتول ہو گئے۔ یہ سن کر کافروں نے خوش ہو کر لشکر اسلام پر حملہ کیا۔ اس وقت بہت سے مسلمان مجروح ہوئے اور کتنے ہی شہید ہوئے اور چند لوگ غازی بنے اور بعضے بھاگے، اصحاب کبار وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر گیری کو آئے انہوں نے آکر دیکھا کہ آپ کا دندان مبارک شہید ہوا ہے اس عرصہ میں حضرت حمزہؓ اور دو اور اصحابؓ نے شہادت پائی اور کافروں نے اپنے ظلم و ستم سے ان کو مثلہ کیا یعنی ناک کان ہاتھ پاؤں کاٹے یہ دیکھ کر اصحاب کبار کی آتش خشم نے جوش مارا پھر فوراً اپنی فوج لے کر ٹوٹ پڑے اور مانند برق کے ان پر گرے اور نہایت جوشیلے فلک شگاف نعرے مار مار کر کفاروں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور حضرت علی شیر خدا نے حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھ کر کہا کہ اے چچا جان خدا کے حکم سے ستر آدمیوں کو تمہارے عوض مثلہ کروں گا یہ کہہ کر انہوں نے اپنے برق رفتار گھوڑے کو چمکایا اور اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر نعرہ بلند کیا۔ اور پھر اپنے گھوڑے کو برق کی طرح سے کفاروں پر ڈال دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی باگ حضرت ابن عباس پکڑے ہوئے تھے کہ فوراً جبرائیل نازل ہوئے اور انہوں نے آتے ہی کہا یا رسول اللہ فرشتے آپ کی مدد کو آتے اور کافروں کا سر تن سے جدا کرتے ہیں غرض لشکر اسلام نے فتح و کامیابی پائی پھر جناب رسول خدا نے سجدہ شکر ادا کیا اور اسی وقت علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ میں خوشخبری دینے کے بھیجا۔ ادھر تمام اہل مدینہ اور اہلبیت آوازۂ بدر سے گھبراتے تھے خبر ظفر و کامیابی کی سن کر شاد ہو گئے اور اس کے بعد آنحضرت نے بہت سے مسلمانوں کی لاشیں

بعد نماز جنازہ دفنائیں اور کچھ لاشوں کو مدینہ منورہ میں لے آئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑھیا نے اپنے بیٹے اور بھائی کو دیکھ کر کہا کہ اگر ہزار بیٹے اور بھائی ہوتے تو بھی آنحضرتؐ پر تصدق کرتی اور رسول مقبول اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے آپ نے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک آدمی اپنے مردوں کی تعزیت کرتا ہے آنحضرتؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کوئی ہوتا تو ان کی بھی تعزیت کرتا یہ فرمان سن کر سب مرد و زن نے اپنے مردوں کو چھوڑ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی بلکہ اب تک ملک عرب میں یہ رسم جاری ہے کہ کوئی بھی کسی مردے کی تعزیت کے واسطے آوے تو وہ پہلے تعزیت حضرت حمزہؓ ہی کی کرے گا اور بعد میں اس کی کرے گا جس کے واسطے وہ وہاں گیا ہے۔ اس واقعہ کو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بیان احوال جنگ بدر الصغریٰ

ایک روایت میں آیا ہے کہ جنگ اُحد کی لڑائی سے اگلے سال مکہ معظمہ میں بڑا قحط پڑا سب لوگ وہاں کے خراب و تباہ ہوئے پھر کافروں نے خوف اور ڈر سے آنحضرتؐ کے مل کر آپس میں تدبیر و مصلحت صلاح کی ٹھہرائی اور ایک قاصد بنام مسعود کو مدینہ منورہ میں بھیجا اس شخص نے اپنے مکر و فریب سے آنحضرتؐ کو ڈرایا کہ یا رسول اللہ گزشتہ سال باوجود کم جمعیتی کفار کے آپ کی فوج بہت ماری گئی اور اس سال تو ان کو روز جمعیت خوب ہے ہرگز آپ اس طرف کا قصد نہ فرماویں، لیکن آپ نے اس بات پر قطعًا عمل نہیں کیا اور آپ لشکر اسلام کو اپنے ہمراہ لے کر مکے کو جا کر محاصرہ میں لائے مگر کفاروں میں سے کوئی شخص لڑنے کو نہ آیا بلکہ بہت سے آدمی تو خفیہ طور پر آکر مسلمان ہو گئے پھر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو مراجعت فرمائی اور پھر سال آئندہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بقصد حج اور اپنے ہمراہ

شتر بہنے قربانی کے لے کر روانہ ہوئے یہ دیکھ کر اہل مکہ نے جمع ہو کر جنگ کا قصد کیا اور اس وقت تمام مسلمان احرام میں تھے ان کو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ اتفاقیہ قضاء الٰہی سے کفاروں کو لشکر اسلام دیکھ کر ایسا رعب غالب ہوا کہ وہ خود بخود بھاگ گئے۔ پھر ان کافروں نے دو قاصد ایک ابو مسعود ثقفی دوسرے اسمٰعیل بن عمرو کو بھیج کر حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ بارادہ حج تشریف لائے ہیں اور جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ تب وہ لوگ خوش ہو کر حرف صلح درمیان میں لائے اور انہوں نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ اس سال ہم قحط کے مارے ہوئے ہیں آپ کی خدمت بھی نہ ہو سکے گی اس واسطے یہ آرزو ہے کہ ابھی آپ ... پھر جائیں اور ایک تمنا صلح کی بھی ہے رسول خدا کو ان پر رحم آ گیا اور ان کی التماس قبول کر لی۔ پھر عہد و پیمان آشتی و صلح کا لکھا گیا۔ پھر پیغمبر خداؐ نے بیت الحرام کو ہدیہ اور تحفہ بھجوایا اور بہت سے مساکین لوگوں کو خیرات دی اور اپنے صحابیوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف تشریف فرما ہوئے۔

بیان احوال جنگ خیبر

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول خداؐ نے ساتویں سنہ ھ میں حج مبارک سے فارغ ہو کر جعفر طیار سے مژدہ مسلمان ہونے نجاشی کا سنا پھر خبر صلح پارس کی پہنچی۔ اس کے بعد آپ نے خیبر کی طرف بارادہ جہاد کوچ فرمایا اور مع لشکر وہاں پہنچے ادھر خیبر کے یہود بھی فوج کثیر لے کر مقابلہ کو آئے۔ جب لشکر دونوں طرف کا صف کشیدہ ہوا۔ تب ایک مرد مسلمان نے ساٹھ آدمی یہودی جہنم رسید کیے اور پھر اس نے شہادت پائی۔ پھر سرور عالمؐ نے حضرت علی مرتضیٰ کو بلوا کر حکم جنگ کا صادر فرمایا اور اس وقت حضرت علی کی آنکھوں میں شدید درد تھا۔ آنحضرتؐ نے ان کے واسطے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول فرمایا۔ آرام ہوتے ہی حضرت

علی مرتضیٰ اپنے تیز برق رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنی تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیکر میدانِ جنگ میں آ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ یہ سنتے ہی یہودیوں نے آپ پر شدید حملہ کیا شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ نے ایک ہی حملہ میں بہت سے کافروں کو فی النار و السقر کیا اس عرصے میں ایک یہودی پہلوان رستم زمان لاف مارتا ہوا آیا اور اس نے آتے ہی شیر خدا پر حملہ کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اس کو ایک ہاتھ ایسا مارا کہ آپ کی تلوار سے وہ گھوڑے سمیت دو ٹکڑے ہوا۔ کافروں نے یہ حال دیکھ کر ہزیمت اور شکست کھائی اور یہودیوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لی۔ پس اس وقت حضرت علی مرتضیٰ نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے دستہ خیبر کو پکڑ کر زور کرامت کا دکھایا تو تمام قلعہ میں لرزہ زلزلے کا سا پڑ گیا اور خدا کے حکم سے دروازہ اکھڑ کر حصار اور فصیل کے نیچے گرا پھر تو لشکر اسلام بھی قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہاں مال و دولت بہت کچھ ہاتھ آیا۔ اور بہت یہودی قتل ہوئے اور کثیر تعداد میں مرد و زن گرفتار ہو کر قید ہوئے اس میں سے ایک عالی خاندان بی بی آنحضرت ؐ کے نکاح میں آئی ان بی بی نے ایک خط مہری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے موقوفی خراج میں لکھوا کر اپنی قوم کو دیا۔ چنانچہ وہ خط ان کے پاس اب تک موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان وفات آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک روایت میں ہے کہ آٹھویں تاریخ ذوالحجہ خاتم الانبیاء نے اپنے تمام صحابہ کرام کے ساتھ عرفات میں دو رکعت نماز ادا کی اتنے میں حضرت جبرائیل یہ آخری آیت لے کر حاضر ہوئے قولہ تعالےٰ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ یعنی آج کے دن کامل کیا میں نے دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پھر میں راضی ہوا تمہارے دین اسلام سے جب یہ آیت نازل ہوئی تو سید المرسلین نے جان لیا کہ اب سفر آخرت میرا بالکل قریب آچکا ہے اسی واسطے آپ بعد فراغت حج بیت اللہ کے اپنے آباؤ اجداد کے مکانات

دیکھنے گئے اور پھر مدینے کی طرف روانہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ شاید دوسرے سال مکہ معظمہ میں آنا نہ ہوگا یہ فرمان سن کر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم گریہ وزاری میں مصروف ہوئے اور آنحضرت کو اسی مقام پر درد پیدا ہوا۔ چنانچہ تیرہ نمازیں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی اقتدا میں پڑھیں پھر مدینہ منورہ تشریف لائے الغرض ماہ صفر کو بروز بدھ کے میمونہ خاتون کے گھر میں جو کہ زوجہ آنحضرت کی تھیں، درد سر اور بخار شروع ہوا۔ شدت مرض کی وجہ سے سب ازواج مطہرات تیمارداری کے واسطے وہاں سے آنحضرت اہلبیت میں سے کسی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر عائشہ خاتون کے حجرے میں تشریف لائے اور اپنا سر مبارک ان کے زانو پر رکھ کر آپ نے آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا یا رسول اللہ بدن مبارک آپ کا بہت گرم ہے آپ نے فرمایا اے عائشہ تم سے مفارقت کا دن بالکل قریب آگیا ہے۔ حضرت عائشہ نے یہ سن کر آہ سرد دل پردرد سے بھری آپ نے فرمایا اے عائشہ تم صبر وشکر کرو کیونکہ موت کا شربت ہر ایک کو چکھنا ہے اور دوسرے دن جمعہ تھا۔ حضرت بلال سے اذان سن کر سید المرسلین نے چند صحابہ کرام کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں بوقت تمام پہنچ کر فرمایا مجھ میں بوجہ ضعف کے طاقت نہیں ہے لہذا میری اجازت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ امامت کے فرائض انجام دیں۔ یہ فرمان آپ کا سن کر تمام صحابہ کرام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کے فرمان سے امامت کرائی اور آپ نے ان کی اقتدا میں بدشواری نماز ادا کی اور پھر آپ نے چند امور کی وصیت فرمائی کہ اے میرے بھائیو میں نے وحی الٰہی کے موافق سب نیک وبد سے آگاہ کیا اب وقت میرا آخر آپہنچا ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نیک کاروبار کرتے رہنا اور اس کاروبار کو نہایت ہوشیاری سے بے بعد کرنا۔ تمام صحابہ کرام میں گریہ وزاری شروع ہوئی پھر ابوبکر صدیق نے دست بستہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آج کی رات ایک خواب میں دیکھا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دیکھا ہے کہ چادر عائشہ کے سر سے اڑ گئی۔ آنحضرت نے فرمایا تعبیر اس کی بیوہ ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے پیچھے حضرت عمر فاروقؓ

نے کہا یا رسول اللہ میں نے یہ خواب بھی دیکھا ہے کہ عدل میرا ٹوٹ گیا ہے ۔ آنحضرت
نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ وہ عدل میں ہوں ۔ پھر حضرت عثمان غنی نے کہا یا رسول اللہ
میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک ورق قرآن شریف سے ہوا پر اڑ گیا ۔ ہے فرمایا آپ
کے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ عثمان ورق قرآن مجید کا عبارت میری روح سے ہے
اور تن سے مراد ہوا ہوگی ۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا میں نے ایک خواب
دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ میری ڈھال ٹوٹ گئی ۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا سپر تیری
میں تھا اور اس کا ٹوٹنا میرا اس دار فانی سے جانا ہے اس کے بعد حسین نے کہا
یا جدی ہم نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت بزرگ گر پڑا آپ نے اس خواب
کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ اے میرے فرزند وہ درخت میں ہوں کیونکہ میں اس جہان
سے جاؤں ۔ اس کے بعد حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ میں نے یہ خواب
دیکھا کہ میرے گھر کا ستون گر پڑا ہے ۔ آپ نے اس کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ اے
عائشہ جو عورت یہ خواب دیکھے تو مستقبل قریب میں اس کا شوہر ہی مر جاتا
ہے اس وقت صحابہ کرام اور تمام بیبیاں اور سارے اہلبیت زار زار رونے
بہت ہی پریشان و مضطرب و بیقرار ہوئے ۔ پھر رسول خدا نے فرمایا اے
میرے صحابیو بیماری کی شدت مجھ پر بہت ہے آپ لوگ بلال سے کہو کہ وہ
سارے مدینہ میں اعلان کر دیں کہ صرف دو روز رسول خدا کے باقی ہیں اور ساتھ ہی
یہ بھی کہہ دیں کہ جس شخص کو دعویٰ کسی قسم کا مجھ پر ہو وہ آکر مجھ سے وصول کر لے
اور اپنا حق قیامت کے دن پر موقوف نہ رکھے ۔ الغرض ایک مرد عکاشہ نامی نے
دعویٰ تازیانے کا کیا اور کہا یا رسول اللہ جنگ اُحد میں آپ کے ہاتھ سے میری پیٹھ پر
کوڑا لگا تھا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس کا عوض مجھے مل جائے ، چنانچہ یہ سن کر آنحضرت
نے اپنے گھر میں سے وہ کوڑا جو کہ سات سیر وزن کا تھا منگوایا اور تمام لوگوں کو عکاشہ
کے بدلہ لینے کا معلوم ہوا تو ہر ایک صحابہ کبار وغیرہ اسے کہتے تھے کہ اے عکاشہ
آنحضرتؐ کے بدلے ہمارے بدن پر دس دس بیس بیس چالیس چالیس کوڑے مارلے اور

چونکہ آنحضرتؐ اس وقت شدید بیماری میں مبتلا ہیں ان سے درگزر کر دے لیکن وہ
کسی طرح سے راضی نہ ہوا چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا عکاشہ کوڑا اپنے ہاتھ میں
لیا اور پھر کہا کہ حضور اکرمؐ میں نے تو ننگی پیٹھ پر کوڑا کھایا تھا اور آپ کپڑے پہنے
ہوئے ہیں۔ پیغمبر خداؐ نے اپنا پیراہن اتار دیا اور موجودہ حاضرین اس وقت
زار و قطار رو تے تھے اور اپنی زبان سے کہتے جاتے تھے ؂

عکاشہ تو نے آخر بات ہم سب کی نہیں مانی　　　چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

چنانچہ عکاشہ پشت مبارک کے قریب آکھڑا ہوا اور پھر اس نے اپنی آنکھوں
سے زیارت کی فوراً اس نے بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا۔ پھر کوڑا ہاتھ سے
پھینک کر آپ کے قدم مبارک پر گرا اور کہنے لگا اے سید المرسلین مجھ کمینے کو طاقت
ہے کہ آپ کے غلاموں کی پشت تک بھی کوڑا لے جاسکوں میں کمینہ نالائق آپ کی
درگاہ کا ہوں میری پیٹھ پر جس روز تازیانہ لگا تھا میں نے اسی روز بخش دیا تھا۔ اب
تو غرض میری یہی تھی کہ میں اس حیلہ سازی سے مہر نبوت کی زیارت کروں اور
پھر آتش دوزخ سے بے فکر رہوں۔ رسول خداؐ نے فرمایا اے عکاشہ زہے نصیب
تیرے کہ آگ دوزخ کی تجھ پر حرام ہوگئی۔ پھر ربیع الاول دوسری تاریخ پیر کے روز
اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو فرمایا کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں جا کر ادب سے کھڑے رہنا
اور بے اجازت ان کی جان قبض نہ کرنا۔ چنانچہ ملک الموت نے اعرابی کی صورت بن کر
آنحضرتؐ کے دروازے پر آواز دی کہ میں اندر آنے کے واسطے حکم چاہتا ہوں
اگرچہ ادب سے آواز آہستہ تھی تو بھی سب مکان گونج گئے۔ اس وقت حضرت
فاطمہ نے کہا کہ اے اعرابی اس وقت آنحضرتؐ پر بیہوشی طاری ہے اور تکلیف
سے بے چین ہیں لیکن اس نے نہ سنا اور وہ بار بار پکارتا رہا۔ جب آنحضرتؐ
کے کان مبارک میں آواز پہنچی تو آپ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور پوچھا اے
فاطمہ کیا ہے، عرض کی یا رسول اللہ ایک اعرابی اپنے ہاتھ میں تلوار لیے دروازہ پر کھڑا
ہے اور گھر میں آنے کی اجازت چاہتا ہے اس سے ہر چند کہتی ہوں مگر وہ واپس نہیں

جانا یہ سن کر رسول خدا نے فرمایا اے فاطمہ وہ اعرابی نہیں ہے کہ وہ چلا جاوے
بلکہ یہ شخص وہ ہے کہ عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنائے تو تم اس کو اندر
بلالو۔ پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور نہایت مؤدبانہ طور سے کھڑا ہوا
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے میرے برادر عزرائیل تم میری زیارت کو آئے ہو یا میری
جان قبض کرنے انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ میں تو آپ کی جان قبض کرنے کو آیا ہوں
مگر آپ کے حکم سے آپ کی جان قبض کرنے کو آیا ہوں۔ مگر آپ کے حکم سے
آپ کی جان قبض کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ابھی ٹھہرو حضرت جبرائیل ابھی آویں
گے چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں حضرت جبرائیل آگئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ
اے اخی جبرائیل فرمان الہی تھا کہ میری عمر نوّے برس کی ہوگی اور ابھی تو میری عمر
کے صرف تریسٹھ ہی برس گزرے ہیں۔ یہ سن کر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ کے
ستائیس برس معراج میں گزرے اور کہا حکم الہی یوں بھی ہے کہ اگر آپ دنیا میں رہنا
منظور کریں تو جتنی عمر چاہیں عنایت کردوں پھر آنحضرتؐ نے پوچھا مرضی الہی
کس میں ہے انہوں نے کہا مرضی الہی تو آپ کو جنت میں بلانے کی ہے کیونکہ دوزخ
کی آگ سرد کی گئی ہے اور آپ کے واسطے جنت کو آراستہ کیا گیا ہے اور وہاں کے
حور و غلمان آپ کے منتظر ہیں وہ تمام اپنا بناؤ سنگھار کر کے مستعد خدمت کے
تیار ہیں یہ سن کر رسول خداؐ نے فرمایا میں بھی راضی برضائے مولا ہوں۔ پھر فرمایا اخی جبرائیل
میرے جانے کے بعد تم اس دنیا میں آؤ گے یا نہیں حضرت جبرائیل نے کہا یا
رسول اللہ آپ کے بعد دس بار اور دنیا میں آؤں گا کہ ہر ایک بار ایک چیز دنیا سے
لے جاؤں گا آنحضرت نے پوچھا وہ کیا کیا چیزیں ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا یا
رسول اللہ اوّل بار تو ہر گوہر صبر دنیا سے لے جاؤں گا اور دوسری بار گوہر شرم اور
تیسری بار گوہر محبت اور چوتھی بار گوہر عدل اور پانچویں گوہر برکت اور چھٹی بار گوہر
سخاوت اور ساتویں بار گوہر صداقت اور آٹھویں بار گوہر جلال اور نویں بار
گوہر علم اور دسویں بار برکت قرآن مجید کو لے جاؤں گا۔ بس یہ چیزیں دس ہیں۔

آپ کے بعد لینے آؤں گا پھر اس کے بعد آثار قیامت ظاہر ہوں گے اور اسرافیل صور پھونکیں گے پھر آنحضرت ؐ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ میرے بعد میری امت کا کیسا حال ہوگا۔ حضرت جبرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ اپنی امت کو میرے ذمے سونپ دو اور پھر میں بروز قیامت اس کو واپس کر دوں گا۔ پھر آپ نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ غسل میّت میری کا کون دیوے گا اور کفن کون پہنائے گا اور نماز جنازہ کون پڑھائے گا اور میں کہاں دفنایا جاؤں گا یہ سن کر جبرائیل دربار الٰہی میں گئے اور پھر وہاں سے واپس آئے اور آکر بولے کہ اللہ تعالیٰ کا یوں فرمان ہوا ہے کہ ابوبکر امامت کریں اور حضرت علی مرتضیٰ غسل دیں اور کفن پہنائیں اور آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن ہو کر آرام فرمائیں پھر اس کے بعد آنحضرت ؐ نے وصیّت فرمائی کہ اے میرے صحابیو! حلال و حرام میں فرق جاننا اور اپنے مال کی زکوٰۃ دینا اور فقیروں کو ان کے حق سے محروم مت کرنا اور زن و فرزند، یتیم و ہمسایہ پر شفقت کرنا اور ان کو کسی طرح سے تکلیف نہ دینا اور اس وقت سب حاضرین مجلس کا غم سے عجب حال تھا اور مانند نقش دیوار ہو گئے تھے۔ خصوصاً حضرت فاطمہ رضؓ ان کو آنحضرت ؐ نے فرمایا اے جگر گوشہ میری رنج نہ کرنا۔ کیونکہ بعد چھ ماہ کے تم بھی میرے پاس آجاؤ گی۔ اس وقت خاتون جنّت کو تسکین ہوئی۔ پھر حضرت پیغمبر خداؐ نے ایک آہ بھری اور فرمایا اے ملک الموت مجھ کو ایذا پہنچی میں نے جانا کہ ایک پہاڑ میری چھاتی پر آپڑا ہے اور پھر فرمایا کہ میری اُمّت کو بھی ایسی ہی تکلیف ہوگی۔ عزرائیل نے کہا یا رسول اللہ ؐ میں آپ کی روح مبارک بہت آسانی سے قبض کر رہا ہوں پھر آنحضرت ؐ نے فرمایا اے عزرائیل جتنی سختی اور تکلیف جان کنی کے عالم میں ہے وہ تو مجھے ہی دیدے لیکن میری امت کو جان قبض کرنے کے وقت ذرا ایذا نہ دینا کیونکہ وہ بہت ہی ضعیف و کمزور ہے تب ملک الموت نے عہد کیا کہ جو کوئی آپ کی امت میں سے بعد نماز فریضہ کے آیۃ الکرسی پڑھے گا اس

کی جان ایسی آسانی سے قبض کروں گا جیسے سوئے ہوئے بچے کے منہ سے ماں اس کی چھاتی نکال لیتی ہے اور اس بچے کو اس کی خبر نہیں ہوتی پھر حضرت خاتم النبیین نے آخری وصیت یہ کی کہ اے میرے صحابیو! بدی اور گناہ کے کام مت کرنا اور اپنا آئینہ سینہ کو زنگ کینہ سے پاک رکھنا اس کے بعد صحابہ کرام نے مؤدبانہ التماس کرتے کرتے ہوئے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کب آوے گی۔ آنحضرتؐ اس کا جواب کچھ نہ دیا مگر اشارہ کے واسطے اپنی شہادت کی انگلی کو اٹھایا کہ بعد ایک برس کے کوئی سمجھا بعد ایک ہزار برس کے اور کچھ لوگوں نے کہا یہ حال تو معبود برحق ہی جانتا ہے کسی کو کچھ خبر نہیں۔ بس اتنے میں آنحضرت نے اپنی جان مبارک بحق تسلیم کی اور تمام حاضرین نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اسی دم تمام صحابہ اور اہل بیت وغیرہ کی جو غم سے کیفیت طاری ہوئی کیا ممکن کہ وہ بیان تحریر میں لاسکوں اور کئی روز تک تمام صحابہ کرام پر عالم بیہوشی رہا۔ بہرصورت اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق کے فرمانے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا اور کفن پہنایا اور جنازہ رسول اکرمؐ کا تیار ہوا۔ ملک ملک کے آدمیوں نے آنحضرتؐ کی نماز جنازہ ادا کی اور زمین و آسمان کے فرشتوں نے بھی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا۔ اور بموافق وصیت آنحضرتؐ کے امامت اور خلافت ابوبکر رضؓ کو پہنچی۔

چند اشعار برائے تعزیت

دفن جس دم کہ زمیں میں شہ لولاک ہوا	رتبہ روئے زمیں غیرت افلاک ہوا
غم ہوا سب کو یہاں اور خلد میں آئی شادی	حور و غلماں نے دی مل کر مبارک بادی
یہ لے جا اے دل سے ہو غلام نبیؐ	بر آویں کام تیرے سب طفیل نام نبیؐ
اس مرے دل غم کا زبس چاک چاک ہے	جانا فقر و سب کے تئیں زیر خاک ہے
زباں خامہ کراب بند ہے تو اول کلام	خدا کے فضل و کرم سے ہوئی کتاب تمام

بیان فضیلت حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عابد اور زاہد، عارف اور خائف تھے۔ ریاضت
مجاہدہ و خلوت و مشاہدات کا خارج از بیان ہے۔ ان کے احوال عبادت کا تو یہ حال ہے کہ
حماد بن سلیمان کہتے ہیں کہ وہ تمام رات عبادت الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے، ایک روایت
میں ہے کہ اول نصف شب وہ جاگتے تھے۔ ایک روز راہ میں تشریف لیے جا رہے تھے۔
اچانک ایک آدمی نے کہا یہ شخص تمام رات عبادت الٰہی کیا کرتا ہے بعد اس کے وہ تمام رات
عبادت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ لوگ میری توصیف
بیان کریں جو مجھ میں نہ ہو اور ان کے احوال زہد کی یہ کیفیت تھی کہ ایک روایت ہے ربیع
بن عاصم سے کہ بلایا میرے تئیں یزید بن عمر بن ہبیرہ نے پس میں ابو حنیفہ کو لے گیا پس یزید
بن ہبیرہ ان کو بیت المال سونپنے لگے لیکن ابو حنیفہ نے انکار کیا۔ اس شخص نے تقریباً
بیس چابک مارے پس آپ نظر کریں کہ کس طرح وہ ولایت سے بھاگے اور چند اصحاب
رسول خدا کو آپ نے دیکھا ہے چنانچہ انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ اور واثلہ بن
الاسقع سے نقل ہے کہ عبداللہ بن مبارک کے روبرو کسی نے ابو حنیفہ کو برائی کے
ساتھ ذکر کیا۔ اس وقت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ تم ذکر ایسے شخص کا کرتے ہو کہ تمام
دنیا اس کی طرف متوجہ ہے اور وہ شخص دنیا سے بھاگتا ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ جب روضۂ مقدس مطہر پر جناب رسول خدا کے حاضر ہوئے تو آپ نے
سب سے پہلے کہا اسلام علیکم یا سید المرسلین اور آپ جواب سے بھی مشرف ہوئے
اور آواز آئی کہ وعلیک السلام یا امام المسلمین محمد بن شجاع سے ایک روایت ہے کہ
امیر المومنین ابو جعفر عباسی نے دس ہزار درہم حضرت ابو حنیفہ کے پاس بھیجے
ان کو لے کر اپنے بیٹے سے کہا کہ تم ان درہموں کو رکھ چھوڑو۔ اور جب میں مر جاؤں
تو یہ درہم واپس کر دینا اور ان سے کہنا کہ یہ وہی تمہاری ودیعت ہے جو آپ نے
حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس چھوڑی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو خلیفہ نے

ولایت قضا دینے کے واسطے بلایا تو آپ نے فرمایا کہ میں لائق قضا کے نہیں ہوں اس نے پوچھا کہ آپ نے یہ کس واسطے فرمایا تو آپ نے اس سے کہا کہ اگر یہ بات میری سچی ہے ——— تو میں قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر یہ سچ نہیں ہے تو جھوٹا بھی قاضی ہونے کے لائق نہیں ہے ایک روایت شریک نخعی سے ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کثیر السکوت تھے۔ اور بہت کم سخن فرمایا کرتے تھے۔ جب زیادہ ضروریات ہوتی تو آپ گفتگو فرمایا کرتے ورنہ خاموش اور سکوت فرمایا کرتے۔

بیان فضیلت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر و عبادت ان کا یہ تھا کہ وہ رات کو تین حصوں پر تقسیم کرتے تھے ایک حصہ میں علم تدریس کی تکرار وغیرہ رہتی تھی۔ اور ایک ثلث میں نماز پڑھتے تھے اور ایک ثلث میں آپ آرام کیا کرتے تھے اور حضرت ربیع سے ایک روایت ہے کہ حضرت امام شافعی رمضان المبارک میں سات قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ اور یہ ساتوں مرتبہ کا پڑھنا قرآن مجید کا نماز میں ہوتا تھا۔ حسین ترابی سے ایک روایت ہے کہ میں کئی رات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا تو میں نے دیکھا کہ وہ بقدر ثلث شب کے نماز پڑھتے تھے۔ کبھی آپ پچاس آیتیں اور کبھی سو آیتیں پڑھتے تھے اور جب آپ آیات رحمت پر پہنچتے تو سوال کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کا واسطے اپنے رب اور سب مسلمانوں کے واسطے بھی اور جب گزرتے آیات عذاب سے تو اس جگہ نجات چاہتے تھے اپنے واسطے بھی اور جمیع مومنین کے واسطے بھی گویا رجا اور خوف ان کی ذات شریف میں جمع تھا اور فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ نے دس برس کی عمر سے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ اس واسطے کہ غذا میرے بدن کو ثقل کرتی ہے اور دل کو سخت کرتی ہے اور ذہنی سمجھ بوجھ کو زائل کرتی ہے اور نیند کو بڑھاتی ہے۔ اور

عبادت الٰہی سے، باز رکھتی ہے پس غور کیجئے کہ شکم سیر ہونے میں کتنی خرابیاں ہیں اور کم کھانے میں کتنی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام شافعیؒ نے کہا کہ نہیں قسم کھائی میں نے کبھی نہ سچی اور نہ جھوٹی پس نظر کیجئے ان کی حرمت وتوقیر پر کہ ان کے نزدیک خداوند قدوس کا کیا مرتبہ تھا اور یہ دلیل ہے کہ ان کے کمال پر ہوان کو جلال الٰہی سے حاصل ہوا تھا۔ حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کے واسطے پس آپ نے اس سے سکوت فرمایا۔ کچھ دیر بعد اس شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ جواب کس واسطے نہیں دیتے آپ نے اس سے کہا کہ میں سوچتا ہوں کہ میری فضیلت میرے سکوت میں ہے یا جواب دینے میں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ آپ کس وجہ سے محافظت زبان کی کیا کرتے تھے اور سکوت ان کا باعث فضیلت اور طلب ثواب تھا۔ ایک روایت حضرت امام شافعیؒ سے ہے کہ ایک حکیم نے دوسرے حکیم کو لکھا کہ جب تجھ کو علم ملا تو اس کو آلودہ مت کر گناہوں کی ظلمت سے ورنہ تو پل صراط کی تاریکی میں حیرت زدہ رہے گا اور اہل علم کے نور سے گزر جائیں گے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دعویٰ حب دنیا اور حب خالق کا ایک دل میں رکھے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے۔ حضرت حمید سے روایت ہے کہ امام شافعیؒ بعض والیان ملک کے ساتھ یمن کی طرف تشریف لے جاتے تھے، وہاں سے دس ہزار درم لے کر مکے میں تشریف لائے تھے آپ نے مکے سے باہر ایک خیمہ استادہ کیا اور شام تک وہ سب درہم تقسیم فرما دیئے ایک بار آپ حمام کو مال کثیر دے کر تشریف لے گئے ایک روز سواری پر آپ کے ہاتھ سے چابک زمین پر گر پڑا ایک شخص نے فوراً اٹھا کر آپ کو دیا آپ نے اس کو اسی وقت پچاس دینار کا انعام دیا۔ اور سخاوت آپ کی بیان تحریر سے باہر ہے اور یہ سخاوت آپ کی زہد پر دلیل ثابت کرتی ہے اس واسطے کہ محب دنیا دولت کا امساک کرتا ہے اور زاہد پاکباز دنیا کی تفرقی سے اپنے دل کو پاک کرتا ہے اس کی نظر میں دنیا حقیر شے کے مانند ہے درحقیقت ایسا ہی شخص زاہد و پاکباز ہوتا ہے اور

شدتِ خوفِ خدا اس درجے پر تھی کہ سفیان بن عیینہ نے ایک روز حدیث شریف خوف دلانے والی پڑھی اس کے سنتے ہی حضرت امام شافعیؒ کو غش آگیا لوگوں نے سفیان سے عرض کی کہ اس حدیث نے محمد بن ادریس کی جان قبض کی ہے فرمایا اگر سچ ہے تو افضل زمانہ میرا ہے عبداللہ بن محمد سے روایت ہے کہ میں بغداد میں نہر کے کنارے وضو کرتا تھا اور اس وقت امام شافعیؒ عراق سے تشریف لائے اور فرمایا اے غلام پورے طور سے وضو کر اپنا تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے عقبیٰ میں نیکی کرے اور تجھ کو اپنا پسندیدہ بنا لے، چنانچہ میں وضو سے بافراغت ہو کر جلدی سے آپ کے پیچھے گیا پھر انہوں نے میری طرف التفات کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھ کو کچھ حاجت ہے میں اس کے جواب میں عرض کیا کہ تم مجھ کو سکھاؤ وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سکھایا حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا جان تو جو کوئی سچ بولے گا یقیناً سخاوت پائے گا اور جو کوئی اپنے دین میں ڈریگا وہ ہلاکت سے سلامتی میں رہے گا اور جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی اس کا دین کامل ہوگا ایک جو دوسرے کو امر نیک بتائے اور پھر اس پر آپ بھی عمل پیرا ہو، دوسرے وہ جو کار بد سے منع کرے اور آپ بھی اس کار بد سے باز رہے تیسرے حدود اللہ کی حفاظت کرے یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا رہا وہ سخاوت نہ پائے گا۔ کسی نے امام شافعیؒ سے پوچھا ریا کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ریا بذاتِ خود فتنہ ہے کہ خواہشِ نفسانی نے علماء کے دلوں پر اور ان کی آنکھوں پر گرہ باندھی ہے اسی وجہ سے وہ نفس کی بدی اور گناہ کا خیال کرتے ہیں اور اسی واسطے وہ اپنے اعمال کا ابطال کرتے ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جو شخص اپنے تئیں نگاہ رکھے اس کو علم کوئی نفع نہ دے گا اور جو کوئی علم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریگا تو اس پر اسرار الٰہی کھلیں گے اور امام غزالیؒ نے یہ سب احوال لکھ کر فرمایا کہ خلوص نیت امام شافعی کی اور بے ریائی ان کی اس درجے پر تھی کہ فرماتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ لوگ میرے علم سے متمتع ہوں اور میری طرف وہ علم منسوب نہ ہو پس غور کیجئے کہ آفت علم اور طلب شہرت اور اسم سے اس درجہ نفرت تھی کہ سوائے وجہ اللہ کے دوسری طرف التفات ہی نہ تھا اور اسی قسم کی ایک روایت اور بھی ہے کہ امام شافعیؒ

نے فرمایا کہ میں نے کسی علمی بحث میں کبھی تکرار نہیں کی مگر اس وجہ سے تکرار کرتا تھا کہ خطا سے محفوظ ہو جاؤں اور تمنا یہ ہوتی تھی کہ اس نیک کام کے کرنے کی توفیق خداوند قدوس عنایت فرمائے اور یہ چاہتا تھا کہ اس تکرار سے حق ظاہر ہو جائے گا خواہ میری زبان سے ادا ہو یا دوسرے کی زبان سے اور جو شخص کہ بروقت مناظرہ کے حق بات کو مجھ سے قبول کرتا تھا تو اس کی ہیبت میرے دل میں آتی تھی اور میں اس کا معتقد ہوتا تھا اور جو کوئی تکابر کرتا تھا یعنی واسطے حق چھپانے کے حجتیں کرتا وہ میری نظروں میں حقیر ہو جاتا تھا۔ اور ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ سے ہے کہ میں چالیس برس سے نماز کے بعد امام شافعیؒ کے واسطے دعا مانگتا ہوں اور ایک روز ان کے بیٹے نے کہا کہ اے ابا جان امام شافعیؒ کون ہیں جس کے واسطے تم ہمیشہ دعا کرتے ہو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اے بیٹے میرے وہ امام شافعیؒ دنیا کا استاد تھا اور اس کے دل میں عافیت خلق کی ہر وقت موجزن رہتی تھی اور نہیں ہے کوئی شخص دنیا میں دوات قلم واسطے قلم کے چھوڑے گا مگر امام شافعیؒ کی سنت اس کی گردن پر ہوگی۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل بذات خود تین لاکھ حدیث کے حافظ تھے باوجود اس فضائل کے پھر بھی امام شافعیؒ کے شاگرد ہوئے میں نے تو نہایت مختصر احوال امام شافعیؒ لکھا ہے ورنہ مناقب شافعیؒ کیا۔

بیان فضیلت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم میں نہایت ہی مبالغہ سے کام لیتے تھے اور جب آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھانے کو بیٹھتے تھے تو وضو کر کے خوشبو لگا کر کمال وقار سے اور نہایت شان و شوکت سے بیٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کروں نیز فرماتے تھے کہ علم ایک نور ہے اور اللہ تعالیٰ جہاں مناسب خیال کرتا ہے اس کو عنایت فرماتا ہے اور انصاف بھی ان کا مسائل میں ایسا تھا کہ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ میں امام مالک کے پاس حاضر تھا کہ کسی شخص نے ان سے اٹھائیس مسئلے پوچھے تو انہوں نے بتیس مسئلوں میں

فرمایا کہ لا ادری یعنی میں نہیں جانتا۔ جس شخص کو للّٰہیت نہیں ہوتی اس کا نفس کب قبول
کرتا ہے جو اقرار کرے کہ میں نہیں جانتا اس واسطے فرمایا امام شافعیؒ نے کہ جس وقت
ذکر کیا جائے علماء کا پس امام مالکؒ ان میں مانند نجم کے ہیں اور نہیں ہے کسی کا احسان
مجھ پر زیادہ امام مالکؒ سے اور زہد بھی ان کا اس درجے پر تھا کہ امیر المومنین مہدی
نے ان سے پوچھا کہ تمہارا گھر اپنا ہے فرمایا نہیں لیکن میں نے ربیع بن عبدالرحمٰن
سے سنا ہے کہ فرماتے تھے نسبت آدمی کی اس کا گھر ہے۔ ہارون رشید نے پوچھا
کہ تمہارا گھر اپنا ہے فرمایا نہیں پس اس نے ان کو ایک ہزار دینار دیئے اور فرمایا کہ اس
سے گھر خرید و لیکن امام مالک نے وہ دینار خرچ نہ کئے ویسے ہی رکھ دیئے جب
ہارون رشید نے ارادہ مدینے سے جانے کا کیا تب امام مالکؒ سے کہا کہ تم ہمارے
ساتھ چلو میں لوگوں سے تمہاری کتاب مؤطا پر عمل کراؤں گا جس طرح کہ حضرت عثمانؓ
نے اپنے صحیح کئے ہوئے قرآن مجید پر عمل کرایا اور دوسروں کے لکھے ہوئے
موقوف کر دیئے حضرت امام مالکؒ نے کہا کہ مؤطا پر عمل کروانے کی تو کوئی سبیل
نہیں ہے اس واسطے کہ اصحاب رسولؐ کے ملکوں میں متفرق ہو گئے اور انہوں نے
احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات میں بھرپور حصہ لیا ہے اور تمام اہل شہر
کے پاس علم موجود ہے اور رسول خدا نے فرمایا کہ مدینہ بہتر ہے واسطے لوگوں کے اگر وہ
جانیں اس کی قدر و منزلت کو اور مدینہ میں یہ خاصیت ہے کہ آدمی کی خباثت کو ایسا نکالتا
ہے جیسے بھٹی میں لوہے کا میل کچیل نکل جاتا ہے اور وہ جو آپ کے دینار ہیں سو وہ حاضر موجود
ہیں اگر مزاج چاہے تو اس کو لے جاؤ یا پھر اس کو چھوڑ جاؤ تو مدینہ منورہ کی مفارقت مجھ کو تکلیف
دیتا ہے بسبب اس مال کے اور میں مدینۃ الرسول پر کسی چیز کو اختیار نہ کروں گا۔ ایک روایت میں
ہے کہ جب ان کا علم دنیا میں منتشر ہوا تو ہر طرف سے لوگ مال کثیر بھیجتے تھے اور امام مالکؒ
ان سب چیزوں کو خیر کے کاموں میں صرف کیا کرتے تھے اور امام فرماتے تھے کہ نہ ہونا مال
کا زہد نہیں ہے بلکہ زہد کو فارغ کرنا قلب کا ہے اور محبت مال سے اس واسطے حضرت سلیمانؑ
باوجود اس سلطنت ہفت اقلیم کے زاہد تھے۔ امام شافعیؒ سے نقل ہے کہ میں نے دروازہ

پر امام مالک کے خراسان کے گھوڑے اور مصر کے خچر دیکھے کہ ان سے بہتر پھر کہیں نہیں دیکھے تھے میں نے امام مالکؒ سے کہا کہ یہ کیا خوب ہیں۔ امام مالکؒ نے کہا کہ یہ سب میری طرف سے آپکو ہدیہ ہیں پھر میں نے کہا کہ آپ اپنی سواری کے واسطے رکھ لیجئے کہنے لگے کہ میں شرماتا ہوں خداوند قدوس سے کہ میں پامال کروں حوالے سے اس خاک کو کہ جس جگہ قدم مبارک رسول اکرمؐ کا اس پر پڑا۔ نقل ہے کہ ایک روز ہارون رشید نے کہا کہ تم ہمارے یہاں آیا کرو تاکہ ہمارے لڑکے تم سے تمہاری کتاب مؤطا پڑھیں یہ سن کر امام مالکؒ نے کہا کہ اعزک اللہ امیر یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے پس اگر تم عزت دو گے تو عزیز ہوگا اور تم ذلت دو گے تو ذلیل ہوگا۔ اور علم آپ کا کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ علم کے پاس سب آتے ہیں یہ سن کر ہارون رشید نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر اپنے بیٹوں سے کہا کل سے تم بھی مسجد میں دیگر لوگوں کی طرح سے جایا کرو۔

بیان فضیلت حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا

کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ بشیر حافیؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل میں ایسی خصلت ہے جو مجھ میں نہیں ہے کہ وہ وجہ حلال کھاتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلاتے ہیں سری سقطیؒ سے مروی ہے۔ سری سقطیؒ سے مروی ہے کہ معتزلہ نے حاکم کوفہ کو ورغلا کر امام احمد بن حنبلؒ کو پکڑوا منگایا تاکہ ان سے قرآن مجید کو مخلوق کہلوائیں۔ چنانچہ امام موصوفؒ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ہزار تازیانے مارے تاکہ وہ اس ناقابل برداشت کو دیکھ کر قرآن مجید کو مخلوق کہیں لیکن انہوں نے ہمیشہ اور ہر وقت یہی کہا کہ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے میں کس طرح اس کو مخلوق خدا کہوں اسی حالت میں آپ کا ازار بند کھل گیا ہاتھ تو بندھے ہوئے تھے مگر غیب سے ایک ہاتھ پیدا ہوا۔ اور اس نے آپ کا ازار باندھ دیا۔ جب یہ حال کرامت دیکھی تو پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ کہتے ہیں کہ اسی ضرب شدید کی وجہ سے اور اسی صدمہ سے آپ کی وفات ہوئی۔ نقل ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کسی نہر میں وضو کرتا تھا۔ اس شخص نے اپنے جی میں کہا کہ شاید امام احمد بن حنبلؒ کو یہاں

میرے وضو کرنے سے کراہت آئے اس لیے اُٹھ کر امام احمد بن حنبل کے قریب زبردست بیٹھ کر اپنا وضو کیا۔ جب وہ مر گیا تو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا اس نے کہا اے یار کوئی سبب میری نجات کا نہ تھا لیکن یہی ایک روز میں نے احمد بن حنبل کی حرکت ودفع کراہیت کے باعث زبردست بیٹھ کر وضو کیا وہی سبب میری رستگاری کا ہوا کہتے ہیں کہ آپ بغداد میں رہتے تھے مگر آپ نے روٹی بغداد کی کبھی نہ کھائی اس واسطے کہ بغداد کو امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے غازیوں کے واسطے وقف کیا تھا۔ آپ ہر روز موصل سے روٹی منگا کر کھاتے تھے ایک بیٹا ان کا جس کا نام صالح تھا وہ ایک سال اصفہان میں قاضی کے عہدے پر رہا تھا۔ زہد و اصلاح آراستہ و بہ تقویٰ و صلاح پیراستہ صائم الدہر قائم اللیل تھے ایک دن سامنے روٹی رکھی ہوئی دیکھ کر امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ آج کی روٹی لذت جیسی نہیں ہے اس کا کیا سبب ہے کیونکہ روٹی کی وضع بدلی ہوئی ہے خادم نے کہا کہ آج کا خمیر آپ کے فرزند صالح کے گھر سے لائے تھے۔ فرمایا کہ وہ قاضی تھا۔ اس کے یہاں خمیر میں نہ کھاؤں گا۔ لہٰذا اس روٹی کو دروازے پر رکھو اور جو سائل آوے اس سے کہہ دو کہ آٹا احمد کے گھر کا اور خمیر صالح کے گھر کا ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کو لو کہتے ہیں کہ چالیس دن تک وہ روٹی دھری رہی لیکن اس روٹی کو کسی محتاج نے نہ لیا۔ آخر الامر وہ روٹی دریا میں ڈال دی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے پوچھا کہ وہ روٹی کا کیا ہوا تو عرض کیا کہ وہ روٹی دریا میں ڈال دی۔ چنانچہ احمد بن حنبلؒ نے اس وقت سے اس دریا کی مچھلی بھی نہ کھائی۔ منقول ہے کہ آپ سے جو کوئی مسئلہ پوچھتا تھا جواب دیتے تھے اگر مسئلہ حقائق کا پوچھتا تو بشیر حافی کا حوالہ دیتے تھے کسی نے پوچھا کہ رضا کے کیا معنی ہیں جواب دیا کہ اپنے سب کام خدا کو سونپنا پھر پوچھا کہ محبت کے کیا معنی ہیں تو فرمایا کہ اس مسئلہ کو بشیر حافی سے دریافت کر لو پھر پوچھا کہ زہد کسے کہتے ہیں فرمایا زاہد کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو حرام کا ترک کرنا اور یہ زہد عوام ہے دوسرا زیادتی حلال کی ترک کرنا اور یہ زہد خاص ہے تیسرا اس چیز

کا ترک کرنا جو خدا کو بھلا دیوے اور یہ زہد عارفاں ہے جب امام احمد بن حنبلؒ اپنی
وفات کے قریب پہنچے تو لوگوں نے انہیں زخموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر
کیا تو آپ نے بھی اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ ابھی مکمل آرام نہیں ہوا ہے پھر
آپ کے فرزند نے پوچھا کہ آپ اس وقت کیا فرماتے ہیں کہا میرے سامنے شیطان
کھڑا ہے اور وہ ہاتھ مل مل کر نہایت افسوس سے کہتا ہے کہ اے احمد تو اپنا ایمان
میرے ہاتھ سے بچا لے گیا۔ تو اس کو جواب دیتا ہوں کہ ابھی نہیں ابھی تو چند
تنفس باقی ہیں لے بہ ترتیب ابھی قریب شیطان اور سلب ایمان سے بہت نڈر
نہیں ہوں، کہتے ہیں کہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کے جنازے پر ہزار ہا
پرندے آ کر رونے لگے اور اپنی بے تابیاں دکھانے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر
چالیس ہزار گبر و ترسا و یہود مسلمان ہوئے اور اپنی زناریں توڑ ڈالیں اور پکار
پکار کر بولے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ محمد بن خزیمہ نے امام
نے امام احمد بن حنبلؒ کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا تو انہوں نے ان سے
پوچھا یا امام المومنین اللہ تعالیٰ سے کیسا معاملہ رہا۔ تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے افضال عمیم و الطاف قدیم سے مجھے بخش دیا۔
اور تاج کرامت کا میرے سر پر رکھا اور پھر فرمایا کہ یہ اسی کا بدلہ ہے جو تو
نے کلام کو مخلوق نہ کہا تھا۔ امام احمد بن حنبل کے مذہب کے لوگ کم تھے
لیکن ان کے ورع اور زہد کے احوال مشہور ہیں۔ اور کیمیائے سعادت اور
احیاء العلوم ان کی خوبی اور کمال سے بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں
کو ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین